وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد ثالث

صِیام، اعتکاف، حج، نکاح، رِضاع، طلاق، لِعان

تصنیف

علّامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر:

فرید بُک سٹال ۳۸۔ اردو بازار، لاہور ۲

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (ثالث)

تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

: ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، فاضل علوم شرقیہ

کتابت : دارالکتابت، حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

قیمت : -/۳۸۵ روپے

الطبع الثامن: ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ / فروری ۲۰۰۱ء

الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۳ء / مئی ۲۰۰۲ء

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

شرح صحیح مُسلم فہرست مضامین جلد ثالث

.....

.....

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ ناشر

اس سے پہلے فرید بک سٹال لاہور کی طرف سے علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہٗ، شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی کی شرح صحیح مسلم کی دو جلدیں ہدیۂ قارئین کی جاچکی ہیں۔ جن کو اہل علم نے بہت قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب موجودہ دور کے وہ متبحر اور محقق عالم دین ہیں جو کسی بھی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کو الم نشرح کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ان کی علم اور تحقیقات سے معمور تحریرات کا بہاؤ قاری کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔ قدرت نے انہیں مضبوط حافظہ اور اجتہادی ذہن عطا کیا ہے۔ ان کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے اسی لیے وہ بیک وقت متقدمین ائمہ اور دورِ جدید کے محققین کی تحقیقات سے نہ صرف باخبر ہیں بلکہ اپنی شرح میں ان تحقیقات کا حاصل مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں۔ دورِ حاضر کے تازہ مسائل میں انہوں نے اپنے نظریات کو بھی پیش کیا ہے اور ان نظریات پر انہوں نے دلائل کا انبار لگا دیا ہے۔ مسائل عصریہ میں علامہ سعیدی نے اپنی جو تحقیقات پیش کی ہیں ان کے متعلق اظہار رائے کرنا صرف علماء اور محققین ہی کا حصہ ہے اور ارباب علم و فضل قارئین ہی اس بارے میں صحیح تبصرہ کر سکتے ہیں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض جدید مسائل پر علامہ سعیدی صاحب نے سب سے پہلے قلم اٹھایا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب نے جن مسائل کی تحقیق کی ہے ان میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث، آثار اور اقوال تابعین کو پیش کرتے ہیں، ائمہ اربعہ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ احادیث پر فنی بحث کرتے ہیں اور خالص علمی مباحث کو بھی نہایت سادہ اور دل نشین اسلوب سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ دورانِ تحقیق معروضی ([illegible]) اندازِ فکر اختیار کیا ہے۔ اس شرح کو پڑھنے کے بعد قاری یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگا کہ مسائلِ جدیدہ کی فقہی تحقیق اور شرعی حل کیلئے یہ کتاب محققین کے لیے صدیوں تک مرجع بنی رہے گی اور اسلام پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے عرصہ دراز تک مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

شرح صحیح مسلم کی پیشِ نظر جلد میں صحیح مسلم کے یہ ابواب آگئے ہیں:

کتاب الصیام، کتاب الاعتکاف، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق اور کتاب اللعان۔ ان ابواب میں درج احادیث کی شرح میں علامہ سعیدی صاحب نے جن موضوعات پر مفصل اور تحقیقی بحث کی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

رویت ہلال کا اعلان، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وحی خفی، اجتہاد و تقلید، یزید پر لعنت کرنے کی تحقیق، جمعہ کے دن واقع ہونے والے حج کے حج اکبر ہونے کی تحقیق، مدینہ منورہ کی فضیلت، امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت، شیخ ابن تیمیہ کے عقائد، تعدد ازواج،

حرمتِ متعہ، ضبطِ تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، مصنوعی تولید اور اسقاطِ حمل کا شرعی حکم، سیّدہ کا غیر سیّد سے نکاح، ایک مجلس میں تین طلاقوں کا حکم، نان نفقہ نہ دینے والے شوہر کی بیوی کا حکم، مفقود الخبر کی بیوی کا حکم اور عدالتی طلاق کی شرعی حیثیت وغیرہا۔

امید ہے کہ اہلِ علم کے لیے یہ امر بھی قلبی مسرت کا باعث ہوگا کہ علامہ سعیدی صاحب نے چوتھی جلد بھی مکمل کر لی ہے اور وہ کتابت وطباعت کے مرحلہ میں ہے۔ اس جلد میں عتاق، بیوع، مساقات، مزارعت، وصیت، نذر، ایمان، قسامت، قصاص، دیات اور حدود کے ابواب آگئے ہیں۔ ان ابواب کی احادیث کی شرح میں علامہ سعیدی صاحب نے حسبِ ذیل موضوعات پر خصوصی بحث کی ہے:۔

اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق، مفہومِ مخالف کی تحقیق، اسلام، اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ اقتصادی نظاموں کا تقابلی مطالعہ اور باہمی موازنہ اور اسلام کے اقتصادی نظام کی حقانیت اور بالادستی، سوشلزم اور اسلامی مساوات کا موازنہ اور اسلامی مساوات کی ترجیح اور برتری، انعامی بانڈز کی تحقیق، دستاویز اور ہنڈی کی بیع کا حکم، حقوق کی بیع کا حکم، امپورٹ لائسنس، روٹ پرمٹ اور پگڑی وغیرہ کی بیع پر بحث، باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم، کیا زمین کو کرائے پر دینا سود ہے؟ زمین کو بٹائی پر دینے کی بحث، زمین کی شخصی ملکیت پر بحث، انجکشن کے ذریعے نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پہنچانے کا حکم، امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کے اعتراض کا جواب، الکوحل اور اسپرٹ کے مرکبات کا حکم، بینک کے سود کی تحقیق، افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل، کرنسی نوٹ کی تحقیق، بیع عینہ کی تحقیق، دار الحرب کے سود کا حکم، عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟، زمین کے تیل یا گیس کا حکم، سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس کی تحقیق، ایصالِ ثواب کی تحقیق، اولیاء اللہ کی مروجہ نذر پر بحث، قتلِ مرتد کی بحث، آلۂ قصاص کیا صرف تلوار کے ساتھ خاص ہے؟، عورت کی نصف دیت کی تحقیق، حدود میں عورتوں کی گواہی کی بحث، اسلامی حدود پر اعتراضات کے جوابات، چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد کیا اس کو پیوند کرا کر دوبارہ لگوایا جا سکتا ہے؟، رجم کی تحقیق، اسلام میں بیعت کا تصور اور معدنیات کے احکام وغیرہا۔ ہماری انتہائی کوشش ہے کہ ہم جلد از جلد اس جلد کو قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کریں۔

علامہ سعیدی صاحب نے اس رمضان کے آخری عشرہ میں شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلد کی تصنیف کا آغاز کر دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت علامہ سعیدی صاحب کو صحت وسلامتی کے ساتھ قائم رکھے، ان کو جلد از جلد اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس شرح کو قبول ودوام عطا فرمائے، نشر واشاعت کی ہماری اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس شرح کے مصنف، کاتب، مصحح، ناشر اور دیگر معاونین وقارئین کو دین اور دنیا کی سعادتوں، رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین!

سیّد اعجاز احمد۔ لاہور

۱۶ر شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

۲۲ر مئی ۱۹۸۹ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کتاب الصیّام

روزوں کا بیان

روزے کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ لغت میں صوم کسی چیز سے رکنے اور چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو صائم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، جو شخص بات کرنا چھوڑ دے اس کو بھی صائم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: انی نذرت للرحمن صوما (مریم: ۲۶) میں نے رحمان کے لیے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے۔[1]

علامہ خوارزمی روزے کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل عبادت کے عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور عمل تزویج سے رُکے رہنے کو شریعت میں (صوم) روزہ کہتے ہیں۔[2]

روزے کی شرائط اور اقسام

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ روزے کی صحت کے لیے نیت کرنا اور حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ روزہ دار کے مسلمان ہونے کی شرط بھی ضروری ہے۔ نیز علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں مسلمان ہونا، بالغ ہونا، اور عاقل ہونا روزے کے نفس وجوب کی شرائط ہیں اور اگر دار الحرب میں ہو تو روزے کی فرضیت کا علم بھی ان شرائط میں داخل ہے اور اس کا ادا کرنا اس وقت واجب ہو گا جب مسلمان شخص تندرست ہو اور اپنے وطن میں مقیم ہو۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ روزے کی اقسام یہ ہیں: فرض، واجب، سنّت، مستحب، نفل، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔
فرض روزے یہ ہیں: رمضان کے روزے، قضاء رمضان کے روزے، کفارۂ ظہار کے، کفارۂ قتل کے، کفارۂ قسم کے روزے حالت احرام میں شکار کرنے کی جزاء کے روزے اور احرام میں احرام کے منافی کام کرنے کی بناء پر فدیہ کے روزے، یہ سب فرض ہیں کیونکہ ان کا ثبوت نص قطعی اور اجماع سے ہے۔ واجب میں نذر کے روزے ہیں بظاہر ان کو بھی فرض میں داخل ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا ثبوت نص قطعی سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولیوفوا نذورھم (حج: ۲۹) "اپنی نذروں

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ۔
[2] علامہ جلال الدین خوارزمی الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کو پورا کرو" لیکن چونکہ نذر معصیت کو پورا کرنا واجب نہیں ہے اس لیے یہاں نذور کا لفظ عام مخصوص البعض ہے اور عام مخصوص البعض بوجہ ظنیت کے واجب ہوتا ہے اس لیے نذر کے روزے واجب ہیں فرض نہیں۔ نویں اور دسویں محرم دونوں دن روزے رکھنا سنت ہے۔ ایام بیض کے روزے رکھنا مستحب ہیں۔ ایک دن روزہ ایک دن افطار جس کو صوم داؤد بھی کہا جاتا ہے یہ بھی مستحب ہے، اسی طرح ہر وہ روزہ جس کا ثبوت سنت سے ہو وہ مستحب ہے، جیسے عرفہ (۹ ذی الحج) کا روزہ ان کے علاوہ جن دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے ان دنوں میں روزہ رکھنا نفل ہے صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور ایام تشریق اور عیدین کا روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے [۱]

روزے کی تاریخ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (بقرہ: ۱۸۳) "اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے مذاہب میں بھی روزہ داخل رہا ہے۔ تورات اور انجیل کے مطالعہ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ قریش مکہ ایام جاہلیت میں دسویں محرم کو اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اس دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور مدینہ میں یہود اس دن اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو اس دن فرعون سے نجات دی تھی۔ یہ احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ تعلیم اسلام سے پہلے بھی لوگوں میں بحیثیت عبادت کے روزہ معروف اور جانا پہچانا تھا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غار حرا میں جن دنوں پہلی وحی نازل ہوئی وہ رمضان کا مہینہ تھا اور قیاس یہ ہے کہ آپ ان دنوں روزے رکھتے تھے کیونکہ احادیث میں غار حراء کے اندر آپ کی عبادت کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ ہجرت کے بعد روزہ فرض کیا جائے۔ چنانچہ جب مسلمان توحید، نماز اور دیگر احکام قرآن پر عمل کرنے کے خوگر ہو گئے تو ہجرت کے اٹھارہ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کر دیا۔

روزے کی حکمتیں

روزہ رکھ کر جب انسان کھانے، پینے اور عمل تزویج کو چھوڑ دیتا ہے، برے اخلاق اور بری عادتوں سے کشمکش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی فطرت اور خلقت کے تقاضوں سے ممکن اور شرعی حد تک مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں نفس امارہ کے مطالبات کو مسترد کر دیتا ہے تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے وہ اخلاق باری سے متخلق اور صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر روزے کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ روزہ بندے کو مولیٰ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں روزے کا ایک مقصد تقویٰ بیان کیا ہے لعلکم تتقون (بقرہ: ۱۸۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا التقوی ھھنا [۲]۔ تقویٰ یہاں ہے تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوف الٰہی کی وجہ سے گناہ کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے۔ انسان کے دل

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[۲] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوۃ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی۔

میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں۔ روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشوں پر قابو بھی نہیں رکھتے ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لیے روزہ بہترین چیز ہے۔

جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی نعمت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے شکم سیر ہو کر کھانا کھانے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک اور پیاس کی تکلیف ہوتی ہے جب تک کوئی شخص سوختہ جگر نہ ہو سوز جگر کو نہیں جان سکتا۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بشر حافی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص سردیوں کے موسم میں گیا دیکھا کہ انھوں نے (فالتو) کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگ رکھے ہیں اور خود بغیر کپڑوں کے بیٹھے ہوئے سردی سے کانپ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آپ سردی سے کپکپا رہے ہیں اور کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگے ہوئے ہیں! بشر حافی رحمہ اللہ نے کہا: "اے بھائی فقراء بہت زیادہ ہیں اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں ان سب کو کپڑے پہنا سکوں، اس لیے میں نے اپنے (فالتو) کپڑے اتار کر اپنے آپ کو ان کی تکلیف میں شریک کر لیا ہے" ملا علی قاری لکھتے ہیں: اسی وجہ سے اولیاء عارفین جب کوئی لقمہ کھاتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں: "اے اللہ! بھوکوں کے حق کی بناء پر ہم سے مواخذہ نہ کرنا" اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام قحط کے سالوں میں دسترخوان پر بہت زیادہ کھانا ہونے کے باوجود اس لیے سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا حال بھول نہ جائیں اور ان کے ساتھ مشابہت قائم رہے[1] اس لیے روزوں کی فرضیت سے ہر مسلمان شخص کو اپنے فاقہ زدہ مسلمان بھائیوں کی بھوک اور پیاس کا اندازہ ہوگا اور اس سبب سے اس کا دل ان کی امداد اور معاونت پر آمادہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غریب اور فاقہ زدہ لوگ سارا سال بھوک اور پیاس کی صعوبتوں میں گذارتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کی مشابہت قائم کرنے کے لیے ایک ماہ کے دنوں میں سب پر بھوک اور پیاس طاری کر دی۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ غریبوں کی بھوک اور پیاس اللہ تعالی کو اس قدر عزیز ہے کہ ان پر جو حال طاری رہتا ہے اللہ تعالی نے ایک ماہ کے لیے سب مسلمانوں پر وہ حال طاری کر دیا۔ اسے ہمارا حال اتنا عزیز ہے دیکھیے ہم اس کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔!

رمضان کے مہینہ کو بھوک اور پیاس کا مہینہ کہتے ہیں اس لیے ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس مہینہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے کم ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس ماہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ بازار میں کھانے پینے کی اشیاء مٹھائی اور پھل وغیرہ باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ بکتے ہیں۔ راشن کے زمانہ میں اس ماہ میں راشن کا کوٹہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے یہ کھانے پینے کا مہینہ ہو۔ یوں لگتا ہے کہ صبح سے لے کر شام تک ہم اس لیے بھوکے رہتے ہیں تاکہ افطار کے وقت زیادہ سے زیادہ کھا سکیں۔ اس صورت حال کی اصلاح ضروری ہے تاکہ روزوں کی برکات سے صحیح استفادہ ہو سکے۔ حدیث شریف کے مطابق مسلمان کافر کی بہ نسبت سات حصہ کم کھاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں ہمیں اپنی خوراک کا جائزہ لے کر اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

میں نے اپنے زمانۂ تعلیم میں روزے کے اسرار و رموز کے عنوان سے روزوں کی حکمتوں پر مشتمل ایک مضمون لکھا

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

تھا جو پہلے روزنامہ انجام کراچی میں چھپا پھر ملک اور بیرون ملک کے بہت سے رسائل میں نقل در نقل ہو کر شائع ہوتا رہا۔ اب میں نے اس کو مقالات سعیدی میں شامل کر دیا ہے، اس موضوع پر اس کا مطالعہ بھی مفید رہیگا۔

۲۳۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا ثَنَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

۲۳۹۲ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

۲۳۹۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالْحُلْوَانِيُّ قَالَا ثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي نَافِعُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث مثل سابق مروی ہے۔

لفظ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنے کی بحث

لفظ رمضان کے استعمال میں تین نظریات ہیں: اصحاب مالک کا نظریہ ہے کہ لفظ رمضان کو کسی صورت میں مہینہ کی طرف اضافت کیے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس لیے یہ نہ کہا جائے رمضان آگیا، ہم نے رمضان میں روزے رکھے بلکہ یوں کہا جائے رمضان کا مہینہ آگیا۔ ہم نے رمضان کے مہینہ میں روزے رکھے۔ اکثر اصحاب شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کسی قرینہ سے مہینہ کا مفہوم متعین ہو جائے تو بلا اضافت استعمال جائز ہے ورنہ نہیں مثلاً اگر کہا جائے ہم نے رمضان میں روزے رکھے، ہم نے رمضان میں تراویح پڑھیں تو

جائز ہے کیونکہ روزے اور تراویح رمضان کے مہینہ ہی میں ہوتی ہیں اور اگر کہا جائے رمضان آیا اور رمضان چلا گیا تو صحیح نہیں ہے اور محققین کا نظریہ یہ ہے رمضان کا استعمال ہر طرح جائز ہے امام بخاری کا بھی یہی نظریہ ہے اور جن روایات میں یہ ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ روایات ضعیف ہیں[۱] اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ ان احادیث میں بھی بغیر اضافت کے ہے جب رمضان آتا ہے تو......

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ رمضان رمضاء سے ماخوذ ہے اور رمضاء موسم گرما کی شدت کو کہتے ہیں اور جب لغات قدیمہ سے یہ الفاظ منقول ہوئے تھے تو اس وقت کے موسم کا خیال رکھا گیا تھا اور جس وقت اس ماہ کا نام رکھنے لگے تو شدید گرمی کا موسم تھا اس لیے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔[۲]

شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت

اس باب کی حدیث نمبر ۲۳۹۱ میں ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جنت اور جہنم کے دروازے حقیقۃً کھولے اور بند کیے جاتے ہوں اور یہ رمضان کی علامت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ مجازاً استعمال کیے گئے ہوں اور جنت کے دروازے کھول دینے سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں بکثرت لوگوں کے لیے جنت کا حکم جاری کرتا ہے یا اس ماہ میں لوگ بکثرت نیکیاں کرتے ہیں جو دخول جنت کا سبب ہے اور یہ عام مشاہدہ ہے۔ اسی طرح جہنم کے دروازے بند کر دیے جانے کا مطلب ہے اس ماہ میں اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ بکثرت معاف کر دیتا ہے یا اس ماہ لوگ برائیوں سے بہت زیادہ رکتے ہیں جو جہنم میں نہ جانے کا سبب ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ پھر چاہیے تھا کہ لوگ گناہ نہ کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان میں بھی لوگ گناہ کرتے ہیں۔ اس سوال کے متعدد جوابات ہیں ایک یہ ہے کہ دوسری روایات میں ہے صفدت مردة الشياطين یعنی سرکش اور بڑے بڑے شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں عام شیاطین کھلے پھرتے ہیں جن کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ گمراہ کرنے والا ایک خارجی شیطان ہے اور ایک داخلی شیطان ہے جس کو لمة شيطان وقرين من الجن۔ اور اردو میں ہمزاد کہتے ہیں خارجی شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ داخلی شیطان کو قید نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے گیارہ ماہ مسلسل بہکانے اور وسوسہ ڈالنے سے لوگوں میں اس کے وسوسہ کا اثر اس قدر راسخ ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کی ایک ماہ کی غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور لوگ بدستور برائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں الا ما شاء اللہ۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق بھی مجازی ہے چونکہ اس ماہ میں بعض نیک طبع مسلمان شیطان کے اثرات اور اس کے وسوسوں کو قبول نہیں کرتے، برائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز، روزے اور دیگر نیکیوں میں بکثرت مشغول ہو جاتے ہیں۔

۱۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۵ھ۔

۲۔ علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۶۴، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، ۱۳۶۴ھ۔

اور نمازی اور نیک لوگ پہلے سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں جیسا کہ عام مشاہدہ ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس ماہ شیطان کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور خیر کے غلبہ سے اس کے وسوسوں کا اثر کم ہو جاتا ہے اس لیے اس کو مجازاً یوں تعبیر فرمایا کہ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ برائی میں مشغول لوگوں کو کم از کم اس ماہ تو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان کی غلط کاریوں اور بے راہ روی میں شیطان کے وسوسوں سے زیادہ خود ان کی ذات اور ان کے ارادوں کا دخل ہے کیوں کہ اس ماہ جب شیاطین مقید کر دیے جاتے ہیں اور وہ پھر بھی برائی اور برے کاموں سے باز نہیں آ رہے تو مان لینا چاہیے کہ ان برے کاموں کے وہ خود ذمہ دار ہیں شیطان ان سے جبراً برائی نہیں کراتا اس کا ان پر کوئی تسلط نہیں ہے۔ وہ صرف برائی کا ایک خیال ان کے ذہن میں ڈالتا ہے اس برائی کی ترغیبات دیتا ہے جیسا کہ نیک کام کرنے کا خیال اور اس کی ترغیبات ان کا ضمیر (لمۂ رحمان) دیتا ہے اور جب وہ برے کام کو کرنے کا از خود ارادہ کر لیتے ہیں تو ان کا ضمیر ان کو مسلسل سرزنش کرتا رہتا ہے اور برائی سے روکتا رہتا ہے لیکن وہ ضمیر کی تمام تر فہمائشوں کو رد کر کے برے کام کو انجام دینے کی پوری منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ اس کی تمام تفصیلات مرتب کرتے ہیں اور پھر مسلسل اس برائی کو کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ضمیر (لمۂ رحمان) کی آواز انھیں سنائی نہیں دیتی پھر برائی پر اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں کہ کسی برائی پر آمادہ کرنے کے لیے انھیں شیطان کے بہکانے کی ضرورت نہیں رہتی وہ ہو یا نہ ہو وہ اپنے دھندے سے لگے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق و وعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی۔ (ابراہیم: ۲۲)

جب (حشر کے دن) فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کیا اور مجھے تم پر کچھ غلبہ (تو) نہ تھا البتہ میں نے تم کو ورغلایا اور تم نے میری بات مانی تو اب تم مجھے ملامت نہ کرو۔ (بلکہ) اپنے آپ کو ملامت کرو (اب) نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں۔

بَابُ ۱۳ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَالْفِطْرِ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَاَنَّهُ اِذَا غُمَّ فِي اَوَّلِهِ وَاٰخِرِهِ اُكْمِلَتْ عِدَّةُ الشَّهْرِ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا، چاند دیکھ کر عید کرنا، اور چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرنا

۲۳۹۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا پھر فرمایا چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو (روزوں کی) مدت پوری کرو۔

۲۳۹۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَقَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا ثُمَّ عَقَدَ اِبْهَامَهُ فِى الثَّالِثَةِ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ اُغْمِىَ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں (کو کھول کر) اشارہ کر کے فرمایا مہینہ ایسا ہے، مہینہ ایسا ہے اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا اور فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس روزوں کی مدت پوری کرو۔

۲۳۹۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا قَالَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا ثَلَاثِيْنَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِىْ اُسَامَةَ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۲۳۹۷۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَقَالَ فَاقْدُرُوْا لَهُ وَلَمْ يَقُلْ ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا (بھی) ہوتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کیا، ایسا، ایسا، ایسا، پھر فرمایا (اس صورت میں) روزوں کی مدت پوری کرو اور تیس کا لفظ نہیں فرمایا۔

۲۳۹۸۔ وَحَدَّثَنِىْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اس لیے چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو اور نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو روزوں کی مدت پوری کرو۔

۲۳۹۹۔ وَحَدَّثَنِىْ حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِىُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے، جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو عید کرو اور جب مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو۔

۲۴۰۰۔ حَدَّثَنِىْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھ

سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَہٗ۔

لو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھ لو تو عید کرو، اور جب مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو۔

۲۴۰۱ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَیَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ وَھُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّھْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَیْلَۃً لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ اِلَّا اَنْ یُّغَمَّ عَلَیْکُمْ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَہٗ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتیس ۲۹ دن کا بھی مہینہ ہوتا ہے جب تک تم چاند دیکھ نہ لو روزہ رکھو نہ عید کرو سوا اس کے کہ مطلع ابر آلود ہو اگر مطلع ابر آلود ہو تو حساب سے روزے رکھو۔

۲۴۰۲ - حَدَّثَنَا ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَۃَ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّا ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَقَبَضَ اِبْھَامَہٗ فِی الثَّالِثَۃِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے اور تیسری بار آپ نے انگوٹھے کو بند کر لیا۔

۲۴۰۳ - حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا حَسَنُ الْاَشْیَبُ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الشَّھْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۲۴۰۴ - حَدَّثَنَا سَھْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْبَکَّائِیُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ طَلْحَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا عَشْرًا وَّعَشْرًا وَّتِسْعًا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے دس دس اور نو روز کا۔

۲۴۰۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ جَبَلَۃَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ایسا، ایسا،

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَصَفَّقَ بِيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ بِكُلِّ أَصَابِعِهِمَا وَنَقَصَ فِي الصَّفْقَةِ الثَّالِثَةِ إِبْهَامَ الْيُمْنٰى أَوِ الْيُسْرٰى۔

اور ایسا ہے۔ آپ نے دو مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کھول کر اشارہ کیا اور تیسری بار بایاں یا دایاں انگوٹھا بند کر لیا۔

۲۴۰۶- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ وَطَبَّقَ شُعْبَةُ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ وَكَسَرَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ قَالَ عُقْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ الشَّهْرُ ثَلٰثُوْنَ وَطَبَّقَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ راوی شعبہ نے تین بار ہاتھوں سے اشارہ کیا اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا عقبہ کی روایت میں ہے مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اور انہوں نے تین بار ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

۲۴۰۷- حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ وَالشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اُمّی لوگ ہیں، حساب کتاب نہیں کرتے، مہینہ ایسا ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے، اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا اور مہینہ ایسا، ایسا، ایسا ہوتا ہے یعنی پورے تیس دن کا۔

۲۴۰۸- وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ الثَّانِيَ الثَّلَاثِيْنَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے مگر اس میں دوسری بار مہینہ کے ذکر کے بعد تیس دن کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴۰۹- حَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَقُوْلُ اللَّيْلَةَ النِّصْفُ فَقَالَ لَهٗ مَا يُدْرِيْكَ أَنَّ اللَّيْلَةَ النِّصْفُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آج رات آدھا مہینہ ہو گیا حضرت ابن عمر نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ آج رات آدھا مہینہ ہو گیا ہے؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مہینہ ایسا، ایسا اور ایسا ہوتا

يَقُوْلُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَاَشَارَ بِاَصَابِعِهِ الْعَشْرِ مَرَّتَيْنِ وَهٰكَذَا فِي الثَّالِثَةِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِهِ كُلِّهَا وَحَبَسَ اَوْ خَنَسَ اِبْهَامَهُ۔

ہے آپ نے اپنی انگلیوں سے دو بار دس کا اشارہ کیا اور تیسری بار بھی دس کا اشارہ کیا اور اپنی تمام انگلیوں سے اشارہ کیا اور انگوٹھے کو بند کر لیا۔

۲۴۱۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو عید کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

۲۴۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرو۔

۲۴۱۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر تم پر مہینہ مخفی رہے تو تیس کی تعداد پوری کرو۔

۲۴۱۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِلَالَ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا الثَّلَاثِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کا "تذکرہ کیا اور فرمایا چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

۲۴۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، ہاں جس آدمی کی عادت اس دن روزہ رکھنے کی ہو وہ رکھ سکتا ہے۔

عليه وسلم قال لا تقدموا رمضان بصوم يوم و لا يومين الا رجل كان يصوم صوما فليصمه ۔

۲۴۱۵ ۔ وحدثناه يحيى بن بشر الحريري حدثنا معاوية يعني ابن سلام ح وحدثنا ابن مثنى و حدثنا ابو عامر حدثنا هشام ح وحدثنا ابن مثنى وابن ابي عمر قالا نا عبد الوهاب بن عبد المجيد حدثنا ايوب ح وحدثني زهير بن حرب حدثنا حسين بن محمد حدثنا شيبان كلهم عن يحيى بن ابي كثير بهذا الاسناد نحوه ۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے ۔

۲۴۱۶ ۔ حدثنا عبد بن حميد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري ان النبي صلى الله عليه وسلم اقسم ان لا يدخل على ازواجه شهرا قال الزهري فاخبرني عروة عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت لما مضت تسع و عشرون ليلة اعدهن دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت بدا بي قلت يا رسول الله انك اقسمت ان لا تدخل علينا شهرا و انك دخلت من تسع و عشرين اعدهن فقال ان الشهر تسع و عشرون ۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے زہری کہتے ہیں مجھے عروہ نے بتلایا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں ایک ایک رات گن رہی تھی جب انتیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور میں گن رہی تھی آپ انتیس روز بعد تشریف لائے ہیں، آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے ۔

۲۴۱۷ ۔ حدثنا محمد بن رمح اخبرنا الليث ح وحدثنا قتيبة بن سعيد و اللفظ له حدثنا ليث عن ابي الزبير عن جابر رضي الله عنه انه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتزل نساءه شهرا فخرج الينا في تسعة و عشرين فقلنا انما اليوم تسعة و عشرون فقال انما الشهر و صفق بيديه ثلاث مرات و حبس اصبعا واحدة في الاخرة ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج سے علیحدہ رہے پھر انتیس دن کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا آج انتیسواں دن ہے آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور دونوں ہاتھ تین بار ملائے اور آخری بار ایک انگلی بند کر لی ۔

۲۴۱۸ ۔ حدثني هارون بن عبد الله و حجاج ابن الشاعر قالا نا حجاج بن محمد قال قال ابن جريج اخبرني ابو الزبير انه سمع جابر بن عبد الله

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہے انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح کے وقت ان کے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ اعْتَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَآءَہٗ شَہْرًا فَخَرَجَ اِلَیْنَا صَبَاحَ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا اَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّہْرَ یَکُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ ثُمَّ طَبَّقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَیْہِ ثَلٰثًا مَرَّتَیْنِ بِاَصَابِعِ یَدَیْہِ کُلِّہَا وَالثَّالِثَۃَ بِتِسْعٍ مِّنْہَا۔

پاس گئے بعض لوگوں نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ انتیس دن کے بعد آ گئے ہیں! آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار ملایا، دو بار پوری انگلیوں کے ساتھ اور ایک بار نو انگلیوں کے ساتھ۔

۲۴۴۱- حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّیْفِیُّ اَنَّ عِکْرِمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَلَفَ اَنْ لَّا یَدْخُلَ عَلٰی بَعْضِ اَہْلِہٖ شَہْرًا فَلَمَّا مَضٰی تِسْعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ یَوْمًا غَدَا عَلَیْہِمْ اَوْ رَاحَ فَقِیْلَ لَہٗ حَلَفْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَا تَدْخُلُ عَلَیْنَا شَہْرًا قَالَ اِنَّ الشَّہْرَ یَکُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ یَوْمًا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ بعض ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے، جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس گئے آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے! آپ نے جواب دیا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۲۴۴۲- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی حَدَّثَنَا الضَّحَّاکُ یَعْنِیْ اَبَا عَاصِمٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے

۲۴۴۳- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ عَلَی الْاُخْرٰی فَقَالَ الشَّہْرُ ہٰکَذَا وَہٰکَذَا ثُمَّ نَقَصَ فِی الثَّالِثَۃِ اِصْبَعًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے اور تیسری بار ایک انگلی کم کر لی۔

۲۴۴۴- وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَکَرِیَّا حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَۃَ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے دس، دس اور نو۔

وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَشْرًا وَعَشْرًا وَتِسْعًا مَرَّةً۔

۲۴۲۳ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ وَسَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

چاند دیکھنے کے بعد کی دعا

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگنا مستحب ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگتے تھے۔

اللہ اکبر اللھم اھلہ علینا بالامن و الایمان والسلامۃ والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربی وربک اللہ۔

رواہ الاثرم

اللہ اکبر اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ گزار اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھ کو پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو، میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

رویت ہلال میں مذاہب ائمہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: شعبان کی تیسویں رات کو رمضان کا چاند دیکھنا مستحب ہے، اگر وہ اس رات کو چاند دیکھ لیں تو ان پر اگلے دن کا روزہ رکھنا اجماعاً واجب ہے، اور اگر مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے ماسوا اس شخص کے جو کسی اور وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتا ہو ——— اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو اس صورت میں امام احمد سے تین روایات منقول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اگلے دن کا روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر اس دن رمضان ہوا تو وہ رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس صورت میں امام کی پیروی کرے اگر امام روزہ رکھے تو لوگ روزہ رکھ لیں اور اگر امام روزہ نہ رکھے تو لوگ روزہ نہ رکھیں، اور تیسری روایت یہ ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور اگر رکھ لیا تو رمضان کے روزے سے کفایت نہیں کرے گا: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس دن پورے کرو۔" اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم) اور یہ یوم شک ہے نیز یہ کہ شعبان کا مہینہ اصل ہے، اور محض شک کی وجہ سے اس کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے۔

۱۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ " " " المغنی ج ۳ ص ۷-۶ ملخصاً

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: رمضان کا روزہ چاند دیکھنے سے واجب ہوتا ہے۔ اگر مطلع غبار آلود ہو تو لوگوں پر شعبان کے تیس دن پورے کرنے واجب ہیں [۱]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ دو عادل (نیک) شخصوں کی گواہی سے بالاتفاق چاند ثابت ہو جاتا ہے، اور ایک عادل شخص میں اختلاف ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ایک عادل شخص کی گواہی سے بھی چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے خواہ مطلع صاف ہو یا غبار آلود ہو۔ عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے، اور عمر بن عبد العزیز، امام مالک، امام اوزاعی، لیث، ماجشون، اسحق بن راہویہ اور داؤد کا نظریہ یہ ہے کہ چاند کے ثبوت کے لیے دو عادل شخصوں کی گواہی شرط ہے۔ ابن منذر اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں سے بھی چاند کی رویت کا ثبوت ہو جائے گا، اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک آدمی کی گواہی سے بھی رمضان کی رویت ثابت ہو جائے گی اور غیر رمضان میں کم از کم دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جب تک جم غفیر کی شہادت نہ ہو رویت ثابت نہیں ہوگی۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جب مطلع صاف ہے دیکھنے والوں کی نظر صحیح ہے کوئی رکاوٹ بھی نہیں تو یہ بات بعید ہے کہ جم غفیر کو چاند نظر نہ آئے اور ایک یا دو لوگوں کو چاند نظر آجائے۔ [۲]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک رمضان اور عید دونوں میں ایک آدمی کی شہادت سے رویت ثابت نہیں ہوتی، جبکہ امام شافعی رمضان میں ایک آدمی کی شہادت مان لیتے ہیں، اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا یہ شہادت ہے جس کے لیے دو آدمی ضروری ہیں یا خبر ہے جس میں ایک آدمی کی خبر سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں [۳]۔

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جب آسمان ابر آلود ہو تو امام ہلال رمضان کے سلسلے میں ایک عادل شخص کی شہادت قبول کرے خواہ مرد ہو یا عورت کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے اس لیے روایت حدیث کے مشابہ ہے، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کی رویت میں ایک آدمی کی شہادت قبول کی ہے اور جب آسمان ابر آلود نہ ہو تو اس وقت شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ اتنی کثیر جماعت چاند کو نہ دیکھ لے جس کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے اور ہلال عید کی رویت میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی [۴]۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک آدمی کی گواہی سے رمضان اور عید کا چاند ثابت ہو جاتا ہے خواہ مطلع غبار آلود ہو یا نہ ہو اور امام مالک کے نزدیک دو آدمیوں کی گواہی ہر حال میں ضروری ہے

---

[۱]۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع الشروح ج ۶ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۲]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۸۲،

[۳]۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۴]۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۲ - ۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور امام ابوحنیفہ کے مذہب میں تفصیل ہے، ہلالِ رمضان میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک عادل آدمی کی شہادت کافی ہے اور اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو جمِ غفیر کی خبر ضروری ہے اور ہلالِ عید میں اگر مطلع غبار آلود ہو تو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر ایک شخص نے کسی شہر میں روزے رکھنے شروع کیے پھر کسی ایسے شہر میں گیا جو مسافت بعیدہ پر واقع تھا، جہاں کے لوگوں نے اس دن چاند نہیں دیکھا تھا جس دن پہلے شہر والوں نے چاند دیکھا تھا تو وہ اپنے روزے کے حساب سے تیس روزے پورے کرے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ہر شہر میں اس شہر (کی رویت) کا اعتبار ہوتا ہے تو دو جواب ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے ساتھ روزے رکھے کیونکہ اب اس کا شمار بھی اس شہر کے لوگوں میں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اپنے روزے کے حساب سے افطار کرے کیونکہ اس نے پہلے شہر کے حساب سے روزے رکھنے کا التزام کیا تھا، اور اگر ہم یہ کہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا تو اس شہر والوں پر بھی پہلے شہر والوں کے حساب سے افطار لازم ہے بشرطیکہ ان کے نزدیک پہلے شہر والوں کی رویت ثابت ہو جائے خواہ اس شخص کے قول سے یا کسی اور ذریعہ سے، اور ان لوگوں پر پہلے روزے کی قضا لازم ہو گئی، اور ان لوگوں کے نزدیک پہلے شہر والوں کی رویت ثابت نہیں ہوئی تو اس شخص پر (اپنے روزے کے حساب سے) افطار لازم ہے جیسا کہ اگر وہ تنہا شوال کا چاند دیکھتا تو تنہا افطار کرتا۔[۱]

پاکستان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سعودی عرب سے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھتے ہوئے آتے ہیں اور ان کے تیس روزے پورے ہو جاتے ہیں اور یہاں ہنوز رمضان ہوتا ہے تو چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلادِ بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے اس کو روزے رکھنے چاہئیں نیز قرآن مجید میں ہے: فمن شهد منكم الشهر فليصمه "تم میں سے جو اس مہینے میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے" (البقرہ: ۱۸۵) اور اس شخص نے اس صورت میں رمضان کا مہینہ پایا ہے اس لیے وہ سب کے ساتھ روزے رکھے، نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون "جس دن لوگ روزہ رکھیں اس دن روزہ ہے اور جس دن لوگ عید کریں اس دن عید ہے" (جامع ترمذی ص ۱۲۴) اس حدیث کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جو شخص پاکستان میں آگیا وہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ روزے رکھے اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اگر اس کے تیس روزے پورے ہو چکے ہیں تو اس پر اب روزے لازم نہیں، کیونکہ حدیث کے اعتبار سے مہینہ انتیس یا تیس دنوں کا ہوتا ہے اور وہ ایک مہینہ کے روزے رکھ چکا ہے، لیکن پہلی رائے کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے پاکستان میں چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے اور اثناء رمضان میں سعودی عرب چلا گیا جہاں لوگوں نے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھنے شروع کیے تھے اور ابھی اس کے اٹھائیس یا انتیس روزے ہوئے تھے کہ انہوں نے عید کر لی اس صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے ایک ایسے شہر سے سفر کیا جنھوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا اور اس شہر میں پہنچا جس میں (اس کے حساب سے)

[۱] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا گیا تھا اور ابھی اس نے انتیس روزے رکھے تھے کہ انھوں نے عید کر لی۔ اب اگر ہم عام حکم رکھیں یا یہ کہیں کہ اس کے لیے اس شہر کا حکم ہے تو وہ عید کر لے اور ایک دن کے روزے کی قضا کرے، اور اگر ہم حکم عام نہ رکھیں اور یہ کہیں کہ اس کے لیے پہلے شہر کا حکم ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن روزہ رکھے۔[1]

چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع معتبر ہے، اس لیے پاکستان سے سعودی عرب پہنچنے کے بعد اس شخص پر سعودی عرب کے مطلع کے احکام لازم ہوں گے وہ ان کے حساب سے روزے رکھے گا اور ان کے حساب سے عید کرے گا۔ لیکن اگر اس کے روزے تیس سے کم ہیں تو وہ کم دنوں کی احتیاطاً قضا کر لے۔

سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے!

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مثلاً سعودی عرب سے عید کے دن جہاز پر سوار ہو کر پاکستان پہنچا اور یہاں ہنوز رمضان ہے۔ ایسی صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ اگر ایک شخص نے ایک شہر میں چاند دیکھا تو صبح عید کی اور وہ کشتی کے ذریعہ کسی دور دراز شہر میں پہنچا جہاں لوگوں کا روزہ تھا۔ شیخ ابو محمد نے کہا اس پر لازم ہے کہ وہ بقیہ دن کھانے پینے سے اجتناب کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب ہم یہ کہیں کہ اس پر اس شہر کا حکم لازم ہے اور اگر ہم حکم عام رکھیں یا اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو اس پر افطار کرنا لازم ہے۔[2]

چونکہ بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع معتبر ہے، اس لیے جو شخص سفر کر کے کسی دور دراز علاقہ میں پہنچے گا اس پر وہاں کے جغرافیائی حالات کے اعتبار سے شرعی احکام لازم ہوں گے۔

۳۱۱ - بَابُ بَيَانِ أَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ وَأَنَّهُمْ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ بِبَلَدٍ لَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ لِمَا بَعُدَ عَنْهُمْ

ہر ایک شہر میں اسی جگہ کی رویت ہلال معتبر ہونے کا بیان

۲۴۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ

کریب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انھیں حضرت امیر معاویہ کے پاس ملک شام میں بھیجا، کریب کہتے ہیں کہ میں ملک شام گیا اور ان کا کام انجام کو پہنچایا اور شام ہی میں ہلال رمضان نمودار ہوا اور میں نے جمعہ کی شب چاند دیکھا، پھر رمضان کے آخر میں میں مدینہ منورہ آیا، جب چاند کا تذکرہ چھڑا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دریافت کیا تم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، ج ۶ ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] 〃 〃 〃 〃 ، ج ۶ ص ۲۷۵

وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلَاثِينَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ أَفَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لَا هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَكَّ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى فِي نَكْتَفِي أَوْ تَكْتَفِي۔

چاند کب دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا تھا، انھوں نے کہا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں! اور لوگوں نے بھی چاند دیکھا اور انھوں نے بھی روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا، حضرت ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے تو چاند ہفتہ کی شب دیکھا ہے اور ہم تو تیس روزے پورے کریں گے یا ہم چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزے رکھنے اور چاند دیکھنے کو کافی نہیں قرار دیتے، حضرت ابن عباس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔

اختلاف مطالع میں مذاہب ائمہ

جب ایک شہر میں چاند نظر آجائے اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آئے تو دوسرے شہر میں پہلے شہر کی رویت ہلال مانی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے اکثر فقہاء کا اس نقطہ پر اتفاق ہے کہ اگر دو شہروں میں بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے جیسے مکہ اور بغداد کا کم فاصلہ ہے جیسے بغداد اور بصرہ، تو ایک شہر کی رویت اگر دوسرے شہر میں طریق موجب شرعی سے ثابت ہو جائے تو دوسرے شہروں میں اس کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر دوسرے شہروں کے مطالع میں زیادہ بُعد اور فاصلہ ہو (جس سے ہلال کے طلوع میں ایک دن کا فرق ہو جائے) تو پھر ان میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح کیا جائے گا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جب ہلال رمضان کی ایک شہر میں رویت ہو جائے اور دوسرے شہر میں رویت نہ ہو تو اگر دونوں شہر قریب ہیں تو وہ دونوں ایک شہر کے حکم میں ہیں اور دوسرے شہر والوں پر بالاتفاق روزہ فرض ہو جائے گا۔ اور اگر دو شہروں میں دُوری ہو تو پھر اختلاف ہے ایک نظریہ یہ ہے کہ دوسرے شہر والوں پر روزہ لازم نہیں ہوگا۔ مصنف (شیخ شیرازی) شیخ ابو حامد، بندنیجی اور دوسرے فقہاء کا یہی مسلک ہے، عبدری، رافعی اور اکثرین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دوسرے شہر والوں پر روزہ فرض ہو جائے گا۔ صمیری کا یہی قول ہے۔ قاضی ابو طیب، دارمی، ابو علی سنجی اور دوسرے فقہاء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ان حضرات نے حدیث کریب کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ حضرت ابن عباس کے نزدیک دو عادل گواہوں سے ہلال رمضان کی رویت ثابت نہیں ہوئی تھی (کیونکہ صرف کریب نے خبر دی تھی) اس لیے انھوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور صحیح نظریہ وہ ہے جس کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔ شہروں کے قرب اور بعد کے معیار میں تین نظریات ہیں۔ زیادہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ جب دو شہروں کا مطلع مختلف ہو تو وہ شہر بعید قرار پائیں گے جیسے حجاز، عراق اور خراسان کے مطالع مختلف ہیں اور جب مطالع مختلف نہ ہوں تو وہ قریب قرار پائیں گے جیسے بغداد اور کوفہ اور رے (طہران) اور قزوین، کیونکہ یہاں ایک کا مطلع بعینہٖ دوسرے کا مطلع ہے اور ایسی صورت میں اگر ایک شہر میں چاند نظر آئے اور دوسرے میں چاند نظر نہ آئے تو چاند کی عدم رویت یا نظر کی کوتاہی کی بناء پر ہوگی یا کسی اور عارضہ کی بناء پر ہوگی۔ بخلاف اس صورت کے جب فی نفسہٖ مطالع مختلف ہوں، جمہور اہل عراق اور صیدلانی کا یہی نظریہ ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اقلیم اور ملک کی وحدت اور تعدد پر شہروں

کے قرب اور بُعد کا مدار ہے۔ ایک اقلیم (ملک) کے شہر باہم متقارب اور دو اقلیموں (ملکوں) کے شہر باہم متباعد ہیں۔ صمیری اور دوسرے فقہاء نے اس نظریہ کو اختیار کیا ہے، تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قرب اور بعد کا مدار مسافت قصر پر ہے۔ کیونکہ اکثر احکام شرعیہ مسافت قصر سے متعلق ہوتے ہیں، فورانی، امام الحرمین، غزالی، بغوی اور خراسانی فقہاء کا یہی نظریہ ہے لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ رویت ہلال کا مسافت قصر سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے صحیح نظریہ پہلا ہی ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب ایک شہر کے لوگ چاند دیکھ لیں تو تمام شہروں میں روزہ لازم ہو جائے گا۔ لیث اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے اور بعض شوافع کا نظریہ یہ ہے کہ اگر دو شہروں میں اتنی مسافت ہے، جس کی وجہ سے مطالع مختلف نہیں ہوتے جیسے بغداد اور بصرہ تو ایک شہر میں رویت ہلال سے دوسرے شہر والوں پر روزہ فرض ہو جائے گا اور اگر دو شہروں میں بُعد ہو جیسے عراق اور حجاز تو ہر شہر والوں پر اپنی رویت کا اعتبار لازم ہو گا۔ عکرمہ سے مروی ہے لكل اهل بلد رؤيتهم (ہر شہر والوں کے لیے اپنی رویت کا اعتبار ہے) قاسم، سالم، اور اسحاق کا یہی مذہب ہے کیونکہ کریب بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں گیا اور وہاں رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ ہم نے جمعہ کی شب کو چاند دیکھا پھر مہینہ کے اخیر میں میں مدینہ آیا اور رویت ہلال کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا تم نے چاند کب دیکھا، میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا تھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں اور لوگوں نے چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا اور حضرت معاویہ نے روزہ رکھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا ہم روزے رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تیس روزے پورے کر لیں یا ہم چاند دیکھ لیں میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ کے چاند دیکھنے اور روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔ حضرت ابن عباس نے کہا نہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور اس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن شهد منكم الشهر فليصمه (البقرہ: ۱۸۴) "تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس مہینے میں روزہ رکھے" اور حدیث شریف میں ہے جب اعرابی نے آپ سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ سال کے اس ماہ میں روزے رکھیں؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں"۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے ایک اعرابی نے آپ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا "رمضان کے مہینہ کے"۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہیں اور جب با اعتماد لوگوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہو گیا تو تمام مسلمانوں پر وہ روزہ رکھنا واجب ہے اور اس لیے بھی کہ رمضان کا روزہ دو ہلالوں کے درمیان ہے اور باقی احکام مثلاً قرض کی ادائیگی، طلاق، عتاق اور نذر وغیرہ میں اس دن کا اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا اس دن کا روزہ رکھنا نص اور اجماع سے واجب ہے۔ اور جب عادل گواہوں نے رویت ہلال کی شہادت دیدی تو روزہ واجب ہو جائے گا جیسا کہ شہروں کے قرب کے سبب سے روزہ واجب ہوتا ہے اور حدیث کریب سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف کریب کے قول کی بنا پر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بعید نہیں کی اور ہم بھی یہی کہتے ہیں، محل خلاف یہ ہے کہ پہلے دن کی قضا کریب کی خبر سے واجب ہوئی یا نہیں اور اس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔[1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ مازری فرماتے ہیں جب امام کے نزدیک ہلال ثابت ہو جائے تو تمام شہروں میں ہلال لازم ہو جاتا ہے کیونکہ امام کے اعتبار سے تمام شہروں کا ایک حکم ہے۔[2]

فقہاء احناف میں سے اگرچہ اکثر فقہاء نے حنابلہ کی طرح اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا لیکن بعض محققین نے بُعد فاحش (بہت زیادہ فاصلہ) میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے اور یہی صحیح ہے، علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جب دو شہروں کے درمیان مسافت قلیل ہو تو ان میں مطالع مختلف نہیں ہوں گے لیکن جب مسافت بعید ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے شہر پر لاگو نہیں ہوگا کیونکہ جب شہروں کے درمیان مسافت زیادہ ہو تو ان کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں اور اس وقت ہر شہر میں اس کے اپنے مطلع کا اعتبار ہوگا۔[3]

بہر حال جب دو شہروں کے درمیان مسافت قریبہ ہو جیسے ایک ملک کے متعدد شہر ہیں اور ایک شہر میں رویت ہلال ہو جائے اور باقی شہروں میں طرق موجب شرعی سے رویت ہلال ثابت ہو جائے تو ان شہروں میں بھی رویت ہلال کے احکام لازم ہوں گے۔

رویت ہلال کے لیے طرق موجبہ شرعیہ فقہاء نے چاند کے ثبوت کے لیے متعدد طریقے ذکر کیے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سات شرعی طریقوں کا کتب فقہ کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم صرف وہ سات طریقے ذکر کر رہے ہیں: عبارت اعلیٰ حضرت کی ہے۔

طریق اوّل: شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا ہے۔ اگرچہ کنیز (باندی) ہو اگرچہ مستور الحال ہو جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلس قضا میں نہ ہو اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا، کدھر کو تھا، کتنا اونچا تھا وغیر ذٰلک۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحال صفائی مطلع اگر ولیسا ایک شخص جنگل سے آیا اور بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں۔ بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں، دیکھنے کی پرواہ نہیں، بے پرواہی کی صورت میں کم از کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا، اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عاقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم وکافر سب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد

---

[1] علامہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کر پابند شرع ہیں۔ قاضی شرع کے حضور بلفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے، ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا۔ ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہوا ور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے۔ اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیے کہ جس وجہ سے اس کا ایجاب رمضان وعیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔

طریق دوم: شہادت علی الشہادت : یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا، انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا گواہان فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا پھر اصل شہادت رویت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گذرے ان کا لحاظ ضرور ہے مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک ہی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیے الخ۔

طریق سوم: شہادت علی القضاء : یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شہر کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گذریں اور اس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا، دو شاہدان عادل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے انھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام ہونے کی گواہیاں گذریں اور حاکم موصوف نے ان گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور، شام فلاں روز کا حکم دیا۔

طریق چہارم: کتاب القاضی الی القاضی : یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گذری۔ اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہوا اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ با حتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے، اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے۔

طریق پنجم: استفاضہ : یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں

سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملزم و ملازم ہے، یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کر احکام روزہ و عیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھیرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں، پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انھوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہو گئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی یا شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم و عید کا ہونا ثابت ہو گا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہو گا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائے گی۔

طریق ششم: اکمال عدت: یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کے لیے رویت، شہادت، حکم، استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس ۳۰ دن سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔ اگر انتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کر و۔

طریق ہفتم: علامہ شامی رحمہ اللہ نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا ظاہر ہے یہاں بھی وہی شرائط معتبر ہوں گے کہ اسلامی شہر ہیں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہیں کسی کے آنے جانے سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو۔ ______ پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گذرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔ اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہو گا حتی کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہو سکتا [۱] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتب فقہ کے حوالہ جات کے ساتھ مذکور الصدر سات طرق موجبہ ذکر کیے ہیں لیکن ان سات طریقوں میں بھی حصر نہیں ہے اگر کوئی اور علامت ایسی مقرر ہو جائے جس سے عام مسلمانوں کو رویت ہلال کا علم ہو جائے تو وہ بھی طریق موجب ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارت سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔

---

[۱]- اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۵۴-۵۴۶، ملخصاً مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد

رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کا طریقہ کار

حکومت پاکستان نے ہر بڑے شہر میں ایک زونل رویت ہلال کمیٹی بنائی ہے اور ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ہے جس شہر میں چاند کا ثبوت شرعی ہو جائے تو اس شہر کی رویت ہلال کمیٹی چاند کا فیصلہ کرتی ہے اور اپنے اعلان سے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان پورے ملک میں نشر کرتا ہے اور ملک کے مسلمان اس فیصلہ کے مطابق روزے اور عید وغیرہ کے احکام بجالاتے ہیں۔ بعض علماء کی طرف سے رویت ہلال کمیٹی پر مسلسل اعتراضات کیے جاتے ہیں اگر حسن نیت سے مسئلہ کی چھان بین کے لیے اعتراضات کیے جائیں تو یہ مستحسن امر ہے کیونکہ اس سے مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں اور اگر رویت ہلال کمیٹی کے طریق کار میں کوئی سقم ہو تو اسے درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔ علامہ محمد کرم شاہ الازہری رویت ہلال کمیٹی کے طریق کار کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقہاء کرام نے جب توپ کی گونجدار آواز اور قندیلوں کی روشنی کو طرق موجبہ میں شمار کیا ہے جو رویت ہلال کے لیے شرعی شہادات ہیں تو ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے اعلان کو طرق موجبہ میں شمار نہ کرنا بے انصافی کی انتہا ہے کہ رویت ہلال کمیٹی شرعی شہادات کے بعد رویت کا فیصلہ کرتی ہے اور اس کا چیئرمین صاف الفاظ میں اس کا اعلان کرتا ہے کہ ہم نے شرعی ثبوت کی بناء پر رویت ہلال کے متحقق ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ کل رمضان ہو گا یا عید ہو گی۔ اس کے بیان سے جو علم شرعی یعنی غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے وہ اس علم شرعی سے بدرجہا اقوی اور ارفع ہے جو توپ کے داغے جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

باقی رہا اعلانِ رویت، تو یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی تعمیل ہے جو اس حدیث مبارک میں مذکور ہے۔

"ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ حضور نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی خدا نہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (روحی فداہ) اللہ کے رسول ہیں اس نے جواب دیا جی ہاں، حضور نے فرمایا: اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں"۔

(اس حدیث کو امام احمد کے سوا پانچ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے۔)

اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال کے اعلان کو اس بناء پر نظر انداز کر دیا گیا ہو کہ نہ ہم نے چاند خود دیکھا ہے اور نہ ہمارے سامنے دو گواہوں نے شہادت دی ہے اس لیے ہم اس اعلان پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں، سیدھی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ اعلان شرعاً معتبر نہ ہوتا تو صادق برحق صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم ہی نہ دیتے، حاکم اسلام کے فیصلہ کا اعلان حضرت بلال کی سنت ہے اور اس پر عمل کرنا جملہ صحابہ کرام کی سنت ہے!

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ گواہ کا گواہی دیتے وقت قاضی کی عدالت میں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اس پر جرح کر کے اس کے عادل یا فاسق، صادق یا کاذب ہونے کا فیصلہ کر سکے۔ تار، ٹیلیفون،

ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ اگر کوئی شخص شہادت دے گا تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگی لیکن اگر گواہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دیتا ہے اور قاضی اس پر جرح کرکے اس کی گواہی کو قبول کرتا ہے اور اس کے مطابق شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس کے بعد قاضی یا قاضی کے نائب کا ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ یہ اعلان کرنا کہ شرعی شہادت کے مطابق چاند کی رویت ثابت ہوگئی ہے اور میں اعلان کرتا ہوں کہ ماہ رمضان یا ماہ شوال کا آغاز ہوگیا ہے تو ایسے اعلان کے حجت موجبہ للعلم الشرعی ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے منادی کے اعلان، توپوں کے فائر اور قندیل روشن کرنے کو بھی طرق موجبہ میں قرار دیا ہے اور اس طرح کسی اور علامت مقرر کرنے کو بھی جائز رکھا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی اپنے فتاوی مسلم الفقہ میں لکھتے ہیں:

"توپوں کی آواز سن کر افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپوں کا چلنا، عادت شائع کے مطابق عید بموجب ظن ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے۔"

جب توپوں کے گولوں کی گڑگڑاہٹ جو محض علامت ہے طرق موجبہ میں شمار ہوتی ہے جبکہ یہاں نہ کوئی عبارت ہے اور نہ کوئی نص ہے تو جب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین خود نمودار ہوتا ہے اور اپنی آواز سے رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے تو اس کے اعلان کو طرق موجبہ میں کیوں شمار نہ کیا جائے۔

آسانی کے لیے حسب ذیل تنقیحات ملاحظہ کرلی جائیں۔

۱۔ کوئی شہادت اس وقت تک معتبر نہیں جب تک گواہ قاضی کے روبرو بذات خود پیش نہ ہوں، ٹی وی، ریڈیو، تار، ٹیلی فون وغیرہ پر شہادت نہ شرعاً معتبر ہے نہ اس پر عمل ہوتا ہے۔

۲۔ قاضی کی عدالت میں گواہوں کی شہادتوں کو معتبر سمجھتے ہوئے رویت ہلال کے بارے میں جو فیصلہ کیا جائے اس کا اعلان ملک کے جس جس حصہ میں پہنچے گا وہاں اس پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے۔

۳۔ اگرچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں لیکن اہل تحقیق کا فتویٰ یہ ہے کہ جن ممالک میں بہت زیادہ دوری ہو ان میں اختلاف مطالع کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر بُعد زیادہ نہ ہو تو ملک کے ایک حصہ میں چاند نظر آنے سے تمام ملک میں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

۴۔ زونل کمیٹی جو مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو ٹیلی فون پر اپنے فیصلہ سے مطلع کرتی ہے یا ریڈیو اور ٹی وی پر چاند کی رویت یا عدم رویت کا اعلان کیا جاتا ہے وہ اعلان اور اطلاع ہے شہادت نہیں ہے۔[1]

رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے بارے میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر

ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی وی پر ہلال رمضان اور ہلال عید کا اعلان کرنا صحیح ہے بشرطیکہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین یا زونل کمیٹی کا چیئرمین ان تمام دلائل اور شواہد کو بیان کرے جن کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا گیا ہے، اور اگر وہ دلائل قواعد شرعیہ کے مطابق اور صحیح ہیں تو اس

---

[1] - پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ رویت ہلال اور اس کا شرعی ثبوت، ماہنامہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء

اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور عید منانا واجب ہے۔

بعض محققین علماء کی یہ رائے ہے کہ رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ جو رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے وہ اعلان ہلال رمضان میں تو شرعاً معتبر ہے لیکن ہلال عید میں وہ اعلان معتبر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ہلال عید کے ثبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو خود چاند کو دیکھ لیا جائے یا دو عادل گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دیں (بشرطیکہ مطلع غبار آلود ہو) یا دو گواہ قاضی کے فیصلہ کرنے کی گواہی دیں یا کسی علاقہ سے متعدد جماعتیں آکر یہ خبر دیں کہ فلاں علاقہ میں چاند دیکھا گیا ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جب تک ایک جم غفیر چاند کو نہ دیکھ لے اور چاند کی رویت بالکل ظاہر اور مشہور نہ ہو جائے اس وقت چاند کی رویت ثابت نہیں ہوگی۔

ظاہر ہے کہ ان محققین کا یہ نظریہ کسی ہوائے نفس پر مبنی نہیں ہے بلکہ انھوں نے محض للّٰہیت اور خدا خوفی سے یہ نظریہ قائم کیا ہے اور علماء دین پر جو احکام شرعیہ پہنچانے کی ذمہ داری ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ یہ حضرات اپنے موقف پر بڑی سختی سے قائم ہیں اور اس سلسلہ میں کسی لچک اور نرمی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، ہم اس سلسلہ میں پہلے وہ امور بیان کرتے ہیں جن کی بناء پر ہلال رمضان اور ہلال عید کے ثبوت میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ ہلال رمضان میں تو ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان کو کافی قرار دیا ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں ریڈیو اور ٹی۔ وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کو ناکافی قرار دیا ہے۔ اس فرق کی پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے ایک شخص کی گواہی کو کافی قرار دیا ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں ایک شخص کی گواہی کو ناکافی قرار فرمایا ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن طاوس قال شهدت المدينة وبها ابن عمر وابن عباس قال فجاء رجل الى واليها فشهد عنده على رؤية الهلال هلال رمضان فسال ابن عمر وابن عباس عن شهادته فامراه ان يجيزه وقالا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجاز شهادة رجل على رؤية هلال رمضان قالا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجيز على شهادة الافطار الا شهادة رجلين[1]

طاؤس کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا وہاں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ ایک شخص نے حاکم مدینہ کے پاس آکر رمضان کا چاند دیکھنے پر گواہی دی حاکم مدینہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے اس کی گواہی کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے اس کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان میں ایک شخص کی گواہی جائز قرار دی ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں کی گواہی کے ماسوا کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے بھی معجم کبیر للطبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔[2]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن اسحاق بن عبد الله ان عمر بن عبد العزيز

اسحاق بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

کان یجیز علی رؤیۃ الھلال بالصوم رجلا واحدا ولا یجیز علی الفطر الا رجلین [۵۷]

ہلال رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی گواہی قبول کر لیتے تھے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔

اس فرق کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنا فرض قطعی ہے اور اس کا ترک کرنا حرام قطعی ہے اور اس کے برخلاف یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ظنی یا مکروہ تحریمی ہے اور اس دن روزہ کو ترک کرنا واجب یا فرض ظنی ہے۔ اب اگر بالفرض ایک شخص کی گواہی جھوٹی ہو اور تیس شعبان کو اس کی گواہی سے روزہ رکھ لیا جائے تو کسی فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب لازم نہیں آئے گا اس کے برخلاف اگر انتیس رمضان کو ایک شخص کی گواہی سے عید کر لی جائے اور وہ گواہی غلط ہو تو رمضان کے روزے کا ترک کرنا لازم آئے گا اور یہ فرض قطعی کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب ہے۔ اس وجہ سے ہلال رمضان کے ثبوت کی بہ نسبت ہلال عید کی گواہی زیادہ اہم ہے۔

اس فرق کی تیسری وجہ شمس الائمہ سرخسی نے بیان کی ہے کہ ہلال رمضان میں عبادت میں شروع ہونا ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے بھی رمضان کا ثبوت مان لیا جائے اور ہلال عید میں عبادت سے خارج ہونا ہے اور اس کو ختم کرنا ہے اس لیے دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور چوتھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ رمضان میں روزہ رکھ کر اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ اس لیے یہ حقوق اللہ سے ہے اور عید میں کھانا پینا اور خواہش نفس پوری کرنا ہے اس لیے یہ حقوق العباد سے ہے اور جس طرح باقی حقوق العباد بغیر دو آدمیوں کی گواہی کے ثابت نہیں ہوتے اسی طرح ہلال عید بھی دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوگا [۵۸] (خیال رہے کہ یہ ساری بحث اس وقت ہے جب مطلع غبار آلود ہو)

ہلال رمضان کی بہ نسبت ہلال عید کا تحقق چونکہ زیادہ قوی ثبوت سے ہوتا ہے تو اس بناء پر بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان سے رمضان تو ثابت ہو جائے گا البتہ ہلال عید ثابت نہیں ہوگا۔ لیکن یہ رائے اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثبوت کی قوت اور ضعف کا مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ اس حجت اور دلیل پر ہے جس کی بناء پر اعلان کیا جاتا ہے۔ فرض کیجئے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان نہ کیا جائے بلکہ ایک شخص خود بنفس نفیس سارے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ قاضی شہر نے ایک شخص کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے یا یہ اعلان کرے کہ قاضی شہر نے دو نا سق آدمیوں کی گواہی کی بناء پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے یا قاضی کے بغیر کسی اور شخص نے دو آدمیوں کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس اعلان پر عید کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ حالانکہ یہ ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان نہیں ہے بلکہ ایک زندہ شخص اعلان کر رہا ہے۔ بالفرض کیجئے دو عادل شخص لوگوں کے سامنے آکر قاضی کے اس فیصلہ کی گواہی دیں کہ قاضی نے ایک آدمی کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا تو اس صورت میں بھی عید کرنا صحیح نہیں ہے حالانکہ یہ قضاء قاضی پر دو عادل آدمیوں کی گواہی ہے۔

---

[۵۷] - امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ ھ

[۵۸] - شمس الائمہ ابو الطفیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ ھ

مذکورہ تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ ثبوت کا مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ ثبوت کا مدار اس حجت اور دلیل پر ہے جس کی رو سے ہلال عید کا اعلان کیا جاتا ہے اگر وہ حجت اور دلیل قوی ہے جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے تو اس حجت اور دلیل کی بناء پر عید کرنا صحیح ہے خواہ اس اعلان کا ذریعہ کوئی زندہ انسان ہو یا کوئی ایسی مشعل جلائی جائے جس کی روشنی پورے شہر میں نظر آئے یا کوئی توپ داغ دی جائے جس کی آواز تمام شہر والے سن لیں یا ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان کیا جائے یہ تمام ذرائع عام اور ظاہر علامات ہیں۔ ہلال عید کے لیے علت اور سبب موجب نہیں ہیں۔ علت اور سبب موجب تو وہ دلائل ہیں جن کی بناء پر ہلال عید کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان سے یہ بتایا جائے کہ قاضی نے ایک آدمی کی شہادت پر ہلال عید کی رویت کا فیصلہ کیا ہے تو قاضی کا یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوگا۔ ہر چند کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ یہ فیصلہ قاضی کا ہے اور اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی سے یہ اعلان کیا جائے کہ قاضی نے دو یا دو سے زیادہ گواہوں کی شہادت پر ہلال عید کی رویت کا فیصلہ کیا ہے تو یہ حجت ملزمہ اور سبب موجب ہے۔ اب ہم اس کی ایک فقہی نظیر پیش کر رہے ہیں: دیکھئے قاضی کے فیصلہ کی شہادت شریعت میں حجت ہے۔ اگر کوئی شخص قاضی کے فیصلہ پر عمل درآمد ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اس شہادت سے فقہاء کے نزدیک رویت ثابت نہیں ہوگی۔ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

ثم انما یلزم متاخری الرویۃ اذا ثبت عندھم رویۃ اولئك بطریق موجب حتی لو شھد جماعۃ ان اھل بلد کذا راوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یر ھؤلاء الھلال لا یباح لھم فطر غد ولا ترك التراویح ھذہ اللیلۃ لان ھذہ الجماعۃ لم یشھدوا بالرویۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رویۃ غیرھم ولو شھدوا ان قاضی بلد کذا شھد عندہ اثنان برویۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی بشھادتھما جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ۔[1]

جن لوگوں نے بعد میں چاند دیکھا ہے ان پر پہلے چاند دیکھنے والوں کا حکم صرف حجت موجبہ سے لازم ہوگا حتیٰ کہ اگر ان کے پاس ایک جماعت آکر یہ گواہی دے کہ فلاں شہر والوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے اور تم سے پہلے روزہ رکھا ہے اور ان کے حساب سے آج تیسواں روزہ ہے اور اس شہر والوں نے عید کا چاند نہیں دیکھا تو ان لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ صبح عید کریں اور رات کو تراویح چھوڑ دیں، کیونکہ اس جماعت نے خود چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے نہ کسی اور کی گواہی کی گواہی دی ہے صرف دوسروں کے چاند دیکھنے کے واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اور اگر ایک جماعت آکر یہ گواہی دے کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو آدمیوں نے فلاں رات کو ہلال رمضان کی گواہی دی اور ان کی گواہی پر قاضی نے ہلال رمضان کا فیصلہ کر دیا تو اب اس شہر کے قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس جماعت کی گواہی پر حکم نافذ کر دے (یعنی ہلال عید کا فیصلہ کر دے) کیونکہ قاضی کا فیصلہ شریعت میں حجت موجبہ ہے اور اس جماعت نے قاضی کے فیصلہ کی گواہی دی ہے۔

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

یہ عبارت علامہ ابن ہمام کے علاوہ علامہ زین الدین ابن نجیم[1]، علامہ ابن عابدین شامی[2] اور ملا نظام الدین[3] نے بھی ذکر کی ہے۔

علامہ ابن ہمام، علامہ ابن نجیم، علامہ ابن عابدین اور علاء الدین حصکفی وغیرہ کی اس تصریح سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے فیصلہ کی شہادت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ حجت ملزمہ ہے اور اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے فعل کی حکایت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کا یہ فیصلہ حجت ملزمہ نہیں ہے۔ لہٰذا مدار اس چیز پر ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی بنیاد کیا ہے اور کس دلیل کی بناء پر اس نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے اگر دلیل صحیح ہے تو فیصلہ صحیح ہوگا اور اگر دلیل غلط ہے تو فیصلہ غلط ہوگا۔ اور جب قاضی کا فیصلہ صحیح ہے اور حجت ملزمہ پر مشتمل ہے تو اس فیصلہ کے اعلان کے بعد رمضان اور عید کے احکام مرتب ہوں گے خواہ یہ اعلان کسی منادی کے ذریعہ کیا جائے یا ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ کیونکہ ان ذرائع کی حیثیت ثانوی ہے اصل علت موجبہ اور حجت ملزمہ وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مرکزی چیئرمین کو زونل کمیٹی کی اطلاع ہلال کی صورت میں شرعی طریقہ کار کی بحث

ہم نے علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم وغیرہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی کے لیے اس وقت حجت ہوگا جب اس قاضی تک یہ فیصلہ دو عادل مسلمانوں کی گواہی سے پہنچے اور اس جگہ یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ ایک شہر مثلاً کوئٹہ میں رویت ہلال کی زونل کمیٹی کے سامنے چند عادل گواہوں نے ہلال عید پر گواہی دی اور اس زونل کمیٹی کے چیئرمین نے ان گواہوں کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا۔ اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس مثلاً لاہور میں ہو رہا ہے جن کے پاس کوئی گواہی نہیں گذری اب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین کس بنیاد پر ہلال عید کا اعلان کرے گا؟

حضرت پیر کرم شاہ الازہری نے اس اشکال کے جواب میں یہ لکھا ہے:

اور اگر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت پیش نہ ہو بلکہ زونل کمیٹی یا ضلعی کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے تو وہ کمیٹی رویت ہلال کے بارے میں فیصلہ صادر کرتی ہے اور اپنے اس فیصلہ سے مرکزی رویت کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق اعلان کرتا ہے[4] (یعنی ریڈیو اور ٹی۔ وی پر اعلان کرتا ہے)۔

حضرت پیر صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ زونل کمیٹی یا ضلعی کمیٹی بذریعہ ٹیلی فون مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو اپنے فیصلہ سے مطلع کرتی ہے اور اس فیصلہ کی بنیاد پر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین فیصلہ کرتا ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ٹیلی فون پر دی جانے والی اطلاع شہادت نہیں ہے اور ایک قاضی کے فیصلہ کی بنیاد پر دوسرا

---

[1] - علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] - علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] - ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالم گیری ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] - حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، ماہنامہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ھ

قاضی اسی وقت فیصلہ کر سکتا ہے جب اس دوسرے قاضی تک وہ فیصلہ دو مسلمان عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو۔ جیسا کہ ہم نے ابھی فقہاء کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

بعض علماء نے اس کا یہ حل تجویز کیا ہے کہ ضلعی کمیٹی یا زونل کمیٹی بذریعہ ہوائی جہاز ان گواہوں کو مرکزی کمیٹی تک پہنچائے لیکن یہ حل اس لیے قابل عمل نہیں ہے کہ ہمارے ملک کی اخلاقی حالت اس قدر تباہ ہو چکی ہے کہ جس شخص نے بھی مثلاً کوئٹہ سے لاہور جانا ہوگا وہ اس دن چاند کی گواہی دے کر کوئٹہ پہنچ جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ سے ضرورت کے وقت فلائٹ دستیاب ہو۔ ہمارے نزدیک اس کا قابل عمل حل یہ ہے کہ جس زونل کمیٹی کے نزدیک شرعی گواہوں سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور وہ ہلال عید کا فیصلہ کر دے تو مرکزی چیئرمین اس زونل چیئرمین کو یہ اختیار دے کہ وہ مرکزی چیئرمین کے نائب کی حیثیت سے پورے ملک میں اس فیصلہ کا اعلان کر دے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے نمائندے اس کے اعلان کو ریکارڈ کر کے پورے ملک میں نشر کر دیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں اُس طریقہ پر عمل ہو رہا ہے جس کا حضرت پیر صاحب نے ذکر کیا ہے لیکن اُس طریقہ سے رویت ہلال ثابت نہیں ہوتی خواہ اس طریقہ کی بناء پر ریڈیو اور ٹی۔ وی سے اعلان کیا جائے یا مرکزی چیئرمین بنفس نفیس ملک میں گھر گھر جا کر منادی کرتا پھرے کیونکہ جیسا کہ ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ اصل مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ حجت ہونے یا نہ ہونے کا مدار اس دلیل پر ہے جس کے مطابق اعلان کیا گیا ہے اور جب تک رویت ہلال کمیٹی کے طریقہ کار میں ہمارے بیان کردہ طریقہ کے مطابق اصلاح نہیں کی جاتی۔ جب بھی زونل کمیٹی کی اطلاع کی بنیاد پر مرکزی چیئرمین ہلال عید کا اعلان کرے گا تو یہ اعلان شرعاً صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مرکزی چیئرمین نے قضاء قاضی کی شہادت پر فیصلہ نہیں کیا اور اس رات کی تراویح بدستور مشروع ہوں گی اور صبح روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور چونکہ ہم نے دلائل سے یہ مسئلہ بیان کر دیا ہے اس لیے اب کسی شخص کے لیے کوئی عذر باقی نہیں ہے۔

کسی معاملہ کے متعلق کوئی معتمد اور معتبر شخص زبانی خبر دے یا ٹیلی فون کے ذریعہ مطلع کرے اور مخاطب اس کی آواز کو پہچانتا بھی ہو یا کوئی شخص کسی کو خط لکھے اور مکتوب الیہ اس کے طرز تحریر سے واقف بھی ہو تو مخاطب یا مکتوب الیہ کو اس خبر کے صادق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اس کو اس خبر کی صداقت پر یقین ہوتا ہے اور اپنی حد تک وہ اس یقین کے تقاضوں پر عمل بھی کر سکتا ہے اور عام معاملات میں ساری دنیا اس پر عمل بھی کرتی ہے، لیکن مخاطب یا مکتوب الیہ اگر اپنے اس یقین کو دوسروں پر لازم اور مسلط کرنا چاہے اور یہ چاہے کہ سب اس کو تسلیم کر لیں تو شریعت اور مروجہ قانون میں بغیر ضابطہ شہادت کے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کوئی حاکم اور قاضی اپنے یقین کو دوسروں پر مسلط اور واجب نہیں کر سکتا عالمگیری میں ہے کہ اگر قاضی نے خود اپنی آنکھ سے عید کا چاند دیکھا اور کوئی گواہی اس رویت پر قائم نہیں ہوئی تو وہ صرف اپنے مشاہدہ کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔[۵]

ایک جج کو کسی مقدمہ کے بارے میں کتنا ہی یقین یا مشاہدہ کیوں نہ ہو وہ صرف اپنے یقین کی بناء پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک باقاعدہ شہادت سے اس کا ثبوت نہ مل جائے اور دنیا کی کسی عدالت کے نزدیک بھی ٹیلی فون کی

[۵] ۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۶ھ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۸ ۔ ۱۹۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

اطلاع کو شہادت نہیں قرار دیا جاتا، شاہدوں کا قاضی یا حاکم کے سامنے حاضر ہونا ضروری ہے اور ٹیلیفون پر کسی خبر کا بیان کرنا کتنا ہی قابل اعتماد کیوں نہ ہو شہادت کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس لیے زیر بحث مسئلہ میں اگر زونل کمیٹی کے چیئرمین نے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کو اپنے فیصلہ سے ٹیلی فون پر مطلع کیا اور اس بنیاد پر مرکزی چیئرمین نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ایک قاضی کے فیصلہ پر دوسرا قاضی اسی وقت فیصلہ کرسکتا ہے جب فیصلہ اس کے سامنے دو مسلمان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو، ہرچند کہ مرکزی چیئرمین زونل چیئرمین کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اسی کی آواز ہے لیکن وہ محض اپنے یقین سے دوسروں پر حجت لازم نہیں کرسکتا اس کے لیے شرعی ثبوت ضروری ہے اور وہ شہادت ہے۔ تاہم اس صورت میں مرکزی چیئرمین کے فیصلہ کے نادرست ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا ہر فیصلہ نادرست ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ مرکزی چیئرمین نے جن نکات کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے ان نکات کو دیکھا جائیگا وہ صحیح ہیں یا نہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس کے اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا خواہ وہ اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ کیا جائے یا کسی زندہ منادی کے ذریعہ اعلان کرایا جائے۔ یہ فکر غلط ہے کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی جواز یا عدم جواز میں بذاتہٖ مؤثر ہیں۔

رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کا شرعی ثبوت

بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ جب کسی علاقہ میں مطلع غبار آلود ہو اور وہاں پر عید کا چاند نظر نہ آئے تو چاند کے ثبوت کی صرف چار صورتیں ہیں:

(۱)۔ شہادت علی الرویۃ: یعنی کسی قاضی یا مفتی کے سامنے دو مسلمان عادل گواہ (یہ ہلال عید میں شرط ہے ہلال رمضان کے لیے ایک گواہ بھی کافی ہے) پیش ہوں اور اس کی گواہی دیں کہ انھوں نے خود چاند دیکھا ہے۔ ہلال عید میں، میں گواہی دیتا ہوں کہنا بھی ضروری ہے۔

(۲)۔ شہادت علی الشہادۃ: یعنی اصل گواہ خود حاضر نہیں ہوتے تو ہر گواہ کی گواہی پر دو گواہ ہوں اور وہ گواہ قاضی یا مفتی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے اور یہ الفاظ کہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے اس سے میں اس کی شہادت پر شہادت دیتا ہوں۔

(۳)۔ خبر مستفیض: جس علاقہ میں چاند دیکھا گیا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آکر یہ خبر دیں کہ اس علاقہ میں اس رات چاند دیکھا گیا ہے۔ خبر دینے والوں کی تعداد اتنی ہونی چاہیے جس سے چاند کی رویت کا ظن غالب ہو جائے۔

(۴)۔ شہادت علی القضاء: دو عادل مسلمان اس پر گواہی دیں کہ ہمارے سامنے قاضی نے شہادت یا خبر مستفیض کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا۔

ان چار طریقوں کے ساتھ اگر کتاب القاضی الی القاضی کو بھی ملا لیا جائے تو درست ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر جو اعلان ہوتا ہے اس کو بعض علماء ان طرق موجبہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر ہلال عید کے اعلان کو ناجائز کہتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں ان علماء نے اس پر غور نہیں کیا کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کا اعلان کوئی الگ حجت اور دلیل نہیں ہے بلکہ انھیں طرق موجبہ میں سے کسی طریقہ کے مطابق ہلال عید کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس کا اعلان ریڈیو اور ٹی وی

کے ذریعہ نشر کیا جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔وی تو صرف ایک ذریعہ ابلاغ ہے۔ نشر و اشاعت کا ایک عام اور آسان آلہ ہے اور اس پر نشر ہونے والا اعلان لوگوں کے لیے واقفیت کا ایک عام اور کثیر الوقوع ذریعہ ہے اور اس کی بدولت پورے ملک کے لوگوں کو بہت جلد کسی بھی چیز سے مطلع کیا جا سکتا ہے لہٰذا رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے فیصلہ سے بھی پورے ملک کے باشندوں کو بیک وقت مطلع کر دیا جاتا ہے۔ اب ہم اس پر دلائل پیش کریں گے کہ قاضی کے اعلان پر بھی احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ انھم شکوا فی ھلال رمضان مرۃ فارادوا ان لا یقوموا ولا یصوموا فجاء اعرابی من الحرۃ فشھد انہ رای الھلال فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ قال نعم وشھد انہ رای الھلال فامر بلالا فنادی فی الناس ان یقوموا وان یصوموا[1]

عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک بار لوگوں کو ہلال رمضان میں شک ہو گیا، ان کا ارادہ ہو گیا کہ تراویح پڑھیں گے نہ روزہ رکھیں گے۔ اچانک حرہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے، اس نے کہا ہاں! اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ آپ نے بلال کو اعلان کرنے کا حکم دیا، سو بلال نے یہ اعلان کیا کہ لوگ تراویح پڑھیں اور روزہ رکھیں۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق[2] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں ہلال رمضان کے اعلان کا ذکر ہے اور بحث ہلال عید کے اعلان میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہلال رمضان اور ہلال عید میں یہ فرق کرنا کہ روزہ رکھنے کا حکم قطعی ہے اور عید منانے کا حکم ظنی ہے ہمارے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم تک روزہ کا حکم ثبوت قطعی سے پہنچا ہے اور عید منانے کا حکم ثبوت ظنی سے پہنچا ہے، صحابہ کرام کے لحاظ سے یہ فرق نہیں تھا کیونکہ جس ذات سے انھوں نے یکم رمضان کو روزہ رکھنے کا حکم سنا تھا اسی ذات سے انھوں نے یکم شوال کو عید منانے کا حکم سنا تھا ان کے لیے یہ دونوں حکم مساوی تھے اور جب صحابہ نے اعلان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر روزہ رکھا تو وہ اعلان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر عید بھی منا لیتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رمضان اور عید کے ثبوت میں نصاب شہادت کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق کیا ہے اور رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی شہادت آپ نے قبول کی اور عید کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

ثبوت میں دو آدمیوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی اگر رمضان اور عید کے اعلان میں بھی فرق ہوتا تو آپ اس کو بھی بیان فرما دیتے اور ایسی چیز کے بیان کو ترک نہ فرماتے۔!

یہ حدیث رویت ہلال کا اعلان کرنے کی اصل عظیم ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ حضرت بلال نے روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کا اعلان کیا۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا درست نہیں ہے نیز رویت ہلال کا ثبوت یہاں بھی شہادت سے ہوا ہے لیکن شہر کے دیگر لوگوں تک اس ثبوت کے پہنچنے کا ذریعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اعلان ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ مدینہ اس وقت چند سو گھروں پر مشتمل تھا اور اس کا رقبہ بھی اتنا زیادہ نہیں تھا اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان سے تمام اہل مدینہ باخبر ہو سکتے تھے۔ لیکن جیسے جیسے تبلیغ اسلام اور فتوحات کے ذریعہ اسلام پھیلتا گیا اور آبادی بڑھتی گئی اور شہروں کے رقبہ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا تو یہ ممکن نہ رہا کہ ایک شخص کے اعلان سے تمام اہل شہر یا اس کے مضافات میں رہنے والے لوگ قاضی کے فیصلہ سے باخبر ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی نے اپنے دور میں اعلان کے لیے توپ داغنے اور مشعل جلانے کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القری ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحکم قبل شهادة الشهود وقد ذکر هذا الفرع الشافعیة فصرح ابن حجر فی التحفة انه یثبت بالامارة الظاهرة الدالة التی لا تتخلف عادة کرویة القنادیل المعلقة بالمنائر قال ومخالفة جمع فی ذلک غیر صحیحة۔ [1]

فقہاء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رویت ہلال پر ظاہر اور دلالت کرنے والی علامات مثلاً توپ داغنے کا ہمارے نزدیک کیا حکم ہے؟ اور یقینی بات یہ ہے کہ جو لوگ شہر سے دور ہوں مثلاً اہل مضافات وغیرہ ان کے لیے ان علامات پر عمل کرنا واجب ہے، جس طرح ان شہر والوں پر عمل کرنا واجب ہے جو حاکم کے حکم کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ فقہاء شافعیہ نے اس جزئیہ کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے تحفہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ جو یقینی علامات ہوں ان کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جس طرح مسجد کے میناروں میں قندیلیں جلائی جاتی ہیں اور انھوں نے کہا کہ ایک جماعت ان کی مخالفت کرتی ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت ہلال رمضان پر محمول ہے کیونکہ ہلال عید حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد دو عادل گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ شامی کی اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو ہلال رمضان کی خصوصیت پر دلالت کرے۔ اس کے برخلاف انھوں نے عام لفظ "ثبوت شہر" (مہینہ کا ثبوت) لکھا ہے جو عید اور رمضان دونوں کو شامل ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ بعض

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اعلان سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوتا ثبوت تو شہادت سے ہی ہوتا ہے۔ اعلان تو اس ثبوت کے اظہار اور ابلاغ کا ایک ذریعہ ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر ہلال رمضان کو جائز مان رہے ہیں اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر روزہ رکھ لیا گیا تو اب عید کا ترتب بھی خواہی نخواہی اسی اعلان پر مرتب ہوگا۔ کیونکہ جب رمضان کے تیس روزوں کا شمار ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر ہوا تو عید بھی اسی اعلان پر مرتب ہوئی اور حقوق العباد سے ہونے کے باوجود مآل کار ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عید ہو گئی۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام محمد نے فرمایا ہے: اگر قضاء قاضی سے ایک آدمی کے قول پر روزہ رکھا ہو تو تیس روزوں کے بعد عید کرنا صحیح ہے خواہ مطلع صاف ہو، یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ [1]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے: شہر میں توپ داغنے یا مشعل جلانے سے اہل مضافات پر بھی روزہ لازم ہوتا ہے کیونکہ یہ علامات ظاہرہ ہیں اور غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں اور یہ ایسی حجت اور دلیل ہیں جن کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ [2]

علامہ شامی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توپ داغنے اور مشعل روشن کرنے کو رمضان کے ساتھ مختص کرتے ہیں فلہٰذا منحۃ الخالق میں جو ان کی مطلق عبارت ہے اس کو بھی رمضان پر محمول کیا جائے گا۔ پس یہ ثابت نہ ہوا کہ علامہ شامی ہلال شوال کے لیے اعلان کے قائل ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا شافعیہ کا اصول ہے احناف کا یہ اصول نہیں ہے ثانیاً ہر چند کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں یہ لکھا ہے کہ شہر میں توپ داغنے یا مشعل روشن کرنے سے روزہ لازم ہو جاتا ہے لیکن ان کی اس عبارت میں حصر اور اختصاص کا کوئی کلمہ نہیں ہے یعنی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ توپ داغنے یا مشعل روشن کرنے سے صرف روزہ لازم ہوتا ہے یا روزہ ہی لازم ہوتا ہے لہٰذا اس عبارت سے اس اعلان کا رمضان کے ساتھ مخصوص ہونا ثابت نہیں ہوا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ انھوں نے رمضان اور روزوں کے سیاق میں یہ عبارت لکھی ہے اس وجہ سے انھوں نے روزوں کا ذکر کر دیا لیکن ان کا مقصود روزوں میں حصر نہیں ہے اسی وجہ سے انھوں نے منحۃ الخالق میں اس عبارت کو مطلق رکھا ہے اور رابعاً اس کو مطلق رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ علامہ شامی نے البحر الرائق کی جس عبارت کی تشریح میں ان علامات کا ذکر کیا ہے اس عبارت میں ہلال رمضان اور عید دونوں سے بحث کی گئی ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اس پر بحث کی ہے کہ اگر ۲۹ رمضان کو یہ شہادت مل جائے کہ روزہ ایک دن پہلے تھا تو اب اگلے دن عید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور چونکہ علامہ شامی نے اس بحث کی تشریح میں ان علامات کا ذکر کیا ہے اس سے بظاہر تو یہ علامات ہلال عید سے متعلق ہیں، نہ کہ رمضان سے، البتہ ہم تبرعاً یہ کہتے ہیں کہ علامہ شامی نے چونکہ مطلقاً مہینہ کے ثبوت کے لیے ان علامات کا ذکر کیا ہے اس لیے اس عبارت میں ہلال رمضان اور ہلال عید دونوں کے لیے اعلان کا ثبوت ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کی یہ دونوں عبارتیں نقل کی ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں: تنبیہ! در بارہ ہلال غیر رمضان و

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] 〃 〃 〃 ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵، 〃

شوال جہاں دوسرے شہر کی رویت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے الخ۔ [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی علامہ شامی کی ان عبارتوں کا مفاد رمضان اور شوال دونوں ہلالوں کا اعلان ہے۔ فافھم وتشکر۔

یہاں ایک اور چیز پر تنبیہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ علامہ شامی نے رد المحتار اور منحۃ الخالق دونوں جگہ لکھا ہے کہ ان علامات کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے اس لیے بعض علماء کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر چند کہ ان علامات سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن یہ غلبہ ظن کی وہ قسم ہے جس پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح قاضی کے فعل کی گواہی سے غلبہ ظن تو حاصل ہوتا ہے لیکن اس گواہی پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً اگر ۲۹ ر رمضان کو دو عادل شخص یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر کے قاضی نے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تو اس گواہی سے ہر چند کہ غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن اس گواہی سے اگلے دن عید کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان علامات سے اگرچہ غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن ان پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ کہنا اس لیے غلط ہے کہ یہ قول خود علامہ کی تصریحات کے خلاف ہے، علامہ شامی نے رد المحتار میں صرف یہ نہیں لکھا کہ ان علامات سے غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے ان پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح منحۃ الخالق میں بھی لکھا ہے کہ ان علامات پر عمل کرنا واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب ریڈیو اور ٹی۔ وی پر دلیل شرعی کے مطابق اعلان کیا جائے تو اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے ان علامات کو طریق موجب کہا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی اعلان کو مطلقاً رویت ہلال کے لیے طریق شرعی قرار دیتے ہیں خواہ ہلال رمضان ہو یا ہلال شوال۔ اعلیٰ حضرت بغیر کسی قید کے لکھتے ہیں: ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں۔ [۲]

اعلیٰ حضرت نے ساتواں شرعی ثبوت کا طریقہ "اعلان رویت ہلال" ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے۔ بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ و معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر (فائر) یا ڈھنڈورا وغیرہ **اقول** یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتیٰ کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں عالم گیریہ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلاً کان او فاسقاً کذا فی جوھرۃ النیرۃ۔ [۳] (یعنی حاکم کے منادی کا اعلان مقبول ہوتا ہے خواہ اعلان کرنے والا نیکوکار ہو یا بدکار (کیونکہ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہوتا بلکہ ان دلائل پر ہوتا ہے جن کی بنیاد پر اعلان ہوتا ہے۔ سعیدی) علامہ شامی، صاحب فتاویٰ عالم گیری اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارات سے صراحتہً یہ ثابت ہے کہ رویت ہلال کا اعلان کرنا صحیح ہے خواہ ہلال عید ہو یا ہلال رمضان اور جب یہ اعلان دلیل شرعی پر مبنی ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ متاخرین میں سے مولانا عبد الحیٔ

---

[۱] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۵، مطبوعہ سنی دار الاشاعت لائل پور، ۱۳۹۴ھ

[۲] " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۴۶، " " " "

[۳] " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۵، " " " "

لکھنوی نے اس کو اور زیادہ صراحت سے لکھا ہے، لکھتے ہیں: توپوں کی آواز سن کر افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپوں کا چلنا عادت شائع کے مطابق عید بموجب ظن ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے (فتاوی معلم الفقہ بحوالہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء)۔

ان تمام باحوالہ تصریحات کے بعد کسی منصف شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں رہے گا۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ہلال عید کا اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی سے کرنا جائز نہیں ہے میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ مثلاً شہر کراچی ستر لاکھ سے زیادہ آبادی پر مشتمل ہے اور اس کا رقبہ کئی ہزار مربع کلومیٹر سے زیادہ پر محیط ہے۔ اب فرض کیجئے مطلع غبار آلود ہے اور قاضی کے پاس چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر گواہی دی کہ انھوں نے چاند دیکھ لیا ہے اور قاضی نے اس گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا اب قاضی اس وسیع و عریض شہر کے ستر لاکھ سے زیادہ شہریوں تک ایک رات میں اپنے اس فیصلہ کو کس طرح پہنچائے گا؟ ظاہر ہے کہ سوائے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے قاضی اپنا فیصلہ ایک رات میں اس شہر کے تمام شہریوں تک نہیں پہنچا سکتا ورنہ اگر قاضی اپنے گواہوں سمیت تمام رات بھی شہر کے ہر گھر کے دروازہ پر جا کر اعلان سناتا رہے پھر بھی تمام شہریوں تک یہ حکم نہیں پہنچا سکتا! پھر جب ہم روزہ رمضان کے سحر و افطار میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عمل کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہلال رمضان و شوال کے متعلق ان کے اعلان پر عمل نہ کریں؟

مجھ سے ایک دوست نے کہا کہ کار میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر چند گھنٹوں میں پورے شہر میں اعلان ہو سکتا ہے میں نے کہا یہ تو ریڈیو کی طرح ہے سننے والوں نے صرف آواز سنی ہے گواہوں کو اعلان پر گواہی دیتے ہوئے تو نہیں دیکھا نیز یہ بات تو اس وقت ہے کہ جب وہ قاضی ایک شہر کا قاضی ہو اور اگر وہ ایک ملک کا قاضی ہو تو اس کے لیے اپنے حکم کو ایک رات میں ملک کے تمام باشندوں تک پہنچانا اور بھی مشکل ہوگا۔ باقی ایک مطلع اور متعدد مطالع میں اعلان کے لحاظ سے فرق کرنے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

رویت ہلال کے ملک گیر اعلان پر بحث

رویت ہلال کے اعلان کے ثبوت پر ہم نے فتاوی شامی کی جو عبارت پیش کی ہے اس پر بعض اہل علم نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ علامہ شامی نے قندیلوں کی روشنی اور توپوں کے فائر سے اعلان کو شہر اور اس کے مضافات کے لیے علامت لکھا ہے اور یہاں ایک مطلع ہے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی سے جو اعلان کیا جاتا ہے وہ پورے ملک کے لیے ہوتا ہے اور پورا ملک مختلف مطالع پر مشتمل ہے اور ایک مطلع میں کسی علامت کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مختلف مطالع میں بھی جواز کی علامت ہو۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ شامی کے زمانہ میں ایسی علامتیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں جو ایک اقلیم اور ایک ملک کے مسلمانوں کے لیے رمضان یا عید کے اعلان کے لیے کافی ہوتیں ان کے زمانہ میں توپ کا فائر اور مشعل کی روشنی ہی سب سے بڑی علامت تھی جس سے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے تھے سو اس کا انھوں نے ذکر کر دیا۔ اگر علامہ شامی کے زمانہ میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان ایسی کوئی ملک گیر علامت ہوتی اور پھر اس کو چھوڑ کر وہ توپ اور مشعل ایسی علامت کا ذکر کرتے جو صرف شہر اور اس کے مضافات کے لیے کافی ہو تب یہ کہا جا سکتا تھا کہ علامہ شامی کی اس عبارت سے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس اعتراض کا دوسرا موقع اس وقت تھا جب شرعاً اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا یا کم از کم علامہ شامی کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہوتا

تو کہا جا سکتا تھا کہ علامہ شامی تو اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل ہیں اس لیے ان کی عبارت سے متعدد مطالع کے لیے ایک علامت کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب کہ جمہور فقہاء اسلام اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل نہیں ہیں خصوصاً مطالع قریبہ میں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ ایک مطلع میں اگر رویت ہو جائے اور دوسرے مطالع میں اس رویت کا شرعی ثبوت متحقق ہو جائے تو ان مطالع میں بھی رویت کے احکام لازم ہوں گے تو اس بناء پر یہ جائز ہو گا کہ اگر ایک شہر میں رویت کا ثبوت شرعی متحقق ہو جائے تو اس کا اعلان پورے ملک میں کر دیا جائے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ یہ شرعی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔

ہم اس سے پہلے با حوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے۔ کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے یعنی ایک مطلع پر چاند نظر آئے اور دوسرے مطلع پر چاند نظر نہ آئے تو اس اختلاف کا شرعاً اعتبار نہیں ہے اور اس دوسرے مطلع پر بھی رویت ہلال کے احکام لازم ہوں گے بشرطیکہ دلیل شرعی سے یہاں رویت ثابت ہو جائے (علامہ شامی حنفی، علامہ قزوینی شافعی اور دیگر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں اختلاف مطالع نہیں ہوتا، چوبیس فرسخ، بہتر شرعی میل کے مساوی ہیں اور یہ ۸۱ء۸۱ انگریزی میل اور ۶۴ء۱۳۱ کلومیٹر کے برابر ہیں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے کے دلائل ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں لیکن فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کی عبادت میں ممکن حد تک ہم آہنگی اور وحدت ہو کیونکہ عبادات میں وحدت کو قائم رکھنا بھی ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ میدان جہاد میں لڑائی کے دوران آسان صورت یہ تھی کہ ایک جماعت کفار سے لڑائی میں مصروف رہتی اور دوسری جماعت نماز پڑھ لیتی اور الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لی جاتی لیکن اسلام نے یہ حکم دیا کہ ایک امام کے ساتھ ایک جماعت ہو، ایک معین ماہ میں روزے فرض کرنا، عید کے لیے ایک دن معین کرنا ان تمام عبادات میں وحدت مقصود ہے تاکہ مسلمانوں کے کھانا چھوڑنے اور کھانا کھانے کا ایک دن ہو اور اجتماعی عبادت میں افتراق اور انتشار نہ ہو اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس وحدت کو قائم رکھنا چاہیے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ جمہور فقہاء اسلام نے روزے میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا تاکہ ممکن حد تک مسلمانوں کی عبادت میں وحدت قائم رہے اگر ایک اقلیم اور ایک ملک کے ایک شہر میں روزہ ہو اور دوسرے میں عید ہو تو یہ وحدت ٹوٹ جائے گی۔ ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر میں جائیں تو ایک روزہ دار ہو دوسرا عید کر رہا ہو، ایک کے نزدیک اس دن کھانا پینا جائز بلکہ واجب ہو اور دوسرے کے نزدیک حرام ہو حالانکہ دونوں کلمہ گو مسلمان ہیں اور ایک شریعت اور ایک فقہ کے پیروکار ہیں۔ یہ عجیب صورت حال ہے اس لیے اس انتشار اور اس افتراق کو دور کرنے کے لیے اور ایک ملک کے مسلمانوں کی عبادات میں زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی اور وحدت قائم کرنے کے لیے بعض دردمند علماء نے حسن نیت سے غور و فکر کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر روزے اور عید کا اعلان کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہمارے ملک کے شہروں کے مطالع ہر چند کہ مختلف ہیں لیکن چونکہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ایک شہر کی رویت اگر دوسرے شہر میں دلیل شرعی سے ثابت ہو جائے تو وہاں بھی رویت کے احکام لازم ہو جاتے ہیں بنابریں جس شہر میں قاضی نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا اور اس نے ابلاغ کے جدید ذرائع اور وسائل سے اپنے اس اعلان کو پورے ملک میں پہنچا دیا تو اسی اعلان کی بنیاد پر اس ملک کے باشندوں کے لیے روزہ رکھنا اور عید منانا جائز اور صحیح ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کی شہادت پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا اور حضرت بلال کو مدینہ میں اعلان کرنے کا حکم دیا اور حضرت بلال نے یہ اعلان کیا اور حضرت بلال کے اعلان پر لوگوں

نے روزہ رکھا اور تراویح پڑھیں عام مسلمانوں تک صرف حضرت بلال کی زبان سے اعلان پہنچا تھا اور ایسا نہیں ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر میں جا کر دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی گواہی دی ہو اس سے ثابت ہوا کہ قاضی کے فیصلہ کرنے کے لیے شہادت کی ضرورت ہے، اس فیصلہ کے اعلان کے لیے شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس ترقی یافتہ دور میں ایسے ذرائع ابلاغ موجود ہیں جن کی وجہ سے چند منٹوں میں پورے ملک میں اعلان پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین یا وائس چیئرمین روزے یا عید کا اعلان کرے تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان کی بناء پر شرعاً جائز اور صحیح ہے۔

حدیث کریب سے رویت ہلال کے اعلان پر اعتراض کا جواب

اس سلسلہ میں ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کریب نے جب شام سے مدینہ آ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر دی کہ میں نے شام میں جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم نے تو ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا اب ہم یا تو شوال کا چاند دیکھ لیں ورنہ ہم تیس روزے پورے کریں گے، کریب نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزہ رکھنے اور چاند دیکھنے کو کافی قرار نہیں دیتے، حضرت ابن عباس نے کہا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے[۱]

معترضین یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس نے کریب کی اطلاع پر اہل شام کی رویت نہیں مانی تو ہم ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر رویت ہلال کیسے مان لیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ بمنزلہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین ہیں، کریب بمنزلہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ہیں اور ہم بمنزلہ حضرت ابن عباس ہیں اور جب حضرت ابن عباس نے کریب کے قول پر عید نہیں کی تو ہم ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عید کیسے کر لیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ مفروضہ غلط ہے کہ حضرت معاویہ بمنزلہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین ہیں اور کریب بمنزلہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ہیں۔ یہ مفروضہ اس وقت درست ہوتا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کریب کو منادی کرنے کے لیے بھیجا ہوتا کہ جاؤ تمام اطراف اسلام میں اعلان کر دو کہ جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا گیا ہے اور اسی کے حساب سے عید کی جائے گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس اعلان کو رد کر دیتے تب یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جب حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے اعلان کرنے والے کے اعلان کو رد کر دیا تھا تو ہم بھی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کرنے والے (یعنی ریڈیو اور ٹی۔ وی) کے اعلان کو رد کر سکتے ہیں۔

اس جواب پر معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے کریب کے قول پر اس لیے عمل نہیں کیا تھا کہ وہ رویت پر شہادت نہیں پیش کر سکے تھے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہادت کے رویت ثابت نہیں ہوتی۔ اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ علامہ ابن ہمام کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی وضاحت کی جائے۔ دراصل حدیث کریب سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے کیونکہ شام میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا تو ایک دن پہلے روزہ رکھا گیا اور مدینہ میں ایک دن بعد چاند دیکھا گیا تو ایک دن بعد روزہ رکھا گیا اور چونکہ یہ حدیث فقہاء احناف اور جمہور کے خلاف تھی اس لیے علامہ ابن ہمام اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا دلیل فیہ لان مثل ما وقع من کلامہ لو | اس حدیث میں اختلاف مطالع کے اعتبار پر کوئی

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

وقع لنا لم نحكم به لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم فان قيل اخباره عن صوم معاوية يتضمنه لانه الامام يجاب بانه لم يات بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضى والله سبحانه وتعالى اعلم والاخذ بظاهر الرواية احوط۔ [1]

دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر اس قسم کا کلام ہمارے درمیان ہوتا تو ہم بھی رویت ہلال کا فیصلہ نہ کرتے، کیونکہ کریب نے رویت ہلال پر کسی کی شہادت پیش نہیں کی تھی (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یا فلاں نے جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا ہے) اور نہ حاکم (یعنی امیر معاویہ) کے فیصلہ کی شہادت دی تھی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاویہ کے روزے کی خبر دینا حاکم کے فیصلہ پر شہادت دینے کو متضمن ہے کیونکہ حضرت امیر معاویہ حاکم تھے تو یہ کہا جائے گا کہ انھوں نے اشہد کا لفظ نہیں کہا (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت معاویہ نے یہ فیصلہ کیا ہے یہ نہیں کہا) اور اگر مان لیا جائے کہ انھوں نے یہ لفظ کہا تھا تو بھی وہ ایک گواہ تھے اور ایک گواہ کی گواہی سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر حجت نہیں ہوتا (پھر اس جواب کے ضعف کی طرف اشارہ کرکے کہا) اور اصل بات اللہ ہی جانتا ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کرنے میں (یعنی اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے میں) زیادہ احتیاط ہے۔

ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے اخیر میں اپنے دونوں جوابوں کا ضعف ظاہر کر دیا اور بتقضاء حدیث اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے ہی کو محتاط لکھا ہے تاہم ان کا پہلا جواب صحیح نہیں ہے اور دوسرا جواب ہمیں مضر نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے جواب میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ کریب نے قاضی کے فیصلہ کو گواہی کے ساتھ نہیں پیش کیا، اسلیے حضرت ابن عباس نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا اور اگر وہ گواہی کے ساتھ پیش کر دیتے تو حضرت ابن عباس ان کے قول پر عمل کر لیتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے لیے کس چیز پر عمل کرنے کا سوال درپیش تھا، جمعہ کے روزہ کو قضاء کرنے کا یا جمعہ کے روزے کے اعتبار سے عید کرنے کا؟ اگر جمعہ کے روزے کو قضاء کرنے کا مسئلہ تھا تو ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بغیر گواہی کے ایک مسلمان کی خبر سے بھی ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا حضرت ابن عباس پر واجب تھا کہ وہ جمعہ کے روزہ کی قضاء کا اعلان کرتے اور اگر جمعہ کے روزے کے حساب سے عید کرنے کا مسئلہ تھا تو اگر کریب گواہی دے بھی دیتے اور اشہد کے صیغہ کے ساتھ جمعہ کی رویت کا بیان کرتے تب بھی کچھ فائدہ نہ ہوتا کیونکہ ایک آدمی کی گواہی سے عید ثابت نہیں ہوتی اس لیے علامہ ابن ہمام کا یہ پہلا جواب صحیح نہیں ہے اور دوسرا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اس جواب میں یہ کہا ہے کہ اگرچہ کریب نے قاضی کے فیصلہ کو گواہی کے ساتھ پیش کیا تھا لیکن ابن عباس قاضی تھے اور ایک گواہ کی گواہی سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر حجت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر اس وقت حجت ہوتا ہے جب وہ فیصلہ اس تک بذریعہ شہادت پہنچے، اور اسی وقت ایک قاضی دوسرے قاضی کے فیصلہ پر فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے لیکن ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ ہم رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کا جو اعلان سنتے ہیں اس میں ہماری یہ حیثیت نہیں ہے، ہم قاضی ہیں نہ ہم نے اس اعلان کی بناء پر کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے، اس لیے کریب کی اس حدیث سے ہم پر معارضہ نہیں ہو سکتا ہماری مثال تو ان اہل مدینہ کی طرح ہے جو حضرت بلال سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا اعلان سن کر اس پر عمل کرتے تھے

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بلادِ بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔

اس سلسلہ میں دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عمل کرنا صحیح ہے اور اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ مثلاً سعودی عرب میں جب رمضان کا چاند ہو جاتا ہے اور اس کا ریڈیو اور ٹی۔وی کے ذریعہ اعلان بھی ہو جاتا ہے تو اعلان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟

اس سوال کا جواب ایک تحقیق پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چند کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں ائمہ مذاہب کے درمیان اختلاف ہے لیکن مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دو شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو تو پھر ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

واجمعوا انه لا یراعی ذٰلك فی البلدان النائية كالاندلس والحجاز والسبب فی هذا الخلاف تعارض الاثر والنظر اما النظر فهو ان البلاد اذا لم تختلف مطالعها كل الاختلاف فيجب ان يحمل بعضها على بعض لانها فی قياس الافق الواحد واما اذا اختلف اختلافا كثيرا فليس يجب ان يحمل بعضها على بعض واما الاثر فما رواه مسلم عن كريب الحديث فظاهر هذا الاثر يقتضی ان لكل بلد رويته قرب او بعد والنظر يعطی الفرق بين البلاد النائية والقريبة وبخاصة ما كان نائيًا فی الطول والعرض كثيرًا۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۰)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب دو شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو جیسے اندلس اور حجاز تو پھر مختلف مطالع کو ایک حکم میں رکھنے کی رعایت نہیں کی جاتی کیونکہ حدیث اور عقل دونوں اس کے خلاف ہیں، عقل کے یہ حکم اس لیے خلاف ہے کہ جب شہروں کے مطالع میں کامل اختلاف نہ ہو تو پھر بعض مطالع کو بعض دوسرے مطالع پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ تمام مطالع افق واحد کے حکم میں ہیں لیکن جب ان مطالع میں زیادہ اختلاف ہو تو پھر بعض مطالع کو بعض پر محمول کرنا واجب نہیں ہے اور حدیث کے اس لیے خلاف ہے کہ امام مسلم نے کریب سے روایت کیا ہے کہ اہل شام نے جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا اور اہل مدینہ نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی اپنی رویت پر عمل کیا۔ اس حدیث کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہر شہر کی رویت کا اعتبار ہو خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید، لیکن نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ قریب اور بعید شہروں میں فرق کیا جائے خصوصاً جبکہ طول اور عرض میں بُعد زیادہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

والصحيح عند اصحابنا ان الروية لا تعم الناس بل تختص بمن قرب على مسافة لا تقصر فيها الصلوٰة وقيل ان اتفق المطلع لزمهم وقيل ان اتفق الاقاليم۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ کراچی)

ہمارے اصحاب شافعیہ کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں پر رویت کا حکم لازم نہیں ہوتا بلکہ مسافت قریبہ والوں پر لاگو ہوتا ہے اور مسافت قریبہ کا معیار قصر صلاۃ کی مسافت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وحدت مطلع سے رویت لازم ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ایک ملک کے لوگوں پر رویت کا حکم لازم ہوتا ہے۔

علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبد اللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:

فان اتفقت لزم الصوم والا فلا وفاقًا للاصح للشافعية واختار صاحب الرعاية البعد مسافة قصر فلا يلزم الصوم و فی شرح مسلم انه الاصح للشافعية۔

ہمارے شیخ نے شافعیہ کے اصح قول کو اختیار کر کے کہا اگر مطلع ایک ہو تو (رویت سے) روزہ لازم ہوگا ورنہ نہیں اور صاحب رعایۃ کا مختار یہ ہے کہ بُعد کا معیار مسافت قصر ہے اس لیے روزہ لازم نہیں ہوگا، اور شرح مسلم میں ہے کہ یہی شوافع کا

(کتاب الفروع، ج ۳ ص ۱۳) زیادہ صحیح قول ہے۔

علامہ علاؤ الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اگر مطالع قریب ہوں تو پھر رویت کے احکام لازم ہوتے ہیں، ہمارے شیخ تقی الدین کا یہی مختار ہے، فروع میں ہے کہ اگر مطالع متفق ہوں یا مسافت قصر سے کم اختلاف ہو تو پھر رویت لازم ہوگی ورنہ نہیں۔ (الانصاف ج ۳ ص ۲۷۳ طبع بیروت)

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ لکھتے ہیں:

هذا اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع اما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ کراچی)

ایک جگہ کی رویت سے دوسری جگہ حکم تب ثابت ہوتا ہے جب دو شہروں میں مسافت اتنی قریب ہو جس سے مطلع مختلف نہ ہو لیکن جب مسافت بعید ہو تو دو شہروں میں سے ایک کا حکم دوسرے شہر میں لازم نہیں ہوگا کیونکہ جب شہروں کے درمیان بہت زیادہ مسافت ہو تو ان کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں پھر ہر شہر کے رہنے والوں پر اس کے اپنے مطلع کا اعتبار ہوگا دوسرے شہر کے مطلع کا اعتبار نہیں ہوگا۔

یہ بھی واضح رہے کہ بعض فقہاء احناف نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے علامہ شامی نے صاحب الفیض کا ذکر کیا ہے اور علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ ھ لکھتے ہیں:

والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۱، مطبوعہ ملتان)

اشبہ بالحق یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم اپنے مطلع کے اعتبار سے مکلف ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، صاحب التجرید وغیرہ کا یہی مختار ہے جیسا کہ ایک جگہ سورج کا زوال ہو اور دوسری جگہ غروب ہو تو ایک جگہ ظہر کی نماز فرض ہوگی اور دوسری جگہ مغرب کی (مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۷۹، مصر)

اور علامہ سید طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ ھ، اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

(وهو الاشبه) اشبہ بالحق یہی ہے (حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۷۹، مطبوعہ مصر)

علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ ھ لکھتے ہیں:

مضمرات میں ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اور جواہر کے مطابق اس کی حد ایک ماہ یا اس سے زیادہ کی مسافت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر صبح اور شام کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتے تھے اور ان دو ملکوں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۵۶، طبع نولکشور)

علامہ ابوسعود مصری حنفی نے بھی علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (فتح المعین ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ مصر)

تاہم زیادہ صحیح بات وہ ہے جس کو مذاہب اربعہ کے محقق فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر مطالع قریب ہوں تو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مطالع میں زیادہ بُعد اور فاصلہ ہو تو پھر اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، یہ ایک متوسط قول ہے اور حقیقت کے قریب ہے، حدیث کریب کے بھی مطابق ہے اور عقل کے بھی، نیز اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہ کرنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ مثلاً پاکستان میں برسرِ عام رمضان کا چاند

دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے گئے، پھر اٹھائیس رمضان کی شام کو مثلاً سعودی عرب سے بذریعہ طیارہ چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر گواہی دی کہ سعودی عرب میں شوال کا چاند نظر آگیا ہے تو اب رمضان کا مہینہ اٹھائیس کا ہو جائے گا یا فرض کیجیے کہ مثلاً سعودی عرب میں بر سر عام رمضان کا چاند دیکھ کر تیس روزے رکھے گئے پھر کسی ملک سے چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر یہ گواہی دی کہ اسی ملک میں ایک دن پہلے رمضان کا چاند نظر آیا تھا تو اب ان لوگوں پر ایک روزے کی قضاء لازم ہوگی اور رمضان کا مہینہ اکتیس دنوں کا ہو جائے گا! اور یہ دونوں صورتیں حدیث صحیح کے خلاف ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہینہ انتیس دنوں کا اور تیس دنوں کا ہوتا ہے، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۱، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۱۷) اور یہ خرابی اس لیے لازم آتی ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا گیا۔

باقی رہا یہ امر کہ زیادہ بُعد کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ایک قول مسافت قصر کا ہے جو اکسٹھ میل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی کی تصریح کے مطابق چوبیس شرعی میل (۸۱۸ء ۸۱، انگریزی میل) کے بعد نفس مطلع تبدیل ہوتا ہے۔ تو اکسٹھ میل کے بعد تو مطلع مختلف ہی نہیں ہوگا چہ جائیکہ زیادہ اختلاف ہو اور دو تین سو میل کی مسافت کے بعد ہلال کے طلوع میں چند منٹوں کا اختلاف ہوگا، لاہور اور کراچی میں سورج کے طلوع اور غروب میں بیس پچیس منٹ کا فرق ہوتا ہے اور یہ بھی زیادہ اختلاف نہیں ہے، ہمارے نزدیک زیادہ بُعد اور فاصلہ کا معیار یہ ہے کہ دو شہروں میں اتنا زیادہ فاصلہ ہو جس کی وجہ سے ہلال کے طلوع میں ایک دن کا فرق واقع ہو جائے، مثلاً دہلی میں ایک دن پہلے چاند طلوع ہو اور کراچی میں ایک دن بعد یا بالعکس تو یہ مطالع بعیدہ ہیں اور بعض فقہاء احناف نے ایسی صورت میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، علامہ بزازی کردری لکھتے ہیں:

وفی الحاوی اهل بلدة رأوا الهلال فی لیلة الثلثاء واخری فی لیلة الاربعاء فلکل ما رأوا وقال ابن عباس رضی اللہ عنه فیه لهم ما لهم ولنا مالنا۔ (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۹۵)

حاوی میں ہے کہ ایک شہر والوں نے منگل کی شب چاند دیکھا اور دوسرے شہر والوں نے بدھ کی شب چاند دیکھا تو ہر ایک اپنی رویت کے مطابق عمل کرے حضرت ابن عباس نے اس صورت میں فرمایا ان کے لیے ان کی رویت ہے اور ہمارے لیے ہماری رویت ہے۔

نیز علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب (ج ۶ ص ۲۷۳، طبع بیروت) اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتح الباری (ج ۴ ص ۱۲۳، طبع لاہور) میں دو ملکوں کے اختلاف کو بھی مطالع میں زیادہ بُعد کا معیار قرار دیا ہے، یہ قول بھی لائق اعتبار ہے، کیونکہ ایک ملک کے قاضی کی قضا اسی ملک والوں پر حجت ہے کیونکہ اس کو اس ملک کے لیے قاضی بنایا گیا ہے سارے دنیا کے مسلمان ممالک کا قاضی نہیں بنایا گیا، لہٰذا اس کی قضا باقی ممالک میں نافذ نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک ملک کے سلطان کو اس ملک کے باشندوں پر ولایت اجبار حاصل ہے جو اس کے حکم سے قاضی کی طرف منتقل ہوتی ہے مثلاً ایک ملک کا قاضی اس ولایت اجبار سے اس ملک میں صغیرہ کا نکاح کر سکتا ہے، عنین کا نکاح فسخ کر سکتا ہے، لعان میں نکاح فسخ کر سکتا ہے، خیار بلوغ اور خیار کفو میں نکاح فسخ کر سکتا ہے لیکن دوسرے مسلمان ملک میں اس کے یہ تصرفات نافذ نہیں ہوں گے کیونکہ وہاں کے مسلمانوں پر اس کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے، اسی طرح فقہی مذہب کے اختلاف کی وجہ سے بھی ایک ملک کے قاضی کی قضاء دوسرے ملک میں نافذ نہیں ہوگی مثلاً ایک ملک کا قاضی شافعی المذہب ہے وہ نبیذ پینے پر حد قائم کرتا ہے اور دوسرے ملک میں حنفی المذہب مسلمان ہیں جن کے نزدیک نبیذ پینا جائز ہے لہٰذا ان کی قضا ان پر نافذ نہیں ہوگی، تیسری وجہ حجت کا اختلاف ہے مثلاً ایک ملک کے قاضی نے ان گواہوں کی گواہی سے رویت ہلال کا فیصلہ کیا جو محدود فی القذف ہیں اور دوسرے ملک کے قاضی کے نزدیک ان کی گواہی مردود ہے۔ ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ اگر ایک ملک کا قاضی رویت ہلال کا اعلان کر دے تو دوسرے ملک والوں پر یہ اعلان حجت نہیں ہوگا، ایک اس وجہ سے کہ یہ مطالع بعیدہ ہیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ ایک ملک کے قاضی کی قضا دوسرے ملک والوں پر حجت نہیں ہے، اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ سعودی عرب کا اعلان ہمارے ملک میں کیوں حجت نہیں ہے۔

....

ریڈیو اور ٹی۔وی پر دیگر احکام شرعیہ کے اعلانات پر عمل کرنے کی شرعی حیثیت

ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عمل کرنا صرف رویت ہلال کے احکام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور بہت سے احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں بھی ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان کا دخل ہے جن پر بغیر کسی اعتراض اور نکیر کے عمل کیا جارہا ہے۔ مثلاً ریڈیو اور ٹی۔وی سے روزہ افطار کرنے کے وقت کا رمضان میں ہر روز اعلان کیا جاتا ہے اسی طرح سحری کا وقت ختم ہونے کا بھی ریڈیو اور ٹی۔وی سے اعلان ہوتا ہے اور آج تک سننے میں نہیں آیا کہ کسی عالم دین نے یہ کہا ہو کہ یہ اعلان شرعاً غیر معتبر ہوتا ہے اور اس پر افطار اور سحر کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نماز کے اوقات کا بھی ریڈیو اور ٹی۔وی سے اعلان ہوتا ہے اور اذان نشر کی جاتی ہے اور آج تک اس کے خلاف کسی کا کوئی فتویٰ سامنے نہیں آیا کہ ریڈیو کی اذان پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے حالانکہ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ وقت سے پہلے اذان نشر کی گئی ہو اور کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتی اور نہ وقت سے پہلے افطار کرنا جائز ہے اور نہ وقت گذرنے کے بعد تک سحری کھاتے رہنا جائز ہے۔ اور اگر بالفرض ریڈیو اور ٹی۔وی سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ سو روپے یا پانچ سو روپے کا نوٹ منسوخ کر دیا گیا ہے تو بالاتفاق ان نوٹوں کو زکوٰۃ میں ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ہنگامی حالات میں ریڈیو اور ٹی۔وی سے کرفیو کا اعلان کر دیا جائے اور یہ حکم نشر کیا جائے کہ کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ گولی مار دی جائے گی تو سب لوگ ریڈیو اور ٹی۔وی کے اس اعلان پر عمل کریں گے اور اگر کوئی شخص گھر سے باہر نکلا اور اس کو گولی مار دی گئی تو اس کا دم ہدر ہوگا اور اس کے خون کے تاوان کا شرعاً کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ غرض یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے شرعی احکام میں ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عمل کیا جاتا ہے اور اس اعلان کو غیر معتبر اور غیر مستند نہیں کہا جاتا تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہلال رمضان اور ہلال عید میں بھی ریڈیو اور ٹی۔وی کے ذریعہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان پر عمل نہ کیا جائے۔ بشرطیکہ اس کا اعلان شرعی تقاضوں کے مطابق ہو کیونکہ ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ اصل چیز ذریعہ اعلان نہیں ہے بلکہ وہ دلائل اور شواہد ہیں جن کی بناء پر اعلان کیا جاتا ہے اگر وہ دلائل صحیح ہیں تو اعلان صحیح ہے اور اگر وہ دلائل صحیح نہیں ہیں تو اعلان صحیح نہیں ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہم فی نفسہ ریڈیو اور ٹی۔وی کے مجوز نہیں ہیں کیونکہ ان آلات سے اکثر و بیشتر موسیقی کے اور دیگر مخرب اخلاق پروگرام نشر کیے جاتے ہیں اور عورتوں کی تصاویر دکھائی جاتی ہیں جن کو دیکھنے سے بہر حال نوجوانوں کے ذہنوں پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔وی کا گھروں میں رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل آلہ کا رواج نہیں ہوتا اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا بشرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں جب تک کوئی متبادل آلہ نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔وی سے راگ رنگ، موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق پروگرام یک لخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔

رویت ہلال کمیٹی کے ریڈیو اور ٹی۔وی پر اعلان کے سلسلہ میں میں نے طرفین کے دلائل کا خالص معروضی مطالعہ کیا، مجھے اس کے جواز سے کوئی وابستگی تھی نہ عدم جواز سے کوئی دلچسپی تھی میں نے بالکل خالی الذہن ہو کر اس موضوع پر مطالعہ اور غور و فکر کیا اور غور و فکر اور مطالعہ کے بعد مجھ پر جو حق اور صواب منکشف ہوا اس کو میں نے لکھ دیا ہے میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ فی الواقع حق و صواب ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اس کے رسول کا فیضان ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میرے مطالعے کا نقص اور سہو فہم ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ اے اللہ! میری اس سعی کو خاص اپنے لیے رکھنا، میری لغزشوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرمانا اور مجھے دارین کی فلاح اور سعادت سے نوازنا۔

باب ۳۱۲ بَيَانِ أَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ بِكِبَرِ الْهِلَالِ وَصِغَرِهِ وَأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَإِنْ غُمَّ فَلْيُكْمَلْ ثَلَاثُونَ.

چاند کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

۲۴۲۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِعُمْرَةٍ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ قَالَ فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْنَا إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ قَالَ فَقُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لیے گئے جب ہم وادی بطن نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض لوگوں نے کہا یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہماری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اور ان سے ہم نے ذکر کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے بعض نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا چاند ہے، انھوں نے کہا تم نے کس رات کو چاند دیکھا تھا؟ ہم نے کہا فلاں فلاں رات کو۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لیے اسے بڑھا دیا وہ حقیقت میں اسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا ہے۔

۲۴۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ قَالَ أَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَأَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَسْأَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ قَدْ أَمَدَّهُ لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ذات عرق میں رمضان المبارک کا چاند دیکھا۔ ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس چاند کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا تو حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند کو دیکھنے کے لیے بڑھا دیا اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی (تیس دن) پوری کرو۔

بَابُ ۳۱۳ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے

۲۴۲۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے ایک رمضان کا دوسرا ذوالحجہ کا۔

رَمَضَانُ وَ ذُو الْحِجَّةِ۔

۲۴۲۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ فِيْ حَدِيْثِ خَالِدٍ شَهْرَا عِيْدٍ رَمَضَانُ وَ ذُو الْحِجَّةِ۔

ف: یعنی ان کا اجر اور ثواب کم نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے، خالد کی روایت میں ہے عید کے دو مہینے رمضان اور ذوالحجہ کے۔

بَابُ ۳۱۴ بَيَانِ اَنَّ الدُّخُوْلَ فِي الصَّوْمِ يَحْصُلُ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَاَنَّ لَهُ الْاَكْلَ وَغَيْرَهُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ وَبَيَانُ صِفَةِ الْفَجْرِ الَّذِيْ يَتَعَلَّقُ بِهِ الْاَحْكَامُ مِنَ الدُّخُوْلِ فِي الصَّوْمِ وَدُخُوْلِ وَقْتِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَهُوَ الْفَجْرُ الثَّانِيْ وَيُسَمَّى الصَّادِقُ وَالْمُسْتَطِيْرُ وَاَنَّهُ لَا اَثَرَ لِلْفَجْرِ الْاَوَّلِ فِي الْاَحْكَامِ وَهُوَ الْفَجْرُ الْكَاذِبُ الْمُسْتَطِيْرُ بِاللَّامِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ وَهُوَ الذِّئْبُ

طلوع فجر سے روزے کا شروع اور طلوع فجر تک سحری کھانے کا جواز

۲۴۲۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ قَالَ لَهُ عَدِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ عِقَالَيْنِ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ اَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيْضٌ اِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَ بَيَاضُ النَّهَارِ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے یعنی فجر نہ ہو جائے تو عدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیے کے نیچے سیاہ اور سفید رنگ کی دو رسیاں رکھ لی ہیں اور ان کی وجہ سے میں رات اور دن میں امتیاز کر لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے (جس کے نیچے رات اور دن آجاتے ہیں!) کالے اور سفید دھاگے سے

۲۴۳۰۔ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ یَاْخُذُ خَیْطًا اَبْیَضَ وَخَیْطًا اَسْوَدَ فَیَاْكُلُ حَتّٰی یَسْتَبِیْنَهُمَا حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْفَجْرِ فَبَیَّنَ ذٰلِكَ۔

۲۴۳۱۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِیْمِیُّ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَا نَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْغَسَّانَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِیْ رِجْلَیْهِ الْخَیْطَ الْاَسْوَدَ وَالْخَیْطَ الْاَبْیَضَ فَلَا یَزَالُ یَاْكُلُ وَ یَشْرَبُ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهٗ رِئْیُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوْا اِنَّمَا یَعْنِیْ بِذٰلِكَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ۔

۲۴۳۲۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی تَسْمَعُوْا تَاْذِیْنَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ۔

۲۴۳۳۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ بِلَالًا

دن اور رات مراد ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے تو ایک صاحب سفید دھاگا اور کالا دھاگا لے لیتے اور اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک ان میں فرق نہ ظاہر ہو جاتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا اور بیان فرمایا کہ سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد دن اور رات ہیں)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو تو جب کوئی شخص روزہ رکھنے کا ارادہ کرتا تو وہ اپنے پیر میں دو دھاگے باندھ لیتا۔ ایک سفید اور دوسرا سیاہ اور اس وقت تک کھاتا رہتا جب تک اس پر ان کا فرق ظاہر نہ ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا پھر معلوم ہوا کہ دھاگے سے مراد رات اور دن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو ہی اذان دے دیتے ہیں لہٰذا تم ابن ام مکتوم کی اذان تک کھاتے پیتے رہا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں تم عبداللہ ابن ام مکتوم اذان تک کھاتے پیتے رہا کرو۔

يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

٢٤٣٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هَذَا وَيَرْقَى هَذَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے، بلال اور ابن ام مکتوم جو نابینا تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو اذان دیتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو۔ راوی کہتے ہیں اور ان کے اذان دینے میں یہ فرق تھا کہ وہ اترتے تھے اور یہ چڑھتے تھے۔

٢٤٣٥ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

٢٤٣٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِالْإِسْنَادَيْنِ كِلَيْهِمَا نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

ایک دیگر سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

٢٤٣٧ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ قَالَ يُنَادِي بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَقَالَ لَيْسَ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَصَوَّبَ يَدَهُ وَرَفَعَهَا حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال کی اذان کے سبب تم میں سے کوئی شخص سحری کھانے سے نہ رکے کیوں کہ وہ اس لیے اذان دیتے ہیں تاکہ نماز میں مشغول شخص سحری کھانے کے لیے چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور صبح وہ نہیں ہے جو اس طرح ہے آپ نے ہاتھوں کو سیدھا کر کے اوپر کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا حتیٰ کہ اس طرح ہو جائے اور آپ نے انگلیوں کو کھول دیا۔

٢٤٣٨ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے آپ نے فرمایا فجر وہ نہیں جو ایسی ہو اور آپ نے سب

غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الْفَجْرَ لَیْسَ الَّذِیْ یَقُوْلُ ھٰکَذَا وَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ نَکَسَهَا اِلَی الْاَرْضِ وَلٰکِنِ الَّذِیْ یَقُوْلُ ھٰکَذَا وَوَضَعَ الْمُسَبِّحَةَ عَلَی الْمُسَبِّحَةِ وَمَدَّ یَدَیْهِ۔

انگلیوں کو ملا کر زمین کی طرف جھکایا اور فرمایا (فجر وہ ہے) جو اس طرح ہو انگشت شہادت کو انگشت شہادت پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔

۲۴۳۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ وَالْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ کِلَاهُمَا عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَانْتَهٰی حَدِیْثُ الْمُعْتَمِرِ عِنْدَ قَوْلِهٖ یُنَبِّهُ نَائِمَکُمْ وَیَرْجِعُ قَائِمَکُمْ وَقَالَ اِسْحٰقُ قَالَ جَرِیْرٌ فِیْ حَدِیْثِهٖ وَلَیْسَ اَنْ یَّقُوْلَ ھٰکَذَا یَعْنِی الْفَجْرَ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَیْسَ بِالْمُسْتَطِیْلِ۔

ایک اور سند سے روایت ہے جس میں ہے بلال کی اذان اس لیے ہوتی ہے کہ نماز پڑھنے والا رک جائے اور سونے والا بیدار ہو جائے جریر کی روایت میں ہے صبح ایسی نہیں ہے یعنی چوڑائی میں ہے لمبائی میں نہیں۔

۲۴۴۰ - حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَیْرِیِّ حَدَّثَنِیْ وَالِدِیْ اَنَّهٗ سَمِعَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَغُرَّنَّ اَحَدَکُمْ نِدَآءُ بِلَالٍ مِّنَ السَّحُوْرِ وَلَا هٰذَا الْبَیَاضُ حَتّٰی یَسْتَطِیْرَ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سحری کے وقت بلال کی اذان سے دھوکا نہ کھائے اور نہ اس سفیدی سے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔

۲۴۴۱ - وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَغُرَّنَّکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هٰذَا الْبَیَاضُ لِعَمُوْدِ الصُّبْحِ حَتّٰی یَسْتَطِیْرَ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بلال کی اذان سے دھوکا نہ کھائے نہ اس سفیدی سے جو صبح کے وقت ستون کی طرح ہوتی ہے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔

۲۴۴۲ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَوَادَةَ الْقُشَیْرِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَغُرَّنَّکُمْ مِّنْ سُحُوْرِکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَیَاضُ الْاُفُقِ الْمُسْتَطِیْلُ ھٰکَذَا حَتّٰی یَسْتَطِیْرَ ھٰکَذَا وَحَکَاهُ حَمَّادٌ بِیَدَیْهِ قَالَ یَعْنِیْ مُعْتَرِضًا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بلال کی اذان سے دھوکا کھائے نہ افق کی لمبی سفیدی سے جب تک وہ پھیل نہ جائے

۲۴۴۳ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَوَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَمُرَةَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی

بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ وھو یخطب یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا یغرنکم نداء بلال وھذا البیاض حتی یبدو الفجر او قال حتی ینفجر الفجر۔

شخص بلال کی اذان سے دھوکا کھائے نہ اس سفیدی سے حتی کہ فجر ظاہر ہو جائے۔

۲۴۴۴۔ وحدثناہ ابن مثنی حدثنا ابو داؤد اخبرنا شعبۃ اخبرنی سوادۃ بن حنظلۃ القشیری قال سمعت سمرۃ بن جندب یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ھذا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... پھر حسب سابق روایت ہے۔

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب

حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے اور یہ اذان طلوع فجر سے پہلے ہوتی تھی۔ امام مالک، امام شافعی اور بعض دیگر فقہا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ فجر کے وقت سے پہلے اذان دینا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان کی مشروعیت کا مقصد ہی یہ ہے کہ نماز کے وقت کی خبر دی جائے اور حضرت بلال کی اذان کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت پر متنبہ کرنے کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ سونے والوں کو سحری کھانے پر متنبہ کرنے کے لیے یا رات کو نوافل پڑھنے والوں کو سحری کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوتی تھی۔ اس کا حدیث میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابینا کی اذان صحیح ہے بشرطیکہ اس کو وقت بتلانے والا ہو۔

باب ۳۱۵ فضل السحور واستحبابہ واستحباب تاخیرہ وتعجیل الفطر

سحری کی فضیلت اور استحباب

۲۴۴۵۔ حدثنا یحیی بن یحیی قال اخبرنا ھشیم عن عبد العزیز بن صھیب عن انس ح وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وزھیر بن حرب عن ابن علیۃ عن عبد العزیز عن انس ح وحدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابو عوانۃ عن قتادۃ وعبد العزیز بن صھیب عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان فی السحور برکۃ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

۲۴۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں صرف سحری کھانے کا فرق ہے۔

۲۴۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا قَالَ خَمْسِينَ آيَةً۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے (راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ تھا انھوں نے کہا پچاس آیات (کے پڑھنے کے برابر)۔

۲۴۴۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جب تک روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے خیر پر رہیں گے۔

۲۴۵۱ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۲۴۵۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلٰوةَ قَالَتْ أَيُّهُمَا الَّذِي يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ قَالَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَتْ كَذٰلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ أَبُو كُرَيْبٍ وَالْآخَرُ أَبُو مُوسٰى.

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ہم نے عرض کیا، اے ام المؤمنین! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب میں سے ایک جلد روزہ افطار کر کے جلد نماز پڑھتے ہیں دوسرے تاخیر سے روزہ افطار کر کے تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں، ام المؤمنین نے پوچھا وہ کون ہے جو جلد افطار کرتا اور جلد نماز پڑھتا ہے! ہم نے عرض کیا وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا ابوکریب کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دوسرے صاحب حضرت ابوموسیٰ ہیں.

۲۴۵۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوقٌ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا لَا يَأْلُوا عَنِ الْخَيْرِ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَتْ هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ.

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے مسروق نے عرض کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب ہیں، نیکی اور بھلائی میں دونوں کمی نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں، دوسرے مغرب اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں انھوں نے پوچھا ان میں سے مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟ مسروق نے کہا عبد اللہ بن مسعود! حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

سحری کی فضیلت

تمام ائمہ مذاہب اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے کو برکت قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سحری کھانے سے روزہ رکھنے کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ سحری کھانے سے پہلے روزہ رکھنے والا بسم اللہ پڑھے گا، سحری کے بعد اللہ کی حمد اور استغفار کرے گا اور یہ کلمات برکت کے موجب ہیں، سحری مسلمانوں کی خصوصیت ہے کیونکہ پچھلی امتوں کو اس وقت میں کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ سحری کھانا بھی عبادت ہے کیونکہ سحری کھانے

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے نیز سحری کی وجہ سے روزہ کی نیت پھر تازہ ہو جاتی ہے۔

۳۱۶ بَابُ بَيَانِ وَقْتِ انْقِضَاءِ الصَّوْمِ وَ خُرُوجِ النَّهَارِ

روزہ پورے ہونیکا وقت

۲۴۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقُوا فِي اللَّفْظِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ نُمَيْرٍ فَقَدْ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آجائے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

۲۴۵۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ فَنَزَلَ فَجَدَحَ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک کے ماہ میں سفر کر رہے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! ابھی تو دن ہے آپ نے فرمایا اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ وہ اترے اور ستو گھول کر آپ کی خدمت میں لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پیے، پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا۔ جب سورج اس سمت میں ڈوب جائے اور رات اس سمت سے آجائے تو روزہ دار کو روزہ کھول دینا چاہیے۔

۲۴۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ شام ہونے دیں

انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ اِنَّ عَلَيْنَا نَهَارًا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهٗ فَشَرِبَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

آپ نے فرمایا اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا ابھی تو دن ہے (یہ کہہ کر) وہ اترے اور ستو گھولے آپ نے ستو پیے اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس طرف سے آگئی ہے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

۲۴۵۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى يَقُوْلُ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادِ بْنِ عَوَّامٍ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ روزے سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے فلاں اتر کر ہمارے لیے ستو گھولو۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۴۵۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادٍ وَعَبْدِ الْوَاحِدِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَلَا قَوْلُهٗ وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا اِلَّا فِيْ رِوَايَةِ هُشَيْمٍ وَحْدَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی بعض الفاظ کی کمی سے یہ روایت منقول ہے۔

غروب آفتاب کی علامت

اس باب کی احادیث میں روزے کے تمام ہونے کا مدار تین چیزیں بیان فرمائی ہیں رات کا آنا، دن کا جانا اور سورج کا غروب ہونا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک ان تینوں میں سے ہر ایک باقی دو کو متضمن اور لازم ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ غروب آفتاب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب رات آجائے اور دن چلا جائے کیونکہ بسا اوقات انسان ایسی وادی میں ہوتا ہے کہ غروب آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ ایسے میں جب دن کی روشنی چھپ جائے اور رات کا اندھیرا شروع ہو جائے تو وہ روزہ افطار کر سکتا ہے۔

عالم کو متنبہ کرنا

حدیث نمبر ۲۴۵۶ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام روزے سے تھے جب سورج غروب ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ستو بنانے کا حکم دیا۔ غروب آفتاب کے بعد جو شفق کی سرخی اور روشنی کے آثار باقی رہتے ہیں انھیں دیکھ کر اس شخص نے گمان کیا کہ افطار کا وقت ابھی نہیں ہوا، جب یہ آثار ختم ہو جائیں گے تب افطار ہوگا اور اس کا خیال تھا کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آثار نہیں دیکھے اس لیے اس نے آپ کو آگاہ کرنے کے قصد سے کہا ابھی دن ہے پھر آپ نے اس کو مسئلہ بتلانے کی غرض سے فرمایا "جب رات آجائے تو روزہ افطار ہو جاتا ہے"۔ یعنی بعد کی سرخی اور روشنی کے آثار کے غائب ہونے پر افطار کا مدار نہیں ہے۔

اس حدیث کے فوائد سے یہ ہے کہ اگر یہ خیال ہو کہ عالم نے فلاں چیز کی طرف توجہ نہیں کی تو اسے یاد دلانا اور بتلانا جائز ہے اور عالم کا مسئلہ بتلانا اور یہ کہ روزہ جس طرح کھجور سے افطار کرنا سنت ہے ستو سے بھی سنت ہے۔

بَابُ ۳۱۷ النَّهْيِ عَنِ الْوِصَالِ

صوم وصال کی ممانعت

۲۴۵۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال (بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کیا آپ تو وصال کرتے ہیں! (یعنی بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲۴۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَهَاهُمْ قِيلَ لَهُ أَنْتَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں وصال کیا (بغیر افطار کے روزے رکھے) صحابہ نے بھی وصال شروع کر دیا، آپ نے انھیں منع فرمایا، انھوں نے عرض کیا آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲۴۶۱ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔

يَقُلْ رَمَضَانَ

۲۴۶۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُوَاصِلُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی تو متصلاً روزے رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب اس کے باوجود صحابہ وصال سے نہیں رکے تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن بغیر افطار کے روزہ رکھا۔ پھر دوسرے دن بغیر افطار کے روزہ رکھا، پھر تیسرے دن اسی طرح روزہ رکھا، پھر انھوں نے چاند دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا اگر چاند ابھی نظر نہ آتا تو میں اور زیادہ وصال کرتا۔ گویا کہ آپ نے ان کے باز نہ آنے پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

۲۴۶۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ فِي ذٰلِكَ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَاكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وصال کے روزے نہ رکھو!! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس معاملہ میں مجھ ایسے نہیں ہو، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے تم وہ کام کیا کرو جو آسانی سے کر سکو۔

۲۴۶۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاكْلَفُوا مَا لَكُمْ بِهِ طَاقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسب سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ جس کام کی تمہیں طاقت ہو وہی کیا کرو۔

۲۴۶۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے مثل سابق روایت ہے۔

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ۔

۲۴۶۶- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ وَجَاءَ رَجُلٌ فَقَامَ أَيْضًا حَتّٰى كُنَّا رَهْطًا فَلَمَّا حَسَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّا خَلْفَهٗ جَعَلَ يَتَجَوَّزُ فِي الصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهٗ فَصَلّٰى صَلٰوةً لَا يُصَلِّيْهَا عِنْدَنَا قَالَ قُلْنَا لَهٗ حِيْنَ أَصْبَحْنَا أَفَطِنْتَ لَنَا اللَّيْلَةَ فَقَالَ نَعَمْ ذَاكَ الَّذِيْ حَمَلَنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ الَّذِيْ صَنَعْتُ قَالَ فَأَخَذَ يُوَاصِلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِيْ اٰخِرِ الشَّهْرِ فَأَخَذَ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ يُوَاصِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ رِجَالٍ يُوَاصِلُوْنَ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِثْلِيْ أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ تَمَادَّ لِيَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے میں آکر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک اور شخص آیا اور وہ بھی آکر کھڑا ہو گیا حتی کہ ہماری ایک جماعت ہو گئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ میں آپ کے پیچھے ہوں تو آپ نے نماز میں تخفیف کرنی شروع کر دی، پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ایسی نماز پڑھی جیسی آپ ہمارے ساتھ نہیں پڑھتے تھے؟ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ کو رات ہمارا پتا چل گیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اسی وجہ سے میں نے وہ سب کیا جو کیا تھا! حضرت انس نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے شروع کر دیے اور وہ مہینہ کا آخر تھا، بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ صوم وصال کیوں رکھ رہے ہیں؟ تم لوگ میری مثل نہیں ہو، سنو خدا کی قسم اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں اس قدر صوم وصال رکھتا کہ یہ ضدی لوگ اپنی ضد چھوڑ دیتے۔

۲۴۶۷- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَاصَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَوَاصَلَ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ لَوْ مُدَّ لَنَا الشَّهْرُ لَوَاصَلْنَا وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِثْلِيْ أَوْ قَالَ إِنِّيْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے آخر میں صوم وصال رکھے، بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں اس قدر وصل روزے رکھتا کہ ضد کرنے والے اپنی ضد چھوڑ دیتے آپ نے فرمایا لاریب تم میری مثل نہیں ہو یا فرمایا: لاریب میں تمہاری مثل نہیں ہوں! میں اس حال میں رات

لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّي اَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِيْنِي۔

گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

۲۴۶۸۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِيْنِي۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شفقت صحابہ کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا: آپ بھی تو وصال کرتے ہیں! آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

صوم وصال کا معنی

صوم وصال کا معنی یہ ہے کہ روزے کے بعد روزہ رکھا جائے اور ان روزوں کے درمیان کھانا پینا نہ ہو اس طرح جتنے روزے رکھے جائیں گے وہ سب صوم وصال ہوں گے، علامہ نووی شافعی[۱] اور ملا علی قاری حنفی[۲] نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صوم وصال میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک صوم وصال مکروہ (تنزیہی) ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک بلاکراہت جائز ہیں اور جمہور کے نزدیک مکروہ تحریمی ہیں[۳]

حضور کے صوم وصال پر ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۲۴۶۷ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس حال میں رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب آپ نے کھا، پی لیا تو وصال کے روزے کیسے ہوئے؟ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس قول کا مطلب ہے کہ مجھے کھانے پینے کی قوت حاصل ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ وصال کے روزے دنیاوی کھانے کے اعتبار سے تھے اور آپ کو جنت کے کھانے کھلائے جاتے تھے۔ امام رازی نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو جمال رب کا دیدار کرا دیا جاتا تھا اور اس دیدار سے آپ اسقدر شادکام ہوتے تھے کہ پھر آپ کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی تھی یعنی میرا کھانا پینا یہی ہے کہ میں اپنے رب کو دیکھ لوں۔

حضور کی مثل کی تحقیق

اس باب کی احادیث میں ہے تم میں میری مثل کون ہے؟ اور قرآن مجید میں ہے: انما انا بشر مثلکم (کہف: ۱۱۵، فصلت: ۶) "میں تمہاری مثل بشر ہوں"۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
۲۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔
۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

بظاہر ان میں تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے جس مثلیت کو ثابت کیا ہے وہ عدمی معنی ہے یعنی معبود نہ ہونے میں میں تم جیسا ہوں نہ تم معبود ہو نہ میں معبود ہوں اور کسی وجودی معنی میں کائنات کا کوئی شخص آپ کی مثل نہیں ہے۔

امتناع نظیر علماء اہلسنت اور علماء دیوبند کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کو تخلیق کرنا آیا ممکن ہے یا نہیں؟ علماء دیوبند، شیخ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں آپکی نظیر کی تخلیق کو ممکن مانتے ہیں اور علماء اہلسنت، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ آپکی نظیر کو تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔

نظیر سے مراد وہ شخص ہے جو تمام اوصاف کمالیہ میں آپ کے مساوی ہو۔ علماء اہلسنت کے نزدیک اس معنی میں آپ کی نظیر کی تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا:

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ [۱]

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص کی تخلیق ممکن ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص کی بھی تخلیق کا ممکن ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس کی تخلیق ممکن نہیں ہو سکتی بطور دلیل یوں کہا جائے گا:

(ا) کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر (مساوی) کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے (ب) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس کی تخلیق نہیں ہو سکتی لہٰذا جو شخص کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو اس کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔ یا بطور دلیل یوں کہا جائے گا:

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے برابر ہو اگر اس کی تخلیق ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے کذب کا ممکن ہونا باطل ہے۔ اس لیے جو شخص کمالات میں حضور کے برابر ہو اس کی تخلیق کا ممکن ہونا بھی باطل ہوگا۔ علمی اصطلاح میں پہلی دلیل قیاس اقترانی ہے اور دوسری قیاس استثنائی۔

رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الٰہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (ایک اور) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب لازم آتا ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔ (احزاب: ۴۰) "محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔

---

[۱] شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، تقویۃ الایمان ص ۲۱، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور۔

اور خاتم النبیین ہیں۔"

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کی تخلیق ممکن ہو تو اس نص صریح کا کذب ممکن ہو جائے گا باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صفات نقص معیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔[لہ]

بعض لوگ اس دلیل پر یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر قادر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کمی اور عجز لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت میں کمی اور عجز تب لازم آتا کہ کوئی چیز ممکن ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہ ہوتی اور جو چیز ممکن نہ ہو وہ تحت قدرت نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا عدم یا اللہ تعالیٰ کا شریک یا اللہ تعالیٰ کا جہل یہ تمام امور تحت قدرت نہیں ہیں اور اس سے قدرت میں کمی لازم نہیں آتی کیونکہ یہ امور فی نفسہٖ ممکن نہیں ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم ایک ایسی چیز فرض کرتے ہیں جس کے کمالات میں برابر یا اس سے بڑھ کر کسی اور مخلوق کا پیدا کرنا محال بالذات ہے، اب ایسی مخلوق کا پیدا کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ممکن نہیں تو قدرت میں کمی اور عجز لازم آیا اور اگر ممکن ہے تو یہ مان لیا گیا کہ اس مخلوق کے کمالات میں برابر پیدا کرنا تحت قدرت نہیں ہے اگر اس سے عجز لازم نہیں آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے تحت قدرت نہ ہونے سے بھی عجز نہیں لازم آنا چاہیے۔

ایک اور شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ممکن کی مثل بھی ممکن ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں لہٰذا آپ کی مثل بھی ممکن ہونی چاہیے لہٰذا آپ کی نظیر ممکن ہوگی نہ کہ محال، اس کا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ممکن کی مثل کا ہونا ممکن ہے ورنہ واجب کی مثل واجب ہے کا مطلب ہوگا کہ واجب کی مثل کا ہونا واجب ہے اور یہ بداہتہً باطل ہے اس لیے اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ممکن کی مثل ہوگی تو ممکن ہوگی جیسا کہ دوسرے قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر واجب کی مثل ہوگی تو واجب ہوگی۔

علامہ خیر آبادی نے اس نظریہ پر ایک اور دلیل قائم کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق اور آخر الانبیاء ہیں اور جس شخص کو نظیر فرض کیا گیا وہ اول خلق اور آخر الانبیاء ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو آپ کے برابر نہیں اور اگر وہ اول خلق اور آخر الانبیاء ہے تو جب وہ اول خلق ہے تو حضور سے پہلے ہوگا پس آپ اول نہ رہے لہٰذا آپ کے برابر نہ رہا اور آخر الانبیاء ہے تو وہ آپ کے بعد نبی ہوگا لہٰذا آپ آخر نہ رہے پھر بھی وہ آپ کے برابر نہ رہا۔ پس جب بھی اس شخص کو اوصاف کمالیہ میں آپ کے برابر فرض کیا جائے گا وہ برابر نہیں رہے گا اور جس چیز کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ ممتنع اور محال بالذات ہوتا ہے لہٰذا آپ کی نظیر ممتنع بالذات ہے۔

اس دلیل پر بعض علماء یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ مثلاً زید کا بیٹا عمرو باقی بیٹوں سے پہلے پیدا ہوا یا سب کے آخر میں پیدا ہوا اور اس کی صفت اول ولد یا آخر ولد ہے تو اس کی نظیر بھی ممتنع بالذات ہوگی کیونکہ آپ جس کو بھی اول یا آخر فرض کریں گے وہ اول یا آخر نہیں رہے گا اس طرح عمرو کی بلکہ ہر شخص کی نظیر ممتنع ہو جائے گی تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول ولد یا آخر ولد ہونا کوئی صفت کمال نہیں ہے جبکہ اول خلق ہونا اور آخر الانبیاء

لہ۔ علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء تحقیق الفتوی ص ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور بار اول ۱۳۹۹ھ۔

ہونا صفت کمال ہے علاوہ ازیں اس صورت میں یہ نظریہ اور مستحکم ہوجاتا ہے کہ جب ہر شخص کی نظیر ممتنع بالذات ہے تو آپ کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے میں کیا استبعاد ہے!

بَابُ ۳۱۸ بَيَانِ اَنَّ الْقُبْلَةَ فِي الصَّوْمِ لَيْسَتْ مُحَرَّمَةً عَلٰى مَنْ لَّمْ تُحَرِّكْ شَهْوَتَهٗ

روزے میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا حرام نہیں ہے بشرطیکہ جذبات پر قابو ہو

۲۴۶۹ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ اِحْدٰى نِسَآئِهٖ ثُمَّ تَضْحَكُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی کا بوسہ لے لیتے تھے، یہ فرما کر حضرت عائشہ ہنسنے لگیں۔

(ف): یہ واقعہ حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے سے بیان کیا ہے، ہنسنے کا سبب اس بات پر تعجب تھا کہ مسئلہ بتلانے کے لیے انھیں یہ ذکر کرنا پڑا۔

۲۴۷۰ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَآئِمٌ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ نَعَمْ۔

سفیان کہتے ہیں میں نے عبد الرحمان بن قاسم سے پوچھا کیا تمہارے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔ عبد الرحمان کچھ دیر چپ رہے پھر کہا: ہاں۔!

(ف): اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ روزے میں اپنی بیوی کے ساتھ یہ عمل فی نفسہٖ جائز ہے۔

۲۴۷۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِيْ وَهُوَ صَآئِمٌ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں میرا بوسہ لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنے جذبات پر قابو تھا تم میں سے کون شخص اس طرح اپنے جذبات کو کنٹرول کر سکتا ہے؟۔

۲۴۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ ثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے اور روزے میں (کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے، لیکن حضور

إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَلَكِنَّهُ أَمْلَكُكُمْ لِإِرْبِهِ

تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے۔

(ف): یعنی تم اگر ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ جذبات سے بے قابو ہو کر عمل تزویج کر گزرو جو روزے میں حرام ہے۔

۲۴۷۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی کسی زوجہ کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے اور حضور تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے۔

۲۴۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے تھے۔

۲۴۷۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْنَا لَهَا أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ نَعَمْ وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ أَوْ مِنْ أَمْلَكِكُمْ لِإِرْبِهِ شَكَّ أَبُو عَاصِمٍ

اسود کہتے ہیں کہ: میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے استفسار کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے تھے فرمایا ہاں! لیکن حضور تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے یا فرمایا: تم میں سے کون آپ کی طرح جذبات پر قابو رکھنے والا ہے!

۲۴۷۶ - وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے۔

عَنِ الْأَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰی اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَسْاَلَانِهَا فَذَکَرَ نَحْوَهٗ۔

۲۴۷۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۷۸ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بِشْرٍ الْحَرِیْرِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ یَعْنِی ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۷۹ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ زِیَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ فِیْ شَهْرِ الصَّوْمِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے مہینہ میں بوسہ لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۰ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ النَّهْشَلِیُّ حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ فِیْ رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں روزے میں بوسہ لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَبِّلُ وَهُوَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

صَائِمٌ۔

۲۴۸۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۸۴۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُقَبِّلُ الصَّائِمُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ هٰذِهِ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَخْشَاكُمْ لَهُ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو! حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سنو! خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔!

ف: حضرت عمر بن ابی سلمہ، حضرت ام سلمہ کے بیٹے تھے۔

روزے میں بوسہ لینے میں مذاہب

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک روزے میں بوسہ لینا مطلقاً مباح ہے، امام مالک مکروہ قرار دیتے

ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جوان کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھے کے لیے مباح ہے۔ امام مالک سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ نفلی روزے میں مباح ہے اور فرض میں مباح نہیں ہے البتہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ بوسہ لینے سے اس وقت روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک انزال منی نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت ذنب کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۲۴۸۲ میں ہے حضرت عمر بن ابی سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے اس لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب اور مغفرت ذنب کا کیا مطلب ہے کیونکہ ہمارے نزدیک آپ کا کوئی فعل حقیقۃً گناہ ہے نہ صورۃً۔

قرآن کریم کی سورۂ فتح کی ابتداء میں یہ آیت ہے: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر (فتح : ۲) علامہ آلوسی لکھتے ہیں یہاں ذنب کا اطلاق اس چیز پر ہے جو فی نفسہٖ گناہ نہیں ہے بلکہ ان کاموں کو ذنب فرمایا گیا ہے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منظر عالی کے پیش نظر ذنب خیال فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ ہم نے ان کاموں کی بھی مغفرت فرما دی ہے۔

علامہ ابوسعود لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات تبلیغ دین اور تشریع کے پیش نظر افضل اور اولیٰ کاموں کو ترک فرما دیتے تاکہ مسلمان جان لیں کہ ان کاموں کا ترک کرنا بھی جائز ہے یہاں ذنب کا اطلاق ایسے کاموں کے ترک پر فرمایا ہے اور اس کی بھی مغفرت کی نوید سنا دی ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کاموں سے منع کیا اور پھر ان کاموں کو کیا بھی تاکہ مسلمان جان لیں کہ ان کاموں کا کرنا حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے اور ان کا کرنا جائز ہے، لہٰذا یہاں ذنب کا اطلاق ان چیزوں پر ہے جو مکروہ تنزیہی تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی مغفرت کر دی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کا حکم رکھتی ہیں، اس آیت میں ان نیکیوں پر ذنب کا اطلاق فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ذنب سے بر سبیل فرض گناہ مراد ہیں، یعنی اگر آپ کے بالفرض گناہ ہیں بھی تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے۔

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں یہ ایک عزت افزائی کا کلمہ ہے، جیسے انگریزوں کے زمانہ میں کہا جاتا تھا فلاں شخص پر سات خون معاف ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ اس نے سات خون کر دیے ہیں جو معاف کیے گئے ہیں، بلاتشبیہ وتمثیل آپ کی عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت ذنوب کا اعلان کیا۔

شیخ عزالدین ابن سلام لکھتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام مغفور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں فرمایا اسی وجہ سے میدان حشر میں انبیاء علیہم السلام ابتداءً لوگوں کی شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور نفسی نفسی کہہ کر اپنی تشویش کا اظہار فرمائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کی مغفرت کا اعلان نہ کرتا تو ممکن تھا کہ آپ کو بھی اپنی فکر اور تشویش ہوتی اور آپ بھی شفاعت کرنے میں جھجک اور ہچکچاہٹ محسوس کرتے اسلیئے

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی آپ کی مغفرت کا اعلان کر کے آپ کو تسلی دیدی تاکہ محشر میں آپ تسلی، اطمینان اور شرح صدر سے سب کی شفاعت فرما سکیں۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مغفرت کے معنی ستر ہیں اور ہمارے حق میں مغفرت ذنوب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہماری ذوات اور ہمارے عذاب کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے اور انبیاء کے حق میں مغفرت ذنوب کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ذوات اور ان کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ اپنی عصمت اور حفاظت کو حائل کر دے اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔

حضور عصمت کے باوصف امتثال امر اور تواضع کی وجہ سے بکثرت استغفار کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے اظہار قبولیت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

سیدی عبدالعزیز دباغ نے افادہ فرمایا کہ معصیت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔ جب بندے اور خدا کے درمیان غلبہ شہوت، غلبہ غضب یا غلبہ حرص کے حجابات حائل ہو جاتے ہیں، تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ کی جسمانی کثافت، بشری آبیولانیت اور ظلمات معصیت کے حجابات بھی اس کے اور خدا کے درمیان حائل رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ معرفت الٰہی سے بے بہرہ حضور و شہود سے غافل اور کسب معصیت میں اندھا ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور اللہ عزوجل کی ذات کے درمیان یہ حجاب نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے وہ جمال ذات کے محرم، اسرار اور صفات سے واقف اور شہود و حضور میں مستغرق ہوتے ہیں پھر گناہ کیسا! نیز غوث عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں نجس اور متعفن کپڑے پر آکر مکھیاں بیٹھتی ہیں اگر کپڑا نہ ہو تو مکھیاں بھی نہ ہونگی اور حجاب بمنزلہ کپڑے اور گناہ بمنزلہ مکھیاں ہوتے ہیں پس جب انبیاء اور خدا کے درمیان حجاب نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا اور رفع حجاب حسب مراتب ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں "عفو" کا معنی ہمارے حق میں ستر ذنوب اور انبیاء کے حق میں عدم ذنوب ہوتا ہے اس تمہید کے بعد آیت کا مطلب بیان فرماتے ہیں: انا فتحنا لك فتحا مبينا۔ "پیارے ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا اور فتح مبین عطا کر دی ہے تاکہ تم ہمیشہ مشاہدۂ ذات اور مطالعۂ صفات میں مستغرق اور منہمک رہو اور تمہاری زندگی گذشتہ ہو یا آئندہ اس میں کسی قسم کی کوئی خطا در راہ نہ پا سکے نہ اجتہاداً نہ عمداً۔

گناہ کا ایک سبب نفس اور اس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے جب انسان اور اس کے اعمال کے درمیان محبت نفس آتی ہے تو معصیت جنم لیتی ہے اور نیکی کا سبب اللہ اور اس کے احکام سے بے اندازہ محبت ہے جب انسان محبت الٰہی سے سرشار ہوتا ہے تو اسے ہر گناہ سے نفرت اور ہر نیکی سے الفت ہو جاتی ہے۔ پھر نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل اور شریعت کی دشوار گزار راہوں میں آبلہ پا چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

جب دل اس کی یاد سے معمور اور آنکھیں جلووں سے مخمور ہوں تو انسان اس کی خاطر سر کٹا سکتا ہے۔ لیکن خواہش کے آگے سر جھکا نہیں سکتا۔ لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کیلیے اپنی محبت کی راہوں کو کشادہ کر دیا تاکہ آپ کی زندگی کے کسی حصہ میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو محرومِ محبت کا ثمرہ ہو۔

بعض علماء نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی یا امت کے گناہوں کی مغفرت کردی ہے۔"

بعض معاصرین نے بھی یہ لکھا ہے:

"اور آیت کریمہ میں امت کے گناہ مراد ہیں ...." [۱]

ان حضرات نے جو یہ تفسیر بیان کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ کے گناہوں کی مغفرت کے اعلان سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ نے معاذ اللہ گناہ کیے ہوں اس پریشانی سے چھٹکارا پانے کے لیے انھوں نے یہ تفسیر کردی کہ اس آیت میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے لیکن یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے، باقی رہی ان کی پریشانی تو اس سے نجات کے لیے اجلّہ علماء کے وہ جوابات کافی ہیں جن کو ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں۔

متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے اس آیت سے یہ مراد لیا کہ اس آیت میں آپ کی مغفرت کا اعلان ہے اور امت کی مغفرت مراد نہیں ہے اور صحابہ کرام نے آپ کے سامنے یہ مطلب بیان کیا اور آپ نے اس مطلب کی توثیق کردی، اس لیے اس آیت سے امت کی مغفرت مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ سر دست ہم یہاں چار حدیثیں پیش کر رہے ہیں۔

(۱)۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امرهم من الاعمال ما تطيقون قالوا انا لسنا كهيئتك يا رسول الله ان الله قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فيغضب حتى يعرف الغضب فى وجهه ثم يقول ان اتقاكم و اعلمكم بالله انا۔ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کسی عمل کا حکم دیتے تو ایسے عمل کا حکم دیتے جس کو وہ آسانی سے کر سکیں (یعنی مشکل اور دشوار عبادتوں کا حکم نہ دیتے) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں ہیں، لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کردی ہے۔ (یعنی آپ کے لیے تو قلیل عبادات کافی ہیں ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا تم سب سے زیادہ متقی اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں۔ (لہٰذا بہت زیادہ عبادت کی کوشش مت کرو۔)

(۲)۔ عن عمر بن ابی سلمة انه سأل رسول

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[۱] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، بار اوّل۔

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایقبل الصائم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سل ھذہ لام سلمۃ فاخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع ذلک فقال یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ انی لاتقاکم و اخشاکم لہ۔ [۱]

کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ سے پوچھو، حضرت ام سلمہ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس طرح کرتے ہیں! انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: سنو خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ [۱]

(۳)- عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستفتیہ وھی تسمع من وراء الباب فقال یا رسول اللہ! تدرکنی الصلوٰۃ وانا جنب فاصوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تدرکنی الصلوٰۃ وانا جنب فاصوم فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال واللہ انی لارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی۔ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ مسئلہ دریافت کیا اور اس وقت میں بھی دروازے کی اوٹ سے سن رہی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں اس وقت روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات) نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں! میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری مثل کب ہیں! لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا! مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

آخر الذکر دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ روزے میں بوسہ لینے اور حالت جنابت میں روزے کی نیت کو گناہ سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے کہا اگر آپ یہ کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے ہمیں ان کاموں سے بچنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ کام گناہ نہیں

---

[۱] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[۲] " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴

ہیں اگر گناہ ہوتے تو میں تم سب سے زیادہ گناہوں کا جاننے والا اور تم سب سے زیادہ ان سے بچنے والا ہوں۔ اور پہلی حدیث کا مطلب ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ قوسین میں واضح کر دیا ہے۔ ان تینوں احادیث سے یہ بات صراحتہً ثابت ہے کہ حضور اور صحابہ کے نزدیک اس آیت میں مغفرت کا اسناد آپ کی طرف تھا امت کی طرف نہیں تھا اور اس سلسلے میں چوتھی حدیث یہ ہے۔

(۴): عن المغیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ لم تصنع ہذا وقد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا۔ له

(متفق علیہ)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اس قدر قیام کیا کہ پاؤں مبارک میں ورم آگیا۔ آپ سے کہا گیا آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں!۔

(بخاری و مسلم)

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ زیر بحث آیت کریمہ میں مغفرت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کی طرف نہیں ہے نیز اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں۔

دنیا میں مغفرت کی بشارت کا حصول اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے جو تمام نبیوں اور رسولوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا، اور یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت ہے اور اس تقدیر پر یہ آپ کی فضیلت نہیں رہتی بلکہ آپ کے اگلوں پچھلوں یا امت کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا میں ان کی مغفرت کی نوید سنا دی گئی! جبکہ آپ کی مغفرت کا اعلان کسی اور آیت میں نہیں ہے، اگرچہ عصمت کی بناء پر آپ کی مغفرت دوسری آیات سے ثابت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اگلوں پچھلوں اور امت کی مغفرت کر دی گئی ہے تو کیا اگلوں پچھلوں اور امت سے ان کی بداعمالیوں کا محاسبہ اور مواخذہ اور ان میں سے بعض کو عتاب اور عذاب نہیں ہوگا؟ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو ان کی بداعمالیوں پر عذاب ہوگا اگرچہ بالآخر ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اگر یہ مطلب بیان کیا جائے کہ انجام کار ان کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے تو یہ کوئی ایسی فضیلت کی بات نہیں جو آپ کی بدولت اور آپ کے سبب سے اگلوں پچھلوں اور امت کو حاصل ہو کیونکہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کی بہر حال نجات ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی بدولت اگر اگلوں، پچھلوں کی مغفرت سے مراد یہ ہے کہ ابتداءً ان کی مغفرت ہو جائیگی تو یہ ثابت نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی تو اس میں کوئی خصوصیت اور فضیلت نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ آپ کی امت کے بعض گناہ گار افراد کی مغفرت آپ کی شفاعت کی بدولت ہوگی۔ تو یہ مطلب حق ہے لیکن اس صورت میں اس آیت میں تین مضافات کا محذوف ماننا لازم آئے گا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی: لیغفر لک اللہ

له۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۱۰۹-۱۰۸ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

لبعض عصاۃ امتک بشفاعتک　　اور یہ دور ناز کار تاویل ہے اور جبکہ آیت کریمہ کا صحیح محمل موجود ہے تو اس پر از تکلف تاویل کی کیا ضرورت ہے! ــــــــ اس مسئلہ کی مزید تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ ۳۱۹ صِحَّةِ صَوْمِ مَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ

۲۴۸۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فَلَا يَصُمْ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ لِأَبِيهِ فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَكِلْتَاهُمَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلَى مَرْوَانَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَرْوَانُ عَزَمْتُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا ذَهَبْتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَدَدْتَ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ قَالَ فَجِئْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَبُو بَكْرٍ حَاضِرُ ذٰلِكَ كُلِّهِ قَالَ فَذَكَرَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَهُمَا قَالَتَاهُ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هُمَا أَعْلَمُ ثُمَّ رَدَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا كَانَ يَقُولُ فِي ذٰلِكَ إِلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ ذٰلِكَ مِنَ

حالت جنابت میں اگر فجر ہو جائے تو روزہ صحیح ہے

ابوبکر کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایات میں، بیان کرتے تھے کہ جو شخص جنبی حالت میں صبح اٹھے وہ روزہ نہ رکھے، میں نے اس کا اپنے والد عبدالرحمان بن حارث سے ذکر کیا۔ انھوں نے اس کا انکار کیا پھر میں اور عبدالرحمان، حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ عبدالرحمان نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا، ان دونوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے، ابوبکر کہتے ہیں پھر ہم مروان کے پاس گئے اور اس سے اس بات کا ذکر کیا، مروان نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم ضرور حضرت ابوہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو، ہم ابوہریرہ کے پاس گئے اور اس موقع پر راوی ابوبکر بھی تھے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ سے ماجرا بیان کیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا: کیا ان دونوں نے یہ کہا ہے؟ عبدالرحمان نے کہا ہاں! حضرت ابوہریرہ نے کہا وہ دونوں اس بات کو زیادہ جانتی ہیں، پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے یہ قول فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے اس قول سے رجوع کر لیا، ابن جریج کہتے ہیں میں نے عبدالملک سے پوچھا کیا ان دونوں نے رمضان کے روزے کے بارے میں یہ حدیث بیان کی تھی؟ انھوں نے کہا آپ بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور روزہ کی نیت کر لیتے۔

الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَعَ أَبُو هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَمَّا كَانَ یَقُولُ فِی ذٰلِكَ الْحَدِیثِ قُلْتُ لِعَبْدِ الْمَلِكِ أَقَالَتَا فِی رَمَضَانَ قَالَ كَذٰلِكَ یُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَیْرِ حُلُمٍ ثُمَّ یَصُومُ۔

۲۴۸۶ - وَحَدَّثَنِی حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِی یُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ وَأَبِی بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِی رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَیْرِ حُلُمٍ فَیَغْتَسِلُ وَیَصُومُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حالِ جنابت میں رمضان میں صبح کو اٹھتے پھر غسل کر کے روزے کی نیت کر لیتے۔

۲۴۸۷ - حَدَّثَنِی هَارُونُ بْنُ سَعِیدٍ الْأَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِی عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْحِمْیَرِیِّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ مَرْوَانَ أَرْسَلَهُ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا یَسْأَلُ عَنِ الرَّجُلِ یُصْبِحُ جُنُبًا أَیَصُومُ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ لَا حُلُمٍ ثُمَّ لَا یُفْطِرُ وَلَا یَقْضِی۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ مروان نے انھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا جو شخص حالِ جنابت میں صبح کو اٹھے، آیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھتے دراں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے پھر آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور نہ (اس) روزے کی قضا کرتے تھے۔

۲۴۸۸ - حَدَّثَنِی یَحْیَى بْنُ یَحْیٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِیدٍ عَنْ أَبِی بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں صبح اٹھتے دراں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے، اور آپ روزے کی نیت کر لیتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَصُومُ۔

۲۴۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ ابْنُ مَعْمَرِ بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو طُوَالَةَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيهِ وَهِيَ تَسْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُدْرِكُنِي الصَّلٰوةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلٰوةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ فَقَالَ لَسْتَ مِثْلَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي۔

۲۴۹۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا أَيَصُومُ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آیا درآں حالیکہ وہ بھی دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں (اس وقت) روزہ رکھ سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی نماز کے وقت اٹھتا ہوں۔ درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں اور میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل کب ہیں! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا! بخدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا میں تم سب سے زیادہ عالم ہوں۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا وہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے جو حالت جنابت میں صبح اٹھے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اُٹھتے اور پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔

ترجمۃ الباب پر دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے حضرت فضل بن عباس سے سن کر یہ روایت کرتے تھے جو شخص حالت جنابت میں صبح اُٹھے وہ روزہ نہ رکھے لیکن جب انھوں نے حضرت عائشہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے تو انھوں نے حضرت فضل کی روایت سے رجوع کر لیا کیونکہ اس چیز کو ازواج مطہرات زیادہ جانتی تھیں، علاوہ ازیں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت قرآن مجید کے مطابق ہے، کیونکہ قرآن مجید میں طلوع فجر تک کھانے پینے اور عمل ازدواج کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله

اب اپنی بیویوں سے عمل ازدواج کرو، اور اللہ تعالیٰ

لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ (بقرہ: ۱۸۷)۔

نے تمہارے لیے جو اولاد مقدر کر دی ہے اس کو تلاش کرو، اور کھاتے پیتے رہو، حتیٰ کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے یعنی فجر (ہو جائے)۔

اور جب طلوع فجر تک عمل ازدواج میں مشغول رہنا جائز ہوا تو حال جنابت میں روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہو گیا۔

بَابُ ۳۲ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الْجِمَاعِ فِي نَهَارِ رَمَضَانَ عَلَى الصَّائِمِ وَوُجُوبِ الْكَفَّارَةِ الْكُبْرَى فِيهِ وَبَيَانِهَا وَأَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمُوسِرِ وَالْمُعْسِرِ وَتَثْبُتُ فِي ذِمَّةِ الْمُعْسِرِ حَتَّى يَسْتَطِيعَ

روزے میں عمل ازدواج کی حرمت اور کفارے کا وجوب

۲۴۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَمَا أَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ مَا تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا قَالَ أَفْقَرَ مِنَّا فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا! آپ نے فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے ساتھ رمضان میں عمل ازدواج کر لیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو متواتر دو ماہ روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں پھر وہ بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرہ آیا، آپ نے اس سے فرمایا اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند ہے؟ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلکھلا کر ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: جاؤ جا کر اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

۲۴۹۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزِّنْبِيلُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں کھجوروں کے ٹوکرے کا ذکر ہے اور یہ نہیں ہے کہ آپ کھلکھلا کر ہنسے اور آپ کی مبارک داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔

۲۴۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَاسْتَفْتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں (دن کے وقت) اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

۲۴۹۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكَفِّرَ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

ایک اور سند سے مروی ہے ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارے کا حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے، باقی حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۹۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۲۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ احْتَرَقْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ قَالَ وَطِئْتُ امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ نَهَارًا قَالَ تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَجَاءَهُ عَرَقَانِ فِيهِمَا طَعَامٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں تو جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر؟ اس نے کہا میں نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا، آپ نے فرمایا صدقہ کرو، صدقہ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ بیٹھ جائے اسی اثناء میں آپ کے پاس کھانے کے دو ٹوکرے آئے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ (ان کو) صدقہ کر دے۔

۲۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ أَتٰى رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَلَيْسَ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ وَلَا قَوْلُهُ نَهَارًا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا پھر وہی حدیث ہے لیکن اس میں دن کے وقت کا اور صدقہ دینے کے حکم کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴۹۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں حاضر ہوا، اور آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں جل گیا! میں جل گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اَتٰى رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ احْتَرَقْتُ احْتَرَقْتُ فَسَاَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاْنُهٗ فَقَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ قَالَ تَصَدَّقْ فَقَالَ وَاللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا لِيْ شَيْءٌ وَّمَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اَقْبَلَ رَجُلٌ يَّسُوْقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ اٰنِفًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغَيْرَنَا فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَجِيَاعٌ مَا لَنَا شَيْءٌ قَالَ فَكُلُوْهُ۔

اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا! آپ نے فرمایا صدقہ کرو، اس نے کہا یا نبی اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے اور نہ میں اس پر قادر ہوں! آپ نے فرمایا بیٹھ جا! وہ بیٹھ گیا، ابھی وہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص دراز گوش ہانکتا ہوا لایا جس پر کھانا لدا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جلنے والا کہاں گیا؟ وہ شخص کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے علاوہ؟ بخدا ہم بھوکے ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں! آپ نے فرمایا تو تم ہی کھا لو!۔

روزے کے کفارہ میں مذاہب

رمضان کے روزے کو عمداً عمل ازدواج سے توڑنے پر کفارے کے لزوم میں مذاہب اربعہ متفق ہیں اور اگر نسیاناً عمل ازدواج کرے تو احناف اور شوافع کے نزدیک قضا اور کفارہ نہیں ہے، امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، اور امام احمد کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ لازم آتا ہے [1]۔

شافعیہ کے نزدیک اگر عمداً کھانا کھا لیا یا پانی پی لیا تو قضا ہے اور کفارہ نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اس صورت میں بھی قضا اور کفارہ لازم ہیں۔

روزے میں انجکشن لگوانے کا حکم

ہمارے زمانہ میں عام علماء کا یہ نظریہ ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ رگ میں انجکشن لگوایا جائے یا مسَل میں، پہلے میرا بھی یہی نظریہ تھا، لیکن اس مسئلہ میں زیادہ غور و خوض کرنے اور علماء سے مذاکرات کے بعد میں نے اب اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا ہے، اور اب میری تحقیق یہ ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، خواہ وہ انجکشن گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا مدار دخول پر ہے خروج پر نہیں ہے اس کی پوری تحقیق ضمیمہ میں ص ۱۱۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

افلاس کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ توڑے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور بسبب افلاس اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔ حدیث شریف میں جس اعرابی کا ذکر ہے اس سے بھی کفارہ ساقط نہیں ہوا تھا چونکہ وہ شخص مضطر تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھجوریں کھانے کے لیے دے دیں لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تجھ سے کفارہ ساقط ہو گیا۔ اس کی فراغت اور وسعت تک کفارہ موقوف ہو گیا تھا۔

[1]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ،

بَابُ ۳۲۱ جَوَازِ الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لِلْمُسَافِرِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ إِذَا كَانَ سَفَرُهُ مَرْحَلَتَيْنِ فَأَكْثَرَ

سفر شرعی میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کی رخصت

۲۵۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ ثُمَّ أَفْطَرَ قَالَ وَكَانَ صَحَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُونَ الْأَحْدَثَ فَالْأَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں سفر پر گئے جب مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ کھول لیا، اور صحابہ کرام آپ کے ہر نئے سے نئے حکم کی پیروی کرتے تھے۔

۲۵۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ قَالَ يَحْيَى قَالَ سُفْيَانُ لَا أَدْرِي مِنْ قَوْلِ مَنْ هُوَ يَعْنِي يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے سفیان کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قول کس کا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری قول پر عمل کیا جاتا تھا۔

۲۵۰۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ كَانَ الْفِطْرُ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَصَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ لِثَلَاثَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ۔

زہری کہتے ہیں کہ روزہ کھول لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل پر ہی عمل کرنا چاہیے اور زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رمضان المبارک کی صبح کو مکہ پہنچے تھے۔

۲۵۰۳- وحدثني حرملة بن يحيى أخبرنا ابن وهب أخبرني يونس عن ابن شهاب بهذا الإسناد مثل حديث الليث قال ابن شهاب فكانوا يتبعون الأحدث فالأحدث من أمره ويرونه الناسخ المحكم.

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام آپ کے آخری عمل کی پیروی کرتے تھے اور آپ کے آخری عمل کو ناسخ قرار دیتے تھے۔

۲۵۰۴- وحدثنا إسحق بن إبراهيم أخبرنا جرير عن منصور عن مجاهد عن ابن عباس قال سافر رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فصام حتى بلغ عسفان ثم دعا بإناء فيه شراب فشربه نهارا ليراه الناس ثم أفطر حتى دخل مكة قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فصام رسول الله صلى الله عليه وسلم وأفطر فمن شاء صام ومن شاء أفطر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں سفر کیا اور روزہ رکھا، جب مقام عسفان پہنچے تو آپ نے ایک برتن منگایا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی اور اس مشروب کو دن میں پیا تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ پھر آپ نے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزے رکھے ہیں اور روزے چھوڑے بھی ہیں جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

۲۵۰۵- وحدثنا أبو كريب حدثنا وكيع عن سفيان عن عبد الكريم عن طاوس عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال لا نعيب على من صام ولا على من أفطر قد صام رسول الله صلى الله عليه وسلم في السفر وأفطر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں روزہ رکھنے والے کو برا کہتے تھے نہ روزہ نہ رکھنے والے کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا اور نہیں بھی رکھا۔

۲۵۰۶- وحدثني محمد بن مثنى حدثنا عبد الوهاب يعني ابن عبد المجيد حدثنا جعفر عن أبيه عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج عام الفتح إلى مكة في رمضان فصام حتى بلغ كراع الغميم فصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعه حتى نظر الناس إليه ثم شرب فقيل له بعد ذلك إن بعض

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ روانہ ہوئے تو آپ نے روزہ رکھا لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا، جب آپ کراع الغمیم پہنچے تو آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا پھر اس کو بلند کیا تاکہ لوگ دیکھ لیں، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ نافرمان ہیں۔

النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ۔

٢٥٠٧- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَإِنَّمَا يَنْظُرُونَ فِيمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے، اس میں یہ زیادتی ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزہ دشوار ہو رہا ہے اور وہ آپ کے فعل کے منتظر ہیں، پھر آپ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگایا۔

٢٥٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا لَهُ قَالُوا رَجُلٌ صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار سفر کر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں اور اس پر سایہ کیا گیا ہے۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

٢٥٠٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت اسی طرح ہے جس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا ـــــ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

٢٥١٠- وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ وَكَانَ يَبْلُغُنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّهُ كَانَ

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رخصت دی ہے اس پر عمل کرنا تم کو لازم ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں

يَزِيدُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَفِي هٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّهُ قَالَ عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللّٰهِ الَّذِي رَخَّصَ لَكُمْ قَالَ فَلَمَّا سَأَلْتُهُ لَمْ يَحْفَظْهُ۔

نے ان سے دوبارہ پوچھا تو ان کو یہ جملہ یاد نہیں تھا۔

۲۵۱۱۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۶ سولہ رمضان کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں گئے۔ ہم میں سے کچھ لوگ روزے سے تھے اور کچھ کا روزہ نہیں تھا، روزہ دار نے روزہ چھوڑنے والے کی مذمت کی نہ روزہ چھوڑنے والے نے روزہ دار کی۔

۲۵۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَامِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ هَمَّامٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ التَّيْمِيِّ وَعُمَرَ بْنِ عَامِرٍ وَهِشَامٍ لِثَمَانَ عَشْرَةَ خَلَتْ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ فِي ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَشُعْبَةَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ أَوْ تِسْعَ عَشْرَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور تاریخ میں راویوں کا اختلاف ہے تیمی عمرو بن عامر اور ہشام کی روایت میں اٹھارہ تاریخ ہے، سعید کی روایت میں بارہ تاریخ ہے اور شعبہ کی روایت میں سترہ یا انیس تاریخ مذکور ہے۔

ف: آپ مدینہ سے دس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ میں انیس تاریخ کو داخل ہوئے کسی نے درمیانی تاریخ ذکر کر دی اور کسی نے آخر کی۔

۲۵۱۳۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمَا يُعَابُ عَلَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک میں سفر کرتے تھے، روزہ دار کے روزہ پر کوئی تنقید کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والے کے افطار پر۔

الصَّائِمِ صَوْمَهُ وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ إِفْطَارَهُ ۔

۲۵۱۴ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ يَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَأَفْطَرَ فَإِنَّ ذَلِكَ حَسَنٌ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک میں جہاد کرتے۔ ہم میں سے کسی کا روزہ ہوتا تھا اور کسی کا نہیں، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کو کچھ کہتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کو، ان کا یہ خیال تھا کہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہے اور روزہ رکھ لیتا ہے تو یہ بہتر ہے اور جو شخص ضعیف ہے وہ روزہ چھوڑ دیتا ہے تو یہ اچھا ہے۔

۲۵۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ قَالَ سَعِيدٌ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَصُومُ الصَّائِمُ وَيُفْطِرُ الْمُفْطِرُ فَلَا يَعِيبُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا، پس روزہ دار روزہ رکھتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ چھوڑ دیتا تھا اور کوئی کسی کو برا نہیں کہتا تھا۔

۲۵۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الصَّوْمِ فِي رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ ۔

حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا ہے، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کی مذمت کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کی۔

۲۵۱۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ خَرَجْتُ فَصُمْتُ فَقَالُوا لِي أَعِدْ فَقَالَ فَقُلْتُ إِنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا

حمید کہتے ہیں کہ میں سفر پر روانہ ہوا اور روزہ رکھ لیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا تم دوبارہ روزہ رکھو، میں نے کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سفر کرتے تھے، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کی

يُسَافِرُوْنَ فَلَا يَعِيْبُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَقِيْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ فَاَخْبَرَنِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِمِثْلِهٖ۔

۲۵۱۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ اَكْثَرُنَا ظِلًّا صَاحِبُ الْكِسَاءِ فَمِنَّا مَنْ يَتَّقِي الشَّمْسَ بِيَدِهٖ قَالَ فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَضَرَبُوا الْاَبْنِيَةَ وَسَقَوا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ۔

۲۵۱۹- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَصَامَ بَعْضٌ وَّاَفْطَرَ بَعْضٌ فَتَحَزَّمَ الْمُفْطِرُوْنَ وَعَمِلُوْا وَضَعُفَ الصُّوَّامُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ فَقَالَ فِيْ ذٰلِكَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ بِالْاَجْرِ۔

۲۵۲۰- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَزَعَةُ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ مَكْثُوْرٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ اِنِّيْ لَا اَسْاَلُكَ عَمَّا يَسْاَلُكَ هٰؤُلَاءِ عَنْهُ سَاَلْتُهٗ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ

مذمت کرتا تھا، نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کی۔ پھر میں ابن ابی ملیکہ سے ملا تو انھوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت بیان کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض روزہ چھوڑنے والے، ہم ایک جگہ سخت گرمی میں پہنچے اور ہم میں سب سے زیادہ سایہ حاصل کرنے والا وہ شخص تھا جس کے پاس چادر تھی، ہم میں سے بعض اپنے ہاتھوں سے دھوپ سے بچ رہے تھے، پھر روزہ دار تو گر گئے اور روزہ چھوڑنے والے قائم رہے انھوں نے خیمے نصب کیے اور اونٹوں کو پانی پلایا تو آپ نے فرمایا آج روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا، روزہ چھوڑنے والے خدمت پر کمربستہ ہو گئے اور روزہ دار کام نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

قزعہ بیان کرتے ہیں میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا درآں حالیکہ ان کے پاس مجمع لگا ہوا تھا، جب ان کے پاس سے لوگ چھٹ گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ نہیں پوچھوں گا جو یہ لوگ پوچھ رہے تھے۔ میں نے ان سے سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کا سفر کیا ہے درآں حالیکہ ہم روزہ دار تھے، جب ہم ایک

وَنَحْنُ صِيَامٌ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَكَانَتْ رُخْصَةً فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ مُصَبِّحُوا عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا وَكَانَتْ عَزْمَةً فَأَفْطَرْنَا ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ.

منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: اس وقت تم اپنے دشمن کے قریب آگئے ہو اور اب روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت بخش ہوگا اور ہم کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت مل گئی پھر ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے روزہ نہیں رکھا۔ جب ہم دوسری منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا تم صبح کو اپنے دشمن کے پاس ہوگے اور روزہ نہ رکھنے سے تمہاری قوت زیادہ ہوگی اس لیے روزہ نہ رکھو آپ کا یہ حکم لازمی تھا لہٰذا ہم نے روزہ نہیں رکھا، اس کے بعد ایک وقت آیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں روزے رکھتے تھے۔

۲۵۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اگر چاہو تو نہ رکھو

۲۵۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ فَأَصُومُ فِي السَّفَرِ قَالَ صُمْ إِنْ شِئْتَ وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں آیا سفر میں بھی روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔

۲۵۲۳ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۲۵۲۴ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے

وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ حَمْزَةَ قَالَ إِنِّي رَجُلٌ أَصُومُ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ.

کہ میں ایک روزے دار شخص ہوں کیا میں سفر میں بھی روزے رکھوں؟

۲۵۲۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا وَقَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجِدُ بِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ قَالَ هَارُونُ فِي حَدِيثِهِ هِيَ رُخْصَةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنَ اللَّهِ.

حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں سفر میں روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں اگر میں سفر میں روزہ رکھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اللہ کی جانب سے رخصت ہے جس نے اس رخصت پر عمل کر لیا تو بہتر ہے اور جس نے روزہ رکھنا پسند کیا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے ہارون کی روایت میں صرف رخصت کا لفظ ہے "اللہ کی جانب سے" یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۲۵۲۶ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ حَتَّى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا مِنَّا أَحَدٌ صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سخت گرمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے حتیٰ کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے بعض لوگ اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی روزہ دار نہیں تھا۔

۲۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُولِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بعض اوقات سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ دار دیکھا جب گرمی کی شدت سے لوگ اپنے سروں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے، اور سوا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِیْ یَوْمٍ شَدِیْدِ الْحَرِّ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی رَأْسِہٖ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ وَ مَا مِنَّا اَحَدٌ صَآئِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ رَوَاحَۃَ۔

علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ کے ہم میں سے کوئی شخص بھی روزہ دار نہیں تھا۔

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب

سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے اگر رکھ لیا تو مقبول نہیں ہوگا اور اس کی قضاء واجب ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں اور ایک موقع پر سفر میں روزہ رکھنے والوں سے فرمایا یہ نافرمان ہیں اور جمہور علماء اور ائمہ اہل فتویٰ نے کہا کہ سفر میں روزہ منعقد ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا روزہ نہ رکھنا؟ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور اس کو روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف نہ ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ احادیث میں ہے سخت گرمی کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا، اور امام اوزاعی، اسحاق اور امام احمد نے کہا کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے، بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ نہ رکھنے کو حسن اور بہتر قرار دیا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف ہو، بعض علماء کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ نہ رکھنا دونوں برابر ہیں بہر حال اکثرین کا نظریہ صحیح ہے۔

مسلسل نفلی روزوں کا حکم

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دیدی۔ اس حدیث سے بعض علماء روزہ رکھنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ وہ سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ لہٰذا جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے ان کے علاوہ باقی ایام میں مسلسل روزے رکھنا جائز ہوا، اس پر یہ معارضہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حضور نے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ مسلسل روزے رکھنے سے انہیں ضعف لاحق ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بَابُ ۳۲۲ اِسْتِحْبَابِ الْفِطْرِ لِلْحَاجِّ بِعَرَفَاتٍ یَوْمَ عَرَفَۃَ

حاجی کے لیے عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ نہ رکھنے کا استحباب

۲۵۲۸ ۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ عُمَیْرٍ مَوْلٰی عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس کچھ لوگوں نے بحث کی کہ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہے

الحارث ان ناسا تماروا عندها يوم عرفة في صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم ليس بصائم فارسلت اليه بقدح لبن وهو واقف على بعيره بعرفة فشربه.

یا نہیں؟ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا اس وقت آپ میدان عرفات میں اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے، آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

۲۵۲۹ - حدثنا اسحق بن ابراهيم وابن ابي عمر عن سفيان عن ابي النضر بهذا الاسناد ولم يذكر وهو واقف على بعيره وقال عن عمير مولى ام الفضل.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس میں اونٹ پر کھڑے ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۵۳۰ - وحدثني زهير بن حرب حدثنا عبد الرحمن بن مهدي عن سفيان عن سالم ابي النضر بهذا الاسناد نحو حديث ابن عيينة وقال عن عمير مولى ام الفضل.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۲۵۳۱ - وحدثني هارون بن سعيد الايلي حدثنا ابن وهب اخبرني عمرو ان ابا النضر حدثه ان عميرا مولى ابن عباس حدثه انه سمع ام الفضل رضي الله تعالى عنها تقول شك ناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في صيام يوم عرفة ونحن بها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فارسلت اليه بقعب فيه لبن وهو بعرفة فشربه.

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے اس بات پر شک کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ حضرت ام الفضل کہتی ہیں کہ ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ام الفضل کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا درآں حالیکہ آپ میدان عرفات میں تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

۲۵۳۲ - وحدثني هارون بن سعيد الايلي حدثنا ابن وهب اخبرني عمرو عن بكير بن الاشج عن كريب مولى ابن عباس عن ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت ان الناس شكوا في صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عرفة فارسلت اليه ميمونة بحلاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق شک ہوا۔ حضرت میمونہ نے دودھ کا ایک لوٹا آپ کی خدمت میں بھیجا، درآں حالیکہ آپ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے اس میں سے دودھ پیا اور اس واقعہ کو سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

اللَّبَنِ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ۔

یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک یوم عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اور اس لیے بھی کہ روزہ رکھنے سے ضعف لاحق ہوگا جس کی وجہ سے ارکان حج کی ادائیگی میں فرق آئیگا۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں بعض روایات میں یوم عرفہ کے روزے کی جو فضیلت بتائی گئی ہے کہ عرفہ کے روزے سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ فضیلت غیر حاجیوں پر محمول ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کے یہ فوائد ذکر کیے ہیں: • سواری کی حالت میں میدان عرفات میں وقوف۔ • کھڑے ہو کر اور سواری کی حالت میں مشروب پینے کا جواز • نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دینے کا ثبوت۔ • دین دار زوجہ کے ہدیہ کو قبول کرنے کا ثبوت۔ • عورت کے اپنے مال میں تصرف کرنے کا جواز۔

بَابُ ۳۲۳ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ

عاشورہ کے دن روزہ رکھنا

۲۵۳۳ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا هَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ شَهْرُ رَمَضَانَ قَالَ مَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور (لوگوں کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا، اور جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي أَوَّلِ الْحَدِيْثِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ وَقَالَ فِي اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَتَرَكَ عَاشُوْرَآءَ فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِوَايَةِ جَرِيْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ آپ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور آخر میں یہ ہے کہ آپ نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا اور فرمایا جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۵ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا اب جبکہ اسلام آگیا تو جو چاہے

اللہ تعالیٰ عنہا اَنَّ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ کَانَ یُصَامُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ مَنْ شَآءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَآءَ تَرَکَهٗ۔

عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۶۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُ بِصِیَامِهٖ قَبْلَ اَنْ یُّفْرَضَ رَمَضَانُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ کَانَ مَنْ شَآءَ صَامَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے روزے کا حکم دیتے تھے اور جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جو چاہتا عاشورہ کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

۲۵۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ وَمُحَمَّدُ ابْنُ رُمْحٍ جَمِیْعًا عَنِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّ عِرَاکًا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ قُرَیْشًا کَانَتْ تَصُوْمُ عَاشُوْرَآءَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِهٖ حَتّٰی فُرِضَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ شَآءَ فَلْیُفْطِرْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس روزے کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان (کے روزے) فرض ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِیَّةِ کَانُوْا یَصُوْمُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَامَهٗ وَالْمُسْلِمُوْنَ قَبْلَ اَنْ یُّفْتَرَضَ رَمَضَانُ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَاشُوْرَآءَ یَوْمٌ مِّنْ اَیَّامِ اللّٰهِ فَمَنْ شَآءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَآءَ تَرَکَهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور فرضیت رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھا پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

۲۵۳۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

۲۵۴۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَرِهَ فَلْيَدَعْهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاشورہ کا تذکرہ کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے، جس کو اس دن روزہ رکھنا پسند ہو وہ رکھے اور جس کو ناپسند ہو وہ نہ رکھے۔

۲۵۴۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ كَانَ يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صِيَامَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے بارے میں فرمایا اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے جس شخص کو اس دن کا روزہ رکھنا پسند ہو وہ روزہ رکھے اور جس کو اس دن روزہ چھوڑنا پسند ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہفتہ کے جس دن کا روزہ رکھتے تھے اگر اس دن عاشورہ ہوتا تو اس دن کا روزہ رکھتے ورنہ نہ رکھتے۔

۲۵۴۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۲۵۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوم عاشورہ

زَيْدٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ ذَالِكَ يَوْمٌ كَانَ يَصُوْمُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ ۔

کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھتے تھے، جو شخص اس دن روزہ رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے اور نہیں رکھنا چاہتا تو نہ رکھے۔

۲۵۴۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ دَخَلَ الْاَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اُدْنُ اِلَى الْغَدَآءِ فَقَالَ اَوَلَيْسَ الْيَوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ قَالَ وَهَلْ تَدْرِيْ مَا يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ اِنَّمَا هُوَ يَوْمٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ تَرَكَهُ وَقَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ تَرَكَهُ ۔

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت عبد اللہ کے پاس گئے در آں حالیکہ وہ صبح کا ناشتا کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا: اے ابو محمد! آؤ ناشتا کر لو۔ انھوں نے کہا کیا آج عاشورہ کا دن نہیں ہے؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا کیا تم یوم عاشورہ کی حقیقت جانتے ہو؟ اشعث نے کہا وہ کیا ہے؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا فرضیت ماہ رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور جب ماہ رمضان فرض ہوا تو آپ نے عاشورہ کا روزہ ترک کر دیا۔

۲۵۴۵ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تَرَكَهُ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۲۵۴۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِيْ زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَكَنٍ اَنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ دَخَلَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَهُوَ يَاْكُلُ فَقَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اُدْنُ فَكُلْ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ قَالَ نَصُوْمُهُ ثُمَّ تُرِكَ

قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس عاشورہ کے دن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے در آں حالیکہ وہ کھانا کھا رہے تھے انھوں نے فرمایا اے ابو محمد! قریب آؤ اور کھانا کھاؤ۔ انھوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا پہلے ہم اس دن روزہ رکھتے تھے پھر چھوڑ دیا گیا۔

۲۵۴۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ يَأْكُلُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ الْيَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ قَدْ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَإِنْ كُنْتَ مُفْطِرًا فَاطْعَمْ.

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس عاشورہ کے دن گئے۔ درآں حالیکہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انھوں نے کہا اے ابو عبد الرحمان! آج تو عاشورہ کا دن ہے! حضرت ابن مسعود نے فرمایا فرضیت رمضان سے پہلے اس دن روزہ رکھا جاتا تھا اور جب رمضان فرض ہو گیا تو چھوڑ دیا گیا۔ اگر تمہارا روزہ نہیں ہے تو کھا لو۔

۲۵۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ ابْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورہ کے روزہ کا حکم دیتے تھے اور ہمیں اس پر برانگیختہ کرتے اور اس کا اہتمام کرتے تھے، پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا نہ اس سے روکا نہ اس کا اہتمام کیا۔

۲۵۴۹ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ خَطِيبًا بِالْمَدِينَةِ يَعْنِي فِي قَدْمَةٍ قَدِمَهَا خَطَبَهُمْ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِهٰذَا الْيَوْمِ هٰذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُفْطِرَ فَلْيُفْطِرْ.

حمید بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ آئے تو انھوں نے یوم عاشورہ کو خطبہ دیا اور فرمایا اے اہل مدینہ! تمہارے علما کہاں ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے متعلق فرمایا "یہ عاشورہ کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا اور میں روزے سے ہوں، تم میں سے جو شخص اس دن روزہ رکھنا پسند کرے وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا پسند کرے وہ نہ رکھے۔

۲۵۵۰ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ ،

۲۵۵۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ إِنِّي صَائِمٌ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ بَاقِيَ حَدِيثِ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ وَيُونُسَ

زہری نے اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں فرمایا: میں روزے سے ہوں، جو روزہ رکھنا چاہے وہ رکھے اور حدیث کا باقی حصہ نہیں ہے ۔

۲۵۵۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ فَقَالُوا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ فَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا ــــ کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، جب لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور بنو اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا، اس لیے اس دن کی تعظیم کی وجہ سے ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت ہمارا موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق ہے، پھر آپ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا

۲۵۵۳ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ ذَلِكَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے ۔

۲۵۵۴ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے

قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ قَالُوا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيهِ مُوسٰى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ۔

اس دن روزہ رکھنے کا کیا سبب ہے؟ انھوں نے کہا یہ ایک عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھا، اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وجہ سے شکر ادا کرنے کا تم سے زیادہ ہمارا حق ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۲۵۵۵۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ عَنِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ لَمْ يُسَمِّهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۵۵۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ تَتَّخِذُهُ عِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوهُ أَنْتُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود عاشورہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اسے عید قرار دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

۲۵۵۷۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ قَالَ أَخْبَرَنِي قَيْسٌ فَذَكَرَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ فَحَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ أَهْلُ خَيْبَرَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَتَّخِذُونَهُ عِيدًا وَيُلْبِسُونَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہودی عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس دن کو عید قرار دیتے تھے، اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے اور ان کا بناؤ سنگار کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

نِسَآءَهُمْ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ.

۲۵۵۸- حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمًا يَطْلُبُ فَضْلَهُ عَلَى الْأَيَّامِ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ وَلَا شَهْرًا إِلَّا هٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِي رَمَضَانَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کے علاوہ کسی اور دن کی فضیلت کی بناء پر روزہ رکھا ہو۔ نہ آپ نے ماہ رمضان کے سوا کسی اور (پورے) مہینے کے روزہ رکھے۔

۲۵۵۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيْدَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۵۶۰- حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي زَمْزَمَ فَقُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ وَأَصْبِحْ يَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا قُلْتُ هٰكَذَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ قَالَ نَعَمْ.

حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ زمزم کے کنارے اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے عاشورہ کے روزے کے بارے میں بتلائیے۔ انھوں نے فرمایا محرم کا چاند دیکھنے کے بعد تم گنتے رہو اور نویں تاریخ کی صبح روزے کے ساتھ کرو۔ میں نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے، انھوں نے کہا: ہاں!

۲۵۶۱- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ عِنْدَ زَمْزَمَ عَنْ صَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

ایک اور سند سے بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباس زمزم کے پاس اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

بِمِثْلِ حَدِيثِ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ۔

۲۵۶۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنِي اِسْمَاعِيلُ بْنُ اُمَيَّةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا غَطَفَانَ ابْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوْا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّهُ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَاْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا اس دن کی تو یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم انشاء اللہ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے، راوی کہتے ہیں کہ ابھی سال آنے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

۲۵۶۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُومَنَّ التَّاسِعَ وَفِي رِوَايَةِ اَبِي بَكْرٍ قَالَ يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ ابوبکر کی روایت میں ہے آپ نے عاشورہ کا روزہ فرمایا تھا۔

۲۵۶۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَاَمَرَهُ اَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ مَنْ كَانَ لَمْ يَصُمْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ كَانَ اَكَلَ فَلْيُتِمَّ صِيَامَهُ اِلَى اللَّيْلِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی کو عاشورہ کے دن بھیجا اور اسے حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ روزہ رکھ لے اور جو کھا چکا ہو وہ اپنے روزے کو رات تک پورا کرے۔

۲۵۶۵- وحدثنا ابو بکر بن نافع العبدی حدثنا بشر بن المفضل بن لاحق حدثنا خالد بن ذکوان عن الربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالی عنہا قالت ارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ عاشوراء الی قری الانصار التی حول المدینۃ من کان اصبح صائما فلیتم صومہ ومن کان اصبح مفطرا فلیتم بقیۃ یومہ فکنا بعد ذلک نصومہ ونصوم صبیاننا الصغار منہم ان شاء اللہ ونذہب الی المسجد فنجعل لہم اللعبۃ من العہن فاذا بکی احدہم علی الطعام اعطیناہا ایاہ عند الافطار۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح، انصار کے ان گاؤں میں جو مدینہ کے قرب وجوار میں تھے یہ کہلا بھیجا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے صبح کچھ کھا، پی لیا ہو وہ بقیہ دن نہ کھائے، اس کے بعد ہم اس دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ ہم مسجد چلے جاتے اور بچوں کے لیے روئی کی گڑیاں بناتے، جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو اسے ہم افطار تک وہ گڑیاں دے دیتے۔

۲۵۶۶- وحدثنا یحیی بن یحیی حدثنا ابو معشر العطار عن خالد بن ذکوان قال سالت الربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالی عنہا عن صوم عاشوراء قالت بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلہ فی قری الانصار فذکر بمثل حدیث بشر غیر انہ قال ونصنع لہم اللعبۃ من العہن فنذہب بہ معنا فاذا سالونا الطعام اعطیناہم اللعبۃ تلہیہم حتی یتموا صومہم۔

خالد بن ذکوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصدوں کو انصار کے دیہات میں بھیجا۔ اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اتنی زیادتی ہے کہ ہم ان بچوں کے کھیلنے کے لیے روئی کی گڑیاں بنا دیتے، پھر جب وہ ہم سے کھانا مانگتے تو ہم انھیں وہ گڑیاں دے دیتے جن کی وجہ سے وہ روزہ بھول جاتے حتی کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا۔

عاشورہ کے روزے کا حکم

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اب عاشورہ کا روزہ سنت ہے، اختلاف اس میں ہے کہ رمضان سے پہلے جب عاشورہ کا روزہ شروع ہوا اس وقت یہ واجب تھا یا مستحب، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت یہ واجب تھا اور امام شافعی کے نزدیک اس وقت یہ مستحب تھا لیکن اس کا استحباب مؤکد تھا۔ بعد میں صرف مستحب رہ گیا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے آپ نے روزے کا امر کیا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے نیز حدیث میں ہے جب ماہ رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے فرمایا جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے عاشورہ کے روزے کو ترک کرنے کا اختیار نہیں تھا اور یہ وجوب کی علامت ہے اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حدیث

میں ہے "اللہ تعالیٰ نے تم پر عاشورہ کا روزہ نہیں لکھا" لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فرضیت کی نفی ہے وجوب کی نفی نہیں ہے۔ اس لیے امام اعظم کا فرمانا ہی صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ نویں محرم کو ہے۔ لیکن جمہور نے اس کی موافقت نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ عاشورہ ایک روز پہلے اور ایک روز بعد روزہ رکھنا چاہیے۔ تاکہ یہود کی مخالفت ہو۔ محیط میں ہے کہ تنہا عاشورہ کا روزہ رکھنا یہود کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ بدائع میں ہے کہ بعض فقہاء نے تنہا عاشورہ کا روزہ مکروہ قرار دیا ہے اور اکثر فقہاء نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ دن فضیلت والے دنوں میں سے ہے[۱]۔

یوم عاشورہ کی فضیلت علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس دن کو یوم عاشورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء علیہم السلام کو کرامات سے نوازا۔ (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دن کامیاب کیا، ان کے لیے دریا چیرا، اور فرعون اور اس کے لشکر کو اس میں غرق کر دیا۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس دن جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ (۳) حضرت یونس علیہ السلام نے اس دن مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی (۴) حضرت آدم علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی (۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اس دن کنوئیں سے نکالا گیا۔ (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن ان کو آسمان پر اٹھایا گیا (۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی۔ (۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے (۹) حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس دن بینائی لوٹ آئی۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا اعلان اس دن کیا گیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ اس دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دن بیماری سے شفاء پائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس دن ملک دیا گیا۔

۳۲۳ بَابُ تَحْرِيْمِ صَوْمِ يَوْمَيِ الْعِيْدَيْنِ

عید کے ایام میں روزہ رکھنے کی حرمت

۲۵۶۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَيْنِ يَوْمَانِ نَهٰى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْآخَرُ

ابو عبید مولیٰ ابن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، آپ آئے، نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ان دو دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ایک وہ دن جس میں تم روزوں کے بعد افطار کرتے ہو۔ ایک وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت

[۱] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

يَوْمٌ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ.

کھاتے ہو۔

۲۵۶۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم اضحیٰ اور یوم فطر دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۶۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا يَصْلُحُ الصِّيَامُ فِي يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ.

قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کر سکتا ہوں جو آپ نے نہ فرمائی ہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: دو دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں یوم اضحیٰ میں اور رمضان کی عید الفطر میں۔

۲۵۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

۲۵۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَصُومَ يَوْمًا فَوَافَقَ يَوْمَ أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ.

حضرت زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور کہا میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی اور وہ دن عید الاضحیٰ یا عید فطر کو پڑ رہا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۷۲ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمَيْنِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ يَوْمَ الْاَضْحٰى۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا حرام ہے، خواہ نفلی روزہ ہو، کفارہ کا ہو یا نذر کا۔ اگر کسی شخص نے بالخصوص عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روزے کی نیت کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نذر منعقد ہو جائے گی اور اس کی قضاء لازم ہو گی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک نذر ہی منعقد نہیں ہو گی۔ اگر کسی شخص نے پیر کے دن کے روزے کی نذر مانی اور اس دن عید ہو گئی تو اس دن روزہ رکھنا بالا جماع جائز نہیں۔ امام اعظم کے نزدیک اس روزے کی قضاء لازم ہے، امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

بَابُ ۳۲۵ تَحْرِيْمِ صَوْمِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَ بَيَانِ اَنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَّ شُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی حرمت

۲۵۷۳ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ نُبَيْشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ۔

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق کھانے، پینے کے ایام ہیں۔

۲۵۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ خَالِدٌ فَلَقِيْتُ اَبَا الْمَلِيْحِ فَسَاَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ وَّ زَادَ وَ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے اور اس میں "ذکر اللہ" کے الفاظ زیادہ ہیں۔

۲۵۷۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت کعب بن مالک اپنے والد سے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَأَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَنَادَى أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَأَيَّامُ مِنًى أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ.

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک اور اوس بن حدثان کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور ایام منیٰ کھانے پینے کے ایام ہیں۔

۲۵۷۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَنَادَيَا.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: تم دونوں جاکر اعلان کرنا۔

ایام تشریق کے روزوں میں مذاہب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے روزے مطلقاً جائز نہیں ہیں اور ائمہ ثلاثہ کا ایک قول یہ ہے کہ تمتع کرنے والے کو جب ہدی نہ ملے تو وہ ان ایام میں روزے رکھ سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال آثار سے ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایام تشریق میں کسی کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوا اس تمتع کرنے والے کے جس کو ہدی نہیں مل سکی۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم صراحت کے ساتھ بغیر کسی استثناء کے ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا یہ نہی مقدم ہے۔

بَابُ ۳۲۶ كَرَاهَةِ إِفْرَادِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ لَا يُوَافِقُ عَادَتَهُ

بالخصوص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت

۲۵۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ أَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ.

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا درآں حالیکہ وہ طواف کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بالخصوص) جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! قسم ہے اس گھر کے رب کی۔

۲۵۷۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی حضرت جابر سے ایسی

عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

روایت ہے۔

۲۵۷۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُمْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن کا روزہ اس کے ساتھ رکھے۔

۲۵۸۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرو نہ اور دنوں میں سے صرف جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ مخصوص کرو سوا اس کے کہ کوئی شخص (کسی تاریخ کو) ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور (اس تاریخ میں) جمعہ کا دن آجائے۔

جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت

جمعہ کے دن روزہ سے منع کرنے کی متعدد وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن کی ضرورت سے زیادہ تعظیم کی اور باقی اعمال سے غفلت برتی کہیں مسلمان بھی جمعہ کی تعظیم میں افراط اور غلو کر کے باقی اعمال سے غافل ہو جائیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے جو سعی کی جاتی ہے روزہ کی وجہ سے ان اعمال میں ضعف لاحق ہو گا اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کا دن عید کا دن ہے تو تم اپنی عید کے دن روزہ نہ رکھو، الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھو (حاکم)۔

جمعہ کے روزے میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: بالخصوص جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے الا یہ کہ وہ شخص مہینہ کا پہلا، درمیانی اور آخری روزہ رکھا کرتا ہو

اور اتفاق سے وہ دن جمعہ کا ہو تو بلا کراہت روزہ رکھنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے[1]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ وہ شخص رکھ سکتا ہے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو[2]۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے مؤطا میں تصریح کی ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ بلا کراہت جائز ہے البتہ بعض مالکی علماء نے جمعہ کے دن کی تخصیص کو مکروہ قرار دیا ہے[3]۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جمعہ کے دن کی تخصیص مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے: "امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے تین دن اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے اور بہت کم روزہ چھوڑتے تھے"۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے[4]۔

بَابُ ۳۲۷ بَيَانِ نَسْخِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ!

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ" کے منسوخ ہونے کا بیان

۲۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں"، تو جو شخص چاہتا روزہ چھوڑ کر روزے کا فدیہ دے دیتا حتّٰی کہ اس کے بعد ایک آیت نازل ہوئی جس نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

۲۵۸۲ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا فِيْ رَمَضَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم میں سے جو شخص چاہتا رمضان کا روزہ رکھتا اور جو شخص چاہتا چھوڑ دیتا حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) "تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ ضرور روزہ رکھے"۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[4] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

فَافْتَدٰی بِطَعَامِ مِسْكِيْنٍ حَتّٰى اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

دائمی مرض اور سخت بڑھاپے کی بنا پر روزہ کا فدیہ

جمہور علماء کے نزدیک آیت مبارکہ الذین یطیقونہ میں ہمزہ سلب کا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور یہ حکم باقی ہے لہٰذا بہت بوڑھے اور کمزور لوگ اور جن لوگوں کو دائمی بیماری ہو جیسے ذیابیطس کے مریض وہ روزے کا فدیہ دے دیں جو نصف صاع یعنی سوا دو سیر گندم کے برابر ہے جو لوگ کسی عارضی عذر کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکیں جیسے درد گردہ اور معدہ کا السر وغیرہ وہ مرض زائل ہونے کے بعد روزے کی قضا کر لیں۔

باب ۳۲۸ جَوَازِ تَاخِيْرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ مَالَمْ يَجِئْ رَمَضَانُ اٰخَرُ لِمَنْ اَفْطَرَ بِعُذْرٍ كَمَرَضٍ وَّسَفَرٍ وَّحَيْضٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ

سفر یا مرض وغیرہ کی بناء پر روزہ قضا کرنے کی تفصیل

۲۵۸۳- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَهُ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ الشُّغُلُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں رمضان المبارک کے روزے مجھ سے قضا ہو جاتے تھے، میں ان کو صرف شعبان میں قضا کرتی تھی کیونکہ میں تمام سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتی تھی۔

۲۵۸۴- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ وَذٰلِكَ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مشغول رہتی تھی۔

۲۵۸۵- وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِيْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں راوی کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عائشہ کی یہ تاخیر رسول اللہ صلی

يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّ ذَلِكَ لِمَكَانِهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْيَى يَقُولُهُ.

اللہ علیہ وسلم کے پاس خاطر کی وجہ سے ہوتی تھی۔

۲۵۸۶- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ الشُّغْلَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے، اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کی وجہ سے قضاء میں تاخیر ہوتی تھی۔

۲۵۸۷- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتُفْطِرُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَقْدِرُ أَنْ تَقْضِيَهُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ چھوڑتی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شعبان آنے تک قضا نہیں کرسکتی تھی۔

قضا علی الفور واجب نہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا علی الفور واجب نہیں ہوتی تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تاخیر سے قضا کرنا ایک عذر پر مبنی تھا اور وہ یہ کہ کسی بھی وقت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہوسکتا تھا، شعبان میں چونکہ آپ بکثرت روزے رکھتے تھے اسلئے حضرت عائشہ بھی شعبان میں روزے قضا کرتی تھیں، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے۔

بَابُ ۳۲۹ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم

۲۵۸۸- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہوجائے اور اس پر کچھ روزے ہوں اور اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔

۲۵۸۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَقَالَ أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے یہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔"

۲۵۹۰ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا فَقَالَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ جَمِيعًا وَنَحْنُ جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے، اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں یہ روزے اس کی طرف سے ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ماں کی طرف سے ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

۲۵۹۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَالْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ عَنِ

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث منقول ہے۔

اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

۲۵۹۲- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ اَبِيْ خَلَفٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ زَكَرِيَّا ابْنِ عَدِيٍّ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُنَيْسَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِيْهِ اَكَانَ يُؤَدِّيْ ذٰلِكِ عَنْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى قَالَ فَصُوْمِيْ عَنْ اُمِّكِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر نذر کا روزہ تھا، کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے قرض ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھو۔

۲۵۹۳- وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ اَبُو الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّيْ عَنْهَا.

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی، آپ نے فرمایا تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں واپس لوٹا دی۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا ہاں اس کی طرف سے روزے رکھو اس نے کہا میری ماں نے حج نہیں کیا تھا، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔

۲۵۹۴- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبد اللہ بن بریدہ کی اپنے والد سے حسب سابق روایت ہے۔ لیکن اس میں دو ماہ کے روزے مذکور ہیں۔

۲۵۹۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن بریدہ کی اپنے والد سے حسب سابق روایت ہے اس میں ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس میں ایک ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

۲۵۹۶ - وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ ۔

اسی سند سے سفیان کی روایت میں دو ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

۲۵۹۷ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَكِّيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ ۔

ایک اور سند سے سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے حسب سابق روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کے بعد مثل سابق ہے اور ایک ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے روزوں کی نذر مانی اور نذر پوری کیے بغیر فوت ہو گیا تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے، اور اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے تھے اور وہ فوت ہو گیا تو ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے [1]۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں خواہ وہ روزے نذر کے ہوں یا رمضان کے، ولی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے اپنے مال سے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے ورنہ اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا مستحب اور نفل ہے [2]۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک دن دو مد (۱،۰۶۲ کلوگرام) طعام کھلا دیا جائے [3]، اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر روزوں یا نمازوں کی نذر ہو تو اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے البتہ اس کے روزوں کا فدیہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ” ” ”

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

ادا کیا جائے گا اور جس پر نمازیں ہوں تو اس کی طرف سے نمازیں پڑھی جائیں گی نہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔[1]

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے ورنہ مستحب ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے[2] کہ: کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے، کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن کو کوئی مشقت نہیں ہوئی، البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائیگا کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے تو فدیہ اس کا قائم مقام ہو جائیگا جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے[3] اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لیے نصف صاع (۲٫۱۲۵ کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک مد (۶۲ ا کلوگرام) ہے۔

علامہ نووی کی بحث

علامہ نووی لکھتے ہیں: جمہور کا مسلک یہ ہے کہ میت کی طرف سے مطلقاً روزہ نہ رکھا جائے خواہ روزہ نذر کا ہو یا غیر نذر کا، علامہ ابن منذر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے، حسن اور زہری سے بھی یہی روایت ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ جمہور کا یہی قول ہے اور اس باب کی حدیث کی وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ میت کی طرف سے ولی کھانا کھلائے اور یہ تاویل باطل ہے، کیونکہ جب اس حدیث کا کوئی معارض نہیں ہے تو پھر اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کرنے سے کون سا مانع ہے؟ ہمارے اصحاب (شافعیہ) نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہ پڑھی جائے اور اس کی زندگی میں اس کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں اور اس کی موت کے بعد اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے۔[4]

علامہ نووی کی بحث کے جوابات

یہ صحیح ہے کہ اس باب کی احادیث میں میت کی طرف سے ولی کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] - امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الام ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔
[2] - امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۲۴۵، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ
[3] - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۲ھ، المبسوط ج ۳ ص ۸۹، دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔
[4] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

کہ ان احادیث کے معارض احادیث نہیں ہیں، اس سلسلے میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں جو ان احادیث کے معارض ہیں:

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر یقول لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزہ نہ رکھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔

ابن الترکمانی لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن ابن عباس قال لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یوم مد من حنطۃ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر روز ایک مُد کھانا کھلایا جائے گا

اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے ابن الترکمانی لکھتے ہیں:

ھٰذا سند صحیح علی شرط الشیخین خلا ابن عبد الاعلی فانہ علی شرط مسلم۔[3]

یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے سوا ابن عبد الاعلی کے کیونکہ وہ صرف امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح راوی ہیں۔

اور امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال لا یصلین احد عن احد ولا یصومن احد عن احد ولکن ان کنت فاعلا تصدقت عنہ او اھدیت۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور اگر تم نے اس کا کفارہ ادا کرنا ہی ہے تو ان نمازوں یا روزوں کا فدیہ میت کے (ایصال ثواب کے) لیے صدقہ یا ہدیہ کر دو۔

ان احادیث صحیحہ میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اور جن احادیث میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ ہیں کیونکہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔[5] دوسری وجہ یہ ہے کہ باب مذکور کی احادیث اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ احادیث تحریم

۱۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ

۲۔ امام عبد الرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۳۔ علامہ علاؤ الدین ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۵۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۴۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۶۱۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ

۵۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۴۶۳ مطبوعہ مجلس علمی سورت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

پر، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ باب مذکور کی بعض احادیث اسانید کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی سند میں عبید اللہ بن ابی جعفر ہے۔ امام احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے[۱] اور حضرت ابن عباس کی روایت کے ضعف کا بیان عنقریب کتاب الام کے حوالہ سے آئے گا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لیے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ روزہ بھی نہ رکھا جائے کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے لہٰذا جو جواب نماز کی طرف سے دیا جائے گا۔ وہی روزہ کا بھی جواب ہو جائیگا۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ سنن نسائی اور جوہر نقی کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کرتی تھیں[۲] اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا پھر وہ روایت اس راوی سے ثابت نہیں، چھٹی وجہ یہ ہے کہ ان روایات میں یہ تاویل ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا ولی ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابن عمر قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من مات وعلیه صیام شهر فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکین[۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو گیا ہو اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق

امام شافعی کا قول قدیم وہی ہے جس کو علامہ نووی نے نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن جدید قول میں امام شافعی نے اس سے رجوع کر لیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: جس شخص نے نمازوں یا روزوں کی نذر مانی پھر فوت ہو گیا تو اس کی طرف سے روزوں کا کفارہ دیا جائے گا۔ اور روزے رکھے جائیں گے نہ نماز پڑھی جائے گی نہ نماز کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حج، نماز اور روزے میں کیا فرق ہے؟ (کیونکہ میت کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اور روزے کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور نماز کا کفارہ ہے نہ نماز میت کی طرف سے ادا کی جاتی ہے) تو میں جواب دوں گا

[۱] - حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، تہذیب التہذیب ج، ص ۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۲۶ ھ
[۲] - حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱، ص ۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ
[۳] - امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ جامع ترمذی ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام میں فرق کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج بدل مشروع کیا اور حج کے سوا کسی اور عبادت کا بدل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع نہیں کیا۔ اور روزے کا فدیہ اور کفارہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (اور جو شخص روزے کی قضا کرنے سے پہلے فوت ہو گیا وہ اس حکم میں داخل ہے) اور حائضہ عورت اپنے ایام میں نماز نہیں پڑھتی اور اس کی نماز کا اللہ اور اس کے رسول نے کوئی بدل مقرر نہیں کیا نہ کوئی کفارہ اور فدیہ مشروع کیا، نماز اور روزے کے بدل نہ ہونے اور حج کے بدل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج میں مال خرچ ہوتا ہے اس لیے میت کے مال سے حج کیا جائے گا اور نماز اور روزہ محض عبادت بدنیہ ہیں اس لیے ان کا بدل نہیں مشروع کیا گیا اگر یہ کہا جائے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عباس سے حدیث مروی ہے تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت غیر محفوظ ہے[1]۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ہو اور بندوں کا بھی تو اللہ تعالیٰ کا قرض بندوں پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی طرف سے میت کا قرض ادا کر دے تو وہ قرض ادا ہو جائے گا اور ایسا کرنا مستحب ہے اور اگر میت وصیت کر جائے تو پھر اس کے تہائی مال سے کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔

بَابُ ۳۳۰ نَدْبِ لِلصَّائِمِ اِذَا دُعِيَ اِلٰى طَعَامٍ وَّلَمْ يُرِدِ الْاِفْطَارَ اَوْ شُوْتِمَ اَوْ قُوْتِلَ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّيْ صَائِمٌ وَّاَنَّهٗ يُنَزِّهُ صَوْمَهٗ عَنِ الرَّفَثِ وَالْجَهْلِ وَنَحْوِهٖ

روزہ دار کو جب کھانے کیلئے بلایا جائے یا اُسے کوئی گالی دے تو اس کا "میں روزہ دار ہوں" کہنا مستحب ہے۔

۲۵۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رِوَايَةً وَقَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی روزہ دار کو کھانے کے لیے بلایا جائے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

۲۵۹۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رِوَايَةً إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب تم میں سے کوئی شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اٹھے تو وہ بیہودہ گوئی اور جہالت کے کاموں سے باز رہے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا بیہودہ گوئی کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

ف: اگر نفلی روزہ ہو اور دعوت کرنے والے پر روزہ دار کا نہ کھانا دشوار اور شاق گزرے تو اس کے لیے روزہ کھول کر دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور اگر فرض یا واجب روزہ ہو تو روزہ کھولنا حرام ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت نفلی عبادات کا اظہار کرنا جائز ہے ورنہ ان میں اخفاء مستحب ہے اور فرض عبادات کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ اس پر ترک فرائض کی تہمت نہ لگے۔ نیز بیہودہ گوئی اور جہالت کے کاموں سے بہرحال بچنا واجب ہے خواہ روزہ ہو یا نہ ہو لیکن روزے میں ان برے کاموں سے بچنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ روزہ رکھنے اور دن بھر بھوکا پیاسا رہنے سے یہی مقصد تھا کہ وہ برے کاموں سے بچ سکے ایک اور حدیث شریف میں ہے جس نے جھوٹ بولنا اور برے کام نہیں چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۵ مطبوعہ نور محمد کراچی) اس لیے روزے کی حالت میں برے کاموں سے بچنے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

بَابُ ۳۳ فَضْلِ الصِّيَامِ — روزے کی فضیلت

۲۶۰۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے روزے کے سوا ہر عمل اپنے لیے کیا اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا اور اس کی خصوصی جزا میں دوں گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

۲۶۰۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

وَهُوَ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ۔

۲۶۰۲ - **وَحَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ

۲۶۰۳ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم نے روزے کے سوا ہر عمل اپنے لیے کیا ہے اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا ہے۔ اس کی جزا میں دوں گا، اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ اس روز بیہودہ گوئی کرے نہ فحش گوئی کرے اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو گی۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی جن سے وہ خوش ہو گا، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو افطار سے خوش ہوتا ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو روزے سے خوش ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے ہر عمل میں روزے کے علاوہ نیکی کو دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لاریب روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود دوں گا، روزہ دار میری وجہ سے اپنے کھانے اور اپنی شہوت سے دست بردار ہوتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی روزہ کھولنے کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت، اور اس کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔

عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ

۲۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ سِنَانٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّوْمَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ اِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرِحَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو خوش ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

۲۶۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحَاقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سُلَيْطٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ وَهُوَ اَبُوْ سِنَانٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَقَالَ اِذَا لَقِيَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ جب بندہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اُسے اجر دے گا تو وہ خوش ہوگا۔

۲۶۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْقَطْوَانِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مَعَهُمْ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّآئِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ مِنْهُ فَاِذَا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ اُغْلِقَ فَلَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہونگے ان کے سوا اس دروازے سے کوئی شخص داخل نہیں ہو گا، کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار داخل ہوں گے اور جب آخری روزہ دار داخل ہو جائے گا تو پھر وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس دروازے سے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا۔

فرمان باری ”روزہ میرے لیے ہے“ کی دس وجوہات

اللہ تعالیٰ نے روزے کی اضافت اپنی طرف کی ہے کہ ”روزہ میرا ہے“ یا ”روزہ بالخصوص میرے لیے ہے“۔ حالانکہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتی ہیں، اس خصوصیت کی علماء کرام نے متعدد وجوہات

بیان کی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ روزے میں ریاکاری نہیں ہو سکتی، اس لیے یہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، بخلاف باقی عبادات کے کیونکہ زکوٰۃ، نماز، یا افعال حج ادا کرتے ہوئے لوگ ان عبادات کو دیکھ لیتے ہیں اور روزے میں کوئی ایسا عمل نہیں جسے ادا کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں کو روزے کا علم ہو جائے سوا روزہ دار اور اس کے رب کے کسی کو اس کے روزے کا علم نہیں ہوتا اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ باقی عبادات ظاہرہ کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور روزے کو نہیں لکھتے اس لیے روزہ میرے لیے ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے بندہ کو دنیا میں کوئی ظاہری صلہ نہیں ملتا اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ استغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور روزہ میں جب بندۂ مومن دن کے کچھ حصہ میں اپنی طبعی ضروریات سے مستغنی رہتا ہے تو وہ ایک گونہ صفت خداوندی کا مظہر ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ باطل خداؤں کی عبادت قیام، رکوع، سجود، طواف، نذر و نیاز اور ان کی خاطر لڑائیوں سے کی گئی لیکن کسی باطل خدا کے لیے کبھی روزہ نہیں رکھا گیا، اس لیے اسلام کی تمام عبادات میں فقط روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھا جاتا ہے اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ روزے کی جزا اللہ تعالیٰ خود ہو گا یعنی روزہ دار کو اپنا دیدار کرائے گا اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ روزہ باقی عبادات میں زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے کیونکہ سنن نسائی میں ہے: عليك بالصوم فانه لا مثل له. روزہ کو لازم کر لو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ روزہ سے انسان کی بہیمیت کمزور ہوتی ہے اور روحانیت قوی ہوتی ہے اسی وجہ سے روزہ دار کی روح صیقل ہو جاتی ہے اس لیے فرمایا: الصوم لی روزہ میرا ہے۔ نویں وجہ یہ ہے کہ روزہ کا شرف اور اس کا مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزے کی اپنی طرف اضافت کر دی جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں شرف کی بناء پر اضافت ہے۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن باقی عبادات لوگوں کے حقوق میں حقداروں کو دے دی جائیں گی لیکن روزہ کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ سے حساب لے گا اور اس پر جو لوگوں کے حقوق ہوں گے ان کے عوض حقداروں کو اس کی عبادات دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کی عبادات میں صرف روزہ رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے لوگوں کے حقوق ادا کر دے گا اور روزے کے بدلہ میں اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا اور مسند احمد اور ابو داؤد طیالسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "كل العمل كفارة الا الصوم الصوم لي وانا اجزي به" ایک اور سند کے ساتھ ہے كل ما يعمله ابن آدم كفارة له الا الصوم . . . بنی آدم کا ہر عمل (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا اسی لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بُو کے فضائل اور مسائل

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں جزا دے گا حتیٰ کہ اس کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہونے والے کے لیے فرمایا: الریح ریح المسك۔ اس کی خوشبو مشک کی ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کے نزدیک مشک کی خوشبو پسندیدہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بُو اسی طرح پسندیدہ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے عبادات کے مواقع پر مشک کی خوشبو استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ جسقدر خوش ہوتا ہے روزہ دار کے منہ کی بو سے اس کی بہ نسبت زیادہ خوش ہوگا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو خوشبو سے راحت ملتی ہے لیکن ان کو مشک سے زیادہ راحت روزہ دار کے منہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ چونکہ روزہ دار کے منہ کی بُو سے اس قدر اجر و ثواب ہوتا ہے اور اس کی اتنی فضیلت ہے اس لیے روزہ دار کو مسواک کر کے اس بُو کو زائل نہیں کرنا چاہیے اور یہی شوافع کا مسلک ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بارہا رمضان آیا اگر روزہ دار کی بُو کو باقی رکھنے کے لیے روزہ میں مسواک کو ترک کرنا افضل ہوتا تو آپ رمضان میں مسواک نہ کرتے یا صحابہ کرام نہ کرتے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ رمضان میں مسواک کو ترک فرما دیتے تھے، جبکہ احادیث سے بغیر کسی استثناء کے مسواک کرنے کی تاکید بکثرت منقول ہے اس لیے محض قیاس سے مسواک کی سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا اور شہید کو غسل نہ دینے کے بارے میں احادیث موجود ہیں اس لیے علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے خون سمیت اُٹھے گا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی اور جب اس کے خون کو خوشبو کی بنا پر باقی رکھنے کے لیے غسل نہیں دیا جاتا تو روزہ دار کے منہ کی بو کو زائل کرنے کے لیے مسواک نہیں کرنی چاہیے۔

فرمانِ رسالت "روزہ ڈھال ہے" کی تشریح

حدیث نمبر ۲۶۰۲ میں ہے "روزہ ڈھال ہے" اسکی بھی متعدد تشریحات ہیں ایک یہ ہے کہ جب روزہ دار کو کوئی گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو وہ روزے کو ڈھال بنالے اور اس سے کہے میں روزہ دار ہوں۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب کسی گناہ کا محرک آتا ہے تو روزہ اس کے لیے ڈھال بن جاتا ہے اور وہ روزہ کے سبب اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ تیسری تشریح یہ ہے کہ جہنم کی آگ کے لیے روزہ ڈھال بن جاتا ہے اور روزہ، روزہ دار کی مغفرت کرا دیتا ہے۔ چوتھی تشریح یہ ہے کہ روزہ کے سبب سے انسان اپنے نفس کے شر سے بچتا ہے اور اپنی زبان اور بدن کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اس لیے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

بَابٌ ۳۳۲ فَضْلِ الصِّيَامِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِمَنْ يُّطِيقُهُ بِلَا ضَرَرٍ وَّلَا تَفْوِيتٍ

جو شخص راہِ خدا میں بغیر کسی تکلیف کے روزہ رکھ سکتا ہو اس کے روزے کی فضیلت

۲۶۰۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی

اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دُور رکھے گا۔

۲۶۰۸- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ عَنْ سُهَیْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۶۰۹- وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ وَسُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ اَبِیْ عَیَّاشٍ الزُّرَقِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَاعَدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

ف: چہرے سے مراد ذات ہے۔ سنن نسائی میں عقبہ بن عامر سے طبرانی میں عمرو بن عنبسہ سے اور مسند ابویعلیٰ میں عمرو بن عنبسہ سے اتفاقاً روایت ہے کہ اس کے چہرے کو سو سال کی مسافت تک دور کر دیا جائے گا۔ جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق پیدا کر دے گا جس کا فاصلہ زمین اور آسمان جتنا ہو گا اور صحیح روایت ستر سال کی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاصلوں کے یہ مراتب روزہ داروں کے روزوں کے مراتب کے اعتبار سے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدد کو صرف تکثیر ظاہر کرنے کے لیے ذکر کیا ہو۔

بَابُ ۳۳۲ جَوَازِ صَوْمِ النَّافِلَةِ بِنِیَّةٍ مِّنَ النَّهَارِ قَبْلَ الزَّوَالِ وَجَوَازِ فِطْرِ الصَّائِمِ نَفْلًا مِّنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَّ الْاَوْلٰی اِتْمَامُهٗ

زوال سے قبل نفلی روزے کی صحت اور بلا عذر اس کے توڑ دینے کا جواز

۲۶۱۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ قَالَتْ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ وَقَدْ خَبَأْتُ لَكَ شَيْئًا قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ هَاتِيهِ فَجِئْتُ بِهِ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ قَدْ كُنْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَ طَلْحَةُ فَحَدَّثْتُ مُجَاهِدًا بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَقَالَ ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يُخْرِجُ الصَّدَقَةَ مِنْ مَالِهِ فَإِنْ شَاءَ أَمْضَاهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا۔

٢٦١١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ۔

روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پھر میں روزے سے ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، پھر ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا اور کچھ مہمان بھی آ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا اور مہمان بھی آگئے اور میں نے اس میں سے کچھ آپ کے لیے چھپا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ حیس ہے! آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ! میں اس کو لے کر آئی آپ نے اسے کھا لیا پھر آپ نے فرمایا میں نے صبح روزے کے ساتھ کی تھی! طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مجاہد سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے مال سے صدقہ نکالے اب اس کی مرضی ہے، دے یا رہنے دے۔!

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے! آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں روزے سے ہوں، پھر آپ دوسرے دن تشریف لائے، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس حیس کا ہدیہ آیا ہے! آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ، میں نے صبح روزے کے ساتھ کی تھی، پھر آپ نے وہ کھا لیا۔

ف: کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیے ہوئے کھانے کو حیس کہتے ہیں۔

نفلی روزے کی قضاء میں مذاہب

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ زوال سے پہلے پہلے دن میں نفلی روزے کی نیت کر لی تو صحیح ہے۔ امام مالک نے

اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نفلی روزے کو توڑنا جائز ہے اور اس کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ نفل کے کرنے اور نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک نفلی روزے کو توڑنا جائز نہیں ہے اور اگر توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہے، امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے تاہم ان کے نزدیک بھی قضاء کرنا مستحب ہے [1]

امام ابوحنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے جوابات

امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ نفل کے شروع کرنے میں انسان کو اختیار ہے شروع کرے یا نہ کرے لیکن شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعمال باطل کرنے سے منع فرمایا ہے اور نفلی عبادات کی رعایت نہ کرنے کی مذمت کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولاتبطلوا اعمالکم۔ (محمد: ۳۳)

اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا۔ (حدید: ۲۷)

انھوں نے رہبانیت کو از خود محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے شروع کیا، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی، پھر انھوں نے اس کی وہ رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا۔

نفل شروع کرنے کے بعد اگر اس کی قضاء نہیں کی تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور نوافل کی رعایت نہیں ہوگی۔ اس لیے نوافل کی قضاء نہ کرنا حرام اور قضاء کرنا فرض ہے۔

صحیح مسلم میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزے کی قضاء نہیں کی تھی اور اگر بالفرض آپ نے قضاء نہ کی ہوتی تو یہ آپ کی خصوصیت تھی اس لیے یہ حدیث شریف قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے البتہ بعض اور احادیث سے نفلی روزہ کو توڑنے کے بعد قضاء نہ کرنے کی اجازت ثابت ہے لیکن وہ تمام احادیث مضطرب اور سنداً ضعیف ہیں جبکہ اگر وہ احادیث صحیح بھی ہوتیں تو بھی قرآن مجید کا حکم مقدم تھا۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنت انا وحفصۃ صائمتین فعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبدرتنی الیہ حفصۃ وکانت ابنۃ ابیھا فقالت یا رسول اللہ انا کنا صائمتین فعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ قال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نفلی) روزے سے تھیں۔ ہمارے پاس ایک کھانا آیا جسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، یہ واقعہ بیان کرنے میں حضرت حفصہ نے مجھ سے سبقت کی اور آخر وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں، کہنے لگیں یا رسول اللہ! ہم دونوں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اقضیا یوما اٰخر مکانہ۔[1]

روزے سے تھیں ہمارے پاس کھانا آیا اسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا اور ہم نے اس میں سے کچھ کھا لیا! آپ نے فرمایا تم دونوں اس روزے کے بدلہ ایک روزہ رکھو۔!

یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے[2]

بَابُ ۳۳۴ اَنَّ اَكْلَ النَّاسِيْ وَشُرْبَهٗ وَ جِمَاعَهٗ لَا يُفْطِرُ

بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزے کا نہ ٹوٹنا

۲۶۱۲- وَحَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ الْفِرْدَوْسِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزے میں بھول سے کچھ کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

روزے میں بھول کر کھانے، پینے والے کے بارے میں مذاہب

اس حدیث میں اکثرین کے مذہب پر دلیل ہے کہ جو شخص روزے میں بھول کر کھا، پی لے یا بھولے سے عمل زوجیت کر لے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر قضا ہے، کفارہ نہیں ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ کھانے، پینے میں کچھ نہیں اور عمل زوجیت میں کفارہ ہے۔ یہ حضرات اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس پر گناہ اور مواخذہ نہیں ہے۔

بَابُ ۳۳۵ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ وَاسْتِحْبَابِ اَنْ لَّا يُخْلِيَ شَهْرٌ مِّنْ صَوْمٍ

رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا بیان اور استحباب

۲۶۱۳- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا مَعْلُوْمًا سِوٰى رَمَضَانَ قَالَتْ وَاللّٰهِ إِنْ صَامَ شَهْرًا مَعْلُوْمًا سِوٰى رَمَضَانَ حَتّٰى مَضٰى لِوَجْهِهِ وَلَا أَفْطَرَهُ حَتّٰى يُصِيْبَ مِنْهُ۔

۲۶۱۴۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ وَلَا أَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتّٰى يَصُوْمَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۲۶۱۵ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ حَمَّادٌ وَأَظُنُّ أَيُّوْبَ قَدْ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ أَفْطَرَ قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا رَأَيْتُهُ صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَمَضَانُ۔

۲۶۱۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْإِسْنَادِ هِشَامًا وَلَا مُحَمَّدًا۔

۲۶۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں پورے روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے سوا کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے اور نہ کوئی ماہ ایسا گزرا جس میں آپ نے بالکل روزے نہ رکھے ہوں حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ماہ کے مکمل روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا میرے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے اور نہ کسی ماہ میں مکمل روزے چھوڑے۔ آپ ہر ماہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھتے رہے حتیٰ کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ جب روزے رکھتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ روزے ہی روزے رکھ رہے ہیں اور جب آپ روزے چھوڑتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے نہیں رکھ رہے۔ حضرت عائشہ نے مزید فرمایا: جب سے آپ مدینہ آئے ہیں میرے علم میں آپ نے رمضان کے سوا کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی

عَلٰی مَالِكٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُفْطِرُ وَ یُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یَصُوْمُ وَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِیَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَیْتُهٗ فِیْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِیَامًا فِیْ شَعْبَانَ.

ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھنا شروع کرتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور جب آپ افطار شروع کرتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ رمضان کے سوا کسی ماہ مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ کسی ماہ میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔

۲۶۱۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَبِیْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنْ صِیَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ وَلَمْ اَرَهٗ صَائِمًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ اَكْثَرَ مِنْ صِیَامِهٖ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِیْلًا۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ افطار ہی کریں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھے ہوں۔ آپ چند روزوں کے سوا شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔

۲۶۱۹- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمْ یَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَهْرٍ مِنَ السَّنَةِ اَكْثَرَ صِیَامًا مِنْهُ فِیْ شَعْبَانَ وَكَانَ یَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ یَمَلَّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَكَانَ یَقُوْلُ اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلَی اللّٰهِ مَا دَاوَمَ عَلَیْهِ صَاحِبُهٗ وَاِنْ قَلَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال کے کسی ماہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے اور آپ فرماتے تھے اپنی طاقت کے مطابق عبادت کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہیں اجر و ثواب عطا کرنے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم (عبادت کرنے سے) نہ اکتا جاؤ۔ اور آپ مزید فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر دوام کیا جائے خواہ وہ مقدار میں کم ہو۔

۲۶۲۰- حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ حَدَّثَنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَكَانَ يَصُومُ إِذَا صَامَ حَتّٰى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُومُ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے، اور جب آپ روزے رکھتے تو کوئی کہنے والا کہتا: بخدا! اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزے چھوڑتے تو کوئی کہنے والا کہتا بخدا اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

۲۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صَوْمِ رَجَبَ وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ فِي رَجَبَ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتّٰى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُولَ لَا يَصُومُ۔

عثمان بن حکیم انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا اور اس وقت رجب ہی کا مہینہ تھا انھوں نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تبلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزے چھوڑتے تو یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

۲۶۲۳ - وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۲۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتّٰى يُقَالَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے حتی کہ کہا جاتا کہ اب آپ روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ افطار کرتے تو کہا جاتا کہ اب آپ افطار ہی کریں گے۔

وَيُفْطِرُ حَتَّى يُقَالَ قَدْ أَفْطَرَ قَدْ أَفْطَرَ.

ف: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں روزے رکھنے مستحب ہیں اور عیدین اور ایام تشریق کے سوا سال کے ہر دن میں روزے رکھنے جائز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو بکثرت روزے رکھتے اور جب روزے چھوڑتے تو بکثرت روزے چھوڑتے آپ کے اعمال مسلسل اور دائمی ہوتے تھے نوافل میں دوام کے مسئلہ پر ہم نے جلد ثانی میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور شاید قارئین کو اس موضوع پر اسقدر مواد کسی اور جگہ نہ مل سکے۔ شعبان میں آپ بکثرت روزے اس لیے رکھتے تھے کہ اس ماہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں، بعض روایات میں محرم میں نفلی روزوں کی زیادہ فضیلت آئی ہے اس کے باوجود آپ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے ممکن ہے یہ چیز کسی عذر یا کسی حکمت پر مبنی ہو۔

بَابُ ۳۳۶ النَّهْيِ عَنْ صَوْمِ الدَّهْرِ لِمَنْ تَضَرَّرَ بِهِ أَوْفَوَّتَ بِهِ حَقًّا أَوْلَمْ يُفْطِرِ الْعِيدَيْنِ وَالتَّشْرِيقَ وَبَيَانِ تَفْضِيلِ صَوْمِ يَوْمٍ وَّإِفْطَارِ يَوْمٍ

صوم دہر کی ممانعت اور صوم داؤدی کی فضیلت

۲۶۲۵- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقُولُ لَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ وَلَأَصُومَنَّ النَّهَارَ مَا عِشْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آنْتَ الَّذِي تَقُولُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں ساری رات نماز پڑھوں گا، اور تاحیات ہر روز، روزہ رکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا واقعی تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں! میں نے یہ کہا ہے یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ نہیں کر سکو گے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، اور نیند بھی کرو اور رات کو نماز بھی پڑھو اور مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور یہ ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔ حضرت عبد اللہ نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں یا رسول اللہ!

أَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ قُلْتُ
فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمًا
وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ
ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ
يَوْمًا وَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ
قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ
قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَلَأَنْ أَكُونَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْأَيَّامَ
الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ
مِنْ أَهْلِي وَمَالِي

آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔
اور یہ صیام داؤد علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بہترین روزے
ہیں۔ حضرت عبد اللہ نے کہا میں اس سے افضل کی طاقت
رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس
سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ نے کہا کاش
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "کہ مہینہ میں
تین روزے رکھو" قبول کر لیتا تو یہ چیز مجھے اپنے
اہل وعیال اور مال سے بھی پیاری ہوتی۔

٢٦٢٦- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الرُّومِيُّ حَدَّثَنَا
النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ
حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
يَزِيدَ حَتَّى نَأْتِيَ أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِ رَسُولًا
فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَإِذَا عِنْدَ بَابِ دَارِهِ مَسْجِدٌ
قَالَ فَكُنَّا فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا
فَقَالَ إِنْ تَشَاءُوا أَنْ تَدْخُلُوا وَإِنْ
تَشَاءُوا أَنْ تَقْعُدُوا هَاهُنَا فَقُلْنَا لَا بَلْ
نَقْعُدُ هَاهُنَا فَحَدِّثْنَا قَالَ حَدَّثَنِي
عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَصُومُ الدَّهْرَ وَأَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ
لَيْلَةٍ قَالَ فَإِمَّا ذُكِرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي أَلَمْ أُخْبَرْ
أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ
فَقُلْتُ بَلَى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَلَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ إِلَّا الْخَيْرَ
قَالَ فَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي أُطِيقُ
أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ

یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبد اللہ بن یزید،
حضرت ابوسلمہ کے پاس گئے اور ان کی خدمت میں
ایک قاصد روانہ کیا۔ ان کے دروازے کے پاس ایک
مسجد تھی جب وہ باہر آئے تو ہم اس مسجد میں تھے انہوں
نے کہا اگر چاہو تو گھر چلو اور اگر چاہو تو یہیں بیٹھے رہو، ہم
نے کہا ہم یہیں بیٹھیں گے۔ آپ ہمیں حدیثیں بیان کیجئے۔
انہوں نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے
مجھ سے بیان کیا، کہ میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا، ہر رات
قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے میرا ذکر کیا گیا تو آپ نے مجھے بلوایا میں
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ
خبر نہیں دی گئی کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات
قرآن مجید پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں!
یا نبی اللہ لیکن میں نے اس عبادت سے صرف خیر کا
ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی
ہے کہ تم مہینہ میں صرف تین روزے رکھ لیا کرو میں
نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا
ہوں! آپ نے فرمایا تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے،

حَقًّا وَّلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَاقْرَإِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ عَشْرٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ سَبْعٍ وَّلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قَالَ وَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ يَطُوْلُ بِكَ عُمُرٌ قَالَ فَصِرْتُ إِلَى الَّذِيْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۲۶۲۷- وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِيْهِ بَعْدَ قَوْلِهِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَذٰلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ قُلْتُ وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ وَلَمْ

تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے تم اللہ کے نبی حضرت داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی! حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور آپ نے فرمایا ہر ماہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کرو! میں نے کہا اے اللہ کے نبی! میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر بیس دن میں ایک قرآن مجید ختم کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر دس دن میں ایک قرآن مجید ختم کر لو! میں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر سات دن میں قرآن مجید ختم کر لو! اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا میں نے اپنے اوپر سختی کی پھر مجھ پر سختی کی گئی۔ حضرت ابن عمرو نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نہیں جانتے شاید تمہاری عمر لمبی ہو۔ حضرت ابن عمرو نے کہا پھر میں اس عمر تک پہنچ گیا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نشاندہی کی تھی اور جب میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے سوچا کہ کاش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت قبول کر لی ہوتی!

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس روایت میں ہر ماہ تین روزے کے بعد ہے، ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور اس طرح صوم دہر کا ثواب مل جاتا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمرو نے کہا اللہ کے نبی حضرت داؤد کے روزے کیسے تھے آپ نے فرمایا نصف الدھر، اور اس حدیث میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں کچھ نہیں ہے اور اس

يَذْكُرُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ شَيْئًا وَلَمْ يَقُلْ وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلَكِنْ قَالَ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔

حدیث میں یہ نہیں ہے کہ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ تمہارے بیٹے کا بھی تم پر حق ہے

۲۶۲۸ - حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ وَأَحْسِبُنِي قَدْ سَمِعْتُهُ أَنَا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا قرآن مجید ایک ماہ میں ایک مرتبہ پڑھو۔ میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو بیس راتوں میں پڑھو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر سات روز میں پڑھو اور اس سے کم وقت میں مت پڑھو۔

۲۶۲۹ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قِرَاءَةً قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنِ ابْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو راتوں کو قیام کرتا تھا پھر اس نے راتوں کا قیام چھوڑ دیا۔

۲۶۳۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَزْعُمُ أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَصُومُ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں (نفلی) روزے (مسلسل) رکھتا ہوں اور ساری رات نماز پڑھتا ہوں۔ آپ نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا میں نے خود آپ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم مسلسل (نفلی) روزے رکھتے ہو اور ساری رات قیام کرتے ہو ایسا نہ کیا کرو۔

وَتُصَلِّي اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ حَظًّا وَلِنَفْسِكَ حَظًّا وَلِأَهْلِكَ حَظًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ وَصُمْ مِنْ كُلِّ عَشَرَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ تِسْعَةٍ قَالَ إِنِّي أَجِدُنِي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ صُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ دَاوُدُ يَصُومُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى قَالَ مَنْ لِي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ۔

کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو اور نیند بھی کرو، ہر دس دن کے بعد ایک روزہ رکھ لو اور اس سے نو روزوں کا اجر مل جائے گا، حضرت ابن عمرو نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، یا نبی اللہ! آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا یا نبی اللہ! یہ میرے لیے کیسے ہو سکتا ہے؟ راوی عطا کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ صیام دہر کا ذکر کیسے آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے، جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے۔

٢٦٣١- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ إِنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو الْعَبَّاسِ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ثِقَةٌ عَدْلٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

٢٦٣٢- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ سَمِعَ أَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ وَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَهِكَتْ لَا صَامَ مَنْ صَامَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ! تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور (ہر) رات کو قیام کرتے ہو، اور جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور کمزور ہو جائیں گے اور جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے، ہر ماہ تین روزے رکھنا پورے ایک ماہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔

الْأَبَدَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ صَوْمُ الشَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى

٢٦٣٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ نَفِهَتِ النَّفْسُ.

٢٦٣٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ قَالَ إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنَاكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ لِعَيْنِكَ حَقٌّ وَلِنَفْسِكَ حَقٌّ وَلِأَهْلِكَ حَقٌّ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَأَفْطِرْ.

٢٦٣٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَيَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَأَحَبَّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

٢٦٣٦ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم حضرت داؤد کے روزے رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ لیکن اس میں یہ ہے کہ وہ خود کمزور ہو جائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم ساری رات قیام کرتے ہو اور دن میں (نفلی) روزے رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ایسا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور جسم کمزور ہو جائے گا۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، رات کو قیام کرو اور نیند کرو اور روزہ رکھو اور افطار کرو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد کے روزے ہیں وہ نصف رات نیند کرتے تھے اور ایک تہائی رات قیام کرتے تھے اور رات کے چھٹے حصے میں پھر نیند کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے ہیں اور وہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَصُومُ نِصْفَ الدَّهْرِ وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ وَكَانَ يَرْقُدُ شَطْرَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ثُمَّ يَرْقُدُ آخِرَهُ فَيَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَعَمْرُو بْنُ أَوْسٍ كَانَ يَقُولُ يَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ قَالَ نَعَمْ.

نصف دہر روزے رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات سوتے تھے پھر قیام کرتے اس کے بعد سو جاتے پھر آدھی رات کے بعد تہائی رات قیام کرتے، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کہ کیا حضرت عمرو بن اوس یہ بیان کرتے ہیں کہ پھر جاگتے تھے اور آدھی رات کے بعد تہائی رات تک نماز پڑھتے تھے، انھوں نے کہا ہاں!

۲۶۳۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ لِي أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَحَدَ عَشَرَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ شَطْرَ الدَّهْرِ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ.

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو الملیح نے کہا میں تمہارے والد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے روزوں کا تذکرہ ہوا، آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ کے لیے چمڑے کا گدا بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم ہر ماہ تین روزے رکھ لو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پانچ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سات، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ نے فرمایا نو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا گیارہ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں سے بڑھ کر کسی کے روزے نہیں ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عِيَاضٍ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ایک دن روزہ رکھو تمہیں باقی ایام کا بھی اجر مل جائے گا، انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے

عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ صُمْ يَوْمًا وَّلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْٓ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْٓ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْٓ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ وَّلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْٓ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ عِنْدَ اللّٰهِ صَوْمَ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا۔

فرمایا تم دو دن روزہ رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا، انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تین دن روزے رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا چار دن کے روزے رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ روزے رکھو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے ہیں۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۹- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَآءَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو بَلَغَنِيْٓ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَّلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَّاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَظًّا صُمْ وَاَفْطِرْ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا فَكَانَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْٓ اَخَذْتُ بِالرُّخْصَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور ساری رات قیام کرتے ہو، تم ایسا نہ کیا کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو اور یہ صوم دہر ہو جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس سے زیادہ کی قوت ہے آپ نے فرمایا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو، حضرت ابن عمرو کہتے تھے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لی ہوتی!۔

صوم دہر میں مذاہب اکثر علماء احناف نے صوم دہر کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے اور بعض احناف نے بلا کراہت جائز رکھا ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک صوم دہر مکروہ تحریمی ہے اور شوافع کے نزدیک اگر اس سے روزہ رکھنے والے کو ضرر نہ ہو تو مستحب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اگر صوم دہر سے کسی کا حق ضائع نہ ہو، کوئی عبادت فوت نہ ہو اور روزہ رکھنے والے کو ضرر نہ ہو تو بلا کراہت

جائز ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: لا صام من صام الابد "جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا"۔ صحیح مسلم میں ہے: "آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جس شخص نے صوم دہر رکھا اس شخص کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا نہ روزہ ہے نہ افطار ہے۔ ان دونوں حدیثوں کا معنیٰ یہ ہے کہ صوم دہر رکھنے والے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کی مخالفت کی جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے اس لیے اس شخص کے روزے کا اجر نہیں ہے اور نہ ہی اس کا افطار نفع بخش ہے۔ اور جو تین شخص کثرت عبادت کی طلب میں آپ کے پاس آئے تھے جن میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، آپ نے ان سے فرمایا "میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز کے لیے قیام بھی کرتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور ازواج کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے راستہ پر نہیں ہے"۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص صوم دہر رکھتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کرتا ہے اور وہ اس وعید کا مستحق ہے جو سنت سے اعراض کرنے والے کو دی گئی ہے۔

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم دہر رکھنے والے ایک شخص سے فرمایا "تمہیں کس نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے آپ کو عذاب دو" اور مسند احمد، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صوم دہر رکھا اس پر جہنم کو اس طرح تنگ کر دیا جائے گا یہ فرما کر آپ نے مٹھی بند کر لی اور نوے کو عقد بنایا، یہ حدیث مسند بزار اور طبرانی میں بھی ہے اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں اور اس حدیث کی جو تاویل کی گئی ہے وہ انتہائی رکیک ہے۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک صوم دہر مستحب ہیں، ہمیں اس بات پر سخت حیرت اور تعجب ہے کہ جو چیز اسوۂ رسول کے مخالف ہو وہ کیسے مستحب ہو سکتی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل امر لیس علیہ امرنا فھو رد۔ "جو چیز ہمارے طریقہ کے مخالف ہو وہ مردود ہے" نیز صوم دہر رکھنے میں اپنے نفس کو اس شدید مشقت میں ڈالنا ہے جس کی اس شریعت مطہرہ نے مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور مشکل کا ارادہ نہیں کرتا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یسروا ولا تعسروا "آسانی کرو اور مشکل اور دشواری نہ کرو"۔ نیز فرمایا تم سے جو شخص بھی دین پر غالب آنا چاہے دین اس پر غالب آجائے گا"۔ نیز فرمایا "مجھے ایسی شریعت کا حکم دیا گیا ہے جو آسان اور سہل ہے"۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر صوم دہر سے کوئی ضرر نہ ہو تو پھر بھی یہ طریقہ نبوی کی مخالفت کی وجہ سے شدید مکروہ اور ممنوع ہے اور اگر اس سے کوئی ضرر ہو، کوئی عبادت قضا ہو یا کسی کا حق ضائع ہو تو پھر قطعاً مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں: عیدین اور ایام تشریق کو چھوڑ کر صوم دہر رکھنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ کسی ضرر کا خوف نہ ہو کیونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی باندی ام کلثوم روایت کرتی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ صوم دہر رکھتی ہیں! حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم دہر سے منع کیا ہے! انھوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صوم دہر سے منع فرماتے تھے لیکن جس شخص نے عید اضحیٰ اور عید فطر کو روزہ نہیں رکھا۔ اس نے صوم دہر نہیں رکھا (بیہقی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صوم دہر کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا جو لوگ صوم دہر رکھتے ہیں وہ سابقین میں سے ہیں۔ علامہ شیرازی فرماتے ہیں البتہ جب صوم دہر رکھنے سے ضرر کا خوف ہو یا کسی کا حق ضائع ہو تو صوم دہر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنا دیا، حضرت سلمان، ابو درداء سے ملاقات کے لیے آئے تو ام درداء کو ابتر حالت میں دیکھا۔ پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انھوں نے کہا تمہارے بھائی کو دنیا کی کسی چیز سے دل چسپی نہیں ہے۔ حضرت سلمان نے کہا اے ابو درداء تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو اور اپنی بیوی کے پاس بھی جاؤ اور ہر حق دار کا حق ادا کرو، حضرت ابو درداء نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے بھی حضرت سلمان کی طرح فرمایا۔ [۱]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک صوم دہر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوطلحہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ کے دیگر اصحاب صوم دہر کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں، اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: لا صام من صام الابد، لا صام من صام الابد۔ "جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے، جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے"۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیف بمن یصوم الدھر کلہ قال لا صام ولا افطر۔ "یا رسول اللہ! جو شخص صوم دہر رکھے اس کا کیا حکم ہے فرمایا اس کا روزہ ہوا نہ افطار"!

اور ہمارے اصحاب کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں ہمیشہ روزے رکھتا ہوں کیا میں سفر میں بھی روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو افطار کرو (مسلم) اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اگر صوم دہر رکھنا ممنوع ہوتا تو آپ اسے منع فرما دیتے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں صوم دہر سے منع کیا ہے وہ اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص عیدین اور ایام تشریق کو بھی روزہ رکھے یا جن روزوں سے ضرر ہو یا کسی کا حق ضائع ہو یا کسی عبادت کے رہ جانے کا خوف ہو [۲]۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شوافع کے نزدیک صوم دہر شرائط مذکورہ کے ساتھ مستحب ہیں [۳]

[۱] علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵، المہذب مع الشرح ج ۶ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۳۹۰ - ۳۸۹
[۳] " " " شرح المسلم ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

قارئین کرام کو علم ہوگا کہ علامہ نووی نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ صوم دہر کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور اصحاب ابوحنیفہ کی پیش کردہ احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے نیز جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا شیدائی ہو اور مزاج رسالت پر نظر رکھتا ہو اور اصول شریعت کو پہچانتا ہو اس کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوگا کہ صوم دہر ایسی مشکل کٹھن اور دشوار عبادت اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اس لیے حق وہی ہے جس کو اصحاب ابوحنیفہ نے کہا ہے۔

بَابُ ۳۳ اِسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَآءَ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

ہر مہینے میں تین روزے اور یوم عرفہ، عاشورہ، پیر اور جمعرات کے روزوں کا استحباب

۲۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ الْعَدَوِيَّةُ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! (معاذہ کہتی ہیں) میں نے پوچھا کون سے دنوں میں؟ فرمایا دنوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے! مہینہ کے جن دنوں میں چاہتے روزے رکھ لیتے۔

۲۶۴۱ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ وَّهُوَ ابْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اَوْ قَالَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَسْمَعُ يَا فُلَانُ اَصُمْتَ مِنْ سُرَّةِ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور شخص سے فرمایا: اور وہ سن رہے تھے اے فلاں! کیا تم نے اس ماہ کے درمیان میں روزے رکھے ہیں؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: جب تم افطار کر چکو تو دو روزے اور رکھنا۔

۲۶۴۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيٰى

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَجُلٌ
اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
كَيْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ غَضَبَهٗ
قَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ
بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ
غَضَبِ رَسُوْلِهٖ فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هٰذَا
الْكَلَامَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ الدَّهْرَ كُلَّهٗ قَالَ
لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ
قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا
قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ
يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذَاكَ صَوْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ
قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّيْ طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِّنْ كُلِّ
شَهْرٍ وَّرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ
كُلِّهٖ وَصِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ
اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ
بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَى
اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ ۔

۲۶۴۳ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ
مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ
جَرِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيَّ عَنْ

حاضر ہوا اور پوچھا آپ کیسے روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سے ناراض ہو گئے۔ جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضگی کو دیکھا تو کہا ہم اللہ تعالیٰ کو رب ماننے سے راضی ہیں، اسلام کو دین ماننے سے راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے سے راضی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ حضرت عمر اس کلام کو بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر حضرت عمر نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو شخص پوری عمر روزے رکھے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا روزہ ہے نہ افطار۔ حضرت عمر نے پوچھا جو شخص دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ حضرت عمر نے پوچھا: جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت عمر نے کہا جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ مجھے اس کی قوت حاصل ہوتی! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام عمر (صوم دہر) کے روزے ہیں اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے گا اور مجھے امید ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً

أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سُئِلَ عَنْ صَوْمِهِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ
بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً قَالَ فَسُئِلَ
عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْمَا
صَامَ وَمَا أَفْطَرَ قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ
وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ وَمَنْ يُّطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ وَ
سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَّإِفْطَارِ يَوْمَيْنِ قَالَ
لَيْتَ أَنَّ اللّٰهَ قَوَّانَا لِذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ
صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ ذَاكَ صَوْمُ أَخِيْ
دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ
الْإِثْنَيْنِ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ وُّلِدْتُّ فِيْهِ وَيَوْمٌ
بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ قَالَ فَقَالَ صَوْمُ ثَلٰثَةٍ
مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَمَضَانَ إِلٰى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ
قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ قَالَ يُكَفِّرُ
السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ قَالَ وَسُئِلَ
عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ
الْمَاضِيَةَ قَالَ مُسْلِمٌ وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ
رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ
وَالْخَمِيْسِ فَسَكَتْنَا عَنْ ذِكْرِ الْخَمِيْسِ لِمَا
نُرَاهُ وَهْمًا۔

کہا: ہم اللہ تعالیٰ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر، اور اپنی بیعت پر (راضی ہیں) پھر آپ سے صیام دہر کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس شخص کا روزہ ہے نہ افطار، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے دو دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس کی کس کو طاقت ہے؟ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ اور دو دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دے۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا میں اس دن پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا، یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر ماہ کے تین روزے اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنے سے صوم دہر کا ثواب مل جاتا ہے حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ سے یوم عرفہ کے روزے کا سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس روزے سے گذرے ہوئے سال اور آنے والے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اس سے گذرے ہوئے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ آپ سے پیر اور جمعرات کے روزے کا سوال کیا گیا.... ہم نے جمعرات کے ذکر کو چھوڑ دیا کیونکہ ہمارے خیال میں اس میں وہم ہے۔

۲۶۴۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۴۵۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ الْاِثْنَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَمِيسَ۔

ایک دیگر سند سے ایسی ہی روایت ہے۔ البتہ اس میں پیر کا ذکر کیا ہے جمرات کا نہیں۔

۲۶۴۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

ایام بیض

حدیث نمبر ۲۶۴۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے اور دنوں کی تعیین کا اہتمام نہیں کرتے تھے، علماء کرام نے تعیین نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امت کو سہولت رہے اور تعیین کو لازم نہ سمجھ لیا جائے، ایام بیض کے روزے چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ یا بارہ، تیرہ اور چودہ تاریخوں میں رکھے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً مہینہ کے درمیان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۶۴۲ میں ہے ایک سائل نے پوچھا آپ کیسے روزے رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ ناراض ہو گئے۔ شارحین نے ناراضگی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کے اعمال بسا اوقات آپ کی خصوصیت بھی ہوتے ہیں، اسے یوں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کیسے روزے رکھوں؟ اسی حدیث میں ہے کہ جب آپ سے دو دن افطار اور ایک دن روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: کاش مجھے اس کی طاقت ہوتی! علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کاش میری امت کو طاقت ہوتی کیونکہ آپ کو تو اس سے بہت زیادہ کی طاقت تھی حتیٰ کہ آپ وصال کے روزے بھی رکھتے تھے اس کی تائید یہ ہے کہ حدیث نمبر ۲۶۴۳ میں آپ نے فرمایا کاش اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دے، یا یہ مطلب ہے کہ میں امت کے معاملات، تبلیغی مہمات اور دیگر عوارض کی وجہ سے یہ روزے نہیں

رکھ سکتا اگرچہ فی نفسہٖ اس سے زیادہ روزوں کی بھی آپ میں طاقت تھی۔

پیر اور جمعرات کے روزے

شیخ عثمانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے روزوں کے بارے میں متعدد احادیث صحیحہ وارد ہیں، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے اور اس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔ میں نے آپ سے ان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزے سے ہوں، یہ حدیث نسائی اور ابوداؤد میں ہے اور اس کو ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے، [۱]

یوم میلاد النبی کی خوشی

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ پیر کے دن کا روزہ قصداً رکھتے تھے، صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۶۴۳ میں ہے آپ نے پیر کے دن روزوں کا سبب یہ بیان کیا کہ ذالک یوم ولدت فیہ - اس دن میں پیدا ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم میلاد کی خوشی کی اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم میلاد کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر روزے سے بھی ادا ہوتا ہے اور صدقہ و خیرات سے بھی۔ اہل اسلام کا معمول ہے کہ وہ بارہ ربیع الاول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں، عروہ کہتے ہیں کہ ابولہب کی ایک لونڈی تھی ثویبہ، جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا، جب ابولہب مر گیا تو اس کو عذاب میں گرفتار دیکھا گیا اس سے کہا گیا تم نے مرنے کے بعد کیا دیکھا اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی سوا اس کے کہ مجھے اس (انگلی) سے پلایا جاتا ہے [۲]، علامہ عسقلانی لکھتے ہیں اس کے عذاب کی تخفیف حضور کی وجہ سے ہوئی، علامہ ابن جذری لکھتے ہیں کہ کافر نے آپ کی پیدائش کی خوشی میں صدقہ کیا تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو مسلمان اس خوشی میں صدقات کرنے کی بناء پر زیادہ کرم کے امیدوار ہیں۔

محافل میلاد کی شرعی حیثیت

اہل سنت و جماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا اور سال کے تمام ایام میں عموماً اور ماہ ربیع الاول میں خصوصاً آپ کی ولادت کا ذکر کرنا، آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل کو مجالس اور محافل میں بیان کرنا جائز اور مستحب ہے اور صدقات و خیرات کے ہدایا کا آپ کی جناب عالی میں ایصالِ ثواب کرنا اہلِ اسلام اور بزرگانِ دین کا معمول ہے۔

---

[۱] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔
[۲] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ،

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ہر اچھے کام میں بعض دنیادار برائی اور فسق و فجور کے پہلو نکال لیتے ہیں، مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ مسلمانوں کی اجتماعی عبادات اور خوشی کے ایام ہیں لیکن ان ایام کو میلہ کی شکل دے دی گئی ہے اور پارکوں اور تفریح گاہوں میں عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے۔ عورتیں سرخی، پاؤڈر اور دیگر کاسمٹکس کے لوازمات سے بن سنور کر، ساحلِ سمندر، پارکوں اور عام تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور اوباش لوگ فحش حرکات کرتے ہیں۔ ان تمام جگہوں پر بلند آواز سے لاؤڈ اسپیکر پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے جگہ جگہ میلہ لگتا ہے جس میں ناچ گانا اور تمام خرافات ہوتی ہیں۔ ان ناجائز امور اور غیر شرعی حرکات کی بناء پر کوئی مسلمان شخص یہ نہیں کہتا کہ چونکہ عیدین کے ایام میں یہ غیر شرعی امور ہوتے ہیں اس لیے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز بند کر دی جائے یا عید کے دن خوشی نہ منائی جائے، لوگ نہا دھو کر نئے کپڑے بدل کر عید گاہوں میں نہ جائیں کہ اس سے ان خرافات کا دروازہ کھلتا ہے۔ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اگر کسی سنت پر عمل کرنے سے بے شمار حرام کاموں کا دروازہ کھلتا ہو تو اس سنت کو ترک کر دینا چاہیے۔ علیٰ ہذا القیاس ۱۴ اگست اور تیئس مارچ قومی تہوار ہیں لیکن ان تہواروں میں بھی یہی خرافات ہوتی ہیں لیکن ان خرافات کی بناء پر کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان قومی تہواروں کو منانا بند کر دیا جائے۔ اسی طرح نکاح میں بالعموم گانے باجے، عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماعات اور دیگر خرافات ہوتی ہیں لیکن اس کی بناء پر نکاح کو مذموم یا ممنوع نہیں کہا جاتا، اس لیے اگر بعض جگہ محافل میلاد میں کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس سے محفل میلاد کو بند نہیں کیا جائے گا۔

عید میلاد النبی کو منانے کی شرعی حیثیت وہی ہے جس کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے۔ پہلے مسلمان صرف محافل کا انعقاد اور صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ بعد میں اہل محبت نے اس خوشی میں جلوس نکالنا شروع کیا جس میں نعت خوانی ہوتی تھی، قصیدہ بردہ پڑھا جاتا تھا اور علماء کرام تقریریں کرتے تھے اور نمازوں کے اوقات میں نماز پڑھی جاتی تھی اور کوئی غیر شرعی حرکت نہیں ہوتی تھی، اس جلوس کو فرض، واجب اور سنت کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم اور آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے جلوس نکالا جاتا تھا کیونکہ آج کل کسی شخص کی عظمت و شوکت کے اظہار کا ایک ذریعہ جلوس بھی ہے، اس امر کے پیش نظر جلوس نکالنا بلاشبہ ایک امر مستحسن ہے لیکن جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ بعض غیر معتدل لوگ ہر نیک اور اچھے کام میں اپنی ہوا و ہوس کے تقاضے سے برائی کے راستے نکال لیتے ہیں اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کر دیا گیا ہے۔ جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکنیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکاء جلوس پر پھل وغیرہ پھینکتی ہیں (شاید ایصال ثواب کی نیت سے۔ العیاذ باللہ) اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں۔ جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے۔ مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، اس قسم کے جلوس، میلاد النبی کے تقدس پر بدنما داغ ہیں ان کی اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ان کو فوراً بند کر دینا چاہیے کیونکہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، البتہ ان غیر شرعی جلوسوں کو دیکھ کر مطلقاً عید میلاد النبی کے جلوسوں کو حرام اور ناجائز کہنا صحیح نہیں

ہے اور جن شہروں اور جن جگہوں میں عید میلاد النبی کے جلوس اپنی شرعی حدود و قیود کے ساتھ نکلتے ہیں ان جلوسوں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

اسی طرح جن محافل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور نعت خوانی مزامیر کے ساتھ کی جاتی ہے وہ بھی ناجائز ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

واقبح منہ النذر بقرأۃ المولد فی المناثر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایھاب ثواب ذٰلک الی حضرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۱]

اور سب سے قبیح چیز یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو مناروں میں پڑھنے کی نذر مانی جائے اور اس میں گانا بجانا ہو اور اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچایا جائے۔

بعض اہل ہوا مجالس میلاد میں آلات موسیقی سے جو شغل کرتے ہیں اس کی مذمت میں علامہ ابن الحاج نے مدخل میں بہت تفصیل سے لکھا ہے اور یہ کوئی اختلافی چیز نہیں ہے۔ ان تمام حضرات نے نیک نیتی سے ان خرافات کی مذمت کی ہے ورنہ شرعی طریقہ سے محافل میلاد کے انعقاد کو خود ان بزرگوں نے بیان کیا ہے جس کو ہم انشاء اللہ العزیز ابھی نقل کریں گے۔ علامہ ابن الحاج کا ذکر ہم نے خصوصیت سے اس لیے کیا ہے کہ بعض مانعین ان کے نام کو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں، بہر حال ہم نے شروع میں عید میلاد النبی منانے سے متعلق اہلسنت کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے جواز اور استحسان میں اکابر اہل اسلام کی کبھی بھی دو رائیں نہیں رہیں، اور اگر کسی جگہ محافل میلاد میں کوئی غیر شرعی کام ہوتا ہے تو اس کی بناء پر میلاد کی تمام محافل کو بدعت سیئہ، ناجائز اور حرام قرار دینا اور مسلمانوں سے ان کو بند کرنے کی اپیلیں کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص، عید الفطر، عید اضحیٰ، چودہ اگست اور تئیس مارچ کے میلوں ٹھیلوں اور نکاح میں گانے بجانے کی خرافات کو دیکھ کر یہ کہے کہ عیدین کی نمازیں اور قومی تہوار یا نکاح کی تقریب ناجائز اور حرام ہیں، العیاذ باللہ۔

میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواز اور استحسان پر دلائل

میلاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل کا بیان ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا کوئی انکار کر سکے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور خصائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کے محامد و محاسن کا بھی بکثرت ذکر ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت کی دولت عطا کی ہے اس سے یہ آیات مخفی نہیں ہوں گی۔ قرآن مجید میں یہ بھی ہے:

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا (یونس: ۵۸) "آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ" اور یہ بھی ہے: واما بنعمۃ ربک فحدث (ضحیٰ: ۱۱) "اپنے رب کی نعمت کا بیان کیجیے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہیں اور رحمت بھی، اسی طرح آپ کی ولادت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت ہے آپ کے

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

خصائل اور محامد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمت ہیں اس لیے آپ کی ولادت اور آپ کے محامد و محاسن کا بیان کرنا اور ان پر خوشی منانا عین حکم قرآن کے مطابق ہے۔ اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ میلاد شریف ماہ ربیع الاوّل میں کیوں منایا جاتا ہے اور خصوصاً بارہ تاریخ کیوں معین ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی تعیین نہیں ہے، جیسے یکم شوال عید الفطر کے لیے اور نو ذی الحج حج کے لیے معین ہے، یا رمضان کا مہینہ روزوں کے لیے معین ہے۔ یا جیسے غروب آفتاب اور طلوع فجر مغرب اور فجر کی نمازوں کے لیے معین ہیں۔ میلاد شریف سال کے بارہ مہینوں میں کیا جا سکتا ہے اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے لیکن ربیع الاوّل کے مہینہ اور بارہ تاریخ کی اس لیے خصوصیت ہے کہ اس ماہ اور اس تاریخ میں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی ہے، اس کی شرعی نظیر یہ ہے کہ ابھی قریب ہی یہ روایت گذری ہے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن روزہ رکھا اس لیے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ مستحق ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا خود بھی روزہ رکھا اور ہمیں بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے[2] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نعمت عطا کی ہو اس دن اس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور اس نعمت کی تعظیم کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیر کے دن ولادت ہوئی، اس دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور اسی دن آپ مبعوث ہوئے تو آپ اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے تھے جیسا کہ باب مذکور کی اس حدیث میں ذکر ہے بنا بریں چونکہ بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی ولادت ہوئی اس لیے مسلمان خصوصیت کے ساتھ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس دن انواع و اقسام کے صدقات و خیرات کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں یہ دونوں حدیثیں تاریخ اور دن کی خصوصیت پر عظیم اصل ہیں۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

قال القرطبی مع انضمام ان من شرعہ تعظیم الایام التی اظہر اللہ سبحانہ فیہا الرسل فاستحسن فیہا الصوم۔[3]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا جو روزہ رکھا اس میں حضرت موسیٰ کی موافقت کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ آپ کی شریعت میں ان ایام کی تعظیم ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع اوّل ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۸ " " " ۱۳۸۱ھ

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۲۵ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

رسولوں کو غلبہ عطا فرمایا اس وجہ سے آپ نے دس محرم
کے روزے کو مستحسن قرار دیا۔

علامہ قرطبی نے جن ایام کی تنظیم کا ذکر فرمایا ہے ان میں مثلاً جمعہ کا دن ہے کیونکہ اس دن حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی دن آپ دنیا میں تشریف لائے، ایام تشریق کی عبادات حضرت ابراہیم کی یادگار ہیں۔ دس ذی الحج کا دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے اور ان تمام دنوں میں سب سے افضل وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق سرائے عالم ہوئے کہ تمام دنوں کی عظمتیں اس دن سے ہیں، اس لیے اس دن کی تنظیم کرنا، اس دن صدقہ وخیرات اور انواع واقسام کی نفلی عبادات کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، آپ کے فضائل وخصائل بیان کرنا، آپ کی جناب میں عبادات کے ہدایا کا ایصالِ ثواب کرنا اور اجتماعی طور پر خوشی منانا، ایمان کی علامات اور محبت رسول کے ثمرات ہیں اور اس ماہ اور اس دن کی عرفی تعیین حدیث عاشورہ کی روشنی میں جائز اور مستحسن ہے۔

رہا ان ایام میں خوشی منانا اور صدقہ وخیرات کرنا تو اس کی اصل صحیح بخاری کی وہ حدیث شریف ہے جس میں ابولہب کے ثویبہ کو آزاد کرنے کا واقعہ ہے، علامہ حسین بن محمد اس واقعہ کو سیرت کی متعدد کتب کے حوالوں سے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابونعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابولہب فوت ہوگیا تو اس کے ایک سال بعد اس کے بھائی عباس نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے کہا "اے ابولہب تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟" اس نے کہا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی۔ ماسوا اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے انگلی چھنگلی سے پلایا جاتا ہے۔[۱]

علامہ سہیلی امام بخاری کے حوالہ سے عروہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ابولہب کے بھائی عباس نے ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد اس کو خواب میں بُرے حال میں دیکھا اور ابولہب نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے تھے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی اور کہا تھا: "کیا تمہیں نہیں پتا کہ آمنہ کے ہاں تمہارے بھائی عبداللہ کا لڑکا پیدا ہوا ہے!" ابولہب نے اس سے کہا جا تو آزاد ہے۔" اس قول نے اس کو جہنم میں فائدہ پہنچایا۔ جیسا کہ اس کے بھائی ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت نے فائدہ پہنچایا اور اس کو جہنم میں سب سے کم عذاب دیا جائے گا۔[۲]

علامہ عینی نے سہیلی کے حوالہ سے اس روایت کو ذکر کیا ہے اور طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ کفار

---

[۱] علامہ حسین بن محمد دیار بکری۔ تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ موسستہ شعبان، بیروت، ۱۲۸۳ھ۔
[۲] علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۸۱ھ الروض الانف ج ۲ ص ۹ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۳۹۷ھ

کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن یہ ابولہب کی خصوصیت ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ اور جن کفار کے بارے میں نص وارد ہوئی خاص ہے [1]۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی سہیلی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور علامہ قرطبی کا قول بھی ذکر کیا ہے اور ابن منیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ قاعدہ یہی ہے کہ کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ مالک ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر کے اس کے عذاب سے تخفیف کر دے [2] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں تخفیف کی نفی سے عذاب آخرت کی تخفیف میں نفی مراد ہو اور حدیث میں تخفیف کے ثبوت سے عذاب برزخ میں تخفیف کا ثبوت مراد ہو۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

یہ روایت ہے کہ ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا، اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور میں اپنی اس انگلی کو چوستا ہوں (چھنگلی کی طرف اشارہ کیا) اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ثویبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مجھے بشارت دی، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ علامہ ابن جزری کہتے ہیں کہ وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی کی اور اسے اس کے صلہ میں جہنم میں جزا دی گئی تو وہ شخص جو مسلمان ہو، موحد ہو، اور آپ کا امتی ہو وہ اگر آپ کی ولادت کی خوشی منائے اور اپنی وسعت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں صدقہ و خیرات کرے تو اس کی جزا کا کیا عالم ہوگا! اللہ تعالیٰ سے توقع ہے کہ اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمائے گا! [3]

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں:

وارضعته ثویبة عتیقة ابی لهب اعتقها حین بشرته بولادته صلی الله علیه وسلم وقد رؤی ابو لهب بعد موته فی النوم فقیل له ما حالک؟ فقال فی النار، الا انه خفف عنی کل اثنین، وامص من بین اصبعی هاتین ماء واشار براس اصبعه. وان ذلک باعتاق ثویبة عندما بشرتنی بولادة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے دودھ پلایا، جو ابولہب کی آزاد کردہ تھی، ابولہب نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی، موت کے بعد ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جہنم میں ہوں، لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور اس نے اپنی انگلی کے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا میں

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[3] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا له. قال ابن الجوزی: فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی بفرحه لیلة مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم به فما حال المسلم الموحد من امته یسر بمولده؟[1]

اس کو چوستا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تھی اور آپ کو دودھ پلایا تھا، ابن جوزی نے کہا ہے کہ وہ ابولہب کافر جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے پر جزا دی گئی تو آپ کی امت کے اس مسلمان اور موحد کا کیا صلہ ہوگا جو آپ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے؟

اگر یہ شبہ ہو کہ ابولہب کے بھائی حضرت عباس جنہوں نے یہ خواب دیکھا وہ اسوقت کافر تھے اور ایک کافر کے خواب سے کوئی مسئلہ کیسے ثابت ہوگا اور شرعاً کیسے معتبر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قید خانے میں دو کافروں نے خواب بیان کیا اور آپ نے اس کا شرعاً اعتبار کیا، علاوہ ازیں امت مسلمہ کے اجلہ علماء کرام نے اس خواب کی روشنی میں مسئلہ میلاد بیان کیا ہے۔ شیخ انور شاہ کشمیری نے بھی اس خواب کو تسلیم کر کے اور اس کا شرعاً اعتبار کر کے لکھا ہے کہ:

فیه دلیل ان طاعات الکفار تنفعهم شیئا ولو لم تدرء العذاب۔[2]

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کفار کی طاعت سے انہیں کچھ فائدہ پہنچتا ہے اگرچہ بالکلیہ عذاب نہیں اٹھتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ثویبہ کو آزاد کرنے اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب محفل میلاد منعقد کرنے والوں اور اس پر خوشی منانے والوں کے لیے دلیل ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مال خرچ کریں کیونکہ ابولہب جو کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی کی اور اس کو اس کی جزا ملی تو جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خوشی میں مال خرچ کریں گے ان کی جزا کا کیا عالم ہوگا! لیکن عوام نے اس موقع پر جو بدعات پیدا کر لی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا ہوتا ہے اس سے محفل خالی ہونی چاہیے تاکہ اسلام کی پیروی سے محرومی نہ ہو۔[3]

---

[1] شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ، مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳ مطبوعہ المطبعۃ العربیہ لاہور طبع اول ۱۳۹۹ھ۔

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۲۷۸، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، طبع اول ۱۳۵۷ھ۔

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ۔

.....

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی[1]، علامہ حلبی[2]، علامہ حسین بن محمد دیار بکری[3]، علامہ زرقانی[4]، علامہ محمد بن یوسف شامی[5] اور علامہ ابن عابدین شامی[6] نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں ابولہب کی تخفیف عذاب کی روایت سے ایام مولد میں خوشی منانے اور صدقہ و خیرات کرنے پر استدلال کیا ہے اور ابن جذری[7] کی مسطورہ عبارت کو نقل کیا ہے۔ یہاں تک ہم نے اختصار کے ساتھ میلاد شریف کے جواز اور استحسان پر دلائل پیش کیے ہیں۔ اب ہم اس مسئلہ پر بعض علماء راسخین کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

علامہ سیوطی کے دلائل

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی سے میلاد شریف منانے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے لکھا: میلاد کا عمل اپنی اصل کے اعتبار سے بدعت ہے اور قرون ثلاثہ میں کسی سے یہ عمل منقول نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ محاسن پر مشتمل ہے اور اس میں قبیح کام بھی کیے جاتے ہیں پس جس شخص نے اس کے محاسن کو اختیار کیا اور بُرے کاموں سے بچا تو یہ بدعت حسنہ ہے۔ اور مجھ پر ایسی حجت ظاہر ہوئی جس سے اس کی اصل ثابت ہوتی ہے کیونکہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی تو اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہو یا کوئی بلا ٹالی ہو وہ خاص دن جب بھی آئے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر متعدد عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن سے ادا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر کونسی نعمت ہے اس لیے جب بھی آپ کی ولادت کا دن آئے تو اس میں انواع و اقسام کی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ اس دن تلاوت قرآن، صدقہ و خیرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مکارم کا بیان کرنا چاہیے اور نعت خوانی اور سماع میں جو چیزیں مباح ہیں وہ اس خوشی کے دن کرنی چاہئیں تاکہ مسرت اور سرور ظاہر ہو اور جو چیزیں حرام، مکروہ یا خلاف اولیٰ ہیں ان سے باز رہنا چاہیے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ پر ایک اور دلیل ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ سنن بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، حسن المقصد فی عمل المولد (الحاوی للفتاوی) ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ انسان العیون ج ۱ ص ۱۳۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

[3] علامہ حسین بن محمد دیار بکری شافعی تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ موسستہ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ،

[4] علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، شرح المواہب اللدنیۃ ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ

[5] علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ قاہرہ ۱۳۹۲ھ

[6] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد بن حجر (جواہر البحار) ج ۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۲۹ھ۔

[7] ابن جذری مشہور قاری ہیں بعض علماء نے ابن جذری کی جگہ ابن جوزی لکھا ہے وہ غلط ہے۔

سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ احادیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دہرایا نہیں جاتا۔ پس پتا چلا کہ آپ نے اپنی پیدائش، اپنی بعثت اور رحمت للعلمین پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے یہ فعل کیا تھا لہٰذا ہمارے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ ہم آپ کی ولادت کے ایام میں محافل منعقد کریں، کھانا کھلائیں، دیگر عبادات کریں اور خوشی و مسرت کا اظہار کریں [1]

علامہ ابن الحاج کے دلائل

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ علامہ ابن الصلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ آلاتِ موسیقی جب جمع ہوں تو حرام ہیں اور امام مالک نے فرمایا کہ بانسری اور مزامیر حرام ہیں اور نکاح میں دف بجانا جائز ہے .... اور ان آلاتِ موسیقی کی اس مبارک ماہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین کی ولادت کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا اس ماہ میں تو یہ واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ عبادات کی جاتیں امورِ خیر میں زیادتی کی جاتی اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں ہمیں ایک نعمت عظیمہ عطا کی ہے ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ عبادت نہیں کی لیکن اس کا سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر بہت زیادہ رحمت اور شفقت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اس خوف سے کسی عمل کو ترک فرما دیتے تھے کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے جس طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ آپ مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں۔ اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا، جب کسی شخص نے آپ سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا ہوں! اور اس دن کی تعظیم اس مہینہ کی تعظیم کو شامل ہے جس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم اس ماہ کا ایسا احترام کریں جو اس کے شایانِ شان ہے اور اس مہینہ کو اس طرح فضیلت دیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو باقی مہینوں پر فضیلت دی ہے اور اس فضیلت کے اظہار میں سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم اور ان کے ماسوا سب لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے، اور یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ جس وقت اور جس جگہ میں فضیلت ہو اس میں عبادات کی جاتی ہیں کیونکہ کسی وقت اور جگہ کی بذاتہٖ فضیلت نہیں ہوتی بلکہ اس کی فضیلت کسی اور سبب سے ہوتی ہے۔ پس، غور کرنا چاہیے کہ اس مہینہ میں اور پیر کے دن میں کس وجہ سے فضیلت ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پیر کے دن روزے کی اسی وجہ سے فضیلت ہے کہ اس دن آپ پیدا ہوئے! اس سبب سے مناسب یہ ہے کہ جب یہ مہینہ شروع ہو تو اس کی نہایت تعظیم اور تکریم کی جائے اور اس کے شایانِ شان اس کا احترام کیا جائے کیونکہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ ھ حسن المقصد (الحاوی للفتاویٰ) ج ۱ ص ۱۹۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی اسی میں ہے کہ فضیلت والے ایام میں نیکی کے افعال اور کارہائے خیر بکثرت کیے جائیں کیا انہیں نہیں معلوم کہ امام بخاری نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت کارِ خیر کرتے تھے اور سب سے زیادہ کارِ خیر رمضان شریف میں کرتے تھے لہٰذا ہم آپ کی پیروی میں فضیلت والے دنوں کی تعظیم کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ایّام فضیلت میں زیادہ عبادت اور زیادہ کارِ خیر کیے ہیں وہ معلوم اور معروف ہیں (جیسے رمضان شریف) اور اس مبارک مہینہ میں آپ کا خصوصیت کے ساتھ زیادہ عبادت اور کارہائے خیر کرنا ثابت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس ماہ میں زیادہ عبادت اس لیے نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ امت سے تخفیف کا ارادہ کرتے تھے اور اس پر رحمت اور شفقت کرتے تھے۔ بالخصوص ان امور میں جن کا تعلق آپ کے ساتھ تھا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا اور فرمایا اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے شکاری جانور کو قتل کرنے اور مدینہ کے درخت کو کاٹنے کی سزا نہیں مقرر فرمائی جیسا کہ مکہ میں ان چیزوں پر سزا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہو، آپ اس کے احکام میں امت پر شفقت کی خاطر تخفیف کر دیتے تھے [۱]

علامہ ابن الحاج کے شبہات اور ان کے جوابات

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے یہ جو کچھ لکھا تھا وہ حق اور صواب ہونے کے لحاظ سے شک اور شبہ سے بالاتر تھا۔ اس کے بعد انھوں نے محفلِ میلاد میں بعض لوگ جو خرابیاں کرتے ہیں ان کا ذکر کر کے رد کیا ہے خصوصاً آلاتِ موسیقی کا رد کرتے کرتے وہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے، لکھتے ہیں:

اگر محفل میلاد سماع سے خالی ہو اور اس میں صرف کھانا کھلانے پر اقتصار کیا جائے اور صرف میلاد کی نیت ہو اور اس میں مسلمان بھائیوں کو بلایا جائے اور ان تمام مفاسد سے خالی ہو جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تب بھی یہ عمل نفس میلاد کی نیت سے بدعت ہے کیونکہ اس فعل میں دین پر زیادتی ہے اور سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں رہا اور سلف کی اتباع صرف اولیٰ ہی نہیں واجب ہے، کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی سب سے زیادہ اتباع اور تعظیم کرنے والے تھے اور ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے میلاد کیا ہو [۲] میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین میں کسی سے یہ بھی منقول نہیں ہے کہ انھوں نے ماہ ربیع الاوّل کی تعظیم کی ہو اور اس ماہ میں زیادہ عبادات اور کارہائے خیر کرنے کو واجب قرار دیا ہو اس لیے اس ماہ میں عبادات کی زیادتی اور کارہائے خیر کی کثرت بھی بدعت قرار پائی، حالانکہ علامہ ابن الحاج ص ۲۶۱ پر اس کو واجب قرار دے چکے ہیں اور

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور با بن الحاج متوفی ۷۳۷ھ المدخل ج ۱ ص ۲۶۲ - ۲۶۱، مطبوعہ قاہرہ مصر۔
[۲] " " " المدخل ج ۱ ص ۲۶۸

ہم نے اس سے پہلے اس عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا ہے، علامہ ابن الحاج کی یہ عبارت چونکہ اصول اسلام کے خلاف ہے اس لیے باطل اور مردود ہے اور صحیح بات وہ ہے جس کو انہوں نے اس بحث کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ سلف صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کی تعظیم کو ہم سے زیادہ جاننے والے تھے اس کے باوجود انھوں نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں اور ہم ان کے تابع ہیں اس لیے ہم کو بھی انکی اتباع کرنی چاہیے بلکہ لکھتے ہیں کہ ان کی اتباع زیادہ واجب ہے؛ اس اصول پر کہا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین میں تابعین سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کو جاننے والے تھے اس لیے جس کام کو صحابہ نے نہیں کیا وہ تابعین کو نہیں کرنا چاہیے تھا اور ان کا کیا ہوا وہ کام صرف اس وجہ سے ناجائز اور بدعت ہو جانا چاہیے کہ ان سے پہلے بزرگوں نے اس کام کو نہیں کیا، مثلاً مسجد میں محراب بنانے کی ابتداء حضرت عمر بن عبد العزیز نے کی اور قرآن مجید میں حجاج بن یوسف نے اعراب لگائے اس اصول سے یہ دونوں کام ناجائز اور بدعت ہوئے کیونکہ اگر یہ کام صحیح ہوتے تو ان سے زیادہ دین کا درک رکھنے والے صحابہ کرام اس کام کو کیوں ترک کرتے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی بہ نسبت دین اور شریعت کو جاننے والے خود جناب رسالت ہیں کہ آپ کا منصب اور مقام ہی دین اور شریعت کو وضع کرنا ہے اس لیے جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ بدعت قرار پائے گا مثلاً حضرت عثمان نے جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کیا، حضرت عمر نے تراویح کی نماز شروع کرائی، اگر ان کاموں میں کوئی خیر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو کیوں ترک کرتے؟ علامہ ابن الحاج کے سامنے قرآن مجید کا جو نسخہ تھا اس میں سورتوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ یہ بہت بعد کے لوگوں نے رواج دیا تھا اور ان سے پہلے کے سلف صالحین نے قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے نام نہیں لکھے تھے اور تادم تحریر دنیائے اسلام میں قرآن مجید کے نسخے اسی طرح چھپ رہے ہیں، اگر اس کام میں خیر ہوتی تو اتباع تابعین، تابعین، اور صحابہ میں سے کوئی تو یہ کام کرتا پھر اس اصول پر قرآن مجید کے ان نسخوں کو کیا کہا جائے گا؟ ہم نے اختصار کی غرض سے صرف چند مثالیں پیش کی ہیں۔

ثانیاً گذارش یہ ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں، بجا ہے لیکن صحابہ اور تابعین نے اس فعل سے منع بھی تو نہیں کیا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔ "کسی کام کا کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس کا نہ کرنا اس کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا، صنعت و حرفت اور طرق تبلیغ میں سے چند کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں اور سینکڑوں کام اور طرق تبلیغ میں مثلاً تصنیف و تالیف وغیرہ جناب رسالت، صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے نہیں کیے تو کیا یہ سب ناجائز ہیں؟

ثالثاً صحابہ اور تابعین کے محافل میلاد منعقد نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ دن رات دین کے زیادہ اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے مثلاً اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا، کافروں کو مسلمان کرنا، مرتدین اور دین کے باغیوں کو تہہ تیغ کرنا، حدود الہیہ کو قائم کرنا اور اسلام کا سورج جو کہیں غروب نہیں ہوتا تھا ان تمام شہروں میں نظم و نسق قائم کرنا۔

رابعاً ہر وہ کام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کیا جائے اور وہ کام آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتا ہو، اس کو کرنا جائز ہے بشرطیکہ شرک نہ ہو خواہ اس کام کی مثیل اور نظیر عہد صحابہ اور تابعین میں نہ ہو۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهنا امران لا بد منهما احدهما وجوب تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم ورفع رتبته عن سائر الخلق والثاني افراد الربوبية واعتقاد ان الرب تبارك وتعالى منفرد بذاته وصفاته وافعاله عن جميع خلقه فمن اعتقد في مخلوق مشاركة الباري سبحانه وتعالى في شيء من ذلك فقد اشرك ومن قصر بالرسول صلى الله عليه وسلم عن شيء من مرتبته فقد عصى او كفر ومن بالغ في تعظيمه صلى الله عليه وسلم بانواع التعظيم ولم يبلغ به ما يختص بالباري سبحانه وتعالى فقد اصاب الحق وحافظ على جانب الربوبية والرسالة جميعًا وذلك هو القول الذي لا افراط فيه ولا تفريط ۔[1]

یہاں دو باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا واجب ہونا اور آپ کے مرتبہ کو تمام مخلوق سے بلند ماننا، دوسرا اللہ تعالیٰ کی انفرادیت اور اس بات کا اعتقاد کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں تمام مخلوق سے منفرد ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات صفات یا افعال میں کسی مخلوق کی شرکت کا اعتقاد رکھے وہ مشرک ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ میں کسی قسم کی کمی کرے وہ گناہ گار یا کافر ہے، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں تمام اقسام تعظیم کے ساتھ مبالغہ کرے اور وہ چیز ان چیزوں کو شامل نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کی یہ تعظیم حق و صواب ہے اور اس نے توحید و رسالت دونوں جانبوں کی رعایت کر لی اور یہی وہ قول ہے جس میں کوئی افراط و تفریط نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

وما يفعله بعض الناس من النزول بالقرب من المدينة والمشي على اقدامه الى ان يدخلها حسن وكل ما كان ادخل في الادب والاجلال كان حسنا ۔[2]

بعض لوگ مدینہ طیبہ آنے سے پہلے سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ کام جو بارگاہ رسالت میں زیادہ ادب اور تعظیم کا مظہر ہو وہ مستحسن ہے۔

یہ عبارت عالم گیری میں بھی ہے۔[3]

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ ہر وہ کام جو تعظیم رسول کا مظہر ہو اور منافی خصائص باری نہ ہو اس کا کرنا مستحسن ہے خواہ اس کی سلف صالحین میں کوئی نظیر نہ ہو، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر محفل میلاد کو منعقد کرنا اور کھڑے ہو کر ادب سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا بلاشبہ امر مستحسن ہے۔

---

[1] علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الجوہر المنظم، ص ۱۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۹۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی ہندیہ، ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

علامہ ابن الحاج نے بارگاہ رسالت کے آداب سے خود بھی ایمان افروز مثالیں ذکر کی ہیں جن پر سلف صالحین کا عمل نہیں رہا اس کے باوجود وہ افعال اہل ایمان کے دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: ایک بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے گئے اور مدینہ طیبہ کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر شہر کے باہر سے زیارت کر لی، ان سے کہا گیا، آپ شہر میں نہیں جاتے؟ انھوں نے کہا مجھ ایسا شخص سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں داخل ہو سکتا ہے؟ اسی طرح خلیفہ کا قاصد، حضرت امام مالک کے پاس خچر لیکر آیا کہ اس پر سوار ہو کر خلیفہ سے ملنے جائیں تو انھوں نے خچر پر سوار ہونے سے معذرت کر لی، اور کہا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں سے چلے ہوں وہاں میں سوار ہو کر چلوں یہ نہیں ہو سکتا! [۱]

اہل محبت سے اس قسم کی بہت سی مثالیں یادگار ہیں بہر حال جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر عید میلاد کی محافل قائم کرتے ہیں اور اس میں سلام اور قیام کرتے ہیں اور آپ کی جناب میں صدقات وخیرات اور دیگر عبادات کے ہدایا کا ایصال ثواب کرتے ہیں ان کے یہ اعمال یقیناً مستحسن اور خیر وبرکت کے موجب ہیں خواہ اس سے پہلے سلف صالحین میں ایسی مثالیں مروج نہ رہی ہوں۔

ماہ ربیع الاول اور پیر کے دن میں آپ کی ولادت کی وجہ

علامہ ابن الحاج نے ماہ ربیع الاول کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز نکتہ بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاول میں پیر کے دن ہوئی، ماہ رمضان میں نہیں ہوئی جس میں قرآن مجید نازل ہوا، نہ لیلۃ القدر میں ہوئی نہ حرمت والے مہینوں میں نہ شعبان کی پندرہویں شب میں نہ جمعہ کے دن نہ اس کی شب میں، ابن الحاج لکھتے ہیں اس کا جواب چار طریقوں سے ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ درخت اور پھل وغیرہ پیر کے دن پیدا کیے گئے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسان کی مادی حیات کے اسباب جس طرح پیر کے دن بنائے گئے اسی طرح اس کی روحانی حیات کا سبب کامل بھی پیر کے دن پیدا کیا گیا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ربیع کے معنی ہیں بہار اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسانیت کا گلشن صدیوں سے آباد تھا لیکن اس میں بہار اس وقت آئی جب آپ کی ولادت ہوئی، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فصل ربیع تمام فصول میں افضل ہوتی ہے اسی طرح آپ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے افضل ہے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ رمضان، لیلۃ القدر، شعبان کی پندرہویں شب یا جمعہ کی شب کو پیدا ہوتے تو ان اوقات سے آپ کو فضیلت ملتی اور جب آپ ربیع الاول میں پیر کے دن پیدا ہوئے تو اس ماہ اس دن کو آپ کی وجہ سے فضیلت ملی اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کسی سے فضیلت نہیں پاتے بلکہ کائنات میں جو بھی فضیلت پاتا ہے وہ آپ سے فضیلت پاتا ہے [۲]

---

[۱] - علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج متوفی ۷۳۰ھ، المدخل ج ۱ ص ۲۱۶، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[۲] - ″ ″ ″ المدخل ج ۱ ص ۲۹۸ - ۲۸۱

علامہ ابن الحاج کی عبارات پر علامہ یوسف صالحی کا تبصرہ

علامہ یوسف صالحی شامی، علامہ ابن الحاج کی دونوں عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ ابن الحاج نے نفس میلاد کی مذمت نہیں کی بلکہ بعض مجالس میلاد جن محرمات اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں ان کا رد کیا ہے کیونکہ ان کی ابتدائی عبارت میں تصریح ہے کہ اس ماہ مبارک میں خیرات، صدقات اور نیکی کے کاموں کو بکثرت کرنا چاہیے اور میلاد شریف سے اس کے سوا اور کیا مراد ہے؟ کیونکہ محافل میلاد میں قرآن مجید کی تلاوت اور کھانا کھلانے کے سوا اور کیا ہوتا ہے اور یہ خیر اور عبادت ہے اور اس عمل کو ہم مستحسن قرار دیتے ہیں، البتہ انھوں نے آخر میں جو میلاد شریف کو بدعت کہا ہے تو یہ ان کے پہلے کلام کے خلاف ہے یا تو اس کا محمل یہ ہے کہ بدعت سے ان کی مراد بدعت حسنہ ہے اور یا یہ مراد ہے کہ عمل مولد کی نیت بدعت ہے کیونکہ اسلاف میں سے کسی نے عمل مولد کی نیت نہیں کی، لیکن یہ بات ان کی پہلی عبارت کے ساتھ مطابق نہیں ہے کیونکہ پہلی عبارت میں انھوں نے اس ماہ میں نیکی کے کاموں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر برانگیختہ کیا ہے اور جو شخص عمل مولد کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مکارم کا بیان اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے بھائیوں کو خوشی میں کھانا کھلاتا ہے اور یہ بعینہٖ وہ نیکی ہے جس کو کرنے کی انھوں نے شروع میں تلقین کی تھی تو اب اس نیکی کی مذمت کیوں کی جارہی ہے؟

علامہ فاکہانی شافعی نے بھی میلاد شریف کا انکار کیا ہے اور اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد میں اس رسالہ کا بتمامہ ذکر کر کے رد کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ مذموم ہے یا بدعت مکروہہ اور یہ بدعت حسنہ ہے، علامہ یوسف صالحی شامی نے بھی علامہ سیوطی کے جوابات کو سبل الہدیٰ والرشاد میں نقل کیا ہے۔[1]

علامہ حلبی کے دلائل

علامہ حلبی لکھتے ہیں: مسلمانوں میں یہ عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہر چند کہ یہ قیام بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت قائم کر کے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور علامہ عزالدین ابن عبد السلام نے فرمایا بدعت کی پانچ قسمیں ہیں (شرح صحیح مسلم ج ۲ میں اس کی تفصیل دیکھیے) اور بدعت کی یہ اقسام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں "نئے کاموں سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے" اور جس نے ہمارے اس امر (شریعت یا دین) میں ایسا کام ایجاد کیا جو اس (شریعت) سے نہ ہو وہ مردود ہے۔" ان احادیث میں بدعت سے عام معنی نہیں بلکہ خاص معنی مراد ہے (یعنی بدعت سیئہ) کیونکہ ہمارے امام شافعی نے فرمایا جو چیز کتاب، سنت، اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے اور جو نیک کام ایجاد کیا جائے اور وہ ان کے خلاف نہ ہو وہ بدعت محمودہ ہے۔ امام شافعی کے زمانہ کے تمام مشائخ نے اس مسئلہ میں ان کی پیروی کی اور

[1] علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ قاہرہ ۱۳۹۲ھ۔

حکایت ہے کہ امام سبکی کے پاس ان کے معاصر علماء کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ اس وقت ان میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں علامہ صرصری کے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) اگر بہت عمدہ کاتب چاندی کے کاغذ پر سونے کے پانی سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نعت لکھے اور اس نعت کو سن کر علماء صف بستہ یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں تو آپ کے مقام کے اعتبار سے یہ تعظیم بھی کم ہے یہ اشعار سنتے ہی علامہ سبکی اور تمام علماء کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں آپ کی محبت کا بہت زیادہ اثر ظاہر ہوا، علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی کا یہ عمل اقتداء کے لیے کافی ہے نیز علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کے استحباب پر امت کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کا عمل اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ ہے اسی وجہ سے علامہ نووی کے استاذ شیخ ابوشامہ نے فرمایا ہمارے زمانہ میں ہر سال ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف ہوتا ہے جس میں خوشی اور زینت وسجاوٹ کا اظہار کیا جاتا ہے اور نیکی اور اچھائی کے کام کئے جاتے ہیں لوگ عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ تمام کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے مسلمانوں پر جو احسان فرمایا ہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس کے شکر پر دلالت کرتے ہیں، علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ قرونِ ثلاثہ میں اسلاف میں سے کسی نے میلاد شریف نہیں کیا یہ بعد میں شروع ہوا، پھر ہمیشہ سے اہل اسلام تمام ملکوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور میلاد شریف کی برکات سے ان پر فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا جو لوگ میلاد شریف کرتے ہیں ان پر اس سال امان ہوتی ہے اور انھیں مطلوب حاصل ہونے کی جلد بشارت مل جاتی ہے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی کا نظریہ

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کو سننے کے لیے جمع ہونا، اعظم عبادات سے ہے کیونکہ میلاد شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور آپ کے ذکر سے محبت آپ کے قرب کا ذریعہ ہے اور جلیل القدر علماء نے تصریح کی ہے کہ جس سال میلاد شریف کیا جائے اس سال امان رہتی ہے اور مقصود میں کامیابی کی جلد بشارت ملتی ہے جیسا کہ ابن الجزری نے تصریح کی ہے اور اس کو علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اسی طرح علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے رسالہ مولد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں ذکر کیا ہے، اور ہر وہ شخص جو آپ کی محبت میں صادق ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ میلاد النبی کے مہینہ میں خوشی منائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے لیے محفل منعقد کرے جس میں احادیث صحیحہ سے آپ کے میلاد کے واقعات بیان کیے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے صالحین کے زمرہ میں داخل ہو گا اور جس شخص کے جسم میں آپ کی محبت سرایت کر جائے گی وہ جسم انشاء اللہ بوسیدہ نہیں

---

[1] علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

ہوگا اور آپ کی شفاعت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو آپ سے محبت رکھتا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء مع من احب جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد مبارک کی راتوں کو عید بنالیا اور ان راتوں میں اگر صرف آپ پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے تو یہ بھی کافی ہے [۱]

ملا علی قاری کا نظریہ

ملا علی قاری فرماتے ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ میلاد النبی کی محفل کرنا جائز ہے، اور آپ کی سیرت اور آپ کی نعت سننے کے لیے اس محفل میں شریک ہونا جائز ہے اور لوگوں کی دعوت کرنا اور خوشی منانا جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد منعقد کرنا سنت ہے، اور جو شخص کسی معین شب میں محفل میلاد کی سنیت کا معتقد ہو وہ بدعتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کے ساتھ تعلق ہر وقت مطلوب ہے، ہاں جس ماہ میں آپ کی ولادت ہوئی، اس مہینہ کی قوی ترجیح ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ محفل میلاد کا اجتماع تبلیغ دین کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور علماء کو چاہیے کہ وہ ان محافل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، آداب، آپ کی سیرت آپ کے معاملات اور آپ کی عبادات کا بیان کریں اور لوگوں کو آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی نصیحت کریں۔ اور جو لوگ ان اجتماعات سے تبلیغ دین کا فائدہ نہیں اٹھاتے وہ محفل میلاد کی خیرات اور برکات سے محروم ہیں [۲]

محفل میلاد کے جواز اور استحباب پر ملا علی قاری کے دلائل

ملا علی قاری فرماتے ہیں: محفل میلاد کے جواز پر پہلی دلیل یہ ہے کہ ابولہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کی اور ثوبیہ کو آزاد کر دیا تو اس کی جزا میں ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے جیساکہ صحیح بخاری میں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم ولادت کی خود تعظیم فرماتے تھے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس دن کی تعظیم کے لیے ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے جیساکہ مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انعقاد محفل نبوی میں اگرچہ تعظیم کی صورت مختلف ہے لیکن تعظیم کا معنی موجود ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کرنا، قرآن مجید کا مطلوب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا "آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ"۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین "چوتھی دلیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں کوئی عظیم دینی کام ہوا ہو جب وہ زمانہ لوٹ کر آئے تو اس کی تعظیم کرنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدہ کو مقرر فرمایا جب آپ نے یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو اس کا سبب معلوم کیا اور جب کہا گیا کہ یہ اس دن اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر بحالہ جواہر البحار ج ۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ

[۲] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المولد الروی فی المولد النبوی ص ۸-۷، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ۔

روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے اس دن ان کو قوم فرعون سے نجات دی تھی تو آپ نے فرمایا
تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام پر نعمت کا شکر ادا کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔" آپ نے
خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد کی ہیئت اجتماعیہ
ہر چند کہ بدعت ہے لیکن اس کی اصل عہد رسالت میں موجود تھی۔۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود اپنی ولادت کا بیان فرمایا: انا دعوۃ ابی ابراھیم بشارۃ عیسٰی انا ابن
الذبیحتین۔ "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ حضرت عیسٰی کی بشارت
ہوں، میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک حضرت اسماعیل اور ایک آپ کے والد حضرت
عبداللہ۔ سعیدی غفرلہٗ) چھٹی دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف
پڑھنے کا محرک، باعث اور سبب ہے اور جو چیز مطلوب شرعی کا سبب ہو وہ بھی شرعاً
مطلوب ہوتی ہے، ساتویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں آپ کے معجزات اور کمالات
اور آپ کی سیرت کا بیان ہوتا ہے اور ہمیں آپ کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم ہے،
آٹھویں دلیل یہ ہے کہ جو شعراء صحابہ آپ کی مدح کرتے تھے اور نعتیہ اشعار پڑھتے تھے
آپ ان سے خوش ہوتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تو جب محفل میلاد میں
آپ کے شمائل اور فضائل کا بیان ہوگا اور نعت خوانی ہوگی تو آپ اس سے خوش
ہوں گے اور آپ کی خوشی شرعاً مطلوب ہے۔ نویں دلیل یہ ہے کہ آپ کے
معجزات اور سیرت کا بیان آپ کے ساتھ ایمان کے کمال اور آپ کی محبت میں
زیادتی کا موجب ہو وہ شرعاً مطلوب ہے۔ دسویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں
اظہار، سرور، مسلمانوں کو کھانا کھلانا اور آپ کی تعریف کرنا ہے یہ سب چیزیں
آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتی ہیں اور آپ کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔ گیارہویں دلیل
یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کی فضیلت یہ بیان کی ہے
کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو جس دن آپ پیدا ہوئے اس کی
فضیلت کا کیا عالم ہوگا! جس جگہ کوئی نبی پیدا ہوا اس جگہ کی بھی شرعاً تعظیم ہے
کیونکہ بیت لحم کے پاس جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا دو رکعت نماز پڑھیں
اور بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسٰی پیدا ہوئے۔ بارہویں دلیل یہ ہے کہ تمام علماء اور تمام
شہروں کے مسلمانوں نے محفل میلاد کو مستحسن قرار دیا اور حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے جس
کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اچھا ہے اور جس کام کو مسلمان
برا سمجھیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک برا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔
تیرھویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں ذکر کے لیے جمع ہونا، نعت خوانی، صدقہ و خیرات اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی تعظیم ہے اور یہ تمام چیزیں سنت اور شرعاً مطلوب اور محمود ہیں۔ چودھویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے

کلا نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك " ہم تمام انبیاء کے واقعات آپ کو بیان کرتے ہیں جس سے ہم آپ کے دل کو استقامت پر رکھتے ہیں " اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے واقعات سے ہم اپنے دل کی تسکین کے محتاج ہیں۔ پندرھویں[۱۵] دلیل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو عہد رسالت میں نہ ہو مطلقاً مذموم اور حرام نہیں ہے بلکہ اس کو دلائل شرعیہ سے دیکھا جائے گا اگر اس میں کوئی مصلحت واجبہ ہوگی تو وہ واجب ہوگی۔ اسی طرح مستحب، مباح، مکروہ اور حرام یہ سب بدعت کی اقسام ہیں۔ سولھویں[۱۶] دلیل یہ ہے کہ جو چیز صدر اول میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ نہ ہو لیکن افراد کے ساتھ ہو تو وہ بھی مطلوب شرعی ہے کیونکہ جس کے افراد شرعاً مطلوب ہیں اس کی ہیئت اجتماعیہ بھی شرعاً مطلوب ہوگی۔ سترھویں[۱۷] دلیل یہ ہے کہ اگر ہر بدعت حرام ہو تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا قرآن جمع کرنا حضرت عمر کا تراویح کی جماعت کا اہتمام کرنا اور تمام علوم نافعہ کی تصنیف حرام ہو جائے گی اور ہم پر واجب ہوگا کہ ہم تیر کمان کے ساتھ کفار سے جنگ کریں اور بندوقوں اور توپوں سے جنگ حرام ہو اور میناروں پر اذان دینا، سرائے اور مدارس بنانا، ہسپتال اور یتیم خانے بنانا سب حرام ہو جائیں اس وجہ سے وہ نیا کام حرام ہوگا جس میں برائی ہو کیونکہ ایسے بہت سے کام ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف میں سے کسی نے نہیں کیا مثلاً تراویح میں ختم قرآن ختم قرآن کی دعا، ستائیسویں شب کو امام الحرمین کا خطبہ دینا وغیرہا۔ اٹھارھویں[۱۸] دلیل یہ ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ جو چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ہے اور جو نیک کام ان کے مخالف نہ ہو وہ محمود ہے۔ انیسویں[۱۹] دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام میں اچھا کام ایجاد کیا اور بعد والوں نے اس پر عمل کیا تو اس کو ان کا اجر ملے گا اور ان کے اجور میں کمی نہیں ہوگی۔ بیسویں[۲۰] دلیل یہ ہے کہ جس طرح حج کے افعال صفا مروہ کی دوڑ، صالحین کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہیں۔ اسی طرح محفل میلاد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہے[۱]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں[۲]

حاجی صاحب مذکور نے لکھا ہے:

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کیا جاوے۔ مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں[۳]

حاجی صاحب ہی کا فرمان ہے:

---

[۱] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المورد الروی فی المولد النبوی ملخصاً ص ۱۷۔۹، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ۔

[۲] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵، مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور۔

[۳] " " ، شمائم امدادیہ ص ۵۰، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ۔

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔[1]

حاجی صاحب کا یہ بہت ایمان افروز ارشاد ہے۔

اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے، جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔[2]

شیخ تھانوی نے آخری جملہ اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا پر حاشیہ لکھا ہے۔

اقول: البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرنا زیادتی ہے۔[3]

اور میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بڑی زیادتی یہ ہے کہ محفل میلاد کو بدعت سیئہ قرار دیا جائے اور میلاد شریف کرنے والوں سے نفرت کی جائے اور انہیں اہل بدعت کے نام سے پکارا جائے!

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نظریہ

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولود شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑے ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف ہوئیں تو ہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔[4]

نیز لکھتے ہیں:

یہ قیام مشہور اماموں میں برابر متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا۔ اور کسی نے رد و انکار نہیں کیا، لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے۔[5]

• • •

۱۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، شمائم امدادیہ ص ۴۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ

۲۔ " " شمائم امدادیہ ص ۶۸،

۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۴۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، اقامۃ القیامۃ ص ۱۸-۱۰، مطبوعہ نوری کتب خانہ ۱۳۹۹ھ۔

۵۔ " " اقامۃ القیامۃ ص ۱۹

شیخ رشید احمد گنگوہی کا نظریہ

شیخ رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا:
انعقاد مجلس بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں

شیخ نے جواب دیا:

جواب: انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے (مستحسن کام کے لیے بلانا۔ سعیدی) منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اگر پڑھو گے حوالہ کتب معلوم ہو جائیں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا فقط والسلام کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی [۱]

شیخ گنگوہی کا جواب اور دلیل دونوں صحیح نہیں ہیں۔ جواب کی غلطی قارئین پر واضح ہو گئی ہو گی، دلیل اس لیے غلط ہے کہ امر مستحسن اور مستحب کے لیے عمل کی دعوت قرآن اور حدیث میں وافر تعداد میں موجود ہے۔ دیکھئے مساجد اور دینی مدارس کی تعمیر اور دینی جلسوں میں شرکت امر مستحب ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کام میں ہر فرقہ کے علماء بلا اختلاف دعوت دیتے ہیں اور اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

نواب بھوپالی کا نظریہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی عاشورہ محرم کے روزے رکھنے والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قلت وقد احتج بھذا الحدیث قوم جاھلون علی جواز الاحتفال بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیاسا علی یوم عاشوراء [۲]

میں کہتا ہوں کہ جاہل لوگوں نے اس حدیث کے تحت عاشورہ کے روزے پر قیاس کر کے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی، علامہ ابن عابدین شامی اور دیگر علماء اہل سنت نے اس حدیث سے محفل میلاد پر استدلال کیا ہے۔

محفل میلاد کی ابتداء

بعض علماء نے لکھا ہے کہ میلاد شریف کی محفل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری میں اربل کے بادشاہ ابوسعید مظفر نے کی ہے اور اس بات کو حافظ ابن کثیر کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ابوسعید مظفر کا مکمل تذکرہ لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے محفل میلاد مناتے تھے یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ محفل میلاد کے موجد تھے اور انھوں نے اس کی ابتداء کی ہے۔ ہم حافظ ابن کثیر کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔

حافظ ابن کثیر ۶۳۰ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:

الملک المظفر ابو سعید کوکبری احد الاجواد والسادات الکبراء والملوک الامجاد لہ اثار حسنۃ ـــ وکان یعمل المولد الشریف

بزرگ اور نیک بادشاہوں اور عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابوسعید مظفر بادشاہ تھے، وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتے تھے۔ اور بہت عظیم محفل منعقد

۱۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

۲۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، المسلک الوہاج ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۹، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۲ھ

فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالا هائلا، وکان مع ذلک شهما شجاعا فاتکا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واکرم مثواه وقد صنف الشیخ ابو الخطاب ابن دحیة له مجلدا فی المولد النبوی سماه التنویر فی مولد البشیر النذیر فاجازه بالف دینار وقد طالت مدته فی الملک فی زمان الدولة الصلاحیة وقد کان محاصر عکا والی هذه السنة محمود السیرة والسریرة قال السبط حکی بعض من حضر سماط المظفر فی بعض الموالد کان یمد فی ذلک السماط خمسة الاف راس مشوی، وعشرة الاف دجاجة ومائة الف زبدیة وثلاثین الف صحن حلوی، قال وکان یحضر عنده فی المولد اعیان العلماء والصوفیة ـــ وکانت له دار ضیافة للوافدین من ای جهة ومن ای صفة وکانت صدقاته فی جمیع القرب والطاعات علی الحرمین وغیرهما ـــ وکان یصرف علی المولد فی کل سنة ثلاثمائة الف دینار وعلی دار الضیافة فی کل سنة مائة الف دینار وعلی الحرمین والمیاه بدرب الحجاز ثلاثین الف دینار سوی صدقات السر رحمه الله تعالی وکانت وفاته بقلعة اربل واوصی ان یحمل الی مکة فلم یتفق فدفن بمشهد علی [1]

کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت زیرک، بہادر، مدبر، پرہیزگار، عادل اور عالم دین تھے۔ شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے میلاد شریف کے موضوع پر التنویر فی مولد البشیر النذیر نامی ایک کتاب لکھی جس پر انہوں نے شیخ مذکور کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔ ان کی حکومت کافی عرصہ تک قائم رہی۔ عکا کا محاصرہ کرتے ہوئے داصل بحق ہوئے ان کی سیرت اور حکومت بہت عمدہ تھی جو لوگ مظفر بادشاہ کی محفل میلاد میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں ہوتی تھیں۔ دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پنیر کی ٹکیاں، تیس ہزار مٹھائی کی ڈلیاں، اور ان کی محفل میلاد میں بہت بڑے بڑے علماء اور صوفیاء شریک ہوتے تھے۔ ہر علاقہ اور ہر قسم کے مہمانوں کے لیے بادشاہ مذکور کا دستر خوان کھلا رہتا تھا۔ وہ ہر قسم کی عبادات میں صدقہ اور خیرات کرتے تھے۔ حرمین شریفین کی عبادات پر بہت خرچ کرتے تھے۔ اور میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کرتے تھے اور مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتے تھے حرمین شریفین اور حجاز مقدس میں پانی کے انتظام پر تیس ہزار دینار خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بادشاہ مظفر پر رحمت کرے جو صدقات وہ خفیہ طور پر کرتے تھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے (۶۳۰ھ میں) اربل کے قلعہ پر وہ فوت ہو گئے انہوں نے مکہ مکرمہ میں مدفون ہونے کی وصیت کی تھی لیکن پوری نہ ہو سکی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوار میں انہیں دفن کر دیا گیا۔

صحیح یہ ہے کہ عالم اسلام میں ہمیشہ سے اہل اسلام ربیع الاول کی مبارک راتوں میں محافل میلاد منعقد کرتے رہے ہیں۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وما زال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه السلام ویعملون الولائم ویتصدقون

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے مہینہ میں اہل اسلام ہمیشہ محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔ دعوت کا اہتمام

[1]۔ ابو الفداء حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۱۳، ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع اول ۱۹۶۶ء

فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور، ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم ومما جرب من خواصه انه امان فی ذلک العام وبشری عاجلة بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرأ اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیادا لیکون اشد علة علی من فی قلبه مرض و اعیاء داء۔[1]

کرتے ہیں اور میلاد کی راتوں میں صدقہ اور خیرات کرتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں، میلاد شریف پڑھتے ہیں اور میلاد شریف کی برکات سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہوتا ہے اور محفل میلاد کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امان رہتی ہے اور مطلوب کی بشارت جلد مل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنا دیا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسالت کی بیماری ہے وہ اور بڑھ جائے۔

علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس عبارت کو علامہ حسین بن محمد دیار بکری،[2] علامہ ابن عابدین شامی،[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی[4] اور دیگر علماء و مشائخ نے اپنی اپنی تصانیف جلیلہ میں بیان کیا ہے۔

آخری گذارش

ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ آسان عبارت میں اس مسئلہ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور محفل میلاد کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، میلاد شریف کرنے والوں کے لیے یہ کلمات طمانیت کا موجب ہوں اور جو لوگ محفل میلاد میں بے اعتدالی کرتے ہیں اور اس کار خیر میں لہو و لعب کا آمیزہ ملاتے ہیں وہ لوگ جو سرے سے اس کار خیر کے انعقاد کی مخالفت کرتے ہیں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور اس کی نجات کا وسیلہ بنا دے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

باب ۳۳۸ صَوْمِ شَهْرِ شَعْبَانَ

شعبان کے روزوں کا بیان

۲۶۴۷- وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ وَلَمْ أَفْهَمْ مُطَرِّفًا عَنْ هَدَّابٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور سے فرمایا: تم نے شعبان کے وسط میں روزہ رکھا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا عید کے بعد تم دو

---

[1] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] علامہ حسین بن محمد دیار بکری، تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔
[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر (جواہر البحار) ج ۳ ص ۳۳۸، مطبوعہ مصطفیٰ البابی ۱۳۷۹ھ
[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲، ماثبت بالسنۃ ص ۶۰، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ، لاہور۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْ لِآخَرَ أَصُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ إِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ.

روزے رکھنا۔!

۲۶۴۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هَذَا الشَّهْرِ شَيْئًا فَقَالَ لَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مَكَانَهُ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کیا تم نے اس ماہ کے وسط میں روزے رکھے؟۔ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا عید الفطر کے بعد تم اس کی جگہ دو روزے رکھنا!

۲۶۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَخِي مُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيرِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هَذَا الشَّهْرِ يَعْنِي شَعْبَانَ شَيْئًا قَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ شُعْبَةُ الَّذِي شَكَّ فِيهِ قَالَ وَأَظُنُّهُ قَالَ يَوْمَيْنِ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تم نے اس ماہ کے وسط میں (یعنی شعبان میں) روزہ رکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الفطر کے بعد ایک یا دو روزے رکھنا! شعبہ جس کو اس روایت میں شک ہے وہ کہتے ہیں میرا گمان ہے راوی نے کہا دو دن۔

۲۶۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَيَحْيَى اللُّؤْلُؤِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ هَانِئٍ ابْنُ أَخِي مُطَرِّفٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ف: اس حدیث سے شعبان کے روزوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ایک روزہ کی جگہ عید کے بعد دو روزے رکھنے کا حکم دیا، سرر، سرہ کی جمع ہے جس کے معنی وسط ہیں۔ بعض شارحین نے اس کا معنی آخر بھی کیا ہے۔ اس پر سوال ہوگا کہ شعبان کے آخر میں روزے کی فضیلت کیسے ہوگی جبکہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے آپ نے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیے ہے جس کی عادت ہر ماہ کے آخر میں روزہ رکھنا ہو کیونکہ اس کے لیے رمضان سے ایک یا دو روز پہلے روزہ رکھنا منع نہیں ہے۔

بَابُ ۳۳۹ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

محرم کے روزوں کی فضیلت

۲۶۵۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

۲۶۵۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَرْفَعُهُ قَالَ سُئِلَ أَيُّ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ وَأَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلٰوةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا فرض نماز کے بعد کون سی نماز سب سے افضل ہے؟ اور ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے اور ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔

۲۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فَذَكَرَ الصِّيَامَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

ف: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں حالانکہ اس سے پہلے ابواب میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھتے تھے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کو محرم کی فضیلت کا علم آخر عمر میں ہوا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ علم کے باوجود آپ نے کسی عارضہ کی بنا پر محرم کی بجائے شعبان میں روزے رکھے ہوں!۔

بَابُ ۲۳۰ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ اِتْبَاعًا لِّرَمَضَانَ

رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

۲۶۵۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الْحَارِثِ الْخَزْرَجِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے۔

۲۶۵۵ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخُوْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۲۶۵۶ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَيُّوْبَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ...... اس کے بعد مثل سابق ہے۔

شوال کے چھ روزوں میں مذاہب اربعہ

علامہ نووی لکھتے ہیں ان احادیث میں امام شافعی، امام احمد اور داؤد وغیرہ کے مذہب پر صریح دلالت ہے، جو اس بات کے قائل ہیں کہ رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے مستحب ہیں، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ روزے مکروہ ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں لکھا ہے کہ میں نے اہل علم میں سے کسی کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انھوں نے کہا ہے کہ یہ روزے رکھنا اس لیے مکروہ ہیں کہ کوئی شخص ان کے وجوب کا گمان نہ کرے۔

امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل یہ احادیث صریحہ ہیں، اور جب ایک چیز سنت سے ثابت ہو جائے تو بعض، اکثر، یا تمام لوگوں کے قول کی بناء پر ترک نہیں کی جا سکتی، رہا ان کا یہ قول کہ شوال کے چھ روزے رکھنے سے

خطرہ ہے کہ ان کے وجوب کا گمان نہ کر لیا جائے تو یہ قول عرفہ اور عاشورہ کے روزے میں بھی جاری ہو سکتا ہے جب کہ وہ بالاتفاق مستحب ہیں۔ ہمارے اصحاب کا قول یہ ہے کہ عید الفطر کے بعد یہ چھ روزے پے در پے اور متواتر رکھنے چاہئیں اور اگر یہ روزے متفرق کر کے رکھے یا شوال کے اواخر میں رکھے جائیں تب بھی متابعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی کیونکہ بہر حال یہ روزے شوال میں رکھے گئے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ چھ روزے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اس لیے ہوں گے کہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے۔ تیس روزے رمضان کے اور چھ یہ روزے مل کر چھتیس[۳۶] روزے ہوئے اور دس سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوا۔ اور چونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اس لیے جو شخص رمضان کے بعد شوال کے یہ چھ روزے بھی رکھتا ہے اس کو تین سو ساٹھ روزے رکھنے کا اجر مل جائے گا۔ [۱]

احناف کے مذہب کی وضاحت

امام ابو حنیفہ نے عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے خواہ متصل رکھے جائیں یا متفرق، تاکہ فرض پر زیادتی کے ساتھ تشبیہ نہ ہو، اور امام ابو یوسف نے متصل طور پر شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے اور متفرق طور پر ان چھ روزوں کو مستحب اور مسنون قرار دیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اصالۃً حدیث کی پیروی کرتے ہیں اور اگر امام ابو حنیفہ کا کوئی قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو امام کے قول کی بجائے حدیث رسول کی پیروی کرتے ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حدیث ان تک نہیں پہنچ سکی یا یہ حدیث ان کے نزدیک شرائط قبول کی حامل نہیں تھی، امام مالک نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن مالکی علماء نے بھی امام مالک کے قول پر نہیں بلکہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کیا ہے۔ قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: شوال کے چھ روزوں کے متعلق یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے لیکن امام مالک نے ان کو مکروہ فرمایا یا اس خدشہ کی بناء پر کہ لوگ غیر رمضان کو رمضان میں شامل نہ کر لیں یا ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی اور یا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور زیادہ ظاہر یہی بات ہے۔[۲] امام اعظم کی طرف سے بھی یہی قول پیش کیا جا سکتا ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہیں خواہ متفرقاً رکھے جائیں یا متصلاً اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ اگر یہ روزے متصلاً رکھے جائیں تو مکروہ ہیں اور اگر متفرقاً رکھے جائیں تو مکروہ نہیں ہیں لیکن عام متاخرین کے نزدیک شوال کے چھ روزوں میں مطلقاً کوئی کراہت نہیں ہے۔[۳]

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۳۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ
[۲] قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ا ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[۳] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے: علامہ قاسم نے اپنے فتاوی میں تمام متاخرین کی عبارات جمع کی ہیں اور ان لوگوں کے قول کا رد کیا ہے جنہوں نے کراہت کے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ روزے متصلاً رکھے جائیں اور ایک قول تفریق کا بھی ہے [۱]

عالمگیری میں البحر الرائق کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے متصلاً رکھنا مکروہ نہیں ہے [۲]۔

علامہ طحطاوی نے تنویر اور حاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزوں کو متفرقاً رکھنا مستحب ہے اور متصلاً رکھنا مکروہ نہیں ہے [۳]

علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزے رکھنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے اور پھر اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ مسلسل روزے رکھنا افضل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ثم اتبعہ "پھر عید کے بعد چھ روزے رکھے" یا متفرق طور پر روزے رکھنا افضل ہے تاکہ فرض پر زیادتی کرنے میں اہل کتاب کی مخالفت ہو [۴]

شوال کے چھ روزے متفرقاً رکھنا مستحب ہے اور اگر یہ روزے مسلسل رکھے جائیں پھر بھی مذہب مختار کے مطابق مکروہ نہیں ہے (حاوی) امام ابو یوسف نے مسلسل روزے رکھنے کو مکروہ فرمایا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب عید کے دن کا روزہ رکھے اور اس کے بعد پے در پے پانچ روزے رکھے اور اگر عید کے دن افطار کیا اور پھر مسلسل چھ روزے رکھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ [۵]

عبارت کا آخری ٹکڑا علامہ کاسانی کا ہے ان کا پورا متن حسب ذیل ہے:

ملک العلماء علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

و منها اتباع رمضان بست من شوال كذا قال ابو يوسف كانوا يكرهون ان يتبعوا رمضان صوما خوف ان يلحق ذلك بالفريضة وكذا روى عن مالك انه قال اكره ان يتبع رمضان بست من شوال وما رايت احدا من اهل الفقه والعلم يصومها ولم

شوال کے چھ روزے بھی مکروہ روزوں کی قسم میں داخل ہیں۔ امام ابو یوسف کا یہی قول ہے کیوں کہ سلف رمضان کے بعد روزے رکھنے کو فرض میں اضافے کے اندیشے سے مکروہ سمجھتے تھے، امام مالک سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ انھوں نے کہا میں رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور میں نے

---

[۱]۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[۲]۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[۳]۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۸۷ مطبوعہ مطبع مصطفٰی البابی مصر ۱۳۵۶ھ

[۴]۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۳۸۷ مطبوعہ مطبعہ مصطفٰے البابی مصر، طبع اول ۱۳۵۶ھ

[۵]۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

يبلغنا عن احد من السلف وان اهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق اهل الجفاء برمضان ما ليس منه والاتباع المكروه هو ان يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة ايام فاما اذا افطر يوم العيد ثم صام بعده ستة ايام فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة [1]

کسی عالم اور فقیہ کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ سلف سے اس کے متعلق ہمیں کوئی روایت پہنچی ہے اور اہل علم ان روزوں کو مکروہ سمجھتے تھے اور بے دین لوگوں کی اس بدعت سے ڈرتے تھے کہ وہ کہیں فرض میں زیادتی نہ کر دیں اور غیر رمضان کو رمضان میں شامل کر دیں۔ رمضان کے بعد اس طرح چھ روزے رکھنا مکروہ ہے کہ عید الفطر کے دن ایک روزہ رکھے اور اس کے بعد پانچ روزے رکھے۔ لیکن اگر عید کے دن افطار کیا اور اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور سنت ہے۔

بَابُ ۳۴۱ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ مَحَلِّهَا

شبِ قدر کی فضیلت اور اس کے وقوع کا بیان

۲۶۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کو (رمضان کے) آخری ہفتہ میں لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے موافق ہے۔ پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۲۶۵۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو۔

۲۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں شب میں لیلۃ القدر کو

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَى رَجُلٌ أَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَاطْلُبُوهَا فِي الْوِتْرِ مِنْهَا۔

خواب میں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے۔ پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۲۶۶۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلَيْلَةِ الْقَدْرِ إِنَّ نَاسًا مِنْكُمْ قَدْ أُرُوا أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْأُوَلِ وَأُرِيَ نَاسٌ مِنْكُمْ أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْغَوَابِرِ فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا: تم میں سے کچھ لوگوں نے شب قدر کو ابتدائی سات دنوں میں دیکھا اور کچھ لوگوں نے آخری سات دنوں میں دیکھا، تم اس کو (رمضان کے) آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

۲۶۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَإِنْ ضَعُفَ أَحَدُكُمْ أَوْ عَجَزَ فَلَا يُغْلَبَنَّ عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِي۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو اگر تم میں سے کسی شخص کو ضعف یا عجز لاحق ہو تو وہ آخری سات دنوں کے اندر تلاش کرنے میں سستی نہ کرے۔

۲۶۶۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُلْتَمِسَهَا فَلْيَلْتَمِسْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شب قدر کو ڈھونڈنا چاہتا ہے وہ اس کو (رمضان کے) آخری عشرے میں تلاش کرے۔

۲۶۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَجَبَلَةَ وَمُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَيَّنُوا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو (رمضان کے) آخری عشرے یا آخری ہفتے میں تلاش کرو۔

لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ أَوْ قَالَ فِي التِّسْعِ الْأَوَاخِرِ.

۲۶۶۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَيْقَظَنِي بَعْضُ أَهْلِي فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ وَقَالَ حَرْمَلَةُ فَنَسِيتُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی، پھر مجھے گھر کے کسی فرد نے جگا دیا اور میں شب قدر کو بھول گیا۔ اب اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

۲۶۶۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ مِنْ حِينِ يَمْضِي عِشْرُونَ لَيْلَةً وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ يَرْجِعُ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ ثُمَّ إِنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَبِتْ فِي مُعْتَكَفِهِ وَقَدْ رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فَأُنْسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مُطِرْنَا لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، پھر جب بیس راتیں گزر جاتیں اور اکیسویں شب کی آمد ہوتی تو آپ گھر جاتے اور آپ کے ساتھ جو صحابہ معتکف ہوتے وہ بھی گھر جاتے، پھر ایک ماہ آپ نے اس شب میں اعتکاف کیا جس شب میں آپ پہلے گھر چلے جاتے تھے (یعنی اکیسویں شب میں اعتکاف کیا) آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ احکام آپ نے لوگوں کو بیان کیے پھر آپ نے فرمایا پہلے میں اس (درمیانی) عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر مجھ پر ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے میں اعتکاف کروں جو شخص میرے ساتھ اعتکاف بیٹھا ہے وہ اپنی جائے اعتکاف میں رات بسر کرے، مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی، پھر بھلا دی گئی، تم اس کو (رمضان کے) آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری نے کہا اکیسویں شب میں بارش ہوئی اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کی جگہ پانی ٹپکا جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کی طرف

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَقَدِ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُبْتَلٌّ طِيْنًا وَّمَآءً۔

۲۶۶۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِيْ رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِيْ فِيْ وَسَطِ الشَّهْرِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيَثْبُتْ فِيْ مُعْتَكَفِهِ قَالَ وَجَبِيْنُهُ مُمْتَلِئًا طِيْنًا وَّمَآءً۔

۲۶۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلٰى سُدَّتِهَا حَصِيْرٌ قَالَ فَأَخَذَ الْحَصِيْرَ بِيَدِهِ فَنَحَّاهَا فِيْ نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ فَقَالَ إِنِّيْ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيْتُ فَقِيْلَ لِيْ إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ قَالَ وَإِنِّيْ أُرِيْتُهَا لَيْلَةَ وِتْرٍ وَإِنِّيْ أَسْجُدُ صَبِيْحَتَهَا فِيْ طِيْنٍ وَّمَآءٍ فَأَصْبَحَ مِنْ لَيْلَةِ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَقَدْ قَامَ إِلَى الصُّبْحِ

دیکھا۔۔۔۔۔ آپ کے چہرہ مبارک پر پانی اور مٹی لگی ہوئی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے اعتکاف کیا وہ اپنی جائے اعتکاف میں رہے راوی کہتے ہیں درآں حالیکہ آپ کی پیشانی مبارک پانی اور مٹی سے آلودہ تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا پھر ایک ترکی خیمہ میں رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کر دی، پھر خیمہ سے سر باہر نکالا، اور لوگوں سے مخاطب ہوئے، لوگ آپ کے قریب ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: میں اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھا۔ پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا میری طرف وحی کی گئی کہ یہ آخری عشرے میں ہے تم میں سے جس شخص کو پسند ہو وہ اعتکاف کرے، لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، آپ نے فرمایا میں نے شب قدر کو طاق رات میں دیکھا اور میں شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا تھا۔ اکیسویں شب کو آپ نے رات بھر قیام کیا۔ صبح کے وقت بارش ہوئی اور مسجد سے پانی ٹپکا اور میں نے پانی اور مٹی دیکھی۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر نکلے تو آپ کی پیشانی اور ناک کی چوٹی کا کنارہ

فَمَطَرَتِ السَّمَآءُ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَأَبْصَرْتُ الطِّينَ وَالْمَآءَ فَخَرَجَ حِينَ فَرَغَ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَجَبِينُهُ وَرَوْثَةُ أَنْفِهِ فِيهِمَا الطِّينُ وَالْمَآءُ وَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ۔

پانی اور مٹی سے آلودہ تھے اور یہ آخری عشرہ کی اکیسویں صبح تھی۔

۲۶۶۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَكَانَ لِي صَدِيقًا فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ فَقُلْتُ لَهُ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ نَعَمْ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْوُسْطٰى مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيتُهَا أَوْ نُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَآءٍ وَطِينٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ قَالَ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ قَزَعَةً قَالَ وَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمُطِرْنَا حَتّٰى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَآءِ وَالطِّينِ قَالَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں شب قدر کا ذکر کیا، پھر میں اپنے دوست حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور ان سے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ تک نہیں چلتے؟ وہ میرے ساتھ گئے درآں حالیکہ انھوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ بیسویں صبح کو ہم اعتکاف سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی اور میں اس کو بھول گیا یا مجھے بھلا دی گئی۔ تم اس کو آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے۔ حضرت ابو سعید نے کہا ہم لوٹ گئے اس وقت ہم نے آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابو سعید نے کہا، پھر بادل آئے اور ہم پر بارش ہوئی، مسجد کی چھت جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اس سے پانی ٹپکنے لگا پھر نماز قائم کی گئی اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے ہیں، حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک پیشانی پر مٹی کے نشان دیکھے۔

۲۶۶۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرُ الطِّينِ۔

تو آپ کی پیشانی مبارک اور ناک کی نوک پر مٹی کے نشان تھے۔

۲۶۷۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ يَلْتَمِسُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَبْلَ أَنْ تُبَانَ لَهُ قَالَ فَلَمَّا انْقَضَيْنَ أَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَقُوِّضَ ثُمَّ أُبِينَتْ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَأَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَأُعِيدَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهَا كَانَتْ أُبِينَتْ لِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَإِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِهَا فَجَاءَ رَجُلَانِ يَحْتَقَّانِ مَعَهُمَا الشَّيْطٰنُ فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ الْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا سَعِيدٍ إِنَّكُمْ أَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا قَالَ أَجَلْ نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْكُمْ قَالَ قُلْتُ مَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ قَالَ إِذَا مَضَتْ وَاحِدَةٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ وَهِيَ التَّاسِعَةُ فَإِذَا مَضَى ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا السَّابِعَةُ فَإِذَا مَضَى خَمْسٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا الْخَامِسَةُ وَقَالَ ابْنُ خَلَّادٍ مَكَانَ يَحْتَقَّانِ يَخْتَصِمَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے تھے، جب درمیانی عشرہ مکمل ہو گیا تو آپ نے خیمہ کو کھولنے کا حکم دیا۔ پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ پھر آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا۔ پھر دو شخص لڑتے ہوئے آئے جن کے ساتھ شیطان تھا پھر میں اس کو بھول گیا اب یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی نویں ساتویں اور پانچویں رات میں ڈھونڈو۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا: اے ابو سعید! ہم لوگوں کی بہ نسبت اس گنتی کو تم زیادہ جانتے ہو۔ انھوں نے کہا ہاں اس گنتی کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں، راوی کہتے ہیں میں نے کہا نویں ساتویں اور پانچویں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا جب اکیسویں گذر جائے اور اس کے بعد بائیسویں آئے تو وہ نویں سے مراد ہے اور جب تیئسویں گذر جائے اس کے بعد جو شب آئے گی وہ ساتویں سے مراد ہے اور جب پچیسویں گذر جائے اور اس کے بعد جو رات ہو وہ پانچویں سے مراد ہے۔

۲۶۷۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُهَيْلِ بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَأَرَانِي صُبْحَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ قَالَ فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فَصَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْصَرَفَ وَإِنَّ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ عَلٰى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ ۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے شب قدر دکھائی گئی، پھر بھلا دی گئی، پھر میں نے خواب دیکھا کہ میں شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ حضرت ابن انیس کہتے ہیں کہ تیئسویں شب بارش ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی کے نشان تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس تیئسویں شب کو شب قدر کہتے تھے۔

۲۶۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ الْتَمِسُوا وَقَالَ وَكِيعٌ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

۲۶۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَعَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ سَمِعَا زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يَقُولُ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَرَادَ أَنْ

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمام سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا! حضرت کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم فرمائے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ کہیں لوگ ایک رات پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور وہ رمضان کی ستائیسویں شب

لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا۔

ہے۔ پھر انھوں نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھا کر کہا کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب میں ہے۔ میں نے کہا اے ابو المنذر تم یہ بات اتنے یقین سے کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا اس دلیل یا اس نشانی کی بناء پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے بعد جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعائیں نہیں ہوتیں۔

۲۶۷۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَةَ بْنَ أَبِي لُبَابَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أُبَيٌّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهَا قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْبَرُ عِلْمِي هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَإِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْحَرْفِ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَدَّثَنِي بِهَا صَاحِبٌ لِّي عَنْهُ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں لیلۃ القدر کو جانتا ہوں! اور شعبہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت ابی نے فرمایا: مجھے زیادہ یقین اس بات پر ہے کہ یہ وہی رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا تھا اور یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، شعبہ کو حضرت ابی کے ان الفاظ میں شک ہے "یہ وہی رات ہے جس میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کا حکم دیا تھا"، اور کہا میرے ایک ساتھی نے شیخ سے یہ الفاظ اسی طرح نقل کیے ہیں۔

۲۶۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا مَرْوَانُ وَهُوَ الْفَزَارِيُّ عَنْ يَزِيْدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِيْنَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَهُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شب قدر کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کس کو یاد ہے؟ شب قدر اس شب میں ہے جس میں چاند طشت کے ایک ٹکڑے کی طرح طلوع ہوتا ہے۔

لیلۃ القدر کا لغوی اور عرفی معنی

لیلۃ القدر میں لفظ قدر کے علامہ راغب اصفہانی نے متعدد معانی بیان کیے ہیں، قدر کا ایک معنی قدرت ہے۔ کسی فعل کے کرنے یا کسی کام سے اپنے آپ کو روکنے کی طاقت کو قدرت کہتے ہیں۔ جب قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس سے مراد خلق ہے اور

جب بندے کی صفت ہو تو اس سے مراد کسب ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ایک رات کی عبادت کا ایک ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ علامہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ قدرت کا دوسرا معنی تقدیر ہے اور تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اپنی حکمت کے تقاضے سے مخصوص مقدار، مخصوص صفت اور مخصوص مدت کے لیے پیدا فرماتا ہے۔ اس اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے لیے بارش، رزق، جلانے اور مارنے کے احکام کا قلمدان اس رات میں فرشتوں کو سونپ دیتا ہے۔ علامہ اصفہانی نے قدر کا تیسرا معنی قدر و منزلت بیان کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: ۹۱) "انھوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی، قدر نہیں کی"، اس اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرنے کی ابتداء فرمائی، لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف پورا قرآن مجید نازل فرمایا اور اس رات کی عبادت کا اجر ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ کر دیا۔ اس رات کے عبادت گزاروں کی زیارت کے لیے حضرت جبرئیل سمیت لاتعداد فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور طلوع فجر تک فرشتے اس رات کے عابدوں کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ علامہ اصفہانی نے قدر کا ایک معنی تنگی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ومن قدر علیہ رزقہ (طلاق: ۷) "اور جس پر رزق تنگ کیا گیا ہے"۔ اس لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اتنے زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن منذر، ابن ابی حاتم، اور بیہقی نے اپنی سنن میں اپنی اپنی اسانید کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کو اس بات سے بہت تعجب ہوا اور انھوں نے اپنے اعمال کو بہت کم خیال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور تسکین کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بھی ذکر کی ہے۔ علی بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر فرمایا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اسّی سال عبادت کی اور ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں گذرا۔ آپ نے ان چار اشخاص میں حضرت ایوب، حضرت حزقیل، حضرت یوشع اور حضرت زکریا کا ذکر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو یہ سن کر تعجب ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا۔ یا محمد! آپ کی امت کو ان لوگوں کی اسّی سال کی عبادت سے تعجب ہوا! اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس سے بہتر چیز نازل کر دی ہے اور سورۂ قدر پڑھی اور کہا یہ اس چیز سے افضل ہے جس پر آپ کو اور آپ کی امت کو تعجب ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہوئے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ پہلے زمانے میں اس وقت تک کسی شخص کو عابد نہیں کہا جاتا تھا جب تک وہ ہزار ماہ عبادت نہ کرے اس لیے اس امت کو یہ رات دی گئی تاکہ اس ایک رات میں عبادت کر کے ان کا شمار عابدوں میں ہو جائے بلکہ پہلے زمانے سے بہتر عابدوں میں ہو جائے، ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی حکومت تراسی سال چار ماہ رہی ہے جو تقریباً ہزار کے برابر ہے اور اس مدت میں اسلام کے لیے فتوحات اور تبلیغ دین کی اہم خدمات ہوئیں لیکن اس رات میں عبادت بنو امیہ کی ہزار ماہ کی عبادتوں سے

افضل ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علامہ قرطبی کعب احبار کے حوالے سے لکھتے ہیں: بنی اسرائیل کے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی کی کہ اس بادشاہ سے کہیں کہ کوئی تمنا کرے اس نے یہ تمنا کی کہ میں اپنے مال، اولاد اور جان کے ساتھ جہاد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہزار لڑکے دیے۔ اس نے اپنے مال اور اولاد کے ساتھ ایک لشکر تیار کیا۔ وہ اپنے مال اور اولاد کو لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل پڑا، وہ ہر ماہ جہاد کرتا اور اس کا ایک لڑکا شہید ہو جاتا۔ جب ایک لڑکا شہید ہو جاتا تو وہ دوسرے لڑکے کو میدان میں لے آتا۔ اس طرح ہر ماہ اس کا ایک لڑکا شہید ہوتا رہا اور وہ اس کے باوجود دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ حتیٰ کہ ہزار ماہ میں اس کے ہزار لڑکے شہید ہو گئے پھر وہ خود آگے بڑھا اور کفار سے قتال کیا اور بالآخر شہید ہو گیا۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا اس شخص کی طرح تو کوئی بھی عبادت نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: لیلۃ القدر خیر من الف شہر "یعنی لیلۃ القدر کی عبادت اس بادشاہ جیسی ہزار ماہ کی صیام و قیام اور جہاد کی عبادتوں سے افضل ہے[2]

علامہ قرطبی مؤطا امام مالک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گذشتہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں۔ آپ نے دیکھا کہ اس کے مقابلے میں آپ کی امت کی عمریں کم ہیں۔ اس لیے آپ کی امت سابقہ امتوں کی طرح عبادت نہیں کر سکے گی۔ آپ کے اس قلق کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی اور اس ایک رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادتوں سے بہتر قرار دے دی[3]

علامہ قرطبی مجاہد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں زندگی، موت اور رزق وغیرہ کے احکام مدبرات امور کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ چار فرشتے ہیں۔ اسرافیل، میکائیل، عزرائیل اور جبرائیل علیہم السلام، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سال جس قدر بارشیں ہوتی ہیں جس قدر رزق ملتا ہے اور جن لوگوں نے جینا یا مرنا ہے اس کو لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھ دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ لیلۃ القدر میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ کون کون شخص بیت اللہ کا حج کرے گا، ان کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیے جاتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی کمی کی جاتی ہے نہ کوئی اضافہ[4]۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ در مختار میں بعض شوافع سے نقل کر کے لکھا ہے کہ تمام راتوں میں سب سے افضل رات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی رات ہے پھر لیلۃ القدر ہے پھر معراج کی رات ہے پھر یوم عرفہ کی رات ہے پھر جمعہ کی رات ہے پھر نصف شعبان کی رات ہے۔ پھر عید کی رات[5] ہے۔

علامہ آلوسی غنیۃ الطالبین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۹۳ - ۱۹۲، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[2] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ۔

[3] ۔ " " ، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۳ - ۱۳۲،

[4] ۔ " " ، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۰،

[5] ۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

اس رات میں حضرت جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جائیں ان کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں، جب وہ زمین پر اترتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اور باقی فرشتے چار جگہوں پر اپنے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں، کعبہ پر، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر، بیت المقدس کی مسجد پر اور طور سیناء کی مسجد پر۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ زمین پر پھیل جاؤ، پھر فرشتے تمام زمین پر پھیل جاتے ہیں اور جس مکان یا خیمے یا پتھر پر یا کسی کشتی میں غرض جہاں بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت ہو وہاں فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں جس گھر میں کتا یا خنزیر یا شراب ہو یا تصویروں کے مجسمے ہوں یا کوئی شخص زنا کاری سے جنبی ہو وہاں نہیں جاتے۔ وہاں پہنچ کر فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جب فجر ہوتی ہے تو آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تھے۔ کیونکہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی لیلۃ القدر تھی۔ آسمان دنیا کے فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجات کے سلسلے میں کیا کیا؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیک لوگوں کو بخش دیا اور بدکاروں کی شفاعت قبول کر لی، پھر آسمان دنیا کے فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ کی مغفرت فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ فرشتے دوسرے آسمان پر جاتے ہیں اور وہاں اسی طرح گفتگو ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، جنت نعیم، جنت عدن، اور جنت الفردوس سے ہوتے ہوئے وہ فرشتے عرش الٰہی پر پہنچیں گے وہاں عرش الٰہی آپ کی امت کی مغفرت پر شکریہ ادا کرے گا اور کہے گا: اے اللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ گذشتہ رات تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالحین کو بخش دیا اور گنہگاروں کے حق میں نیکوکاروں کی شفاعت قبول کر لی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عرش! تم نے سچ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے میرے پاس بڑی عزت اور کرامت ہے اور ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا کبھی خیال آیا۔[۵]

فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں

فرشتوں کے زمین پر نزول کے بارے میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زمین پر انسانوں کی عبادات کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں فرماتا ہے: "تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم" فرشتے اور جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کی اجازت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔" اس سے معلوم ہوا کہ بشمول جبرائیل تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے زمین پر آنے کی پہلے اجازت طلب کرتے ہیں پھر اس کے بعد زمین پر اترتے ہیں اور یہ چیز انتہائی محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ پہلے وہ ہماری طرف راغب اور مائل تھے اور ہم سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے لیکن اجازت کے منتظر تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے اجازت مل گئی تو قطار در قطار صف باندھے زمین پر اتر آئے۔[۶]

اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے اس قدر گناہوں کے باوجود فرشتے ہم سے ملاقات کی تمنا کیوں کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کو ہمارے گناہوں کا پتا نہیں چلتا کیونکہ جب وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے

۵۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔
۶۔ علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع ثانی ۱۳۹۸ھ۔

ہیں تو مسلمانوں کی عبادات کو تفصیل کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جب گناہوں پر پہنچتے ہیں تو لوح محفوظ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس وقت فرشتوں کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکلتے ہیں "سبحان ہے وہ ذات جس نے نیکیوں کو ظاہر کیا اور گناہوں کو چھپا لیا![1]

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے خود عبادات سے مالا مال ہیں، تسبیح، تقدیس اور تہلیل کے تونگر ہیں، قیام، رکوع اور سجود کون سی عبادت ہے جو ان کی جھولی میں نہیں ہے پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جسے دیکھنے کے شوق میں وہ انسانوں سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا کسی اور ضرورت مند کو کھلا دے یہ وہ نادر عبادت ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی، گناہوں پر توبہ اور ندامت کے آنسو بہانا اور گڑگڑانا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا، اپنی طبعی نیند چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے رات کے پچھلے پہر اٹھنا اور خوفِ خدا سے ہچکیاں لے لیکر رونا یہ وہ عبادت ہے جس کا فرشتوں کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے گناہ گاروں کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح اور تہلیل کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے فرشتے یادِ خدا میں آنسو بہانے والی آنکھوں کے دیکھنے اور خوف خدا سے نکلنے والی آہوں کے سننے کے لیے زمین پر اترتے ہیں!

امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور آکر سلام عرض کریں گے: الملائكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم "فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور آکر سلام کریں گے"۔ اور لیلۃ القدر میں یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور آکر دنیا میں بھی تم کو سلام کریں گے۔ امام رازی نے دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ علماء اور صالحین کے سامنے زیادہ اچھی اور زیادہ خضوع و خشوع سے عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو! تم عبادت گذاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو آؤ اب ملائکہ کی مجلس میں عبادت خضوع اور خشوع سے عبادت کرو۔[2]

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اعتراض کی صورت میں کہا تھا کہ اُسے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے جو زمین میں فسق و فجور اور خونریزی کرے گا، اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی امیدوں سے بڑھ کر اجر و ثواب کا وعدہ کیا، اس رات کے عبادت گذاروں کو زبان رسالت سے مغفرت کی نوید سنائی، فرشتوں کی آمد اور ان کی زیارت اور سلام کرنے کی بشارت دی تاکہ اس کے بندے یہ رات جاگ کر گزاریں، تھکاوٹ اور نیند کے باوجود اپنے آپ کو بستروں اور آرام سے دور رکھیں تاکہ جب فرشتے آسمان سے اتریں تو ان سے کہا جا سکے یہی وہ ابن آدم ہے جس کی خونریزیوں کی تم نے خبر دی تھی یہی وہ بشر خاکی ہے جس کے فسق و فجور کا تم نے ذکر کیا تھا، اس کی طبیعت اور خلقت میں ہم نے رات کی نیند رکھی ہے لیکن یہ اپنے طبعی اور خلقی تقاضوں کو

---

[1] علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع ثانی ۱۳۹۸ھ۔
[2] " " " " تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۴۶، " " "

چھوڑ کر ہماری رضا جوئی کے لیے یہ رات سجدوں اور قیام میں گزار رہا ہے۔ تم نے فسق وفجور اور خونریزیاں دیکھی تھیں ہماری خاطر راتوں کو جاگ کر سجدہ کرنے والی جبینیں نہیں دیکھی تھیں، ہماری یاد کے سبب آنکھوں میں مچلنے والے آنسو نہیں دیکھے تھے!

دیکھو! اللہ تعالیٰ بڑے مان سے تمہاری عبادت دکھانے کے لیے آسمان سے فرشتے اُتارتا ہے کہیں تم یہ رات گناہوں میں گزار کر اس کا مان توڑ نہ دینا!!

کم عبادت پر زیادہ اجر کیوں ہے؟

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ اجر ہوتا ہے اور ہزار ماہ کی راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے میں شب قدر کی بہ نسبت بہت زیادہ مشقت ہے پھر اس رات کا اجر ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسبت کے بدلنے سے ثواب اور عذاب کے احکام بدل جاتے ہیں، اگر کوئی شخص ایک نماز اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو دس گنا اجر ہے، جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو ستائیس گنا اجر ہے، جامع مسجد میں پانچ سو گنا، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار گنا اور کعبہ میں نماز کا اجر ایک لاکھ گنا ہے، اسی طرح جس شخص پر زنا کی حد لگ رہی ہو اور اسے کوئی کہدے کہ یہ زانی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کسی کافر کو بلا ثبوت زانی کہدیا تو تعزیر لگے گی اور کسی پاک دامن مسلمان کو زانی کہہ دیا تو حد قذف (اسی کوڑے) لگے گی، اور اگر یہی کلمہ العیاذ باللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی نبی کو کہہ دیا تو یہ کلمہ کفر ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ نسبت بدلنے سے ثواب اور عذاب کے احکام بدل جاتے ہیں۔

ماہِ رمضان اور لیلۃ القدر

اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کی فضیلت یہ بیان کی ہے: شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن (بقرہ، ۱۸۵) "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا" اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس ماہ میں مسلمان کھانے پینے اور عمل تزویج کے طبعی تقاضوں کے برخلاف بھوک پیاس اور نفس کشی کو بقدر امکان برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کی صفت تجرّد اور تنزّہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور چونکہ روزے رکھنے سے مادّیت اور حیوانیت کم ہوتی ہے اور تجرّد اور روحانیت بڑھتی ہے۔ کیونکہ ماہ صیام میں اللہ تعالیٰ کے روزہ دار بندے اپنی بشریت میں صفات الوہیت کے حامل ہوتے ہیں اس لیے مناسب تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کلام کو سینہ بشریت پر اتارنے کی ابتداء کے لیے اس ماہ کا انتخاب کرتا، لہٰذا ماہ رمضان میں کلام الٰہی کو نازل کرنے کی ابتداء کی گئی اور ماہ رمضان کی تیس۳۰ راتوں میں سے لیلۃ القدر کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ علم الٰہی میں یہ بات تھی کہ اس رات اللہ کے بندے اس کی رضا جوئی کے لیے رات بھر جاگ کر عبادت کریں گے اور جس طرح اپنے طبعی تقاضوں کے برخلاف انھوں نے کھانے پینے کو چھوڑ کر دن روزے سے گذارا تھا اسی طرح اپنے فطری تقاضوں کے برخلاف نیند اور آرام کو چھوڑ کر رات سجدے اور قیام میں گزاریں گے اور یوں یہ بندے کلیۃً اپنی ذات کے تقاضوں کو چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے احکام کے تقاضوں کو پورا کریں گے اس لیے عین مناسب تھا کہ احکام الٰہیہ کے نازل کرنے کی ابتداء اس رات سے کی جاتی اسی لیے ارشاد ہوا: انا انزلناہ فی لیلة القدر "بے شک ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔"

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور الٓمٓ میں تین حرف ہیں اور اس سے تیس نیکیاں ملتی ہیں تو پورے قرآن مجید کی تلاوت کا کتنا اجر ہوگا! یہ تو پڑھنے کا حال ہے پھر قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے

کا کس قدر ثواب ہوگا! قرآن مجید کی تلاوت کا ایک اور صلہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید اپنے تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں لے جائے گا، گویا قرآن مجید کی وجہ سے اجر بھی بہت ملتا ہے اور شفاعت بھی نصیب ہوتی ہے اسلیے بھی مناسب تھا کہ قرآن مجید اس رات میں نازل کیا جاتا جس رات میں عبادت کا اجر بھی بہت زیادہ ہو اور جو رات شفاعت کی بھی موجب ہو لیلۃ القدر میں عبادت کا اجر ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ ہے اور یہ اپنے ساتھ شفاعت کرنے والے لاتعداد فرشتے لے کر آتی ہے! اس لیے لیلۃ القدر قرآن مجید کے بھی مناسب ہے اور رمضان شریف کے بھی کیونکہ رمضان شریف میں بھی ستر درجہ اجر و ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر میں مذاہب

لیلۃ القدر کس رات میں واقع ہوتی ہے اس میں صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور علماء امت کا کافی اختلاف ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لیلۃ القدر کے متعلق چالیس سے زیادہ اقوال مع دلائل ذکر کیے ہیں۔

ہم یہاں پر دلائل کو حذف کر کے مختصراً علامہ عسقلانی کی عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ عسقلانی لکھتے ہیں کہ پہلا قول روافض اور شیعہ کا ہے کہ لیلۃ القدر مطلقاً اٹھالی گئی ہے اور اب بالکل واقع نہیں ہوتی یہ قول بداہۃً باطل ہے دوسرا قول فاکہانی کا ہے کہ عہد رسالت میں صرف ایک سال لیلۃ القدر واقع ہوئی تیسرا قول بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ کا ہے کہ لیلۃ القدر اس امت کے ساتھ خاص ہے اور پچھلی امتوں میں بالکل واقع نہیں ہوتی چوتھا قول احناف میں سے قاضی خاں اور ابوبکر رازی کا ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں سے کسی ایک رات میں ہے، حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے پانچواں قول حضرت ابن عمر کا ہے کہ یہ پورے رمضان کی کسی ایک رات میں ہو سکتی ہے، امام ابوحنیفہ، ابن منذر اور بعض شافعیہ سے بھی یہی منقول ہے امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ یہ غیر معین رات ہے جو پورے رمضان میں منتقل ہوتی رہتی ہے چھٹا قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے یہ رمضان کی ایک معین رات ہے اور ہر بار اسی رات میں ہوتی ہے ساتواں قول حضرت عقیلی کا ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات ہے، آٹھواں قول سراج الدین ابن الملقن کا ہے کہ یہ نصف رمضان کی شب ہے نواں قول عکرمہ کا ہے کہ یہ نصف شعبان کی شب ہے دسواں قول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہے یہ رمضان کی سترھویں شب ہے گیارھواں قول عثمان بن ابی العاص اور حسن بصری کا ہے کہ یہ رمضان کے درمیانی عشرے کی غیر معین شب ہے۔ بارھواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی اٹھارویں شب ہے تیرھواں قول حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے کہ یہ رمضان کی انیسویں شب ہے۔ چودھواں قول امام شافعی کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی پہلی رات ہے، پندرھواں قول ابن حزم کا ہے کہ اگر تیس کا مہینہ ہو تو یہ بیسویں رات ہے اور تیس سے کم کا مہینہ ہو تو اکیسویں رات ہے سولھواں قول یہ ہے کہ یہ بائیسویں رات ہے سترھواں قول یہ ہے کہ یہ تیئیسویں رات ہے۔ یہ حضرت ابوایوب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج کا قول ہے اٹھارواں قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، شعبی، حسن اور قتادہ کا ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے۔ انیسواں قول ابوبکرہ کا ہے کہ یہ رمضان کی پچیسویں شب ہے، بیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی چھبیسویں رات ہے۔ اکیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی نظریہ

ہے۔ بائیسواں[22] قول یہ ہے کہ یہ اٹھائیسویں شب ہے اور تیئیسواں[23] قول ابن عربی کا ہے کہ یہ انتیسویں شب ہے، چوبیسواں[24] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی تیسویں شب ہے، پچیسواں[25] قول ابو ثور، مزنی، ابن خزیمہ اور علماء کی ایک جماعت کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ سب سے راجح قول ہے۔ چھبیسواں[26] قول بھی یہی ہے اور اس میں آخری شب کی زیادتی ہے۔ ستائیسواں[27] قول امام مالک، امام احمد، امام ثوری اور ابو قلابہ کا ہے کہ یہ رات تمام آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اٹھائیسواں[28] قول امام شافعی کا ہے کہ اس عشرے کی اکیسویں شب کی زیادہ توقع ہے۔ انتیسواں[29] قول یہ ہے کہ اس عشرے کی تیئیسویں شب زیادہ متوقع ہے، تیسواں[30] قول یہ ہے کہ اس عشرے کی ستائیسویں شب زیادہ متوقع ہے۔ اکتیسواں[31] قول یہ ہے کہ یہ آخری سات دنوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بتیسواں[32] اور تینتیسواں[33] قول یہ ہے کہ یہ نصف اخیر میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ چونتیسواں[34] قول یہ ہے کہ یہ سولھویں یا سترھویں شب ہے۔ پینتیسواں[35] قول یہ ہے کہ یہ سولھویں، انیسویں یا اکیسویں شب ہے، چھتیسواں[36] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی یا آخری شب ہے۔ سینتیسواں[37] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی یا نویں یا سترھویں یا اکیسویں یا آخری شب ہے۔ اڑتیسواں[38] قول یہ ہے کہ یہ انیسویں یا گیارہویں یا تیرھویں شب ہے۔ انتالیسواں[39] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی تیئیسویں یا ستائیسویں شب ہے۔ چالیسواں[40] قول یہ ہے کہ یہ اکیسویں یا تیئیسویں شب ہے۔ اکتالیسواں[41] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کے آخری سات دنوں میں ہے۔ بیالیسواں[42] قول یہ ہے کہ یہ بائیسویں یا تیئیسویں شب ہے۔ تینتالیسواں[43] قول یہ ہے کہ یہ درمیانی اور آخری عشرے کی جفت رات ہے۔ چوالیسواں[44] قول یہ ہے کہ یہ آخری عشرے کی تیسری یا پانچویں رات ہے۔ پینتالیسواں[45] قول یہ ہے کہ یہ پہلے نصف کی ساتویں یا آٹھویں شب ہے، چھیالیسواں[46] قول یہ ہے کہ یہ پہلی آخری یا طاق رات ہے اور یہ آخری قول ہے[1]

ستائیسویں شب پر قرائن

اس سے پہلے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انشاء اللہ کہے بغیر قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے، سات اعضاء پر سجدہ مشروع کیا، طواف کے سات پھیرے مقرر کیے اور ہفتے کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہیے۔ حافظ ابن حجر اور امام رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حروف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے اس لیے یہ رات ستائیسویں ہونی چاہیے۔ امام رازی نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی اس سورۃ مبارکہ میں ھی حتی مطلع الفجر میں ھی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے، اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۶-۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

شبِ قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں سے مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ تمام عبادات میں کوشش کرے، کس گناہ سے ناراض ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ ہر گناہ سے باز رہے۔ ولی کی کوئی علامت مقرر نہیں کی اور اسے لوگوں کے درمیان مخفی رکھا تاکہ لوگ ولی کے شائبہ میں ہر انسان کی تعظیم کریں۔ قبولیت توبہ کو مخفی رکھا تاکہ بندے مسلسل توبہ کرتے رہیں۔ موت اور قیامت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ بندے ہر ساعت میں گناہوں سے باز رہیں اور نیکی کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ کر عبادت کریں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو معین کر کے بتا دیتا تو نیک لوگ تو اس رات میں جاگ کر عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادتوں کا اجر حاصل کر لیتے اور عادی گنہگار اگر شامت نفس اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس رات بھی کوئی گناہ کر لیتا تو وہ ہزار ماہ کے گناہوں کی سزا کا مستحق ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تاکہ اگر کوئی عادی گنہگار اس رات بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو لیلۃ القدر سے لاعلمی کی بنا پر اس کے ذمہ لیلۃ القدر کی احترام شکنی اور ہزار ماہ کے گناہ نہ لازم آئیں، کیونکہ علم کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی سے گناہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے وہاں ایک شخص کو سوئے ہوئے دیکھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے وضو کے لیے اٹھا دو انھوں نے اٹھا دیا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ تو نیکی کرنے میں خود پہل کرتے ہیں آپ نے اس کو خود کیوں نہیں جگا دیا؟ آپ نے فرمایا اگر میرے اٹھانے پر یہ انکار کر دیتا تو یہ کفر ہوتا اور تمہارے اٹھانے پر انکار کرنا کفر نہیں ہے تو میں نے تم کو اٹھانے کا اس لیے حکم دیا کہ اگر یہ انکار کر دے تو اس کا قصور کم ہو، غور کرو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگاروں پر رحمت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آسان ہے کہ نیکو کار لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان کی متعدد راتیں جاگ کر کھنگال ڈالیں یہ بھی گوارا ہے کہ اس تلاش میں ان سے لیلۃ القدر چوک جائے لیکن یہ گوارہ نہیں ہے کہ لیلۃ القدر بتلا دینے سے کوئی گنہگار بندہ اپنے گناہ کی ہزار گنا زیادہ سزا پائے، اللہ! اللہ! وہ اپنے بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے، پھر گنہگار بندوں کا!

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر کا علم نہیں ہوگا اور بندے رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر کے گمان میں جاگ کر گذاریں گے اور رمضان کی ہر رات میں عبادت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اسی ابن آدم کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ زمین کو خونریزی اور گناہوں سے بھر دے گا ابھی تو اس کو لیلۃ القدر کا قطعی علم نہیں ہے پھر بھی عبادت میں اس قدر کوشش کر رہا ہے اگر اسے لیلۃ القدر کا علم قطعی ہوتا کہ کون سی رات ہے پھر اس کی عبادتوں کا کیا عالم ہوتا!

علمِ رسالت اور شبِ قدر

حدیث نمبر ۲۶۶۴ میں ہے میں شب قدر کو بھول گیا، اور حدیث نمبر ۲۶۶۵ میں ہے مجھے شب قدر بھلا دی گئی اسی طرح حدیث نمبر ۲۶۷۰ میں ہے میں شب قدر کو بھول گیا اور حدیث نمبر ۲۶۷۱ میں ہے مجھے شب قدر دکھائی گئی پھر بھلا دی گئی۔ شیخ عثمانی آپ کے نسیان کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الحافظ ان النسیان جائز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا نقص علیہ فی ذلک لاسیما فیما لم یؤذن لہ فی تبلیغہ وقد یکون فی ذلک مصلحۃ تتعلق بالتشریع کما فی السھو فی الصلوۃ او بالاجتھاد فی العبادۃ کما فی ھذہ القصۃ لان لیلۃ القدر لو عینت فی لیلۃ بعینھا حصل الاقتصار علیھا ففاتت العبادۃ فی غیرھا وکان ھذا ھو المراد بقولہ عسی ان یکون خیرا لکم کما ورد فی حدیث عبادۃ عند البخاری۔[1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان جائز ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں ہے خصوصاً ان چیزوں میں جن کی تبلیغ کی آپ کو اجازت نہیں دی گئی اور کبھی اس نسیان میں مصلحت ہوتی ہے جس کا تعلق شرعی احکام کے ساتھ ہے مثلاً نماز میں سہو کا بیان یا عبادت میں کوشش اور جدوجہد جیسا کہ اس واقعہ میں ہے، کیونکہ اگر کسی خاص شب میں لیلۃ القدر کی تعیین بتلادی جاتی تو لوگ صرف اس رات میں عبادت کرتے، اور دوسری راتوں میں عبادت نہ کرتے، اور ہوسکتا ہے کہ جب عبادہ بن صامت کی جس روایت میں آپ نے فرمایا تھا کہ شاید یہ (شب قدر کی عدم تعیین) تمہارے لیے بہتر ہو، اس سے آپ کی یہی مراد ہو۔

امام بخاری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر بتلانے کے لیے تشریف لائے۔ ناگاہ دو مسلمان آپس میں لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا اور فلاں فلاں لڑ پڑے اور شب قدر (کی تعیین) کو اٹھا لیا گیا اور شاید کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہو لہٰذا اس رات کو انتیس، ستائیس اور پچیس تاریخ میں تلاش کرو۔[2]

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قد اریت ھذہ اللیلۃ ثم انسیتھا۔[3]

مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمراد انہ انسی علم تعیینھا فی تلک السنۃ وسبب النسیان فی ھذہ القصۃ حدیث عبادۃ بن الصامت۔[4]

مراد یہ ہے کہ صرف اس سال شب قدر کی تعیین کا علم آپ سے بھلا دیا گیا تھا، اور نسیان کا سبب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر کردہ واقعہ ہے۔

علامہ ابن حجر کی یہ عبارت علامہ عینی[5] نے بھی ذکر کی ہے اور شیخ انور شاہ[6] نے بھی ذکر کی ہے۔ البتہ شیخ عثمانی نے حافظ ابن

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔
[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع اول ۱۳۸۱ھ۔
[3] " " " صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۱،
[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔
[5] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،
[6] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ۔

حجر کی عبارت کا یہ ٹکڑا چھوڑ کر باقی وہ عبارت نقل کی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

واذا تقرر ان الذی ارتفع علم تعیینها تلك السنة فهل اعلم النبی صلی اللہ علیه وسلم بعد ذلك بتعیینها؟ فیه احتمال وقد تقدم قول ابن عیینة فی اول الکلام علی لیلة القدر انه اعلم۔ [۱]

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس سال لیلۃ القدر کی تعیین کا علم لے لیا گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ پھر آپ کو اس کا علم دیا گیا تھا؟ اس میں احتمال ہے اور اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کو یہ علم پھر دے دیا گیا تھا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لیلۃ القدر کے نہ بتلانے کی وجہ میں اور کرامت کو چھپانے کے سلسلے میں مفصل گفتگو کی ہے وہ ساری عبارت شیخ عثمانی نے نقل کی ہے لیکن عبارت کا مذکورہ بالا جملہ نقل نہیں کیا۔ [۲]

صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن عیینة ما کان فی القرآن وما ادراك فقد اعلمه وما قال وما یدریك فانه لم یعلم۔ [۳]

ابن عیینہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں جس چیز کے بارے میں وما ادراک آیا ہے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل تھا اور جس چیز کے بارے میں وما یدریک آیا ہے اس کا آپ کو علم نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ومقصود ابن عیینة انه صلی اللہ علیه وسلم کان یعرف تعیین لیلة القدر۔ [۴]

اور ابن عیینہ کا مقصود یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تعیین کا علم جانتے تھے۔

شیخ شوکانی نے بھی ابن عیینہ کے اس قول سے اتفاق کیا ہے۔ [۵]

اختلافِ مطالع اور شبِ قدر

طلوع اور غروب کے اوقات، علاقوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں ہمارے وقت کے لحاظ سے عرب ممالک میں دو سے لیکر چار گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے، برطانیہ میں یہاں سے چار اور کینیڈا میں نو گھنٹے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اور امریکہ میں یہ فرق بارہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے، اس لیے تمام دنیا کے لیے ایک رات شب قدر نہیں ہو سکتی، کیونکہ جو رات کسی ایک

---

[۱] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[۲] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۹۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[۳] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ۔

[۴] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[۵] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۲، مطبوعہ مصر۔

علاقے کے لیے طاق ہے وہ دوسرے علاقے کے لیے جفت ہوگی، نیز قطب شمالی وقطب جنوبی میں شب قدر کا تعین کس طرح ہوگا۔

اس کی وضاحت میں ایک بات تو یہ کہی جا سکتی ہے کہ جس طرح نمازوں میں ہر ہر علاقہ کے اپنے اپنے مطلع کا اعتبار ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے علاقے کے حساب سے نماز پڑھتا ہے، اسی طرح شب قدر بھی ہر علاقے والے اپنے حساب سے تلاش کریں گے، اور ہر شخص اپنے مطلع کے حساب سے آخری عشرہ کی طاق رات کا تعین کرے گا اور جس طرح مسافت بعیدہ کی بناء پر دو دنوں میں عید ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر دو راتوں میں شب قدر بھی متحقق ہو جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر صرف ایک مخصوص رات میں ہو اور جن علاقوں میں اس وقت دن ہو، اللہ تعالیٰ اس سے متصل رات میں عبادت کرنے والوں کو حکمی طور پر یہ ثواب عطا فرمادے۔

قطبین میں روزے اور شب قدر

سید ابو الاعلیٰ مودودی قطبین میں روزے کے مسئلہ پر لکھتے ہیں:

"اسلام نے اپنی عبادات کے لیے اوقات کا وہ معیار مقرر کیا ہے جس سے دنیا میں ہر وقت ہر مرتبۂ تمدن کے لوگ ہر جگہ اوقات کی تعیین کر سکیں، وہ گھڑیوں کے لحاظ سے وقت مقرر کرنے کے بجائے ان آثار کے لحاظ سے وقت مقرر کرتا ہے جو آفاق میں نمایاں نظر آتے ہیں، مگر نادان لوگ اس طریق توقیت پر عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قطبین کے قریب، جہاں رات اور دن کئی کئی مہینوں کے ہوتے ہیں، اوقات کی یہ تعیین کیسے چل سکے گی، حالانکہ یہ اعتراض دراصل علم جغرافیہ کی سرسری واقفیت کا نتیجہ ہے، حقیقت میں نہ وہاں چھ مہینوں کی رات اس معنی میں ہوتی ہے اور نہ چھ مہینوں کا دن، جس معنی میں ہم خطِ استوا کے آس پاس رہنے والے لوگ دن اور رات کے لفظ بولتے ہیں، خواہ رات کا دور ہو یا دن کا، بہرحال صبح وشام کے آثار وہاں پوری باقاعدگی کے ساتھ افق پر نمایاں ہوتے ہیں اور انہی کے لحاظ سے وہاں کے لوگ ہماری طرح اپنے سونے جاگنے اور کام کرنے اور تفریح کرنے کے اوقات مقرر کرتے ہیں، جب گھڑیوں کا رواج عام نہ تھا تب بھی فن لینڈ، ناروے اور گرین لینڈ وغیرہ ملکوں کے لوگ اپنے اوقات معلوم کرتے ہی تھے اور اس کا ذریعہ یہی افق کے آثار تھے، لہٰذا جس طرح دوسرے تمام معاملات میں یہ آثار ان کے لیے تعیین اوقات کا کام دیتے ہیں، اسی طرح نماز اور سحر وافطار کے معاملے میں بھی دے سکتے ہیں۔[1]"

اگر فی الواقع قطبین کے افق پر چوبیس گھنٹے کے بعد سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اور وقت کی باقی علامات بھی افق پر ظاہر ہوتی ہیں جن سے ظہر اور عصر اور مغرب وغیرہا کا تعین کیا جا سکتا ہے تب تو وہاں چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں بھی فرض ہیں، رمضان کے روزے بھی فرض ہیں اور لیلۃ القدر بھی متحقق ہوگی اور اگر وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور سورج اور چاند کا طلوع اور غروب چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں نہ رمضان کے روزے اور نہ وہاں شب قدر کا وجود ہوگا کیونکہ یہ تمام چیزیں چوبیس گھنٹہ کے بعد سورج کے طلوع اور غروب پر موقوف ہیں البتہ نماز اور روزے میں عبادت کی مشابہت اختیار کرنی چاہیے اور قطبین

[1] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۴۶ - ۱۴۵ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، چودھواں ایڈیشن ۱۹۷۷ء

کے قریب جس ملک میں چوبیس گھنٹے کے بعد سورج کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اس کے اوقات کے مطابق نماز کے اوقات مقرر کیے جائیں اور اسی ملک کے حساب سے روزے رکھے جائیں اور شب قدر کی جائے یعنی جب اس قریب کے ملک میں رمضان ہو اس وقت وہاں رمضان کا اعتبار کر لیا جائے اور اسی ملک کے اوقات کے لحاظ سے سحر و افطار کا تعین کیا جائے لیکن یہ تشبہ فی العبادت ہے اور عبودیت اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بعینہٖ نماز کے اوقات اور رمضان کا مہینہ نہیں پایا لیکن اس کے مشابہ اوقات میں ہم ان عبادات کو کر رہے ہیں، آخر وہاں دنیا کے دوسرے تمام کاموں کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، کاروبار، سیر و تفریح، کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، صبح سے لے کر شام تک کام کرنے والے لوگ وہاں چھ ماہ کے دن میں مسلسل کام کرتے ہیں نہ چھ ماہ سوتے ہیں۔ صبح کا ناشتا کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا تین ماہ بعد یا شام کا کھانا چھ ماہ بعد تو نہیں کھاتے جس طرح زندگی کے باقی معمولات کو وہاں کے غیر معمولی حالات اور اوقات میں معین کیا جاتا ہے خواہ باقی دنیا کے اعتبار سے وہ غیر معمولی لگتا ہو کہ سورج نکلا ہوا ہے اور وہ شام کا کھانا کھا رہے ہیں، اسی طرح عبادات کے نظام کو بھی قریب ترین ملک کے اوقات کے لحاظ سے ترتیب دینا چاہیے۔ جہاں معمول کے مطابق طلوع اور غروب ہوتا ہو ہر چند کہ یہ معمول کے مطابق عبادات نہیں ہیں لیکن وہاں کے حالات کے اعتبار سے یہی ترتیب معمول ہو گی اس لیے وہاں چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں اور سال کے بعد روزے فرض عین تو نہیں لیکن فرض کے مشابہ ضرور ہیں اور وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کو یہ عبادات کسی حال میں ترک نہیں کرنی چاہییں اور جب وہ اپنے قریب ترین ملک کے لحاظ سے شب قدر مقرر کر کے اس میں عبادت کریں گے تو ان شاء اللہ اس کا ثواب بھی ضرور ملے گا۔

لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ[1] "جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔" اس حدیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کی اصل عبادت قیام نماز ہے اس لیے اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ و استغفار میں کوشش کرنی چاہیے بندہ خضوع و خشوع اور سوز و گداز سے نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں، تقصیروں اور گناہوں کو یاد کر کے روئے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بار بار استغفار کرے۔

بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض صالحین لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر کے قیام کی نیت سے دس دوگانے پڑھتے تھے۔ بعض اکابر سے یہ بھی منقول ہے جس شخص نے ہر رات لیلۃ القدر کی نیت سے دس آیات تلاوت کیں وہ لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہیں ہوگا۔ امام ابو اللیث نے بیان کیا کہ لیلۃ القدر کی کم از کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعات ہیں اور متوسط سو رکعات ہیں، اور ہر رکعت میں متوسط قرأت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی سورت پڑھے اس کے بعد تین بار قل ھو اللہ احد کی سورت پڑھے پھر دو رکعات کے بعد سلام پھیر دے

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع اول ۱۳۸۱ھ۔

اور درود شریف پڑھ کر دوسرے دوگانے کے لیے اُٹھے اس طرح جتنے نفل چاہے پڑھے، علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ نوافل کی جماعت بلاکراہیت جائز ہے۔ بشرطیکہ فرائض کی طرح اذان اور اقامت نہ کریں۔ شرح نقایہ وغیرہ میں محیط کے حوالے سے یہ عبارت ہے: لیلۃ القدر، صلوٰۃ الرغائب اور شعبان کی پندرھویں شب میں نوافل میں امام کی اقتداء کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مؤمنوں کے نزدیک حسن ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے اس لیے اس پر اعتراض کرنے والے ان لوگوں کے قول کی طرف بالکل توجہ نہ کر جن کو عبادت کا ذوق ہے نہ دعاؤں کا شوق ہے [1]

میں نے شرح نقایہ کا مطالعہ کیا۔ علامہ اسماعیل حقی نے جو شرح نقایہ کے حوالے سے عبارت نقل کی ہے وہ اس میں نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف عام فقہ کی کتابوں کی طرح یہ لکھا ہے کہ اگر نفل کی جماعت میں چار آدمی شریک ہوں تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے اور چار آدمیوں کا شامل ہونا تداعی کے قائم مقام ہے [2]۔ ہو سکتا ہے محیط میں ایسا ہی ہو تاہم تحریر محیط برہانی چھپی ہے نہ دستیاب ہے، اب سُنا ہے کہ بعض ادارے مخطوطات سے نقل کر کے اس کو شائع کر رہے ہیں۔

ثواب میں اضافہ

شب قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اس ایک رات میں عبادت کرنے کے بعد انسان ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہو جاتا ہے؟ اسی طرح ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے اور کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو کیا کعبہ میں ایک نماز پڑھنے سے ایک کم ایک لاکھ نمازیں انسان سے ساقط ہو جاتی ہیں؟ —— اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر کی عبادت نفل ہے اور ہزار ماہ میں جو فرائض اور واجبات ہیں یہ نفلی عبادت ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، رہا یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس فرض کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے یا کعبہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے مساوی ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس فرض کے ادا کرنے کا مکلف ہے جو دس مثلوں کے یا ایک لاکھ مثلوں کے مساوی ہے ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مساوی نہیں جو دس یا ایک لاکھ مثلوں کے برابر ہے۔ لہٰذا ان مثلوں سے فرض کی تکلیف ساقط نہیں ہو سکتی —— اس لیے ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے بری ہو سکتا ہے نہ شب قدر کی عبادت سے ہزار ماہ کی عبادتوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

گناہ میں اضافہ

ایک بحث یہ بھی غور طلب ہے کہ جس طرح شب قدر میں عبادت کرنے سے ثواب بڑھ جاتا ہے کیا اس طرح شب قدر میں گناہ کرنے سے سزا بھی زیادہ ہوتی ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قطعی طور پر شب قدر کا علم ہو جائے اور پھر وہ اس رات میں قصداً گناہ کرے تو یقیناً اس کا یہ گناہ اور راتوں کے گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور وہ زیادہ سزا کا مستحق ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ: من جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا۔ (انعام: ۱۶۰) "جو شخص جتنی بُرائی کرے گا اسے اتنی بُرائی ہی کی سزا ملے گی" پھر اس رات میں قصداً گناہ کرنے والا کیوں زیادہ سزا کا مستحق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر میں گناہ کرنے والے کی دو زیادتیاں

---

[1] شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۵ھ۔

[2] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

ہیں ایک گناہ کی اور ایک شب قدر کے تقدس کو پامال کرنے کی جس طرح گھر میں گناہ کی بہ نسبت حرم کعبہ میں وہ گناہ کہیں زیادہ بڑا ہے اس لیے جو شخص شب قدر میں گناہ کرے گا اس کو اسی گناہ کی سزا ملے گی لیکن ظاہر ہے کہ اس رات کا جرم اور راتوں کے جرم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

فرشتوں کا سلام مفسرین لکھتے ہیں کہ شب قدر میں عبادت کرنے والے انسان کو جس وقت روح الامین آکر سلام کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس پر خوف خدا کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، یادِ خدا سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور خشیتِ الٰہی سے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے، امام رازی فرماتے ہیں فرشتوں کا سلام کرنا سلامتی کا ضامن ہے۔ سات فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا تو ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی تھی۔ شب قدر کے عابدوں پر جب اس رات لاتعداد فرشتے آکر سلام کرتے ہیں تو کیوں کر نہ یہ امید کی جائے کہ جہنم کی آگ ان پر سلامتی کا باغ بن جائے گی۔

کتاب الاعتکاف

۲۶۷۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۶۷۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے۔

۲۶۷۸ - وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۶۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

۲۶۸۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی تھیں۔

۲۶۸۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ وَإِنَّهُ أَمَرَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ أَرَادَ الْاِعْتِكَافَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَتْ زَيْنَبُ بِخِبَائِهَا فَضُرِبَ وَأَمَرَ غَيْرُهَا مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ نَظَرَ فَإِذَا الْأَخْبِيَةُ فَقَالَ آلْبِرَّ يُرِدْنَ فَأَمَرَ بِخِبَائِهِ فَقُوِّضَ وَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ شَوَّالٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھتے پھر جائے اعتکاف میں بیٹھتے، ایک مرتبہ آپ نے اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ اور خیمہ لگا دیا گیا اور آپ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا۔ پھر حضرت زینب نے حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی خیمے لگانے کا حکم دیا اور ان کے خیمے بھی لگا دیے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکے تو سب خیموں کو دیکھا اور فرمایا: کیا انہوں نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ آپ نے اپنے خیمے کو کھولنے کا حکم دیا وہ کھول دیا گیا اور رمضان میں اعتکاف ترک کر دیا پھر شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

۲۶۸۲ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ ابْنُ

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حسب سابق ہے اور ابن عیینہ، عمرو بن حارث اور ابن اسحاق کی روایت میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے کہ ان کے لیے خیمے لگائے گئے تاکہ وہ اعتکاف کریں۔

شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوالْمُغِیْرَۃِ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ کُلُّ ھٰؤُلَآءِ عَنْ یَحْیَی ابْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ وَعَمْرِوابْنِ الْحٰرِثِ وَابْنِ اِسْحَاقَ ذَکَرَعَآئِشَۃَ وَحَفْصَۃَ وَزَیْنَبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ اَنَّھُنَّ ضَرَبْنَ الْاَخْبِیَۃَ لِلْاِعْتِکَافِ۔

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ اعتکاف کا لغوی معنی ہے تعظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا اور شریعت میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: سواء العاکف فیہ والباد (حج: ۲۵) "برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا" نیز فرمایا: فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لھم (اعراف ۱۳۸) "بنی اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد تعظیم سے بیٹھے ہوئے تھے" ان دونوں آیتوں میں اعتکاف لغوی معنی میں مستعمل ہے اور قرآن مجید میں ہے: ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد (بقرہ: ۱۸۷) "اور اپنی بیویوں کا جنسی تقرب اور تلذذ حاصل نہ کرو دراں حالیکہ تم اعتکاف میں ہو" اس آیت میں اعتکاف شرعی معنی میں مستعمل ہے۔[1]

اعتکاف کی تعریف اور اقسام

اعتکاف میں بندہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے، دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کو طلب کرنے کے لیے اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ عطا خراسانی کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی سخی داتا سے بھیک لینے کے لیے اس کے دروازے پر دھرنا دیکر بیٹھ جائے کہ جب تک مجھے داتا بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا کہ وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخشش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اعتکاف میں بندہ ان نسبتوں کی تعظیم کرتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہو سکتی تو نہ سہی، جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے بندہ ان جگہوں پر آسن جما کر بیٹھ

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۴۳ - ۳۴۲، مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ، ۱۳۶۲ھ۔

جاتا ہے اور دن رات اس کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے، اعتکاف کے ذریعہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت، ذوق و شوق اور اس کی عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، سنت مؤکدہ اور نفل۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: اعتکاف کا وجوب نذر مطلق سے ہوتا ہے یا نذر مقید سے، نذر مطلق کی مثال یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک دن یا ایک ماہ اعتکاف کروں گا، اور نذر مقید کی مثال یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا یا فلاں بیمار ٹھیک ہو گیا تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے[1]۔ اعتکاف کی ان دونوں قسموں میں روزہ شرط ہے۔ اعتکاف نفل اگر ایک دن کا ہو تو اس میں بھی روزہ شرط ہے اور چند گھنٹوں یا چند منٹ کا اعتکاف ہو تو اس میں روزہ شرط نہیں ہے۔ حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے اعتکاف نفل کے لیے بھی روزے کی شرط نقل کی ہے۔ اس بنا پر اعتکاف نفل ایک دن سے کم نہیں ہو گا اور مبسوط میں امام محمد نے لکھا ہے کہ اعتکاف نفل ایک گھنٹہ کا بھی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے پھر روزہ شرط نہیں ہے[2]۔

اعتکاف میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفلی اعتکاف مستحب ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، امام شافعی ان کے اصحاب اور ان کے موافقین کا مذہب یہ ہے کہ روزہ اعتکاف کی شرط نہیں ہے، بلکہ غیر روزہ دار کا اعتکاف بھی صحیح ہے، اور ایک ساعت اور ایک لحظہ کا اعتکاف بھی صحیح ہے، اعتکاف میں کوئی مخصوص عبادت نہیں ہے اور عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کے سوا اعتکاف کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف کے دوران کوئی دنیاوی کلام یا کام کیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور غیر روزہ دار کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔ جمہور کی دلیل وہ احادیث ہیں جو اس باب میں ذکر کی گئی ہیں، امام شافعی کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ دوسری دلیل بھی بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے جاہلیت میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو اور رات میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ اس سے لازم آیا کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور احمد کا مسلک یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت اعتکاف صرف مسجد میں مشروع ہے اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مرد صرف مسجد میں اعتکاف کر سکتا ہے اور عورت کے لیے اجازت ہے کہ گھر میں جس جگہ کو نماز کے لیے خاص کیا گیا ہو وہاں اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے، پھر جمہور کے نزدیک اعتکاف کے لیے مسجد عام شرط ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک اعتکاف اس مسجد کے ساتھ خاص ہے جس میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہو، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس مسجد میں اعتکاف کیا جائے گا جس میں تمام نمازیں پڑھی جاتی ہوں

---

[1] علامہ علاؤ الدین بن ابی بکر مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۸، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ ابو الحسن بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۰۸ - ۳۰۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی بار اوّل ۱۳۷۵ھ۔

اعتکاف میں احناف کا نظریہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: لا اعتکاف الا بصوم روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔ علامہ نووی نے صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا۔ اس حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ نے پہلے عشرے میں روزے نہیں رکھے تھے نہ شوال کے پہلے عشرے میں روزے رکھنا غیر مشروع ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم میں رات کے بجائے دن کا لفظ ہے اور نسائی میں دن یا رات کسی کا ذکر نہیں ہے۔ دراصل حضرت عمر نے دن اور رات دونوں کا ذکر کیا تھا کسی راوی نے دن کا ذکر کیا اور کسی نے رات کا، علامہ عینی نے اسی طرح ذکر کیا ہے [۱]۔

اعتکافِ سنت کی شرائط

مذاہب اربعہ کے فقہاء نے اعتکاف فرض اور اعتکاف نفل کی شرائط اور احکام بیان کیے ہیں اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جو سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی شرائط اور احکام سے بحث نہیں کی۔ اس لیے یہ نکتہ غور طلب ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں اعتکافِ فرض کی شرائط کا اعتبار ہوگا یا اعتکافِ نفل کی۔ اس سلسلہ میں عام قاعدہ یہ ہے کہ سنن میں نوافل کی شرائط اور رعایات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً نفل نمازمیں جو شرائط اور رعایات ہیں وہ سب سنن میں معتبر ہیں مثلاً نفل نماز میں قیام فرض نہیں ہے اسی طرح سنن میں بھی قیام فرض نہیں ہے (صبح کی دو رکعت سنت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ زیادہ تاکید کی بناء پر واجب کے قریب ہے اس کو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے) نوافل سواری پر پڑھ سکتے ہیں اور سواری کے وقت استقبالِ قبلہ شرط نہیں ہے۔ سنن مؤکدہ بھی اسی طرح سواری پر پڑھی جاسکتی ہیں اور استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ فرض نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت خلاف ترتیب مکروہ ہے جبکہ نفل نماز میں مکروہ نہیں ہے اور سنن بھی نوافل کی طرح ہیں، اسی طرح ایک سورت کا تکرار فرض کی دو رکعات میں مکروہ تنزیہی ہے نوافل اور سنن میں مکروہ تنزیہی نہیں ہے۔ لیکن اعتکاف کے باب میں اس طرح نہیں ہے۔ اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہوگا اور اعتکاف نفل کی رعایات اس میں ملحوظ نہیں ہوں گی مثلاً نفلی اعتکاف میں نماز جنازہ پڑھنے جاسکتے ہیں، مریض کی عیادت کر سکتے ہیں، بلا ضرورت شرعی غسل کر سکتے ہیں اور فرض اعتکاف میں یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ اسی طرح اعتکاف سنت میں بھی یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ یہاں اعتکاف سنت میں اعتکاف نفل کے احکام اس لیے جاری نہیں ہوں گے کہ یہ دونوں اعتکاف اپنی حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہیں، اعتکاف نفل ایک گھنٹہ اور ایک منٹ کا بھی ہوتا ہے، اور جب وہ مذکورہ نوعیت کے کسی کام کے سبب مسجد سے جائے گا اس کا اعتکاف پورا ہو جائے گا اس لیے اس میں یہ وسعت ہے کہ وہ نماز جنازہ کے لیے جا سکتا ہے، مریض کی عیادت

---

[۱] علامہ بدرالدین متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۱-۱۴۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کر سکتا ہے۔ بلاضرورت شرعیہ غسل کر سکتا ہے اس کے بعد اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا اور جب وہ دوبارہ آئے گا تو اس کا اعتکاف دوبارہ شروع ہو جائے گا اور پچھلا اعتکاف فاسد نہیں ہو گا برخلاف اعتکاف سنت کے یہ اعتکاف دس دنوں کا ہے اس میں تقطیع، تقسیم، اور تفریق نہیں ہے اور یہ ساعات اور لحظات پر منقسم نہیں ہے اس لیے اعتکاف سنت میں یہ اعتبار نہیں ہے، کہ اگر دوران اعتکاف مریض کی عیادت اور بلاضرورت شرعیہ غسل کے لیے چلا گیا تو جتنی دیر بیٹھا رہا تھا اتنی دیر کا اعتکاف ہو جائے گا اور جب واپس آئے گا تو دوبارہ پھر سے اعتکاف شروع ہو جائے گا اس لیے اعتکاف کے باب میں عام قاعدہ کے برخلاف اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہے اور اعتکاف نفل کی رعایات اس میں ملحوظ نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر کافی غور و فکر کیا اور مذاہب اربعہ کی امہات کتب کا مطالعہ کیا لیکن اس سلسلہ میں مجھے کوئی واضح تصریح نہیں مل سکی سوا اس کے کہ علامہ نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اعتکاف مستحب میں نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت کے بارے میں متعدد اقوال ہیں اور صحیح قول یہی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اعتکاف مستحب یہی رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف ہے اور اس میں نماز جنازہ کی اجازت نہ دینا اسی اصول پر مبنی ہے کہ اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار کیا گیا ہے، علامہ نووی کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

قال الشافعي في مختصر المزني و لا يعود المعتكف المريض و لا يشهد الجنائز اذا كان اعتكافه واجبًا قال اصحابنا ان كان الاعتكاف تطوعا و امكنه الصلوة على الجنازة في المسجد لم يخرج لانه مستغن عن الخروج ان لم يمكنه خرج لما ذكره المصنف وهذا لاخلاف فيه وان كان اعتكافًا مندوبا فوجهان الصحيح المشهور الذي نص عليه الشافعي و قطع به المصنف و الجمهور انه لا يجوز الخروج لصلاة الجنازة سواء تعينت عليه ام لا لانها ان لم تتعين عليه فغيره يقوم مقامه ولا يترك الاعتكاف المعين لغير معين وان تعينت عليه

مختصر المزنی میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا: معتکف مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ پڑھنے جائے، جب اس کا اعتکاف واجب ہو، ہمارے اصحاب نے کہا اگر اس کا اعتکاف نفل ہو اور اس کے لیے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ممکن ہو تو وہ مسجد سے نہ نکلے، کیونکہ وہ نکلنے سے مستغنی ہے اور اگر وہ مسجد میں جنازہ نہ پڑھ سکے تو مسجد سے چلا جائے، جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر اعتکاف مستحب ہو تو اس میں دو قول ہیں، صحیح اور مشہور قول جس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور مصنف اور جمہور نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعتکاف مستحب والے میں بھی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین ہو یا نہ ہو، کیونکہ اگر نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین نہیں ہے تو

ے۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، مختصر المزنی ج ا ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

امکن فعلها فی المسجد باحضار المیت فلا یجوز الخروج۔[1]

اس کی جگہ اس کا غیر پڑھ سکتا ہے، لہٰذا وہ غیر معین چیز کے لیے معین اعتکاف کو ترک نہ کرے اور اگر نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین ہو تو بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے ممکن ہے اس لیے مسجد سے نہ نکلے۔

فرض اعتکاف کے احکام

علامہ سرخسی حنفی اعتکاف کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معتکف نماز جمعہ پڑھنے کے لیے یا بول و براز کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ بول و براز کے لیے مسجد سے نکلنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حاجت انسانی کو رفع کرنے کے لیے جائے اعتکاف سے باہر جاتے تھے اور اس لیے بھی کہ مدت اعتکاف میں اس حاجت کا پیش آنا معلوم الوقوع ہے۔ اور مسجد میں اس حاجت کو رفع نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس حاجت کو رفع کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا عادۃً مستثنیٰ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ معتکف کے لیے ابتداءً یہ ممکن تھا کہ وہ جامع مسجد میں اعتکاف کرتا اور جمعہ کے لیے نکلنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور غیر جامع مسجد میں اعتکاف کرنا اور پھر جمعہ کے لیے جامع مسجد جانا بلا ضرورت خروج ہے اس لیے اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدت اعتکاف میں جمعہ کے لیے جانا معلوم الوقوع ہے اس لیے یہ عادۃً مستثنیٰ ہے جیسا کہ قضائے حاجت کے لیے جانا معلوم الوقوع ہے البتہ عیادت مریض کے لیے جانا معلوم الوقوع نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ اعتکاف کی نذر ماننے والا عبادت کی نذر مانتا ہے معصیت کی نذر نہیں مانتا اور جمعہ پڑھنے کے لیے جانا عبادت ہے اور جمعہ پڑھنے کے لیے نہ جانا معصیت ہے۔ علامہ حاکم شہید نے فرمایا معتکف مریض کی عیادت کرے نہ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے جائے، البتہ حضرت حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت بھی کرتے تھے اور جنازہ کے لیے بھی جاتے۔ اس لیے معتکف عیادت کر سکتا ہے اور نماز جنازہ کے لیے جا سکتا ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں جب قضائے حاجت کے لیے جاتے اور مریض کے پاس سے گزرتے تو اس کا حال پوچھتے اور اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔ نیز ان چیزوں کا مدت اعتکاف میں واقع ہونا معلوم نہیں ہے اس لیے یہ عادۃً مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اسی طرح حجاج سے ملاقات کے لیے جانا یا انہیں الوداع کہنے کے لیے جانا بھی جائز نہیں ہے اور کھانے پینے کا عمل چونکہ مسجد کی جائے اعتکاف میں ہو سکتا ہے اس لیے کھانے پینے کے لیے بھی مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ علامہ حاکم شہید نے فرمایا: جب مسجد سے ایک دن یا نصف دن سے زیادہ کے لیے جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیونکہ اعتکاف کا رکن فوت ہو گیا اور اگر ایک گھنٹے کے لیے مسجد سے گیا تو امام ابوحنیفہ ______ کے قول پر اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر اس کا اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہو گا جب تک کہ نصف یوم سے زیادہ کے لیے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۵۱۰۔۵۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

مسجد سے نہ نکلے، علامہ سرخسی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا قول قیاس کے زیادہ قریب ہے اور صاحبین کا قول سہولت کے زیادہ قریب ہے۔ صاحبین نے فرمایا کہ قلیل مقدار ضرورت کی بناء پر معاف ہے کیونکہ جب انسان قضاء حاجت کے لیے جاتا ہے تو اس کو تیز چلنے کا حکم نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے لیے آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلیل مقدار میں مسجد سے نکلنا معاف ہے اور کثیر مقدار میں معاف نہیں ہے اور ہم نے قلیل اور کثیر میں حد فاصل نصف یوم کو قرار دیا ہے کیونکہ قلیل کثیر کے تابع ہوتا ہے اور جب معتکف نے دن کا اکثر حصہ مسجد میں گزارا ہے تو گویا وہ تمام دن مسجد میں رہا ہے جیسا کہ رمضان میں روزے کی نیت کا حکم ہے کیونکہ جب دن کے اکثر حصہ میں روزے کی نیت پائی جاتی ہے تو پورے دن میں نیت کا اعتبار کر لیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا رکن مسجد میں قیام ہے اور مسجد سے نکلنا قیام کی ضد ہے اور جو شخص مسجد سے نکلے گا وہ اعتکاف کا رکن باطل کر دے گا اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے یا جس طرح حدث (بے وضو ہونا) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے[۵]

اعتکافِ نفل کے احکام

علامہ کاسانی نفلی اعتکاف کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی مسجد سے مثلاً مریض کی عیادت کے لیے یا جنازے میں شریک ہونے کے لیے نکلے تو کیا اس کا اعتکاف نفل ٹوٹ جاتا ہے؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ اصل کی روایت یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اعتکاف نفل کی دو تعریفیں ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ اعتکاف نفل میں وقت کی تحدید اور تعیین نہیں ہے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ اعتکاف نفل کی مقدار ایک دن ہے اسی وجہ سے وہ روزے کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ اصل کی روایت پہلی تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب اعتکاف نفل میں وقت کی کوئی مقدار اور حد نہیں ہے تو بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے یہ اعتکاف ٹوٹے گا نہیں بلکہ ختم ہو جائے گا اور حسن بن زیاد کی روایت دوسری تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب وہ ایک دن کے ساتھ مقید ہے تو دن پورا کیے بغیر بلا عذر شرعی نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔[۶]

گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے اعتکافِ سنت کی شرط بھی معلوم ہو گئی کیونکہ اعتکاف نفل ایک دن کا ہو تو اس میں بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنا اس اعتکاف کے بطلان اور فساد کا موجب ہے اس لیے اعتکاف سنت میں بھی یہی قاعدہ جاری ہو گا کیونکہ وہ پورے دس دن کا اعتکاف ہوتا ہے اس لیے اس میں بھی بلا عذر شرعی نکلنا اس کے ٹوٹنے کا سبب ہے۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں دس دن بغیر غسل کے گذارنا سخت تنگی کا موجب ہے۔ بدن پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے اور گرمی اور بدبو سے سخت برا حال ہو جاتا ہے اس صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے غسل کر لیا جائے! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ

۵۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳ ص ۱۱۹۔۱۱۷ ملخصا مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

۶۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱۵ ملخصا مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ۔

گرمیوں کے لمبے دنوں میں پیاس سے بُرا حال ہو جاتا ہے تو کیا تشنگی دور کرنے کے لیے روزے میں پانی پینے کی اجازت ہے؟ جس طرح روزے کی حقیقت یہ ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے رُکا جائے اسی طرح اعتکاف سنت کی حقیقت یہ ہے کہ دس دن تک مسجد میں قیام کیا جائے اور بغیر حاجت انسانی اور ضرورت شرعیہ کے مسجد سے نہ نکلے اور جس طرح روزے میں ایک گھونٹ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اعتکاف میں ایک بار بھی بغیر حاجت انسانی اور بغیر ضرورت شرعیہ (مثلاً جمعہ پڑھنا یا احتلام کے بعد غسل کرنا) کے نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا، نیز اعتکاف کو اس پر اللہ تعالیٰ نے تو فرض نہیں کیا یا تو انسان نذر مان کر اعتکاف کو خود فرض کر لیتا ہے یا اعتکاف سنت کرتا ہے یا ایک دن کا نفل اعتکاف کرتا ہے اور جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت مشکل اور دشوار عبادت ہے تو اس کو دس دن کی اس مشقت اٹھانے کے لیے کون مجبور کر رہا ہے؟ کسی مسنون عبادت کی شرعی حدود میں ترمیم کا مطالبہ کرنے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ وہ اس عبادت کو اپنے ذمہ نہ ڈالے!

صحّت اعتکاف کی شرائط

شرائط اعتکاف کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم اعتکاف کی ضروری شرائط کا بیان کر رہے ہیں، علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ اعتکاف کی درستگی کے لیے اسلام، عقل اور حیض، نفاس اور جنابت سے پاک ہونا ضروری ہے، اس میں بالغ ہونے کی یا مذکر یا مونث یا آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے، اعتکاف کے لیے روزہ بھی شرط ہے، اور عمل زوجیت اور بیوی کو چھونے اور بوسہ دینے سے رُکنا بھی شرط ہے، اعتکاف کی نیت اور ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں جماعت ہوتی ہو یہ بھی شرط ہے[1] یہ شرائط عالم گیری[2] اور ہدایہ[3] میں بھی ہیں۔

اعتکاف کی ابتداء کا وقت

حدیث نمبر ۲۶۸۱ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد جائے اعتکاف میں جا بیٹھتے اس حدیث کی بناء پر امام اوزاعی، امام ثوری اور امام لیث نے یہ کہا کہ اعتکاف کے لیے صبح کی نماز کے بعد بیٹھنا چاہیے اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ جب دس دن کے لیے اعتکاف کرنا ہو تو غروب شمس سے پہلے بیٹھے، ائمہ اربعہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد تخلیہ کے لیے جائے اعتکاف میں بیٹھ گئے تھے، اس وقت سے اعتکاف کی ابتداء نہیں کی تھی۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے جائے اعتکاف پر خیمہ لگوایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لیے کسی جگہ کو مخصوص کرنا اور وہاں پر دے ڈالنا جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کے خیمے کے ساتھ حضرت زینب نے خیمہ لگوایا پھر باقی ازواج نے بھی خیمے لگوائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عمل ناگوار ہوا اور آپ نے سب خیمے کھلوا دیے، آپ کی ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے خیال میں ازواج نے ایک دوسری کی ضد میں خیمے لگوائے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسجد میں عام مسلمان، دیہاتی اور منافقین سب قسم کے لوگ آتے تھے

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور ازواج کو اپنی طبعی حاجات کی وجہ سے بار بار مسجد میں آنا جانا پڑتا اور ہر قسم کے لوگوں کے سامنے ازواج کا آنا جانا ہوتا اس لیے آپ نے ازواج مطہرات کا مسجد میں خیمے لگوانا پسند نہیں کیا۔

بَابُ ۳۴۲ الِاجْتِهَادِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ماہ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت کی جد وجہد

۲۶۸۳- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَى اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ماہ رمضان کے آخری عشرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شب بیدار رہتے تھے، اپنے اہل کو بھی بیدار کرتے تھے، عبادت کے لیے کمر ہمت کس لیتے تھے اور جنسی عمل سے دور رہتے تھے۔

۲۶۸۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْاَسْوَدَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں باقی دنوں کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ جد وجہد کرتے تھے۔

ف: اس باب کی احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت کے لیے تمام رات جاگنا بلا کراہت جائز ہے بلکہ آپ کی سنت ہے خصوصاً رمضان کے آخری عشرے میں، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ شوافع سے تمام رات جاگنے کی جو کراہت منقول ہے اس سے مراد اس پر دوام ہے یعنی اگر کوئی شخص دائماً ہر رات جاگ کر گذارتا ہے اور پوری رات عبادت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور احب الاعمال الی اللہ ادومہ "اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن پر دوام کیا جائے" مراد وہ اعمال ہیں جن میں دوام مطلوب ہو جبکہ پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔

بَابُ ۳۴۳ صَوْمِ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ

عشرۂ ذی الحجہ کے روزوں کا حکم

۲۶۸۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَ اِسْحَاقُ قَالَ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِی الْعَشْرِ قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۲۶۸۶ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصُمِ الْعَشْرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ (ذی الحجہ) کے روزے کبھی نہیں رکھے۔

عشرۂ ذی الحجہ کے روزوں کے حکم کی وضاحت

عشرہ ذی الحجہ سے مراد نو ذی الحج تک روزے ہیں کیونکہ دس ذی الحجہ کو عید ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ نو روزے مکروہ ہیں حالانکہ یہ نو روزے مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہیں خصوصاً نو ذی الحج یعنی یوم عرفہ کے روزہ کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ماہ تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان کے روزے تمام عمر روزے رکھنے کے برابر ہیں۔ اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دے گا اور عاشورہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔[1]

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ یوم عرفہ کے روزے کی بہت فضیلت ہے، اس لیے اس باب کی حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عارضہ مثلاً سفر یا مرض کی بناء پر ان دنوں میں روزے نہیں رکھے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ان دنوں میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دنوں میں آپ نے فی نفسہٖ روزے نہیں رکھے اس کی تائید حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم تسع ذی الحجۃ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ذی الحجۃ (یوم عرفہ) کا روزہ رکھتے تھے اور یوم عاشورہ کا اور ہر ماہ کے تین دنوں

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

ویوم عاشوراء وثلاثۃ ایام من کل شھر اول اثنین من الشھر والخمیس[1] کا اور ہر ماہ کے پہلے پیر اور جمعرات کا۔

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

حج کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: لغت میں حج کسی شے کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں شرائط معلومہ کے ساتھ قصد معین کو حج کہتے ہیں۔[1] علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ لغت میں حج قصد اور زیارت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں عبادت کے لیے بیت اللہ کے قصد کو حج کہتے ہیں۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حج کا مفہوم لغوی ہے کسی معظّم چیز کا قصد کرنا، اور فقہی تعریف ہے۔ ارکان دین میں سے کسی رکن کو ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا، یا اس مقصد کے لیے بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا، حج کا سبب بیت اللہ ہے۔ حج کے نفس وجوب کی شرائط میں اسلام، حریت، عقل، بلوغ اور حج کی استطاعت ہے، اور حج کے وجوبِ ادا کی شرائط میں احرام، مکان اور اوقات مخصوصہ ہیں۔ حج کے ارکان میں وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت ہیں اور حج کے واجبات میں میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا، وقوفِ مزدلفہ، صفا، مروہ میں دوڑنا، شیطان کو منیٰ میں کنکریاں مارنا، سر منڈانا یا بال کٹانا اور غیر مکی کے لیے طواف صدر کرنا ہیں۔ حج کی سنن یہ ہیں: طواف قدوم اور اس میں رمل کرنا، یا طواف زیارت میں رمل کرنا، سبز نشانوں کے درمیان تیز دوڑنا، ایام منیٰ میں منیٰ میں رات گزارنا، طلوع شمس کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف جانا، طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانا وغیرہا، حج میں جو کام منع ہیں وہ یہ ہیں: عمل زوجیت، بال کاٹنا، ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، کسی دوسرے محرم کا سر مونڈنا، حل اور حرم میں شکار کے درپے ہونا۔[3]

کعبہ، پہلا عبادت کا گھر

کعبہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز ہے، اہل ایمان کے لیے دنیا میں کعبہ عرش الٰہی کا پرتو ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مصدر اور معدن ہے۔ ابتداء آفرینش عالم سے کعبہ اللہ تعالیٰ کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز ہے، تمام نبیوں اور رسولوں نے کعبہ کی زیارت

---

[1] علامہ ابن اثیر محمد جزری متوفی ۶۰۶ ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۴۰ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم ایران، طبع رابع ۱۳۶۴ ھ۔
[2] علامہ ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ المفردات ص ۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ طبع ثانی، ۱۳۶۲ ھ۔
[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۱، ۳۲۰۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کی اور بیت المقدس سے اپنی عبادتوں کی سمت کعبہ کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین (آل عمران: ۹۶) "بے شک لوگوں کے لیے سب سے پہلے (اللہ کی عبادت کا) گھر مکہ میں بنایا گیا جو تمام جہانوں کے لیے برکت اور ہدایت ہے۔" نیز فرمایا: واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا (بقرہ: ۱۲۵) "اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنا دیا۔"

حضرت ابراہیم سے پہلے دنیا نے اپنی گمراہیوں کی وجہ سے اس پہلے معبد الٰہی کو بھلا کر نسیاً منسیاً کر دیا تھا، حتیٰ کہ اس کے نشانات بھی مٹ چکے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بت پرستی کے اس ظلمت کدہ میں توحید کا چراغ ازسر نو روشن کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس بیت عتیق میں ایک بار پھر توحید کا پتھر نصب کیا جائے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے مل کر اس بیت عتیق کی پرانی بنیادوں کو ڈھونڈا۔ پھر نئے سرے سے اس کی چار دیواریں کھڑی کیں اور اس کی افتادہ بنیادوں کو ازسر نو بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل (بقرہ: ۱۲۷) "اور جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔"

یادگار ابراہیم

حج کے تمام ارکان اور مناسک سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ کعبہ کی نشاۃ ثانیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ کعبہ کے گرد طواف کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ندا کی اور آج تک وہی مسلمان حج کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا پر لبیک کہا تھا، صفا مروہ میں دوڑنا حضرت ہاجرہ کے اضطرابی پھیرے کی یاد تازہ کرنا ہے جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی اس پتھر کو یہ شرف ملا کہ قیامت تک مسلمان اس پتھر پر نماز پڑھتے رہیں گے اور وہ تعمیر ابراہیم کی نشانی کے طور پر قیامت تک تمام مسلمانوں کی عقیدت کی کا مرکز رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تسلیم و رضا کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جس طرح چھری کے نیچے گردن رکھ دی تھی اس کی سنت قائم رکھنے کے لیے آج تک دس ذی الحجہ کو قربانیاں کی جاتی ہیں، شیطان کے بہکانے پر ناراض ہو کر حضرت ابراہیم نے اس کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم کی ادا اس قدر پسند آئی کہ ہر حاجی پر رمی جمرات کو واجب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ایسی آیات نازل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مناسک حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ وعھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (بقرہ: ۱۲۵)

اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کا مرجع اور جائے امن بنا دیا، اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو! اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ "میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر دو!"

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۝

(حج : ۲۶-۲۷)

اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس بیت کو ٹھکانا بنایا کہ کسی کو میرا شریک نہ بنانا، اور میرے بیت کو طواف کرنے والوں کے لیے، قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کرو، اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو وہ تمہارے پاس پاپیادہ اور دُور دراز سے تھکی ماندی سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۝ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ۝ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔

(آل عمران : ۹۵-۹۷)

آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، تم سب ملتِ ابراہیم کی پیروی کرو جو صرف اللہ کے پیروکار تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے بیشک لوگوں کے لیے جو پہلا (عبادت کا) گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ہے وہ بابرکت ہے اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو اس میں داخل ہو گا وہ امن پا لے گا، اور لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اس گھر کا قصد کریں (حج کریں)، بشرطیکہ انھیں اس کی طاقت حاصل ہو اور جو استطاعت کے باوجود اس سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

حج کا فلسفہ حج کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے مورد اور معدن کی زیارت کرنا، اللہ تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہونا حضرت ابراہیم کی مثل اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنا اور اس بے مثال قربانی کی روح کو زندہ کرنا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے دو عظیم رسولوں نے رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تسلیم و رضا فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے ساتھ گردن جھکا دی تھی۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تمدن کے اس ابتدائی دور میں سادہ اور بن سلے کپڑے پہنتے تھے۔ اسی طرح مسلمان حج کے دوران بغیر سلے کپڑے پہنتے ہیں۔ حضرت اسماعیل کی طرح اپنے آپ کو خدا کی بارگاہ میں قربان کرنے جاتے ہیں، اتنے دنوں تک سر کے بال منڈواتے ہیں، نہ ترشواتے ہیں، دنیا کے عیش و عشرت اور پُر تکلف زندگی سے پرہیز کرتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں نہ رنگین کپڑے پہنتے ہیں نہ سر ڈھانپتے ہیں، جنسی تلذذ اور شکار سے دُور رہتے ہیں اور جس والہانہ انداز سے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام تین دن کے سفر سے تھکے ہارے گرد و غبار میں اٹے ہوئے خدا کی بارگاہ میں دوڑے ہوئے آئے تھے اور تقریباً چار ہزار برس پہلے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پر لبیک کہا تھا اسی طرح اللہم لبیک، اللّٰھم لبیک کا ترانہ الاپتے ہوئے دنیا کی مختلف اطراف سے سفر کر کے کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

روحانی لذتیں

تمام دنیا کے مسلمان ان تمام مقامات اور حدود میں اللّٰھم لبیک کی صدا بلند کرتے پھرتے ہیں جہاں جہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے نقشِ قدم ثبت ہوئے تھے، صفا اور مروہ میں جہاں حضرت ہاجرہ دوڑتی ہوئی گئی تھیں ——— وہاں دوڑ کر جاتے ہیں۔ عرفات کے سب سے بڑے میدان میں جمع ہو کر اپنی تمام پچھلی زندگی کی تقصیر دل اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے ہیں، گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے اپنے گناہوں پر اس قدر زیادہ بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں کہ شیطان مارے غم کے اپنے بالوں میں مٹی ڈال لیتا ہے۔ آئندہ زندگی کے لیے عبادت و اطاعت کا از سرِ نو عہد و پیمان کرتے ہیں اور یہی حج کا حقیقی فلسفہ ہے، یہ تاریخی میدان اس تاریخی عہد کی یادگار ہے جو ان بزرگ پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ نے لیا تھا، دنیا کے بہت سے مسلمان ساری عمر حج کی آس پر جیتے رہتے ہیں اور اسے نہیں پاتے۔ کتنے پوری عمر میں صرف ایک بار آ پاتے ہیں، لاکھوں بندگانِ خدا ایک ہی لباس ایک ہی شکل و صورت، ایک ہی حالت اور ایک ہی جذبہ سے سرشار جھلستے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں ایک بے آب و گیاہ اور خشک میدان میں اکٹھے ہو کر اپنی تقصیروں، کوتاہیوں، بدکاریوں اور بربادیوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں، ہچکیوں اور جگر گداز چیخوں سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور عفو و مغفرت کو طلب کرتے ہیں، اور سب کے دلوں میں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہی وہ تاریخی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اسی حالت اور اسی صورت میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا ہے۔ یہ روحانی منظر ایسا اثر، ایسا کیف اور ایسا سوز و گداز پیدا کرتا ہے جس کی لذت ساری عمر یاد رہتی ہے مسلمان حضرت ابراہیم کی پیروی میں ایک جانور ذبح کر کے قربانی کرتے ہیں اور اس وقت اسی اطاعت اسی فدویت اسی سرفروشی اور اسی قربانی کا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں جو کبھی منیٰ میں اسی موقع پر اور اسی حالت اور اسی شکل میں دنیا کے اس عظیم داعی توحید نے اپنی زبان اور عمل سے ظاہر کیا تھا، حج کرنے والے مسلمانوں کے دلوں میں اس وقت وہی جذبات موجزن ہوتے ہیں جو چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تھے اور جو الفاظ انھوں نے کہے تھے وہی ان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں:۔

انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ (انعام: ۷۹)

ہر طرف سے منہ موڑ کر میں اسی ذات کی طرف منہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العلمین ۰ لا شریک لہ وبذٰلک امرت وانا اول المسلمین۔

(انعام: ۱۶۳-۱۶۲)

بے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام کا اقرار کرتا ہوں۔!

دیکھا جائے تو ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حج کا پورا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔

جغرافیائی اکائی کے بجائے اسلامی وحدت

آج ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان قومیت اور وطنیت کی تنگنائیوں سے نکل کر وحدت اسلامی میں داخل ہوں، ملت ابراہیمی کی ابتدائی دعوت اور ملت محمدی کے ابدی پیغام نے ہزاروں برس پہلے دنیا کے سامنے اسلامی وحدت کا یہ خاکہ رکھا کہ جہاں رنگ و نسل اور لسانی اور جغرافیائی سینکڑوں اختلافات کے باوجود دنیا کے کونے کونے سے چل کر تمام مسلمان ایک مرکز پر ایک حال اور ایک قال میں جمع ہوتے ہیں، بظاہر یہ بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک زبان بولیں مگر خانہ کعبہ کی مرکزیت نے آل ابراہیم کے لیے مدت دراز سے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔

اسلامی علوم وفنون کی نشر و اشاعت

یہ اسی مرکزیت کا اثر ہے کہ بڑے بڑے صحابہ اور عالم دین، محدث، مفسر اور فقیہ جو اسلامی فتوحات اور نوآبادیوں کے نتیجہ میں تمام دنیا کے اندر پھیل گئے تھے وہ سال بسال پھر یہاں آکر سمٹ جاتے تھے اور دنیا کے تمام گوشوں سے علماء آکر حرم ابراہیم میں جمع ہو جاتے تھے اور وہ علمی اور فقہی نکات جو دنیا میں متفرق اور منتشر تھے، ان کو اس وقت کے علماء ابراہیمی درسگاہ کے صحن میں ایک دفتر میں جمع کر دیتے تھے۔ یہیں آکر بخارا کے باشندے، اسپین اور مراکش کے رہنے والوں سے، شامی، عراقی سے اور مصری حجازی سے، بصری کوفی سے اور نیشاپوری ہند اور سندھ کے رہنے والوں سے اپنی معلومات کا تبادلہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے فیض پاتے تھے اور اس طرح دم کے دم میں ہند اور سندھ کا علم اسپین میں اور اسپین کا فیض سندھ میں پہنچ جاتا تھا، مصر کی روایت و درایت ترکستان میں اور ترکستان کے علوم مصر پہنچ جاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود کے شاگرد حضرت عائشہ اور ابن عمر کے شاگردوں سے فیض یاب ہوتے اور حضرت ابن عباس کے تلامذہ حضرت ابوہریرہ کے تلامذہ کی روایات کو حاصل کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، مغازی، سیر، احکام اور وصایا کی تمام دنیا میں نشر و اشاعت کا اصل ذریعہ یہی باہمی تعارف تھا، اور آج ہمارے پاس کتب احادیث اور تفاسیر اور کتب فقہیہ کا جو بہت بڑا ذخیرہ ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب حج کی مرکزیت اور اجتماعیت ہے۔

باہمی تعاون اور اتحاد کی روح

یہ حج ہی کی مرکزیت کا نتیجہ ہے کہ عام مسلمان جو اپنے اپنے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں وہ دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی صعوبتوں کو برداشت کر کے، دریا، پہاڑ، جنگل، آبادی اور صحرا کو عبور کر کے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، ایک دوسرے کے درد وغم سے واقف اور حالات سے آشنا ہوتے ہیں جن سے ان میں باہمی تعاون اور اتحاد کی روح پیدا ہوتی ہے۔ یہیں آکر چینی مراکشی سے، تونسی ہندی سے، تاتاری حبشی سے، عجمی عربی سے اور افغانی افریقی سے جا ملتا ہے اور سب مل کر باہم ایک قوم، ایک نسل اور ایک خاندان کے افراد نظر آتے ہیں۔

گناہوں سے برائت اور پاکیزگی

جامع ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے۔ اور جو مؤمن حج کرتا ہے اور گناہ سے ملوث نہیں ہوتا

اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں[1] یہ حدیث نسائی میں بھی ہے[2]۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن کے متعلق فرمایا اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قریب ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندے دور دراز سے گرد و غبار میں اَٹے ہوئے جنت کی امید میں آئے ہیں، (اے میرے بندو!) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّوں، بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوئے پھر بھی میں بخش دوں گا![3]

مؤطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے بدر کے دن پر بشارت دی کہ عرفہ کے دن کے علاوہ کسی اور دن شیطان اس قدر زیادہ ذلیل، رسوا اور غضب ناک نہیں ہوتا کیونکہ اس دن وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں[4]

توبہ اور استغفار میں فریضۂ حج کی خصوصیات

ان تمام بشارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت حج توبہ اور انابت ہے، طواف اور سعی کے دوران، صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر، میدانِ عرفات میں مزدلفہ میں اور منیٰ میں ہر جگہ جو دعائیں کی جاتی ہیں ان کا بڑا حصہ توبہ اور استغفار پر مشتمل ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له[5] "جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس کی مانند ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔ آدمی جس جگہ اور جس وقت بھی توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن حج کے مشاعر مقامات اور ارکان اپنے گوناگوں تاثرات اور دوسرے فوائد و برکات کے لحاظ سے ساری دنیا کے مقامات اور اوقات سے ممتاز ہیں، توبہ کی طرف دل مائل ہونے اور گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے اور قبولیت کی توقعات جو یہاں ہیں وہ کہیں نہیں ہیں۔ وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر برکتوں کا نزول اور انوار الٰہیہ کی بارش ہوئی جس ماحول اور فضا میں تمام گنہگار ایک جگہ جمع ہو کر آہ و بکا اور فریاد و زاری کرتے ہیں، جہاں قدم قدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد ہیں جہاں اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان ناز و نیاز کے بیسیوں معاملات گذر چکے ہیں جس جگہ حضرت آدم اور حضرت حوّا نے توبہ کی ہو، جہاں حضرت ابراہیم نے اپنے اہل و عیال اور سرکارِ رسالت مآب کی بعثت کی دعا مانگی ہو، جہاں حضرت ہود اور حضرت صالح نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد پناہ ڈھونڈی جہاں بے شمار نبیوں اور رسولوں نے دعائیں کیں جس سرزمین کے چپہ چپہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خطاؤں اور گناہوں کے لیے دعائیں کی ہیں۔ ان مقامات اور مشاہد سے بڑھ کر توبہ اور استغفار کے لیے اور کون سا مقام موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے؟ جن مشاہد اور آثار

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام عبدالرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۹-۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

[4] شیخ ولی الدین متوفی ۷۴۲، مشکوٰۃ ص ۲۲۹، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ہیں پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے۔ رقت قلب اور گریہ وزاری کے لیے وہی جگہ مناسب ہے، جہاں دن رات اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر ابر کرم برستا رہتا ہے۔ وہاں دعائیں کرنے کا کچھ اور مقام ہے اور قبولیت کی بہت زیادہ امید ہے۔

اعمال کی نشأۃ ثانیہ

حج درحقیقت انسان کی گذشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب زندگی کا رخ پھیرنے کا موقع بہم پہنچاتا ہے۔ یہاں اگر انسان گناہوں سے آلودہ پچھلی زندگی کو ختم کر کے نیکی اور راست بازی کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنے کا عہد کرتا ہے۔ ان بابرکات مقامات پر حاضر ہو کر اور خدا کے گھر میں اپنی سابقہ زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ اور اقرار ایسا اثر پیدا کر دیتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف اور خیر سے اور زیادہ خیر کی طرف انسان کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور گذشتہ زندگی کا باب بند ہو کر نئی زندگی کا دوسرا باب کھل جاتا ہے بلکہ وہ حج کرنے کے بعد اپنے نئے اعمال کے لیے از سر نو پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہیں کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس طرح لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو" [۱]

ذمہ داریوں کا احساس

حج کرنے کی چاہ میں انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے کیونکہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اہل وعیال کے خرچ سے اس قدر رقم بچ جائے جس سے حج کے مصارف پورے ہو سکیں، اس لیے انسان حج کے لیے اس وقت نکلتا ہے جب اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا سامان مہیا کر لیتا ہے اس لیے اس کو اپنے اہل وعیال کی ذمہ داریاں خود بخود پوری کرنی پڑتی ہیں اور جس شخص کے سر پر قرض کا بوجھ ہو وہ اپنا قرض اتارنے کی فکر کرتا ہے کیونکہ حج وہی شخص کر سکتا ہے جو قرض سے سبکدوش ہو۔ اس طرح فریضۂ حج کی وجہ سے انسان کے دنیوی معاملات پر بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

دشمنوں سے دوستی

عام طرز معاشرت اور دنیوی کاموں میں انسان اپنے سینکڑوں دشمن پیدا کر لیتا ہے لیکن جب انسان خدا کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے بری الذمہ ہو کر حج کے لیے جانا چاہتا ہے، اس لیے رخصت کے وقت ہر قسم کے بغض وعناد سے اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے لوگوں سے اپنے قصور معاف کراتا ہے، روٹھوں کو مناتا ہے، جن کے حقوق تلف کر چکا ہو یا جن کا حق مار رکھا ہو ان کے حقوق ادا کرتا ہے اس لحاظ سے فریضۂ حج معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

مساوات

اسلامی عبادات کے فوائد میں مساوات ایک اہم سنگ بنیاد ہے ہر چند کہ نماز سے بھی مساوات حاصل ہوتی ہے لیکن پوری وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ مساوات کا اظہار صرف حج میں ہوتا ہے جب امیر اور غریب، عالم اور جاہل، حکام اور عوام، بادشاہ اور رعایا، ایک لباس، ایک صورت، ایک حالت اور

---

[۱] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ایک میدان میں کھلے آسمان کے نیچے رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں کسی کے لیے کسی جگہ کی قید ہوتی ہے نہ سایہ کی رعایت ہوتی ہے نہ تقدم تأخر کی فضیلت ہوتی ہے۔

کسبِ حلال کسب حلال بہت سی نیکیوں کا سرچشمہ ہے، چونکہ حج کے مصارف میں شرعاً صرف مال حلال صرف کیا جا سکتا ہے اور مال حرام خرچ کرنا اس میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے لامحالہ انسان کو حلال اور حرام کا فرق کرنا پڑتا ہے اور فریضۂ حج کے لیے مال حلال کی تگ و دو کرنی پڑتی ہے جس سے انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سدھر جاتی ہے۔ الغرض فریضۂ حج انسان کی صرف اخروی سعادت اور بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ وہ اس کی اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، قومی اور ملّی زندگی کے ہر زاویہ اور ہر گوشہ پر حاوی ہے اور مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند منارہ ہے۔

بَابُ ۴۳ مَا يُبَاحُ لِلْمُحْرِمِ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ لُبْسُهُ وَمَا لَا يُبَاحُ!

مُحرِم کے لباس کے احکام

۲۶۸۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قمیص نہ پہنو، پگڑیاں نہ باندھو، شلوار نہ پہنو، ٹوپیاں نہ اوڑھو اور نہ موزے پہنو الا یہ کہ کسی شخص کو جوتی میسر نہ ہو تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور ایسا لباس بالکل نہ پہنو جس میں ورس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) یا زعفران کا رنگ یا خوشبو ہو!

۲۶۸۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ قَالَ لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے؟ آپ نے فرمایا محرم قمیص نہ پہنے، عمامہ نہ باندھے، نہ ٹوپی اوڑھے، نہ شلوار پہنے نہ ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ موزے پہنے الا یہ کہ وہ جوتے نہ پائے تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے!

زَعْفَرَانٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَّا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

۲۶۸۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا جس کے پاس جوتیاں نہ ہوں وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔

۲۶۹۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ السَّرَاوِيلُ لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِزَارَ وَالْخِفَافُ لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ يَعْنِي الْمُحْرِمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو چادر نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتیاں نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں یعنی جو شخص محرم ہو۔

۲۶۹۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں خطبہ دے رہے تھے۔

۲۶۹۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے لیکن شعبہ کے علاوہ اور کسی نے میدان عرفات میں خطبہ کا ذکر نہیں کیا۔

عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ عَنْ اَيُّوبَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ غَيْرَ شُعْبَةَ وَحْدَهُ۔

۲۶۹۳- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ اِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو چادر نہ مل سکے وہ شلوار پہن لے۔

۲۶۹۴- وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهَا خَلُوقٌ اَوْ قَالَ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ كَيْفَ تَاْمُرُنِي اَنْ اَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي قَالَ وَاُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ وَدِدْتُ اَنِّي اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ فَقَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ فَرَفَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ قَالَ وَاَحْسِبُهُ كَغَطِيطِ الْبَكْرِ قَالَ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ اِغْسِلْ عَنْكَ اَثَرَ الصُّفْرَةِ اَوْ قَالَ اَثَرَ الْخَلُوقِ وَاخْلَعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ

صفوان بن یعلیٰ بن منیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص جعرانہ میں آیا در آں حالیکہ وہ شخص ایک جبہ (لمبا کوٹ) پہنے ہوئے تھا، جس پر کچھ خوشبو لگی ہوئی تھی یا کچھ زردی کا اثر تھا اس نے پوچھا آپ مجھے بتائیے کہ میں عمرہ میں کیا کروں راوی کہتے ہیں کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری یہ تمنا تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھو؟ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کا ایک کنارہ ہٹا دیا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا آپ خراٹے لے رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ آواز اونٹ کے خراٹوں کی طرح تھی۔ جب وہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا اور فرمایا زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو، جبہ اتار دو، اور عمرہ میں اسی طرح

وَاصْنَعْ فِیْ عُمْرَتِكَ مَا اَنْتَ صَانِعٌ فِیْ حَجِّكَ

کرو جیسا کہ حج میں کرتے ہو۔

۲۶۹۵- وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَّهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَاَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ مُقَطَّعَاتٌ یَعْنِیْ جُبَّةً وَّهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوْقِ فَقَالَ اِنِّیْ اَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَعَلَیَّ هٰذَا وَاَنَا مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوْقِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعْ مَا کُنْتَ صَانِعًا فِیْ حَجِّكَ قَالَ اَنْزِعُ عَنِّیْ هٰذِهِ الثِّیَابَ وَاَغْسِلُ عَنِّیْ هٰذَا الْخَلُوْقَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا کُنْتَ صَانِعًا فِیْ حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِیْ عُمْرَتِكَ۔

صفوان بن یعلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعرانہ میں ایک شخص آیا اور میں بھی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، وہ شخص ایک جبّہ پہنے ہوئے تھا جس پر خوشبو لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور مجھ پر یہ جبّہ ہے اور اس پر خوشبو لگی ہوئی ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ کرو، اس نے کہا میں یہ کپڑے اتار دوں اور یہ خوشبو دھو ڈالوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ اپنے حج میں کرتے ہو وہی اپنے عمرہ میں کرو۔

۲۶۹۶- وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ اَخْبَرَنَا عِیْسٰی ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ یَعْلَی ابْنِ اُمَیَّةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ یَعْلٰی کَانَ یَقُوْلُ لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَیْتَنِیْ اَرٰی نَبِیَّ اللّٰهِ حِیْنَ یُنْزَلُ عَلَیْهِ فَلَمَّا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَعَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ بِهٖ عَلَیْهِ مَعَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِیْهِمْ عُمَرُ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ عَلَیْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ مُتَضَمِّخٌ بِطِیْبٍ فَقَالَ یَا

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے کہ کاش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھوں! پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک شخص آیا اس نے ایک جبّہ پہنا ہوا تھا جس پر خوشبو لگی ہوئی تھی، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس شخص کے متعلق کیا ارشاد ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ایک جبّہ پہن لیا جس پر خوشبو لگائی ہوئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت اس شخص کی طرف دیکھا، پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر آپ پر وحی نازل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا آؤ، یعلیٰ آئے اور انھوں نے کپڑے میں ڈال کر

رَسُوْلَ اللّٰہِ كَيْفَ تَرٰى فِىْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِىْ جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيْبٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ فَجَآءَهُ الْوَحْىُ فَاَشَارَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِهٖ اِلٰى يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ تَعَالَ فَجَآءَ يَعْلٰى فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ فَاِذَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّىَ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ الَّذِىْ سَاَلَنِىْ عَنِ الْعُمْرَةِ اٰنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِىْءَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا الطِّيْبُ الَّذِىْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِىْ عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِىْ حَجِّكَ.

دیکھا، ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ تھا کچھ دیر آپ خراٹے لیتے رہے۔ پھر آپ سے وہ کیفیت منقطع ہوگئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا؟ اس شخص کو لایا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشبو کو تین مرتبہ دھولو! اور جبہ کو اتار دو پھر اپنے عمرہ میں وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

۲۶۹۷ - وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّىُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ ابْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يُحَدِّثُ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ قَدْ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَهُوَ مُصَفِّرٌ لِحْيَتَهٗ وَرَاْسَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ وَاَنَا كَمَا تَرٰى فَقَالَ انْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ الصُّفْرَةَ وَمَا كُنْتَ صَانِعًا فِىْ حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِىْ عُمْرَتِكَ.

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص جعرانہ میں آیا، اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور اس کی ڈاڑھی اور سر کے بال زرد رنگ کے خضاب سے رنگے ہوئے تھے اور اس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور میں جس حالت میں ہوں اس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبہ اتار دو اور یہ خضاب دھو ڈالو۔ اور جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ سب عمرہ میں کرو۔

۲۶۹۸ - وَحَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَلِىٍّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ اَبِىْ مَعْرُوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! میں

قَالَ اَخْبَرَنِیْ صَفْوَانُ بْنُ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ عَلَیْهِ جُبَّةٌ بِهَا اَثَرٌ مِّنْ خَلُوْقٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَیْفَ اَفْعَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیْهِ وَكَانَ عُمَرُ یَسْتُرُهٗ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْوَحْیُ یُظِلُّهٗ فَقُلْتُ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنِّیْ اُحِبُّ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ اَنْ اُدْخِلَ رَاْسِیْ مَعَهٗ فِی الثَّوْبِ فَلَمَّا اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْوَحْیُ خَمَّرَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالثَّوْبِ فَجِئْتُهٗ فَاَدْخَلْتُ رَاْسِیْ مَعَهٗ فِی الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ اِلَیْهِ فَلَمَّا سُرِّیَ عَنْهُ قَالَ اَیْنَ السَّآئِلُ اٰنِفًا عَنِ الْعُمْرَةِ فَقَامَ اِلَیْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ انْزِعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ وَاغْسِلْ اَثَرَ الْخَلُوْقِ الَّذِیْ بِكَ وَافْعَلْ فِیْ عُمْرَتِكَ مَا كُنْتَ فَاعِلًا فِیْ حَجِّكَ۔

نے عمرہ کا احرام باندھا ہے میں اس میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو کپڑا اوڑھا دیتے تھے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا میری خواہش ہے کہ جب آپ پر وحی نازل ہو تو میں اپنا سر آپ کے ساتھ کپڑے میں کر لوں۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر کپڑے سے پردہ کر لیا میں نے بھی اپنا سر اس کپڑے میں داخل کر لیا، اور آپ کو دیکھا، جب آپ سے یہ کیفیت زائل ہو گئی تو آپ نے فرمایا، ابھی جو شخص عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا وہ کہاں ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوا اور آپ نے فرمایا: اس جبہ کو اتار دو اور جو خوشبو لگائی ہوئی ہے اس کو دھو ڈالو اور عمرہ میں وہی افعال کرو جو تم حج میں کرتے ہو۔

عمرہ کے حکم میں مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی عمرہ کے حکم میں مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے۔[1]

امام شافعی فرماتے ہیں اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے: واتموا الحج والعمرۃ للّٰہ "حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پورا کرو۔" اور ظاہر قرآن کے مشابہ یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عمرہ حج کی مثل ہے۔[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے عمرہ کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے، حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کا بھی یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام مالک

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ مختصر المزنی ص ۶۳، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ۔

اور احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر تم عمرہ کرو تو یہ افضل ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس لیے بھی کہ یہ غیر مؤقت عبادت ہے [1]

امام شافعی نے جو اتموا الحج والعمرۃ للہ سے استدلال کیا ہے اس کا احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ اتمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا لازم ہے اور اس کے احناف بھی قائل ہیں کیونکہ نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا لازم ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے: ان العمرۃ لقرینۃ الحج فی کتاب اللہ تعالٰی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی کتاب میں عمرہ کا ذکر حج کے ساتھ ہے۔ قرین کا مطلب ذکر میں قران ہے نہ کہ حکم میں قران ہے [2]

حج کے فوراً یا تاخیر سے وجوب میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں اس بات میں مجتہدین کا اختلاف ہے کہ استطاعت حاصل ہونے کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے یا تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو جس سے حج کے رہ جانے کا خدشہ ہو۔ اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ استطاعت کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے [3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جس شخص پر حج واجب ہو جائے اور اس کے لیے حج کرنا ممکن ہو تو اس پر فوراً حج کرنا واجب ہے۔" امام ابوحنیفہ، امام مالک (اور امام احمد بن حنبل) کا یہی قول ہے، البتہ امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اس پر توسع کے ساتھ حج واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا اور خود مدینہ میں رہے حالانکہ اس وقت آپ جہاد کر رہے تھے نہ کسی اور کام میں مشغول تھے اور بہت سے صحابہ بھی مدینہ میں رہے حالانکہ وہ حج پر قادر تھے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے دوسرے سال تاخیر سے حج کیا تو یہ قضا نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۹۷) "جو لوگ حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اللہ تعالٰی کی رضا جوئی کے لیے حج کرنا واجب ہے۔" نیز اللہ تعالٰی نے فرمایا: واتموا الحج والعمرۃ للہ (بقرہ: ۱۹۶) "حج اور عمرے کو اللہ تعالٰی کی رضا جوئی کے لیے پورا کرو۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اراد الحج فلیعجل۔ (مسند احمد، سنن ابوداؤد،

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۳ ص ۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

سنن ابن ماجہ) "جو شخص حج کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے" اور ایک روایت میں ہے من اراد الحج فلیعجل فانہ قد یمرض المریض وتضل الضالۃ وتعرض الحاجۃ۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ) "جو شخص حج کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے، کیونکہ کبھی انسان بیمار پڑ جاتا ہے، کبھی سواری گم ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی کام درپیش ہو جاتا ہے" اور امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یہودیا او نصرانیا۔ (مسند احمد، ترمذی)

"جو شخص سفر خرچ اور بیت اللہ تک پہنچانے والی سواری کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر" اور حضرت عبد الرحمان بن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات ولم یحج حجۃ الاسلام لم یمنعہ عرض حابس او سلطان جائر او حاجۃ ظاہرۃ فلیمت علی ای حال شاء یہودیا او نصرانیا (سنن سعید بن منصور)

"جو شخص حج کیے بغیر مر گیا حالانکہ اسے حج سے روکنے والی کوئی بیماری تھی نہ کوئی ظالم بادشاہ روکنے والا تھا نہ کوئی کام تھا تو وہ جس حال میں چاہے مرے خواہ یہودی ہو کر خواہ عیسائی ہو کر" یہ حدیث حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ نیز اگر اس کا وجوب تاخیر سے اور علی التوسع ہو تو پھر یہ سرے سے واجب ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ تاخیر کی کوئی حد نہیں ہے اور اگر وہ حج کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ گنہگار بھی نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا کیونکہ مؤخر کرنا اس کے لیے جائز تھا۔ پھر موت کی کوئی علامت اور اس کا وقت مقرر نہیں ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ فلاں وقت سے پہلے حج کرنا لازم ہو گا۔

امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری کو مکہ فتح کیا اور نو ہجری میں حج کو مؤخر کیا جس کی وجہ عدم استطاعت یا کوئی اور عذر تھا، یا آپ کو بیت اللہ کے گرد مشرکوں کو برہنہ دیکھنا ناپسند تھا اس لیے آپ نے ایک سال حج مؤخر کر دیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا نہ کوئی برہنہ طواف کرے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج مؤخر کر دیا ہو تاکہ اگلے سال آپ کا حج حجۃ الوداع ہو جائے اور یہ دن جمعہ کا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل کر دے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام مذاہب والوں کی عیدیں اس دن جمع ہو گئی تھیں اور اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ اس کے بعد ہوا۔ رہا یہ سوال کہ اگر حج فوراً واجب ہو تو تاخیر سے حج کرنے والے کا فعل قضا کہلانا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ کو تاخیر سے ادا کیا جائے تو وہ قضا نہیں کہلاتی [1]۔

مذاہب اربعہ میں احرام کی کیفیت

حدیث نمبر ۲۶۸۷ میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ فلاں فلاں چیز پہنو، کیونکہ پہننے والے کپڑے تو لاتعداد ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ تم قمیص، عمامہ، شلوار، ٹوپی اور موزے نہ پہنو اور نہ وہ کپڑے پہنو جن کو زعفران یا ورس سے رنگا گیا ہو کیونکہ جو کپڑے ممنوع ہیں وہ محدود ہیں، اس لیے آپ

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳، ص ۱۰۱۔ ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نے محدود کپڑوں کا ذکر کر دیا، علماء نے آپ کے اس کلام کو بلاغت کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا ہے۔ اس حدیث سے علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ محرم کے لیے سلے ہوئے کپڑوں کو پہننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم کے لیے کسی چیز سے سر ڈھانپنا بھی جائز نہیں ہے اگر محرم نے سر درد یا کسی اور بیماری کی وجہ سے سر پر پٹی باندھی تو اس کو فدیہ دینا ہوگا اور موزوں کی نفی سے یہ معلوم ہوا کہ ٹانگ کو چھپانے والی کوئی چیز بھی مثلاً جراب وغیرہ احرام میں جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم کے لیے دستانے پہننا بھی جائز نہیں ہے۔ کپڑوں پر خوشبو لگانا بھی جائز نہیں ہے البتہ خوشبو والے پھل مثلاً سیب وغیرہ کھانا منع نہیں ہیں۔ سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت اور دو چادروں کے پہننے کا حکم یا تو تواضع کی وجہ سے ہے یا اس لیے کہ یہ لباس کفن کے مشابہ ہے۔

حضرت ابن عمر کی اس حدیث کے بعد حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں یہ ہے کہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایت میں یہ ہے کہ جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے اور ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا ذکر نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عباس اور جابر کی روایت پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ موزوں کو کاٹنا واجب نہیں ہے اور جمہور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایت حضرت ابن عمر کی روایت پر محمول ہے کیونکہ ان کی روایت مطلق ہے اور حضرت ابن عمر کی روایت مقید ہے اور مطلق، مقید پر محمول ہوتا ہے اور امام احمد کا یہ فرمانا کہ موزے کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے صحیح نہیں کیونکہ حکم شرعی پر عمل کرنے سے مال ضائع نہیں ہوتا جو شخص بغیر کاٹے موزے پہن لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر فدیہ ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس پر فدیہ نہیں ہے۔

کپڑوں پر خوشبو لگانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ خوشبو اشتہا پیدا کرتی ہے اور زیب و زینت حج کی تواضع کے خلاف ہے کیونکہ حج کرنے والا گرد و غبار میں اٹا ہوا ہے، خوشبو لگانے کے علاوہ بالوں کو کاٹنا، ناخن کاٹنا سر اور داڑھی کے بالوں کو تیل لگانا، اور جنسی تلذذ حاصل کرنا احرام میں ممنوع ہے، جس شخص کو چادر نہ ملے وہ شلوار پہن سکتا ہے۔ لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا ہے، جمہور کی دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ہے۔ عورت کے احرام میں یہی احکام ہیں ماسوا اس کے کہ وہ سلے ہوئے کپڑے بھی پہن سکتی ہے اور اپنے تمام بدن کو چھپائے گی البتہ چہرہ ڈھانپنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ اگر محرم کے پاس جوتیاں ہوں اور اگر وہ کسی عذر کی بناء پر موزوں کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ کر پہننا چاہے تو پہن سکتا ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا پہن سکتا ہے لیکن اس پر فدیہ لازم ہے کیونکہ اس کا موزے پہننا دوائی استعمال کرنے کے حکم میں ہے۔[۵]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر محرم کو چادر نہ ملے تو شلوار پہن سکتا ہے لیکن جب چادر مل جائے تو شلوار کو اتارنا لازم ہے ورنہ فدیہ لازم ہوگا۔ نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت خوشبو لگا کر کپڑے نہ پہنے، رنگدار کپڑے پہن سکتی ہے اور بغیر

۵۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

کاٹے موزے پہن سکتی ہے، قمیص، شلوار، دوپٹہ وغیرہ پہن سکتی ہے البتہ چہرہ نہیں ڈھانپے گی۔[۱] اگر محرم کو چادر نہیں ملی تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک شلوار کو پھاڑ کر چادر کی طرح کرنا لازم ہے ورنہ اس پر دم لازم آئے گا۔[۲] امام محمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسفل کعبین کو کھلا رکھنے کا حکم ہے اس سے مراد وسط قدم کا مفصل ہے جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے ٹخنے مراد نہیں ہیں لیکن حدیث میں کعبین کا لفظ ہے جو تثنیہ کا صیغہ ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس سے ٹخنے مراد ہیں وسط قدم کھلا نہ رہے تو کوئی حرج نہیں ٹخنے کھلے رہنے چاہئیں۔ جس طرح آیت وضو میں کعبین سے مراد ٹخنے ہیں وسط قدم نہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھولے سے یا ناواقفیت کی بناء پر خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا امام شافعی اور داؤد ظاہری کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس پر فدیہ ہے۔[۳] علامہ نووی نے امام احمد کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ اس صورت میں کفارہ نہیں ہے۔[۴]

حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے عمرہ کے احرام کا مسئلہ پوچھا تو آپ خاموش رہے پھر آپ پر وحی نازل ہوئی، نزول وحی کے بعد آپ نے سائل کو مسئلہ بتایا کہ یہ جبہ اتار دو اور تمہارے جسم پر جو خوشبو کا اثر ہے، اس کو دھو ڈالو، آپ نے اس شخص پر کفارہ لازم نہیں کیا اگر کفارہ لازم ہوتا تو آپ بتا دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ کفارے کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب آپ نے یہ مسئلہ بتا دیا اور پھر کسی نے اس کے خلاف کیا جبکہ آپ نے ابتداءً مسئلہ اس شخص کو بتلایا ہے تو اس سے پہلے اس شخص کے کیے ہوئے عمل پر نسیان یا ناواقفیت کی بناء پر تقصیر کا اطلاق کیسے ہوگا حتیٰ کہ اس تقصیر پر کفارے کا سوال پیدا ہو!

وحی خفی یا وحی غیر متلو کی تحقیق (حجّیت حدیث)

حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے احرام کا مسئلہ پوچھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوئی آپ کو کپڑا اڑھا دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم نزول وحی کی کیفیت دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھ لو، حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے کپڑے میں اپنا سر داخل کیا اور نزول وحی کی کیفیت کا مشاہدہ کیا، اس کیفیت کے زائل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو بلایا اور فرمایا "اپنے جسم سے زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو، جبہ اتار دو اور عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو" (اغسل عنك اثر الصفرة او قال اثر الخلوق واخلع عنك جبتك واصنع فى عمرتك ما انت صانع فى حجك") وحی کے ان الفاظ کی قرآن مجید میں تلاوت نہیں ہوتی اس لیے ان الفاظ کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

---

[۱] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ۔ کتاب الام ج ۲ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ۔

[۲] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[۴] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کے احکام سے متعلق یا کسی سوال کے جواب میں وحی نازل کی جائے اور اس وحی میں آپ پر صرف معانی اور مسائل کا نزول ہو اور آپ پر الفاظ نازل نہ کیے جائیں۔ اور آپ ان معانی اور مسائل کو الفاظ نبوت سے تعبیر فرمائیں اس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں اور اگر حضرت جبریل کے واسطے سے آپ پر الفاظ اور معانی دونوں کا نزول ہو تو اس کو وحی جلی یا وحی متلو کہتے ہیں وحی خفی حدیث ہے اور وحی جلی قرآن ہے۔

وحی خفی کی ضرورت

اسلام کے ہر رکن کے تفصیلی احکام قرآن مجید میں نازل نہیں کیے گئے حج ہی کو لے لیجئے قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حج کے فرائض اور ارکان کیا ہیں، حج میں کتنے واجبات ہیں حج کس ماہ کی کس تاریخ کو ادا ہوگا۔ احرام کی کیا شرائط اور کیا موانع ہیں۔ میقات کی حدود کیا ہیں، حجازی اور غیر حجازی کے لیے احرام کے میقات ایک ہیں یا الگ الگ، جو شخص احادیث کو نہیں مانتا کیا وہ صرف قرآن پڑھ کر حج کر سکتا ہے؟ اور صدیوں سے جو لاکھوں انسان ہر سال احادیث رسول کی تعلیم کے مطابق حج کرتے چلے آئے ہیں کیا یہ سب غلط ہیں؟ ـــــ اسی طرح نماز کو لے لیجئے قرآن مجید میں واضح طور کہیں یہ بیان نہیں ہوا کہ دن اور رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں، ان نمازوں کے اوقات کیا ہیں، نماز کے وقت کے لیے ندا اور اعلان کا ذکر ہے لیکن یہ ذکر نہیں ہے کہ اذان میں کیا کلمات کہنے چاہییں، اقامت کا ذکر نہیں ہے نمازوں کی رکعات کی تعیین اور تحدید نہیں ہے نماز کے شروع سے لے کر اس کے اختتام تک کیا پڑھا جائے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور احادیث کو چھوڑ کر محض قرآن مجید سے کوئی شخص کیسے نماز پڑھے گا؟ یہ دو مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں باقی عبادات کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اسلام کے ارکان اور فرائض کا ذکر کر دیا گیا اور ان فرائض کی تفصیلات اور جزئیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی کے ذریعہ بتا دی گئیں جس کی مثال باب مذکور کی حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں موجود ہے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تمام عبادات وحی الٰہی کے مطابق ہیں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جو روایت قرآن مجید کے مخالف ہو وہ حدیث رسول ہے نہ قابل قبول ہے بلکہ اس کا مسترد کرنا واجب ہے لیکن جن احادیث میں قرآن مجید کے احکام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور وہ تفاصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں، بلکہ قرآن مجید کے علاوہ اور اس پر زائد ہیں ان کو ماننے سے اس لیے انکار کر دینا کہ چونکہ یہ تفصیل قرآن میں نہیں ہے اس لیے ناقابل تسلیم ہے، خواہ یہ قول رسول ہی ہو، یہ انداز فکر گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

وحی خفی پر اعتراضات کے جوابات

منکرین حدیث نے وحی خفی کے انکار میں بہت زور لگایا ہے، ہم سطور ذیل میں ان کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کر رہے ہیں۔ برق صاحب ایک مولانا کے ساتھ مذاکرہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

اللہ نے ہمیں ایک قوانین کی کتاب یعنی قرآن دے کر اپنے رسول کو ہمارا امیر اور اولی الامر بنا دیا۔ تاکہ وہ ان قوانین کو نافذ کر سکے، اور ہمیں حکم دے دیا کہ رسول کی اطاعت کرو رسول خدا جب تک بقید حیات رہے، صرف انہی قوانین کی تعمیل کراتے رہے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسول خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے۔ م (مولانا) آپ کا مطلب غالباً یہ ہے کہ اگر رسول قرآنی احکام کے علاوہ کسی اور بات کا حکم دے تو آپ اس کی تعمیل نہیں کریں گے۔ برق یہ آپ نے فرض ہی کیوں کر لیا کہ رسول صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کا حکم دینے کی بھی جرأت کر سکتے

تھے، انھیں بار بار کہا جا رہا تھا: بلغ ما انزل الیک - "اے رسولؐ تم وہ احکام امت تک پہنچا دو جو ہم تمہیں دے رہے ہیں۔"
نوٹ: برق صاحب نے آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: "جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔"

کیا رسول اکرم صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس صریح حکم سے سرتابی کی جرأت کر سکتے تھے؟ لفظ رسول کے معنی ہی قاصد، ایلچی اور چھٹی رساں ہیں تو ایک قاصد خود کیسے آقا بن سکتا ہے؟[1]

وحی خفی پر دلائل دیتے ہوئے ہم نے واضح کر دیا ہے کہ قرآن مجید نے جو احکام ہم پر فرض کیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات اور آپ کے فرمودات پر عمل کرنا ضروری ہے ہر چند کہ برق صاحب نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایلچی (العیاذ باللہ) قرار دے کر آپ کی اطاعت کی سرے سے نفی کر دی ہے لیکن اس غلط بات کی غلطی خود ان کو بھی محسوس ہو گئی، لکھتے ہیں:

اعتراض: ہمارے بعض بزرگ کہتے ہیں کہ احادیث کو چھوڑ دو گے، تو نماز پڑھنے کا طریقہ کہاں سے سیکھو گے؟
جواب: رسول کریم صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا، انھیں کروڑوں نے اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا، کیا ان ارب، کھرب انسانوں کی شہادت کافی نہیں؟ کیا دیہاتی مسلمان صحیح بخاری سے نماز کا طریقہ سیکھا کرتے ہیں؟ جس طریقے سے ہمارے آبا و اجداد نماز ادا کرتے رہے۔ ہم نے وہ سلسلہ جاری رکھا، اور اب نئی نسل ہماری نقل اتار رہی ہے۔ یہاں صحیح بخاری کی ضرورت ہی کہاں پیش آتی ہے، کشمیر کی ساری وادی میں غالباً صحیح بخاری کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہو گا، لیکن وہ لوگ پھر بھی نہایت صحت سے نماز پڑھتے ہیں[2]

اس پیراگراف میں برق صاحب نے بعض حقائق تسلیم کر لیے ہیں، ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات، تعبیرات اور آپ کے احکام کے بغیر قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں ہو سکتا اور قرآن مجید پر عمل کرنے کے لیے آپ کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ اس سوال کے جواب میں کہ نماز پڑھنا کہاں سے سیکھو گے؟ ——— انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ قرآن مجید کو کھول کر دیکھ لیں گے! بلکہ یہ لکھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں... مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا..." اور جس طرح آپ نے نماز پڑھی وہی نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہی بات حدیث شریف میں ہے: صلوا کما رأیتمونی اصلی - "جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو"!
اور اس میں برق صاحب جیسے کٹر منکر حدیث نے بھی یہ مان لیا کہ اطاعت اور اتباع رسول کے بغیر قرآن مجید کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا! دوسری بات جو اس پیراگراف میں برق صاحب نے مان لی ہے وہ روایات اور احادیث کی حجیت ہے کیونکہ بعد کے لوگوں کے عمل کے لیے برق صاحب نے پہلے لوگوں کی روایت کو حجت مانا ہے کیونکہ انھوں نے لکھا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا انھیں کروڑوں نے اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا" ——— اور جن لاکھوں انسانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ دو اسلام ص ۱۲۳، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، کراچی۔
[2] " " " دو اسلام ص ۱۳۴

پڑھتے دیکھا یہ حضرات صحابہ کرام تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طریقہ سے نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نماز کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر لی تھی وہ تمام جزئیات اور تفصیلات انھوں نے کروڑوں تابعین تک پہنچا دیں اور ظاہر ہے کہ تابعین کو نماز کا طریقہ صحابہ کرام سے معلوم ہوا۔ انھیں نماز پڑھتے دیکھ کر بھی اور ان سے مسائل سیکھ کر بھی اور ان سے پوچھ پوچھ کر بھی اور یہ تعلیم اسی وقت صحیح ہو گی جب تابعین کے نزدیک صحابہ کی روایات حجت ہوں پھر اس منطق کو کون مانے گا کہ اگر نماز کا طریقہ یونہی دیکھا دیکھی نقل اور روایات سے زبانی کلامی چلتا رہے تو درست ہے اور اگر صحابہ اپنی روایات کو لکھ لیں اور تابعین ان سے نقل کرلیں اور تبع تابعین، صحابہ کی ان روایات کو اسانید کے ساتھ مدون کر لیں اور کتابی شکل دے دیں تو یہ کتابیں بیک جنبش قلم غیر معتبر ہو جائیں؟ اور مسئلہ صرف ایک نماز کا تو نہیں ہے عبادات اور معاملات کی ایک وسیع فہرست ہے، جن کے شرائط، ارکان، واجبات آداب، مکروہات اور محرمات کے احکام کا ایک طویل سلسلہ ہے یہ تمام چیزیں صرف دیکھا دیکھی سے کیسے حاصل ہو سکتی ہیں؟ پھر اس سے بھی عجیب منطق یہ ہے کہ وادی کشمیر میں رہنے والے آن پڑھ دیہاتیوں کے عمل کو معتبر مانا جائے اور صحیح بخاری کو نامعتبر!

وحی خفی پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وحی نازل کرنے کی تین صورتیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ براہ راست بغیر کسی فرشتہ کی وساطت سے وحی نازل فرمائے دوسری یہ کہ حجاب کی اوٹ سے براہ راست ہمکلام ہو، تیسری یہ کہ رسول کی وساطت سے وحی نازل فرمائے۔

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحى باذنه مايشاء۔ (الشوریٰ: ۵۱)

کسی بشر کے لیے بغیر وحی کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ممکن نہیں ہے یا حجاب کی اوٹ سے، یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے اور وہ (فرشتہ) اللہ تعالیٰ کے اذن سے وحی کرے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس آیت میں وحی کی جو پہلی قسم بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اللہ تعالیٰ براہ راست وحی نازل فرمائے اس وحی میں نہ فرشتے کا دخل ہے نہ الفاظ کا۔ اور یہ وہ وحی ہے جو قرآن مجید کے علاوہ ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے واسطے سے نازل کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانه نزله على قلبك باذن الله (البقرہ: ۹۷)

جبریل نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے قرآن مجید آپ کے قلب پر نازل کیا۔

وانه لتنزيل رب العالمين ○ نزل به الروح الامين ○ على قلبك لتكون من المنذرين ○ بلسان عربى مبين ○ (الشعراء: ۱۹۵-۱۹۲)

بے شک یہ (قرآن مجید) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ جبریل نے اس کو آپ کے قلب پر نازل کیا تاکہ آپ (عذاب خدا سے) ڈرانے والوں میں سے ہوں (اور یہ قرآن) صاف عربی زبان میں ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید وحی کی وہ قسم ہے جس کو حضرت جبریل نے الفاظ کے ساتھ آپ کے قلب پر نازل کیا ہے اور وحی کی پہلی دو قسمیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی وساطت کے بغیر نبی پر کلام کے ذریعہ وحی نازل

کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ وحی قرآن نہیں ہے، اسی کو وحی غیر متلو اور وحی خفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
بعض منکرین حدیث اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں نبی پر وحی نازل کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ عام انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کے طریقوں کا بیان ہے۔ یہ جواب قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ اس سے متصل اگلی آیت سے واضح ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نہدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتہدی الی صراط مستقیم۔ (الشوریٰ : ۵۲)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے احکام سے متعلق وحی نازل فرماتا ہے آپ محض اپنی عقل سے نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور وحی کیا ہے، لیکن ہم نے (اس وحی کو) نور بنا دیا، جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور لاریب آپ صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے جن طریقوں کا بیان کیا ہے ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تیسرے طریقہ کی وحی قرآن مجید ہے پہلے جن دو طریقوں سے وحی کی جاتی ہے وہ غیر قرآن ہے اور انہی کو ہم وحی غیر متلو اور وحی خفی سے تعبیر کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ○ ان علینا جمعہ وقرانہ ○ فاذا قراناہ فاتبع قرانہ ○ ثم ان علینا بیانہ۔ (قیامت ، ۱۹-۱۶)

آپ قرآن مجید جلد یاد کرنے کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں قرآن مجید کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کا قرآن مجید پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ ہمارے پڑھے ہوتے کی اتباع کریں پھر ہمارے ذمہ اس (معانی اور مسائل) کا بیان کرنا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا کہ قرآن مجید کے مسائل اور اس کے احکام کو وضاحت سے بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا اس کے معانی کی تشریح اور تفسیر اور اس کے احکام کی وضاحت اللہ تعالیٰ مسلسل آپ سے بیان کرتا رہا اور یہی چیز وحی خفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی سے قرآن مجید کی تعلیم دی: الرحمٰن○ علم القرآن (رحمٰن) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی سے حاصل کی ہوئی اس تعلیم کو امت تک پہنچا دیا: ویعلمہم الکتاب والحکمۃ (جمعۃ : ۲)

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ۔ (نساء : ۱۰۵)

بے شک ہم نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی تاکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو بتلائے آپ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: لتحکم بین الناس بما انزل علیک اللہ "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ پر جو قرآن نازل کرے آپ اس کے مطابق فیصلے کریں" کیونکہ انزال کے لفظ سے قرآن مجید کا نازل کرنا متبادر ہوتا ہے۔

بلکہ بمآ ارٰىك الله ۔ فرمایا یعنی جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ بتلائے آپ اس کے مطابق فیصلے کریں، معلوم ہوا کہ وحی قرآن کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرماتا ہے اور اس وحی کے مطابق آپ قرآن مجید کی تشریح اور قرآن مجید کے احکام کی تبیین اور تفصیل کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں ۔ اور یہی وحی خفی ہے۔

اس آیت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاکم کے منصب پر فائز فرمایا ہے

۲۔ احکام قرآنیہ کی تفصیل اور عبادات کی تشریح میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آپ کی ذاتی رائے اور اجتہاد یا قیاس نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ارائت اور تعلیم ہے اور یہ ارائت اور تعلیم، الفاظ قرآن کے ماسوا ہے، جس کے مطابق فیصلہ کرنے اور حکم دینے کا منصب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے۔

۳۔ اس آیت سے الفاظ قرآن کے سوا ایک ایسی چیز کا وجود ثابت ہوا جو اللہ تعالیٰ کی ارائت اور تعلیم سے حاصل ہوتی ہے اسی کو ہم اصطلاحاً وحی خفی اور وحی غیر متلو یا حدیث اور سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۴۔ اس آیت سے وحی خفی کا حجت ہونا ثابت ہوا۔ وللہ الحمد علی ذلك۔

وحی خفی کے ثبوت میں سورۂ بقرہ کی مذکور ذیل آیات انتہائی واضح اور صریح ہیں :

سیقول السفهاء من الناس ما ولٰهم عن قبلتهم التی كانوا علیها۔ (بقرہ : ۱۴۲)

اب بے وقوف لوگ (منافقین اور مشرکین) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے۔

وما جعلنا القبلة التی كنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه ۔ (بقرہ : ۱۴۳)

(اے رسول) اس سے پہلے آپ جس قبلہ پر تھے اسے ہم نے اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں (لوگوں پر ظاہر کریں) کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

پہلی آیت میں صراحتہً مذکور ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انہیں دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتہً بیان کر دیا کہ وہ پہلا قبلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا مقرر کردہ تھا لیکن سارے قرآن مجید میں پہلے قبلہ (بیت المقدس) کو مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں ہے نہ یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے؟ حالانکہ تحویل قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا اور اس کے قبلہ اولیٰ ہونے کا اعتقاد قیامت تک اسلامی عقیدہ رہے گا جس کا ثبوت صرف سنت اور حدیث سے ملتا ہے اور قبلہ اولیٰ کی طرف منہ کرنے کا حکم، اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور اس کا ثبوت صرف وحی خفی سے ہے، قرآن مجید میں نہ قبلہ اولیٰ کے ثبوت کا ذکر ہے نہ اس کی طرف منہ کرنے کے حکم کا ذکر ہے۔

سورۂ تحریم کی حسب ذیل آیت بھی وحی خفی کے ثبوت میں انتہائی صریح اور واضح ہے۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثاً فلما نبأت به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من

اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بعض ازواج سے ایک راز کی بات کہی، اور جب اس زوجہ نے وہ راز (کسی کو) بتا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو افشائے راز

انبأك هذا قال نبأني العليم الخبير۔

(تحریم، ۳)

کی خبر دیدی، نبی نے اس میں سے کچھ بات (اس زوجہ) کو بتلائی اور کچھ ٹال دی، اور جب نبی نے وہ بات بتلائی تو اس زوجہ نے کہا آپ کو اس بات کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا مجھے علیم و خبیر نے اس بات کی خبر دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زوجہ مطہرہ (حضرت حفصہ) سے ایک راز کی بات فرمائی، جس کو انھوں نے افشا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس افشائے راز کو آپ پر ظاہر کر دیا (اظہرہ اللہ علیہ) اللہ تعالیٰ کے اظہار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ سے فرمایا تم نے فلاں زوجہ (حضرت عائشہ) کو ہماری بات بتلا کر ہمارا راز کھول دیا حالانکہ تمہیں اس سے منع کیا تھا، وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں آپ کو کس نے خبر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبأني العليم الخبير مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

اب آپ سارے قرآن کو پڑھ ڈالیے، پورے قرآن مجید میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا چیز ظاہر فرمائی تھی اور کس چیز کی خبر دی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی کی ہے۔ اور قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کو کچھ بتلایا ہے اور یہی وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔!

یہ ایک کھلی ہوئی اور واضح بات ہے کہ قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ اب موجود ہے، اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا تھا۔ اس کے نزول کی ترتیب حالات ضروریات اور لوگوں کے سوالات کے اعتبار سے ہوتی تھی اور بیک وقت کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں، اور جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبین وحی کو بتلا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھی جائے گی اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اور تدوین آپ اپنے اجتہاد سے نہیں کرتے تھے اور جس ترتیب سے قرآن مجید نازل ہوتا رہا اس ترتیب کو بدل کر کوئی اور ترتیب قائم کرنا آپ کے اختیار میں نہیں تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقران غير هذا او بدله قل ما يكون لي ان ابدله من تلقاء نفسي ان اتبع الا ما يوحى الي۔

(یونس: ۱۵)

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں ہے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو تبدیل کر دو، آپ کہیے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں از خود اس قرآن کو بدل دوں۔ میں اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہو گیا کہ آپ کو قرآن مجید میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کی ترتیب کو آپ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں بدلا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی سے بدلا ہے اب سوال یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اور تدوین کا حکم کہاں ہے؟ قرآن مجید میں تو یہ حکم اور وحی ہے نہیں! معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور اسی وحی کو ہم وحی خفی اور وحی غیر متلو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما قطعتم من لینة او ترکتموھا قائمة علی اصولھا فباذن اللہ۔ (الحشر: ۵)

کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے اور جو درخت کھڑے رہنے دیئے یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کی مسلسل بدعہدیوں سے تنگ آکر مدینہ سے متصل ان کی بستیوں پر حملہ کر دیا۔ محاصرہ کے دوران اسلامی فوج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گرد و پیش کے بہت سے درخت کاٹ ڈالے تاکہ حملہ کرنے کے لیے راستہ صاف ہو جائے اس پر مخالفین نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں نے ہرے بھرے پھلدار درختوں کو کاٹ کر زمین میں فساد کیا ہے۔ مخالفین کے اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلامی فوج کا درختوں کو کاٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے تھا۔

اب بتلائیے کہ قرآن مجید میں وہ آیت کہاں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی بستیوں کے راستے کے درختوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا تھا، اور جب پورے قرآن مجید میں یہ وحی نہیں ہے تو مان لیجئے کہ قرآن مجید کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے۔ اور وہی وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔

اللہ تعالیٰ جنگ بدر کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکة تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین۔

(انفال: ۷)

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں (شام سے آنے والا کفار کا تجارتی قافلہ اور مدینہ پر حملہ آور ہونے والا کفار کا لشکر) میں سے ایک جماعت تمہارے ہاتھ آجائے گی، اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت (شام سے آنے والا قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ کلمات حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو تبلا دیا تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے اور مشرکین مکہ کے لشکر میں سے ایک جماعت مسلمانوں کے ہاتھ آجائے گی اور اسی وحی کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے اور پورے قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ذکر ہو، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تھی اور یہی وحی غیر متلو اور وحی خفی ہے۔

الحمد للہ رب العلمین کہ ہم نے متعدد آیات سے اس حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی کی ہے اور اسی کو وحی غیر متلو اور وحی خفی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کا فرق

اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ایک مولانا کے ساتھ مذاکرہ میں برق صاحب لکھتے ہیں:

م (مولانا) اطیعوا اللہ والرسول (اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرو) اللہ نے قرآن دیا ہے اور رسول نے حدیث اس لیے دونوں پر ایمان لانا فرض ہے۔

ب (برق) آپ نے پوری آیت نہیں پڑھی اولی الامر منکم چھوڑ گئے ہیں۔ ساری آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ اللہ، رسول اور حاکم وقت (جو تم میں سے ہو) کو مانو" اگر رسول م (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے تمام اقوال پر ایمان لاؤ۔ تو پھر حاکم وقت کے اقوال پر بھی ایمان لانا پڑے گا، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے اس کی اطاعت کا بھی ویسے ہی حکم دیا ہے۔ کئی بادشاہ مصنف بھی تھے، مثلاً بابر نے تزکِ بابری لکھی جہانگیر نے (تزکِ جہانگیری لکھی اور اورنگ زیب کی بھی ایک آدھ کتاب موجود ہے یہ اپنے زمانے میں اولی الامر تھے تو کیا ہم تزک بابری و جہانگیری پر بھی ایمان لاتے پھریں؟[1]۔

پہلے ہم اس نکتہ کو لیتے ہیں کہ اولی الامر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ماننے یا ان پہ ایمان لانے کی حیثیت ایک سی ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ماننے کی حیثیت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (نساء: ۶۵)

آپ کے رب کی قسم! جب تک یہ لوگ اپنے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ بنالیں! اور پھر آپ کے فیصلہ کیخلاف اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اور اس کو اس طرح نہ تسلیم کرلیں جو تسلیم کرنے کا حق ہے، اس وقت تک یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف دل میں تنگی محسوس کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی اور حاکم یا اولی الامر کی بھی یہ حیثیت اور مقام ہے کہ کوئی شخص اس کا فیصلہ بے دلی سے مانے اور اس کے خلاف اس کے دل میں تنگی ہو تو وہ مسلمان نہ رہے؟۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ (احزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو کسی مسلمان مرد اور عورت کو ان کے حکم میں (ماننے یا نہ ماننے کا) اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اپنے حکم کے مساوی قرار دیا۔ ہے اور بتلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی شخص کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار نہیں رہتا۔ اور جو آپ کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے، کیا بابر اور جہانگیر کے احکام کی بھی یہی حیثیت تھی؟

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق دو اسلام ص ۱۲۲، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (نساء : ۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب مطلق قرار دیا ہے کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ کیا اولی الامر، حکام اور بابر اور جہانگیر وغیرہ کو بھی نائب مطلق ہونے کا شرف اور مرتبہ حاصل ہے؟۔

اولی الامر کی اطاعت، اطاعتِ رسول کے تابع ہے

اس نکتہ کی وضاحت کرنے کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت ایک درجہ اور ایک حیثیت کی نہیں ہے اب ہم اصل سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ دراصل برقی صاحب نے قرآن مجید کی پوری آیت نہیں لکھی ورنہ کوئی اشکال ہوتا اور نہ کوئی الجھن ہوتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا یھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ (النساء : ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں، اور اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام بہتر ہے۔

اگر اطاعت امیر بھی مستقل ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "اگر تمہارا کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ، رسول، اور اولی الامر کی طرف لوٹا دو"... لیکن یوں نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ "اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو"، تو آیت کریمہ کے اس آخری ٹکڑے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔

یہاں استقلال کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ہم پر براہِ راست واجب ہے جس طرح حکم خداوندی آنے کے بعد ہم پر اس کا بجا لانا واجب ہو جاتا ہے اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیں تو رسول اللہ سے اس حکم کی دلیل یا قرآن مجید سے اس کے ثبوت کا مطالبہ کیے بغیر اس حکم کی اطاعت ہم پر واجب ہو جاتی ہے اور اولی الامر کی یہ شان نہیں ہے کہ امیر جو حکم بھی دیدے وہ براہِ راست ہم پر واجب التعمیل ہو، بلکہ جب ہمیں امیر کوئی حکم دیگا تو ہم اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹائیں گے اور کتاب وسنت کے معیار پر اس حکم کو پرکھیں گے، اگر امیر کا حکم اس کسوٹی پر صحیح اترا تو اس کا ماننا ہم پر اس لیے واجب ہوگا اور وہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے اور اس موافقت کی وجہ سے اس کی اطاعت محض ظاہری اور صورۃً ہوگی اور درحقیقت یہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واولی الامر منکم کے بعد فرما دیا فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول۔

اطاعت اولی الامر کے غیر مقصود ہونے کی دوسری دلیل

اس سے پہلے پیراگراف میں ہم قرآن مجید سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت مقصود اور مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت غیر مقصود اور غیر مستقل اور اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع

ہے۔ اب ہم اسی بات کو عربی گرامر کے قاعدہ سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتوں کو فرض فرمایا ہے۔ جن میں دو مستقل ہیں اور ایک غیر مستقل۔ اللہ اور رسول کی اطاعت تو مستقلاً فرض کی گئی ہے اور اولی الامر کی اطاعت ان دو اطاعتوں کے ماتحت درج کر دی گئی ہے۔ کیونکہ پہلی دو اطاعتوں کے لیے لفظ اطیعوا مستقل طور پر دوبار لایا گیا ہے اور تیسری اطاعت کے لیے جداگانہ امر کا صیغہ یعنی لفظ اطیعوا مستقل طور پر نہیں لایا گیا بلکہ عطف کے ساتھ بطریق متابعت اولی الامر کی اطاعت کو لازم کیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا جس اطاعت پر عطف ہے اولی الامر کی اطاعت اس اطاعت کے تابع ہوگی اس لیے کہ عربی زبان کے اسلوب اور قاعدے سے یہ ثابت ہو گیا کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع ہے۔

اولی الامر کی اطاعت کا دائرہ

سطور بالا سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر اولی الامر اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق حکم دیں تو ان کی اطاعت کی جائے گی۔ اور اگر ان کا حکم اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق نہ ہو تو ان کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اس کی مخالفت واجب ہوگی، مثلاً برق صاحب کے ذکر کردہ اولی الامر میں سے جہانگیر کے دربار میں جہانگیر کی تعظیم کے لیے سجدۂ تعظیم کا حکم تھا تو کیا اس حکم کی اطاعت واجب تھی؟ نہیں بلکہ اس کی مخالفت واجب تھی، یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے گوالیار کے جیل خانہ میں قید ہونا گوارا کر لیا لیکن جہانگیر کو سجدۂ تعظیمی کرنا گوارا نہیں کیا۔

بقولِ اقبال!

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
ہے جس کے نفس گرم سے گرمیٔ احرار

اولی الامر کا مصداق

اولی الامر سے مراد بابر، اکبر، اور جہانگیر ایسے بدعات کے شیدائی اور فاسق و فاجر بادشاہ نہیں ہیں نہ ان کی اطاعت واجب ہے بلکہ اولی الامر سے مراد ایسے حکام ہیں جو احکام شرعیہ نافذ کرتے ہوں یا وہ علماء جو اہل فتویٰ ہوں جیسے خلفاء راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیز یا ائمہ مجتہدین، اور ہر دور میں ایسے خدا ترس علماء دین ہوتے ہیں جو عوام کے پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت کے مطابق حکم دیتے ہیں اور لوگ اپنے مسائل اور معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بے شک ان علماء کی اطاعت واجب ہے اور یہ اولی الامر کا مصداق ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں بھی آئے دن ہمیں ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا رہتا ہے کہ مثلاً عورت عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کرتی ہے خاوند پیش نہیں ہوتا اور عدالت یکطرفہ ڈگری دے کر طلاق دے دیتی ہے اور عدالت سے طلاق حاصل کرنے کے بعد بھی وہ شادی نہیں کرتی بلکہ علماء سے پوچھتی ہے کہ شرعاً طلاق ہو گئی؟ آیا وہ دوسرا نکاح کرنے کی مجاز ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے علماء نے نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو وہ ساری عمر بیٹھ کر گزار دیتی ہے اور نکاح نہیں کرتی۔ اس کی تفصیل کتاب الطلاق میں آ رہی ہے۔

اسی طرح ایک شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ ملک کا مروجہ عائلی قانون اسے ایک طلاق قرار دے کر دوبارہ رجوع کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن وہ شخص علماء کے پاس جاتا ہے، علماء دین بتاتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور شرعاً اب اسے رجوع کی اجازت نہیں ہے اور

وہ شخص اپنی خواہش اور ضرورت کے باوجود اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور یونین کونسل عائلی قوانین اور حکومت کی دی ہوئی رعایت اور ہدایت پر عمل نہیں کرتا۔ اب بتلائیے اولی الامر اور صاحبان امر حکام وقت ہیں یا علماء دین؟ لوگوں کے دلوں میں اب بھی خوف خدا جاگزین ہے اور بے راہ روی کے اس دور میں بھی لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ ان کے معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا حکم نافذ ہو سکتا ہے۔ دنیاوی عدالتوں اور ارباب اقتدار کا حکم خواہ ان کے حق میں جاتا ہو لیکن اگر وہ حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو تو مسلمان اپنا نقصان گوارہ کر لیتے ہیں لیکن اللہ اور رسول کی شریعت کے خلاف عمل کرنا گوارا نہیں کرتے اور یہ صرف آج کے مشاہدات اور واقعات نہیں ہیں مسلمانوں کی ہر دور میں یہی روایت رہی ہے اور یہی ان کی تاریخ کی لائق فخر وراثت ہے۔

اولی الامر سے اختلاف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولی الامر ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے جن کی ذوات قدسیہ تاریخ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات تمتع یعنی ایام حج میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے ان کا تمتع سے منع کرنا نیک نیتی پر مبنی تھا اور یقیناً ان کے پیش نظر اس میں کوئی دینی مصلحت رہی ہو گی لیکن ان دونوں حضرات کے وسعت علم اور دینی خدمات کے احترام اور اعتراف کے باوجود اس دور سے لے کر آج تک کے مسلمانوں نے ان کے اس نظریہ کو قبول نہیں کیا اور ان کے منع کرنے کے باوجود لوگ حج میں تمتع کرتے رہے ہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ کے قول کو مسترد کر دیا اور اس مسئلہ میں ایسے ایمان افروز کلمات کہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سرمایہ فخر اور ایمان کی جرأت اور حرارت کا شعار اور علامت ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے:

ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسئل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هى حلال فقال الشامى ان اباك نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارايت ان كان ابى نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابى يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[۱]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم بیان کرتے ہیں کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے آکر حضرت عبد اللہ ابن عمر سے پوچھا آیا تمتع یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنا جائز ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا جائز ہے۔ اس شخص نے کہا تمہارا باپ تو اس سے منع کرتا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا یہ بتاؤ کہ ایک کام سے میرے باپ نے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کام کو کیا ہو تو میرے باپ کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا

---

[۱] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایام حج میں عمرہ سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واشگاف الفاظ میں اس وقت کے اولی الامر حضرت عثمان کی اس مسئلہ میں مخالفت کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان وعلیا وعثمان ینهی عن المتعة وان یجمع بینهما فلما رای علی اهل بهما لبیك بعمرة وحجة قال ما کنت لادع سنة النبی لقول احد۔ [1]

مروان بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کو دیکھا ہے، حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے روکتے تھے۔ جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ وحجۃ اور فرمایا کسی شخص کے قول کی بناء پر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔!

ان دو مثالوں سے واضح ہو گیا کہ کسی اولی الامر (حاکم یا عالم دین) کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف اس کا حکم قابل قبول اور لائق اطاعت ہو۔ جب حضرت عمر اور حضرت عثمان کی یہ حیثیت نہیں ہے تو بعد کے آنے والے علماء، حکام یا بادشاہوں کی کیا وقعت ہے۔ ان مثالوں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام صرف زمانۂ رسالت ہی میں نہیں ہر دور میں واجب العمل ہیں، اور اب یہ حقیقت ہر طرح سے بے غبار ہو کر صاف ہو گئی کہ قرآن مجید نے جو اولی الامر (صاحبان امر) کی اطاعت کو لازم کیا ہے وہ صرف ان معاملات میں ہے جہاں وہ اللہ اور رسول کی ہدایات کے مطابق حکم دیں اور اگر کسی ایک معاملہ میں بھی ان کا حکم قرآن اور سنت کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت نہیں مخالفت واجب ہے۔!

قرآنی احکام کے علاوہ احکامِ دینیہ کا مصدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص عبادات کی وہ تمام تفاصیل اور ان کے ادا کرنے کی تعداد، اوقات، ان کے موانع اور ان کے وہ تمام احکام بیان فرمائے ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی، عمرانی اور اقتصادی معاملات کے اصول اور فروع اور ان کے تمام قواعد اور جزئیات بیان فرمائی ہیں جن کی طرف قرآن مجید میں صرف چند اشارات ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اعتکاف، خرید و فروخت اور نکاح و طلاق کے معاملات ان میں سے کسی چیز کے مکمل ضابطے اور قاعدے کا قرآن مجید میں بیان نہیں ہے۔ ان کی تمام تفصیلات صرف زبان رسالت سے مستفاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث کے بغیر صرف متن قرآن سے عبادات اور معاملات میں سے کسی چیز پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے برق صاحب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

کہ رسول خدا جب تک بقید حیات رہے صرف الٰہی قوانین کی تعمیل کراتے تھے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسولِ خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے [1]

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ قرآن مجید میں اذان اور اقامت کے کلمات کا ذکر ہے نہ یہ لکھا ہے کہ دن میں کتنی بار اذان اور اقامت کہی جائے۔ اذان اور اقامت کے لیے وضو شرط ہے یا نہیں؟ اذان کہنے اور سننے کے کیا آداب ہیں، اذان کے بعد کیا دعا مانگی جائے، قضا نمازوں کے لیے اذان کہی جائے یا نہیں۔ پانچ وقت کی اذانوں کے کلمات ایک ہیں یا الگ الگ۔ جو شخص اذان کہے وہی اقامت کہے گا یا کوئی اور شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ اسلام کی باقی عبادات اور معاملات تو الگ رہے، برق صاحب یا ان کا ہم مشرب کوئی شخص صرف اذان کے احکام ہی صرف قرآن مجید سے بتلا دے! ورنہ اذان، نماز، روزہ اور حج وغیرہ تمام عبادات سے دستبردار ہو جائے کیونکہ صرف متن قرآن سے کوئی عبادت بھی انجام نہیں دی جا سکتی اور یا پھر یہ غلط بیانی کرنا چھوڑ دے کہ رسولِ خدا جب تک بقید حیات رہے صرف الٰہی قوانین کی تعمیل کراتے تھے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسولِ خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے [2]۔

منصبِ رسالت

جو شخص حقائق کو جھٹلانے کا عادی نہیں ہے وہ اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے کہ اسلام کی بیان کردہ تمام عبادات اور معاملات کے شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات اور محرمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض آفرین زبان کے مرہونِ منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات اور معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال کی اطاعت اور اتباع لازم اور واجب قرار دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ (حشر: ۷)

رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے اور صرف آیات قرآن کے پہنچانے کے پابند ہوتے اور قرآن مجید کے علاوہ احکام دینے کے مجاز نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ آیت کبھی نازل نہ فرماتا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ کہیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور مغفرت کے حصول کو اتباع رسول پر موقوف کر دیا ہے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم میری محبت اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو قرآن مجید کی پیروی کرو بلکہ یہ فرمایا ہے

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۴۳، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔
[2] " " " "

اگر تم مغفرت چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اطیعو اللہ کے بعد اطیعوا الرسول فرما کر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الگ احکام بھی ہیں اور ان کی اطاعت بھی واجب ہے ورنہ صرف اطیعوا اللہ کا ذکر کافی تھا اور اطیعوا الرسول کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور قرآن مجید کے فرامین کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور فرامین بھی ایک الگ حقیقت ثابتہ ہیں اور ان کی اطاعت اور اتباع بھی واجب ہے اور اگر صرف قرآنی احکام کی اطاعت ہم پر لازم ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اتباع ہم پر لازم نہ ہوتی تو ان آیات کو نازل کرنے کا کوئی مقصد نہ تھا، یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے احکام اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہوتے ہیں وہ مزاج شناسائے الوہیت ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی بات نہیں فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ایک الگ حقیقت ثابتہ ہیں اور آپ صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کراتے تھے۔ بلکہ از خود بھی احکام جاری فرماتے تھے۔ اور ان کی اطاعت بھی مسلمانوں پہ قرآن مجید کی طرح فرض ہے۔ اس کی وضاحت اس آیت سے بخوبی ہو رہی ہے:

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون۔ (اعراف: ۱۵۷)

جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کی تنظیم اور نصرت کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیم اور نصرت کو قرآن مجید کی اتباع پر مقدم رکھا ہے، عہد رسالت اور اس کے بعد میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے مقابلہ میں قرآن مجید کے عام حکم پر عمل نہیں کیا گیا اور اتباع رسول کو اتباع قرآن پر مقدم رکھا گیا۔ قرآن مجید نے نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقرر کیں:

فاستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتٰن ممن ترضون من الشھداء (بقرہ: ۲۸۲)

دو مرد گواہ بناؤ، اگر دو مرد نہ ہوں تو اپنے پسندیدہ گواہوں میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بناؤ۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی تنہا گواہی کو دو مردوں کے برابر قرار دیا[1] اور اس چیز کو کسی صحابی نے خلاف قرآن سمجھا نہ آج تک امت کے کسی فرد نے، بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم قرآن سے کسی فرد کو مستثنیٰ کر سکتے ہیں اور آپ کا یہ استثناء کرنا منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی تخصیص کو عموم قرآن پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

ان کانت واحدۃ فلھا النصف۔ (نساء : ۱۱)

اگر وارث ایک بیٹی ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔

یہ عام قانون ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ ترکہ چھوڑا (وہ امت پر) صدقہ ہے"[1] اس وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو حضور کی میراث سے نصف حصہ نہیں دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو قرآن مجید کی اس آیت کے عموم پر مقدم رکھا اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء : ۱۰۳)

بے شک نماز مسلمانوں پر اوقات معینہ میں فرض کی گئی ہے۔

اس کے باوجود آج تک تمام مسلمان حج کے موقع پر عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت پڑھتے ہیں جس سے ظاہر ہوا کہ عہد رسالت سے لیکر آج تک دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرآن مجید کے عموم پر مقدم ہے، کیونکہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور نصرت، اتباع قرآن پر مقدم ہے، اور ان مثالوں سے یہ بات بصراحت واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے احکام قرآن مجید میں محدود نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کے احکام ہیں۔ عبادات اور معاملات کے جو قواعد و ضوابط آپ نے بیان کیے ہیں وہ اس حقیقت پر سب سے قوی دلیل ہیں۔

بغیر الفاظ کے وحی کا ثبوت

برق صاحب لکھتے ہیں: وحی بلا الفاظ میری سمجھ سے بالاتر ہے، وحی کے معنی ہیں پیغام، اگر اللہ کوئی پیغام بھیجے اور الفاظ ساتھ نہ ہوں تو وہ سمجھ میں کیسے آئے گا؟[2]

برق صاحب کی اس الجھن کو دور کرنے کے لیے ہم لغت کی مستند اور مسلم کتابوں سے وحی کے معانی پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ بغیر الفاظ کے مجرد معانی پر لغت میں وحی کا اطلاق ہے یا نہیں!۔

علامہ ابن اثیر جزری وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و یقع علی الکتابۃ و الاشارۃ والرسالۃ والالھام و الکلام الخفی۔[3]

وحی کا اطلاق کتابت پر، اشارے پر، پیغام بھیجنے پر، الہام (دل میں کوئی معنی ڈالنا) پر اور کلام خفی پر کیا جاتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے بھی وحی کے یہی معانی بیان کیے ہیں[4]

---

[1]۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶ - ۹۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2]۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۶، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[3] علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۶۳، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ،

[4]۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲، المفردات ص ۵۱۵، المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ

علامہ ابن منظور افریقی، وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوحی: الاشارة والکتابة والرسالة والالهام والکلام الخفی وکل ما القیته الی غیرك۔[1]

وحی کے معانی حسب ذیل ہیں:
اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا، الہام کرنا (دل میں کوئی معنی ڈالنا) پوشیدہ کلام اور ہر وہ چیز (خواہ وہ لفظ ہو یا معنی) جس کو تو غیر کی طرف القاء کرے۔

وحی کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

قال ابو اسحاق، واصل الوحی فی اللغة کلها اعلام فی خفاء ولذلك صار الالهام یسمی وحیا، قال الازهری: وکذلك الاشارة والایماء یسمی وحیا والکتابة تسمی وحیا وقال الله عز وجل وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب معناه الا ان یوحی الیه وحیا فیعلمه بما یعلم البشر انه اعلمه اما الهاما اورؤیا واما ان ینزل علیه کتابا کما انزل علی موسی، او قرانا یتلی علیه کما انزله علی سیدنا محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم وکل هذا اعلام وان اختلفت اسباب الاعلام فیها۔[2]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ وحی کے تمام معانی لغویہ میں "مخفی طریقہ سے خبر دینا" اصل ہے، الہام کو بھی اسی وجہ سے وحی کہتے ہیں۔ ازہری نے کہا کہ لکھنے اور اشارہ کرنے کو بھی اسی اعتبار سے وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ:) کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر پر ایسے طریقہ سے وحی نازل کرے گا کہ جس طریقہ سے بشر اللہ تعالیٰ کی وحی کو جان لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی معنی ڈال دے گا یا اسے کوئی چیز خواب میں دکھائے گا۔ یا (فرشتہ بھیجنے کی صورت میں) اس پر کوئی کتاب نازل کرے گا جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا اس پر قرآن کی تلاوت کی جائے گی جیسا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا گیا اور ان سب صورتوں میں خبر پہنچائی گئی ہے اگرچہ خبر پہنچانے کے اسباب مختلف ہیں۔

ائمہ لغت نے یہاں وضاحت کے ساتھ تصریح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ دل میں کوئی معنی ڈال دیا جائے یا کوئی چیز خواب میں دکھا دی جائے (اللہ تعالیٰ نبی کے دل پر الفاظ نازل نہیں کرتا)۔
لوئیس مالوف الیسوعی وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحی الی فلان، اشار الیه، ارسل الیه

فلاں کی طرف وحی کی یعنی اس کی طرف اشارہ کیا

---

[1] علامہ جلال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزة، قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔
[2] لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۸۱ " " " "

رسولا وحی الیه کلاماً کلمه سرا ، وحی الله فی قلبه کذا الهمه ایاه ۔ [1]

اس کے پاس پیغام بر بھیجا، اس کی طرف کلام کی وحی کی یعنی اس سے پوشیدہ طریقہ سے گفتگو کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں وحی کی یعنی اس کو الہام کیا' اس کے دل میں معنی ڈال دیا۔

عبد الحفیظ بلیاوی لکھتے ہیں:

وحی یحیی وحیا الی فلان : اشارہ کرنا، پیغام بر بھیجنا، چپکے سے گفتگو کرنا، یا دوسروں سے پوشیدہ بات کہنا، وحی ﷲ فی قلبہ کذا : دل میں ڈالنا۔ الوحی : لکھا ہوا، پیغام، ہر وہ چیز جو دوسرے کو معلوم ہونے کے لیے تم پیش کرو، پھر غالب طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہو اس پر استعمال ہونے لگا۔ [2]

لغت کی مستند کتابوں سے ہم نے جو حوالہ جات پیش کیے ہیں ان سے ظاہر ہو گیا کہ وحی کا ایک معنی الہام ہے، یعنی دل میں کسی معنی کا القاء کرنا اور ہمارا مطلوب بھی صرف اس قدر ثابت کرنا تھا کہ بغیر الفاظ کے مجرد معانی سے بھی وحی ہوتی ہے۔

وحی کے اگرچہ متعدد معانی ہیں لیکن ہم اختصار کے پیش نظر قرآن مجید سے صرف ان آیات کو پیش کر رہے ہیں جن میں وحی کا لفظ وحی خفی اور الہام یا القاء کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولاً ۔ (الشوریٰ : ۵۱)

کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی سے، یا حجاب کی اوٹ سے یا وہ کسی فرشتہ کو بھیجتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو وحی فرمایا ہے اور الفاظ آواز کی ایک کیفیت کا نام ہیں اور یہ کیفیت حادث ہے اور الفاظ کی ترکیب مثلاً پہلے زید پھر عمرو کا لفظ بولنا، بھی حدوث کو مستلزم ہے اس لیے الفاظ اپنے حدوث کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بن سکتے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر آواز اور الفاظ کے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو وحی فرمایا ہے اور یہ وحی بغیر الفاظ کے صرف معانی کا نام ہے۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ ۔ (انفال : ۱۲)

اور جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا۔

اس وحی کا بلا الفاظ ہونا بھی واضح ہے۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه (قصص : ۷)

اور ہم نے حضرت موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

---

[1] لوئیس مالوف الیسوعی، المنجد ص ۸۹۱، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیۃ بیروت، الطبعۃ التاسعۃ عشرۃ (انیسواں ایڈیشن)

[2] عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات ص ۹۳۵، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

یہ وحی، الہام اور دل میں بات ڈال دینے کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ حضرت موسیٰ کو دودھ پلائیں، (وحی غیر متلو اور وحی خفی سے بھی یہی مراد ہوتا ہے)۔

واوحی ربک الی النحل ـ (النحل: ۶۸)　　اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

اس آیت میں وحی کا بلا الفاظ ہونا بالکل واضح ہے۔

وان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائھم ـ (انعام: ۱۲۱)　　اور بے شک شیاطین اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتے ہیں (یعنی وسوسہ اندازی کرتے ہیں)۔

ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ وحی صرف الفاظ کے ساتھ نہیں ہوتی، دل میں کسی معنی کا ڈال دینا بھی وحی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خفی یا وحی غیر متلو نازل ہوتی تھی اس میں بھی آپ کے قلب مبارک پر معانی القاء کیے جاتے تھے۔ جس کو عرف میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی تھی اس لیے برق صاحب یا ان کے ہمنواؤں کو سمجھ لینا چاہیے کہ بغیر الفاظ کے وحی کیسے ہوتی ہے؟

دو طریقوں (جلی اور خفی) سے وحی نازل کرنے کی وجہ

وحی خفی کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے برق صاحب ایک مولانا کے ساتھ اپنے مکالمے میں لکھتے ہیں:

م: (مولانا) قرآن کے مضامین اور الفاظ ہر دو الہامی تھے اور احادیث کے صرف معانی بذریعہ وحی نازل ہوتے تھے اور الفاظ رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے تھے۔

ب: (برق) اللہ نے یہ دو قسم کے پیغامات کا سلسلہ کیوں شروع کیا تھا، کیا اللہ کے خزانے میں الفاظ کی کمی ہو گئی تھی یا کوئی خاص مصلحت اس دو رنگی کی متقاضی تھی، اللہ تعالیٰ جب مضامین اتارنے کی تکلیف گوارا کر رہا تھا تو الفاظ بھی ساتھ ہی بھیج دیتا، مزید برآں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب قرآن وحدیث ہر دو وحی تھے، تو ایک کی حفاظت کیوں کی گئی اور دوسرے کو مٹانے کے وسائل کیوں اختیار کیے گئے، کیا حدیث کوئی گھٹیا قسم کی وحی تھی اگر الفاظ ساتھ نہیں تھے تو نہ سہی پیغام تو اللہ ہی کا تھا، پھر رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے الفاظ کیا کم تھے، یہ آپ ہی کا قول تو ہے انا افصح العرب والعجم (میں عرب وعجم کا فصیح ترین انسان ہوں) پیغام اللہ کا، کلام افصح العرب والعجم کا اور پھر صحابہ کرام اس کی حفاظت نہ کریں آخر بات کیا تھی؟[1]

اللہ اور رسول کی جناب میں برق صاحب کے انداز تخاطب سے صرف نظر کر کے ہم ان کی صرف ان تین الجھنوں کو دور کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی جلی اور وحی خفی دو قسم کے پیغامات کا سلسلہ کیوں شروع کیا اور وحی خفی کی وحی جلی کی طرح ضمانت کیوں نہیں دی؟ اور صحابہ کرام نے احادیث کی حفاظت کیوں نہیں کی؟

اس سلسلے میں پہلی گذارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے، نہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۶، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

فعل پر ہمارے سامنے جواب دہ ہے کہ اس نے فلاں فعل کیوں کیا اور فلاں فعل کیوں نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

لایسئل عما یفعل وھم یسئلون (انبیاء: ۲۳)

اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی فعل پر سوال نہیں کیا جائے گا اور بندوں سے سوال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا، اور عقل انسانی میں یہ وسعت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی تمام حکمتیں جان سکے۔ تاہم ہماری ناقص فہم میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں اصول اور کلیات اور فروع اور جزئیات۔ اصول اور کلیات کو اللہ تعالیٰ نے وحی جلی میں نازل کیا اور فروع اور جزئیات کو وحی خفی میں نازل کیا اور اس فرق کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اصول اور کلیات، فروع اور جزئیات سے زیادہ اہم تھے اور ان میں امت کے اختلاف کی کوئی گنجائش نہ تھی اس لیے ان کو منضبط الفاظ میں نازل کیا اور فروع اور جزئیات میں تعبیر اور تشریح کے لحاظ سے اختلافات کی گنجائش تھی اس لیے ان کے صرف معانی نازل فرمائے اور ان کی تعبیرات اور تشریحات میں جو ائمہ اور مجتہدین کے اختلافات ہیں ان میں امت کے لیے وسعت عمل اور سہولت کی بہت بڑی گنجائش ہے جو فرمان رسالت کے مطابق عین رحمت ہے۔ ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر وحی خفی میں اللہ تعالیٰ معانی کے ساتھ الفاظ بھی نازل فرماتا تو پھر یہ کلام رسول نہ ہوتا کلام اللہ ہوجاتا اور پھر اطاعت رسول کا کوئی تصور نہ ہوتا اور کلام الٰہی کا معجز ہونا قرآن مجید کی خصوصیت نہ رہتی کیونکہ یہ کلام بھی معجز ہوتا اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا چیلنج بے معنی ہوجاتا کیونکہ یہ کلام بھی ویسا ہی فصیح و بلیغ ہوتا!

وحی خفی کی حفاظت کی ضمانت نہ دینے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے احادیث یا وحی خفی کی قرآن مجید کی طرح حفاظت کی ضمانت کیوں نہیں دی؟

اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ برق صاحب یا کسی بھی عدالت میں جواب دہ نہیں ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہیں کیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہر شخص مانتا ہے کہ تورات، زبور اور انجیل اللہ کا کلام اور اس کی وحی ہیں اور یہ سب آسمانی کتابیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی اور بالآخر ان تمام آسمانی کتابوں میں تحریف ہوگئی، اور قرآن مجید بھی اللہ کا کلام، اس کی وحی اور آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے۔ اسی مرحلہ پر برق صاحب کی طرح کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جبکہ قرآن اور تورات، زبور اور انجیل سب وحی الٰہی اور آسمانی کتابیں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی اور باقی تین کتابوں میں تحریف کے وسائل پیدا کیے گئے کیا العیاذ باللہ باقی تین کتابیں کوئی گھٹیا قسم کی . . . . اور اگر تورات اور انجیل اور زبور میں حوادث روزگار اور خائن اور گمراہ کن لوگوں کی تحریف کے باوجود کلام اللہ اور کتاب اللہ ہونے کی حیثیت سے کوئی فرق واقع نہیں ہوا تو پھر بعض کتب حدیث (غیر صحاح ستہ) میں بعض زندیق اور بدعتی عناصر کے موضوع روایات کے شامل کر دینے سے احادیث صحیحہ کے مجموعہ کتب کی ثقاہت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور کیا اثر پڑے گا؟ جبکہ علم اسماء رجال اور روایات صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز کے اصولوں سے آج بھی ہر موضوع روایت کو غیر موضوع روایت سے اور ہر ضعیف اور مجروح روایت کو غیر ضعیف اور غیر مجروح روایت سے پرکھا جا سکتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا۔ ہارون رشید نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس زندیق نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے تو تم قتل کر دو گے لیکن ان چار ہزار جھوٹی روایات کا کیا کرو گے۔ جن میں، میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے! اور ان روایات کا ایک حرف بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا نہیں ہے۔ ہارون رشید نے کہا: اے زندیق تو عبد اللہ بن مبارک اور ابو اسحاق غزاری کو نہیں جانتا وہ اصول روایت کی چھلنی سے تیری جھوٹی روایات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔

ہر فرعونے را موسیٰ کے ضابطہ کے مطابق جب کبھی کسی باطل نظریہ نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس باطل نظریہ کو مٹانے کے لیے علماء اور مجددین کو پیدا فرمایا۔ نمرود کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ یزید کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا، معتزلہ اور خوارج کے باطل نظریات کو مٹانے کے لیے ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کو پیدا کیا، اکبر اور جہانگیر کے فتنہ دین الٰہی کو مٹانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس، جب بے دین اور زندیق لوگوں نے اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے حدیثوں کو گھڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے احادیث صحیحہ کو غیر صحیح احادیث سے ممتاز کرنے کے لیے ایسے علماء اور مجددین کو پیدا فرمایا جنھوں نے اصول روایت اور علم اسماء رجال کی بنیاد رکھی اور ایسے اصول مقرر فرمائے جن کی بدولت آپ آج ہر حدیث کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ ان علماء میں صحاح ستہ کے مصنفین کے علاوہ علامہ ذہبی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابن حبان، خطیب بغدادی اور متاخرین میں سے علامہ ہیثمی اور علامہ عسقلانی کے نام قابل ذکر اور لائق فخر ہیں۔

حفاظت احادیث میں صحابہ کا اہتمام

برق صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ "پیغام اللہ کا کلام افصح العرب والعجم کا اور پھر صحابہ کرام اس کی حفاظت نہ کریں آخر بات کیا تھی"!

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہی صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابو شاہ) نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اکتبو لابی فلان، ابو فلاں کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔[1] حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے کی عام اجازت عطا کی تھی: وہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث لکھ لیا کرتا تھا، بعض صحابہ نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا تم ہر حدیث سن کر لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، آپ کبھی خوشی سے بات کرتے ہیں کبھی ناراضگی سے، پھر میں لکھنے سے رک گیا۔ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "لکھا کرو! قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا"۔[2] ایک اور روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان فرماتے ہیں، میں صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا۔ اور میں ان سب سے

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔
[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

عمر میں چھوٹا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کرتے ہو حالانکہ تم سن چکے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کے بارے میں کیا فرمایا ہے! یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔[۵]

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور عام صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے احوال اور افعال لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ مسلم کی ایک روایت میں احادیث کو لکھنے کی ممانعت ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب لکھنے والے بہت کم تھے اور آپ کا منشاء یہ تھا کہ جو تھوڑے بہت لکھنے والے ہیں وہ قرآن مجید لکھا کریں، بعد میں جب فتوحات کی کثرت سے لکھنے والوں میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے احادیث لکھنے کی عام اجازت دیدی جیسا کہ ان احادیث سے واضح ہو چکا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجاز آفریں تاثیر کی وجہ سے بہت قوی حافظہ کے مالک تھے۔ انھوں نے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث روایت کیں، مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) روایات کو کریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت انس کی دو ہزار چھیاسی (۲۰۸۶) روایات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) روایات کو عروہ بن زبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) روایات کو قتادہ بن دعامہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ برق صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ صحابہ نے احادیث کی حفاظت نہیں کی۔ اور نہ منکرین حدیث کا یہ کہنا صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ڈھائی سو سال بعد کتب حدیث کی تدوین کی گئی۔ ہم نے اس موضوع پر تذکرۃ المحدثین کے مقدمہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اور احادیث کی تدوین اور حجیت کے بارے میں شرح وبسط سے بیان کیا ہے اہل علم کے لیے یہ خاص مطالعہ کی چیز ہے۔

وحی خفی اور اجتہاد

قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عبادات اور معاملات کے قواعد اور ماضی اور مستقبل میں ہونے والے واقعات اور جزئیات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی اور اسی کو وحی خفی، وحی غیر متلو، حدیث اور سنن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن امور کے بارے میں آپ پر وحی نازل ہوتی تھی خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی آپ ان امور میں وحی کی اتباع کرتے تھے اور جن امور کے بارے میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ اجتہاد کرتے تھے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے اور امت کے حق میں آپ کا اجتہاد بھی بمنزلہ وحی ہے۔ بعض اوقات آپ صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے اور جن کا مشورہ آپ کے اجتہاد کے موافق ہوتا تھا آپ اس پر اپنے اجتہاد کے لحاظ سے عمل کرتے تھے۔

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ - ۱۵۱، ۱۴۰۵ھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء مجتہدین کی آراء

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً اجتہاد نہیں کرتے تھے اور آپ کی زندگی کا ہر قول اور ہر عمل نزول وحی پر موقوف تھا اور جب تک کسی چیز کے بارے میں وحی نازل نہ ہوتی آپ وہ کام نہیں کرتے تھے۔ اور ہر معاملہ ہر جزئیہ اور ہر عمل میں نزولِ وحی کے پابند تھے۔ اور کبھی کسی مسئلہ میں آپ نے قیاس اور اجتہاد سے کام نہیں لیا، کبھی سوچ بچار کی نہ کسی سے مشورہ لیا نہ کسی کے مشورہ پر عمل کیا۔ اس کے برخلاف جمہور علماء اور فقہائے اسلام کی رائے یہ ہے کہ جن امور میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ خود اجتہاد کرتے تھے اور قیاس سے کام لیتے تھے۔ اکثر و بیشتر آپکا اجتہاد صحیح ہوتا تھا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں کی بناء پر آپ کے اجتہاد میں خطاء واقع ہو جاتی تھی اور اس خطاء کی نوعیت یہ تھی کہ آپ افضل اور اولیٰ کام کو ترک کر دیتے ہر چند وہ کام فی نفسہٖ مکروہ اور ناپسندیدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی بلند شان اور عظیم مرتبہ کے اعتبار سے خلاف افضل اور خلاف اولیٰ ہوتا تھا۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ آپ کی رہنمائی کرتا اور آپ اس خلاف افضل اور خلاف اولیٰ کام کو ترک فرما دیتے۔

علامہ آمدی شافعی لکھتے ہیں کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے یا نہیں؟۔ امام احمد بن حنبل اور قاضی ابو یوسف اجتہاد کے قائل ہیں اور ابو علی جبائی (معتزلی) قائل نہیں ہیں۔ امام شافعی نے ایک رسالہ میں اس کو جائز قرار دیا ہے لیکن حتمی طور پر نہیں لکھا۔ بعض اصحاب شافعی اور قاضی عبد الجبار اور ابو الحسین بصری کا بھی یہی موقف ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد نہیں کرتے تھے صرف جنگی نوعیت کے معاملات میں اجتہاد کرتے تھے۔[1]

بحر العلوم حنفی لکھتے ہیں کہ اشاعرہ اور معتزلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں ہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے اور ان کے نزدیک آپ اجتہاد سے بھی عبادت کرتے تھے اور احناف یہ کہتے ہیں کہ آپ وحی کا انتظار کرنے کے بعد اجتہاد کرتے تھے اور جب آپ کے اجتہاد کو برقرار رکھا جاتا تو وہ نص کی طرح قطعی ہوتا تھا اور احناف کے نزدیک آپ کے اجتہاد میں خطاء کا وقوع جائز ہے لیکن آپ کو اس پر قائم نہیں رکھا جاتا تھا۔[2]

علامہ آمدی نے لکھا ہے کہ بعض اصحاب شافعیہ آپ کی اجتہادی خطأ کے قائل نہیں ہیں اور اکثر شافعی اور حنابلہ اور محدثین آپ کے اجتہاد میں خطاء کے وقوع کے قائل ہیں لیکن آپ خطاء پر قائم نہیں رہنے دیے جاتے تھے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ محققین علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد جائز اور واقع تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی مجتہدین پر یہ فضیلت

---

[1] علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبع محمد علی واولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ
[2] بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ۔
[3] علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۶۴ مطبوعہ مطبع محمد علی واولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ۔

حاصل تھی کہ آپ اجتہاد میں خطاء پر قائم نہیں رہتے تھے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اور اس مسئلہ میں تفصیل مشہور ہے۔ بہر حال دنیاوی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اور احکام دینیہ میں اکثر علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز کے قائل ہیں، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد جائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا۔ اور بعض علماء نے کہا چونکہ آپ یقین (وحی) کے حصول پر قادر تھے اس لیے آپ کے حق میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگی نوعیت کے معاملات میں آپ کے لیے اجتہاد جائز تھا، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا۔ جمہور علماء جن کے نزدیک اجتہاد جائز ہے ان میں پھر یہ اختلاف ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے یا نہیں؟ اکثر نے کہا ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے، بعض نے کہا نہیں کیا اور بعض نے توقف کیا ہے، پھر جو علماء اجتہاد کے وقوع کے قائل ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطأ ہو سکتی تھی یا نہیں؟ محققین نے کہا کہ خطاء جائز نہیں اور اکثر نے کہا کہ خطاء جائز تھی لیکن آپ خطاء پر برقرار نہیں رہے۔[1] قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جمہور امت کا نظریہ ہی صحیح ہے۔

علامہ قرطبی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام اس مسئلہ میں مساوی ہیں کہ انھیں اجتہاد میں خطاء لاحق ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس خطاء پر قائم نہیں رکھے جاتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے عدت گزارنے کی جگہ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا جہاں چاہو عدت گزارو۔ پھر فرمایا عدت پوری ہونے تک اپنے گھر میں ٹھہرو، ایک شخص نے سوال کیا اگر میں ثواب کی نیت سے شہید ہو جاؤں تو مجھے جنت میں جانے سے کوئی چیز روکے گی؟ فرمایا نہیں پھر اس کو بلا کر فرمایا ماسوا قرض کے یہ بات مجھے ابھی جبرائیل علیہ السلام نے بتلائی ہے۔[2]

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے وحی سے نص کا حصول ممکن ہوتا ہے اس کے باوجود ان کے لیے اجتہاد سے حکم کرنا جائز ہے تاکہ ان کو زیادہ اجر ملے اور انبیاء علیہم السلام اجتہادی خطأ پر قائم نہیں رہے۔[3]

علامہ بدرالدین عینی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن جوزی سے نقل کیا ہے: کہ انبیاء علیہم السلام دوسرے مجتہدین سے اس بات سے ممتاز ہوتے ہیں کہ ان سے جہاد میں تقصیر متصور ہے نہ خطأ پر قائم رہنا۔[4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ (نساء: ۱۵۹)

آپ پیش آمدہ معاملہ میں مسلمانوں سے مشورہ کیجئے اور جب آپ (کسی بات کا) عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور جس معاملہ میں وحی نازل ہو چکی ہو اس میں تو مشورہ کا کوئی تصور نہیں ہے اور اگر مسلمانوں کا مشورہ لائق عمل نہ ہوتا تو بھی اس حکم دینے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بھی فرمایا ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی جب آپ مشورے سے کوئی بات طے کرلیں اور اس کام کو کرنے کا عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کرکے اس کام کو کر ڈالیے! اس لیے اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن معاملات میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ صحابہ سے مشورہ کرکے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے، اور یہ آیت آپ کے اجتہاد کے وقوع اور اس پر عمل کا واضح ثبوت ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واختلف فی مشاورتہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم فی امر الدین اذا لم یکن ھناک وحی فمن ابی الاجتھاد لہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب الی عدم جوازھا ومن لایاباہ وھو الاصح ذھب الی جوازھا[1]

جب کسی دینی معاملہ میں وحی نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے جو علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں ہیں وہ ناجائز کہتے ہیں اور جو آپ کے اجتہاد کو جائز کہتے ہیں وہ مشورہ کو بھی جائز کہتے ہیں اور یہی بات صحیح ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انہ کان مامورا بالاجتھاد اذا لم ینزل علیہ الوحی والاجتھاد یتقوی بالمناظرۃ والمباحثۃ فلھذا کان مامورا بالمشاورۃ وقد شاورھم یوم بدر فی الاساری وکان من امور الدین۔[2]

جس معاملہ میں وحی نہ نازل ہو اس میں آپ کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور اجتہاد بحث اور مشورے سے قوی ہوتا ہے اس لیے آپ کو اجتہاد کا حکم دیا تھا، اور آپ نے اسیران بدر کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا اور یہ ایک دینی معاملہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر: ۲)

اے عقل و بصیرت والو! قیاس کرو!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ عقل و بصیرت کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا ہے، اور سب سے زیادہ عقل اور بصیرت رکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے سب سے زیادہ اجتہاد کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اسی وجہ سے آپ کو مشورہ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے: لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (نساء: ۸۳) "مسئلہ کا حل تلاش کرنے والے اس کو جان لیتے ہیں" اور امت مسلمہ کے ہر حسن عمل کی اصل آپ کی ذات ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب: ۲۱) "تمہارے (اعمال کے) لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔" اس اعتبار سے بھی آپ میں اجتہاد ہونا چاہیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے منافقین کے اعذار کو قبول کر کے انہیں مدینہ میں رہنے اور جہاد میں ساتھ نہ جانے کی اجازت دی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین۔ (توبہ: ۴۳)

اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے! آپ نے منافقین کو کیوں اجازت دی؟ حتیٰ کہ آپ پر سچے لوگ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔!

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجازت دینے پر ملامت نہیں کی بلکہ اس طرف رہنمائی کی ہے کہ آپ مزید غور و فکر کرتے حتیٰ کہ آپ پر منافقین کا جھوٹ کھل جاتا اور سچ اور جھوٹ میں شائبہ نہ رہتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ وحی کا انتظار کر کے اجازت دیتے جس سے آپ کا اجتہاد کرنا مخدوش ہوتا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ مزید غور و فکر کرتے اور جب ان کا صدق واضح ہو جاتا تب ان کو اجازت دیتے اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجتہاد کو اور مستحکم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو خوب غور و خوض کر کے اجتہاد کرنا چاہیے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بھا جمع علی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجتھادا وانہ قد ینالہ منہ اجر واحد والوجہ فیہ ظاہر۔[1]

علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال کیا ہے اور یہ کہ کبھی (اجتہادی خطاء کی صورت میں) آپ کو اجتہاد پر ایک اجر ملتا تھا اور اس استدلال کا بیان واضح ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی تلک الواقعۃ بناء علی الاجتھاد وذلک یدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یحکم بمقتضی الاجتھاد۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ میں اجتہاد سے اجازت دی تھی، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کے مطابق حکم دیتے تھے۔

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اجتہادات کی طرف اشارہ ہے، اسیرانِ بدر سے آپ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے اجتہاد سے فدیہ لیا۔ عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ آپ نے اجتہاد سے پڑھائی۔ بیر معونہ کے شہداء کے قاتلوں کے لیے آپ نے اجتہاد سے دعاء ضرر فرمائی جس سے اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء فرما کر آپ کو روک دیا۔ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم سے اعراض فرمانا بھی اجتہاد سے ہے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت سے التفات کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر احادیث سے دلائل

عن ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سمع خصومة بباب حجرتہ فخرج الیہم فقال انما انا بشر انہ یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ قد صدق واقضی لہ بذلک فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعة من النار فلیاخذھا او یترکھا۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کے دروازہ پر لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا میں بشر ہی ہوں میرے پاس دو فریق آتے ہیں شاید تم میں سے کوئی شخص اپنے دعویٰ کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں! اور جس شخص کے لیے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں وہ دراصل آگ کا ٹکڑا ہے وہ چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ دلالة علی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتہاد قال عیاض وھو قول المحققین قالہ الخطابی۔[2]

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ قاضی عیاض نے فرمایا یہ محققین کا قول ہے، قاضی عیاض کا قول علامہ خطابی نے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقضی بالاجتہاد فیما لم ینزل علیہ فیہ شئ فخالف فی ذلک قوم وھذا الحدیث من اصرح ما یحتج بہ علیہم، وفیہ انہ ربما اداہ اجتہادہ الی امر فیحکم

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جن معاملات میں بالکل وحی نازل نہیں ہوتی تھی آپ ان میں اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف صریح ترین حجت ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۲، ج ۲ ص ۱۰۶۲، ج ۲ ص ۱۰۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعة الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱۳ ص ۶، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

بہ ویکون فی الباطن بخلاف ذلك لكن مثل ذلك لو وقع لم یقر علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لثبوت عصمتہ۔ لہ

بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے ایک فیصلہ فرماتے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا، لیکن اگر ایسا ہوتا تو آپ اس پر برقرار نہیں رکھے جاتے تھے کیونکہ آپ کی عصمت ثابت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر مزید دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر یہ حدیث بھی دلیل ہے: مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ ... لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جب وہ یہ کلمہ کہہ لیں گے تو مجھ سے اپنی جانوں کو محفوظ کر لیں گے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کلمہ پڑھ لیتا تھا آپ اس کو مسلمان قرار دیتے تھے، خواہ واقعہ اس کے خلاف ہو، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ کے لیے اپنے ہر فیصلہ کے بارے میں وحی سے اطلاع ممکن تھی، اس نکتہ پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے اس حدیث کے بعد زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کا قصہ روایت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن زمعہ کو عبد بن زمعہ کا بیٹا قرار دیا اور اس کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا، لیکن جب آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تو ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کا احتیاطاً حکم دیا۔ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابن زمعہ کا زمعہ کے ساتھ استلحاق ظاہراً تھا اور درحقیقت وہ زمعہ کا نہیں عتبہ کا بیٹا تھا لیکن اس قسم کے فیصلے اصطلاحاً اجتہادی خطاء نہیں قرار دیے جاتے۔ لہ

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه دلیل علی جواز الخطاء فی الاحکام الجزئیة وان لم یجز فی القواعد الشرعیة الی قوله وقد اتفق الاصولیون علی انه صلی الله علیه وسلم لا یقر علی خطأ فی الاحکام۔ تہ

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آپ سے احکام جزئیہ میں خطأ کا واقع ہونا ممکن ہے اور قواعد شرعیہ میں خطأ ہونا ممکن نہیں ہے اور علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں خطاء پر برقرار نہیں رہتے تھے۔

اجتہادی خطأ منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اکثر و بیشتر آپ کا اجتہاد افضل اور اولیٰ کا ہی ہوتا تھا لیکن بعض اوقات تشریعی حکمتوں کے تقاضے سے آپ کا نظریہ ہر چند کہ فی نفسہ صحیح اور درست ہوتا تھا لیکن آپ کی عالی قدر جناب کے اعتبار سے وہ افضل اور اولیٰ نہیں ہوتا تھا اور آپ کی اجتہادی خطأ اس سے زائد نہیں ہوتی تھی اور آپ کے اجتہاد میں خطأ کا لاحق ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض اوقات آپ کو نسیان لاحق ہوا، نماز میں سہو ہوا، آپ پر جادو کا اثر ہوا اور

لہ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ۔
لہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۳-۱۷۲ " " "
تہ علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۷ ص ۲۵۳-۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ ھ

مرض لاحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان عوارض بشریہ کو طاری کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ یہ عوارض نبوت کے منافی نہیں ہیں اور آپ اپنے تمام کمالات کے باوجود بہرحال اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خدا نہیں ہیں، جو خطاء، سہو، نسیان اور امراض سے پاک اور منزہ ہے۔ تاکہ آپ کے کمالات نبوت کو دیکھ کر کوئی شخص آپ کے متعلق الوہیت کا اعتقاد نہ کرے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں خدا ہونے کا اعتقاد کر لیا تھا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تنزیہ اور تقدیس میں کسی اعتبار سے کوئی شریک نہ ہو سکے۔!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد، اتباع وحی کے خلاف نہیں ہے

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ان اتبع الا ما یوحی الی، وہ آپ کہہ دیجئے کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمیع احکام اور جمیع احوال میں نزول وحی کا انتظار کرتے تھے اور کوئی کام از خود نہیں کرتے تھے۔ آپ نے کبھی قیاس کیا ہے نہ اجتہاد۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ جو لوگ قیاس کے منکرین ہیں وہ اس آیت سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے اور جب آپ نے قیاس نہیں کیا تو امت پر بھی قیاس نہ کرنا واجب ہے۔[1]

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیت کے اس ٹکڑے کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پڑھا گیا ہے اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گیا۔ آیت کا یہ جز قرآن مجید میں تین سورتوں میں ہے ہم وہ تینوں آیات پیش کر رہے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

واذا لم تاتهم باية قالوا لولا اجتبيتها ؕ قل انما اتبع ما يوحى الى من ربى هذا بصائر من ربكم وهدى ورحمة لقوم يؤمنون ۔

(اعراف: ۲۰۳)

اور جب آپ (ان کی مطلوبہ) نشانی (آیت یا معجزہ) نہیں لاتے، تو کہتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے چھانٹ کر آیت کیوں نہیں لائے؟ آپ کہیے کہ میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے، یہ تمہارے رب کا بصیرت افروز کلام ہے اور جو لوگ ایمان لانے والے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

مشرکین آپ سے ایسے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے جن کا دکھلانا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہ تھا یا کہتے کہ ایسی کتاب لے کر آؤ جو یکبارگی نازل ہو۔ اور جب آپ ان کے مطالبہ کو پورا نہ کرتے تو کہتے آپ خدا سے ہمارا منہ مانگا نشان کیوں نہیں لائے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نبی کا یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وہ چیز مانگے جس کا دینا اس کی حکمت میں نہیں ہے یا جس کے طلب کی اجازت نہیں۔ نبی کا منصب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بھیجے ان کی خود بھی پیروی کرے اور دوسروں سے بھی عمل کرائے اور اگر تم ہدایت قبول کرنے کے لیے نشانیاں مانگتے ہو تو

---

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ۔
ایضاً۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۵۵، " " "

اس قرآن مجید سے بڑھ کر بصیرت افروز نشانی کوئی نہیں ہے اس سے ہدایت حاصل کرو۔
اس آیت کے سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی مشرکین کے مطالبات کے مقابلہ میں ہے جس کو علم بلاغت کی اصطلاح میں قصر قلب کہتے ہیں یعنی میں تمہارے مطالبات کی نہیں اللہ کی وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ہر کام اور عمل میں نزول وحی کا انتظار کرتا ہوں اور وحی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اور قیاس اور اجتہاد اور مسلمانوں کے مشورے سے کبھی کام نہیں لیتا لہٰذا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں ہے۔ سورۂ انعام میں اس طرح ذکر ہے:

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ج ان اتبع الا ما یوحیٰ الی قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر ، افلا تتفکرون ۔

(انعام: ۵۰)

آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ آپ کہیے کہ کیا اندھے اور دیکھنے والے برابر ہیں؟ تم کیوں غور وفکر نہیں کرتے!

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کے پاس تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے ہیں یا وہ تمام معلومات الٰہیہ کو جانتا ہے کہ جب تم اس سے کسی کام کی فرمائش کرو وہ کر کے دکھا دے یا تمام معلومات غیبیہ پر تمہیں مطلع کر دے یا جس وقت جو سوال کرو اسی وقت اس کا جواب دیدے۔ نبی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ فرشتہ ہے پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ کھاتے پیتے کیوں ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں؟ وہ تمہارے فرمائشی معجزات لانے یا تمہاری مرضی کے مطابق چلنے پر مامور نہیں ہیں۔ نبی کی آنکھیں ان حقائق کو دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں جنہیں دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ہر وقت مرضیات الٰہی اور تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرتا ہے اور صرف انہیں احکام کی پیروی کرتا ہے جن کی اس پر وحی کی جاتی ہے۔ تم اس حقیقت پر کیوں غور وفکر نہیں کرتے!
اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی کا حصر مشرکین کے مطالبوں کے مقابلہ میں ہے اور قصر قلب اور حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے، یعنی نبی مشرکین کے مطالبات کی نہیں صرف وحی کی پیروی کرتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی اپنے اجتہاد اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا۔
آیت کا یہ ٹکڑا سورۂ یونس میں بھی ہے:

واذا تتلی علیھم ایاتنا بینٰت قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ھٰذا او بدلہ ط قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ج ان اتبع الا ما یوحیٰ الی ج انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ۰

اور جب ان لوگوں پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں ہے، وہ کہتے ہیں: اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی قرآن کو تبدیل کر دو۔ آپ کہیے کہ اس قرآن کو از خود بدل دینا میرے اختیار میں نہیں ہے میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی

(یونس : ۱۵) کی جاتی ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے یوم آخرت کے عذاب کا خوف ہے۔

اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی کا ذکر مشرکین کے اس مطالبہ کے مقابلہ میں ہے کہ اس قرآن میں تبدیلی کر دو یا اس قرآن کی بجائے کوئی اور قرآن لاؤ اور اجتہاد اور قیاس پر عمل کرنے کی اس آیت میں نفی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی قصر قلب اور حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے۔ علامہ آلوسی[1] اور امام رازی[2] کی عبارات سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن عبادات اور معاملات کے بارے میں وحی نازل ہو جاتی تھی آپ ان میں صرف وحی پر عمل کرتے تھے خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی اور جن امور میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے اور صحابہ کرام سے مشورہ بھی کرتے تھے۔ آپ مزاج شناس الوہیت تھے اور رضائے الٰہی کے عارف تھے اس لیے آپ کا اجتہاد منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا تھا اور چونکہ آپ کو اجتہاد اور مشاورت کا حکم دیا گیا تھا اس لیے آپ کا اجتہاد بھی اتباع وحی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر اعتراضات کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی (نجم: ۴-۳) "رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ان کا ہر کلام وحی سے ہوتا ہے۔" اگر آپ اجتہاد کرتے تو آپ کا ہر کلام وحی سے نہیں ہوتا اور جو بات آپ اجتہاد سے فرماتے وہ آپ کی اپنی سوچ سے ہوتی وحی سے نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "ھو" ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کا نطق آپ صرف وحی سے کرتے ہیں۔ مفسرین کی غالب اکثریت کا یہی رجحان ہے اور اگر یہ ضمیر نطق کی طرف راجع ہو یعنی آپ جب بھی بولتے ہیں وحی سے بولتے ہیں تو یہ باوجود خلاف ظاہر ہونے کے ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ کا اجتہاد بھی اتباع وحی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اجتہاد ظنی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یقینی حکم یعنی وحی کے حصول پر قادر ہیں تو آپ کے لیے ظنی حکم پر عمل کرنا یا کسی کو بتلانا جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی ضرورت کے موقع پر وحی نازل نہ ہو تو یقینی حکم کالعدم ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آپ اجتہاد کریں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اجتہادی حکم چونکہ ظنی ہوتا ہے اس لیے اس کی مخالفت جائز ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم عام مجتہدین کے اجتہاد کا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا حکم کی مخالفت جائز نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجتہاد کو مقرر کر دیا تو وہ ظنی نہ رہا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اجتہاد جائز ہوتا تو آپ ظہار اور لعان کے مسئلہ میں بھی اجتہاد کر لیتے حالانکہ آپ نے اس میں توقف کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ کو ان مسائل میں اجتہاد کی اجازت نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اجتہاد کے باوجود آپ پر

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۱۵۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

اس کا حکم واضح نہ ہوا ہو۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر رسول کے لیے اجتہاد جائز ہو تو حضرت جبریل بھی رسول ہیں، ان کے لیے بھی اجتہاد جائز ہو گا پھر یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نصوص ہیں یا حضرت جبریل کا اجتہاد ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ امام رازی نے اس پر تصریح کی ہے کہ اجماع ہے کہ اجتہاد کا حکم رسل بشر کے لیے ہے رسل ملائکہ کے لیے نہیں ہے ؎۔ اور حضرت جبریل چونکہ رسل ملائکہ سے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے نیز جن دلائل سے رسول کے لیے اجتہاد ثابت ہے وہاں رسول سے مراد رسول ملک نہیں رسول بشر ہے۔

احادیث میں اختلاف، وحی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث کے وحی خفی ہونے میں ایک یہ شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ وحی میں اختلاف نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے: ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (نساء، ۸۲)
"اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا" اور چونکہ احادیث میں بہت اختلاف ہے اس لیے یہ وحی نہیں ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اختلاف سے مراد احکام کا اختلاف ہے تو تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید ان میں سے کوئی بھی وحی نہیں ہے، کیونکہ ان تمام کتابوں کے احکام باہم مختلف ہیں بلکہ قرآن مجید کے اپنے احکام میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً بعض آیات میں بیوہ کی عدت ایک سال بیان کی ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج (بقرہ: ۲۴۰) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ ان کو نکالے بغیر ایک سال کا خرچ دیا جائے" اس کے بعد میراث کی آیات سے وصیت بھی منسوخ ہو گئی اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا (بقرہ: ۲۳۴) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں" ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے یہ احکام کا اختلاف جس طرح احادیث میں ہے قرآن مجید میں بھی ہے جیسا کہ اس ایک مثال سے واضح ہو گیا ہے لیکن قرآن مجید میں چونکہ بالعموم اصول اور کلیات بیان کیے گئے ہیں اور فروع اور جزئیات کا بہت کم ذکر ہوا ہے اس لیے اس میں نسخ کے اعتبار سے احکام کا اختلاف بہت کم ہے اور احادیث میں چونکہ فروع اور جزئیات کا ذکر بہت زیادہ ہے اس لیے قرآن مجید کی بہ نسبت اس میں احکام کا اختلاف زیادہ ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت میں اختلاف سے مراد احکام کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس اختلاف سے مراد صدق اور کذب کا اختلاف ہے یعنی اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس کی دی ہوئی خبروں اور پیشین گوئیوں میں صدق اور کذب کا اختلاف ہوتا، کچھ خبریں اور پیشین گوئیاں سچی ہوتیں اور کچھ سچی نہ ہوتیں۔ اس اعتبار سے احادیث میں بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ احادیث کی بھی تمام خبریں اور پیشین گوئیاں سچی ہیں۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت میں اختلاف سے مراد فصاحت اور بلاغت کا اختلاف ہے یعنی اگر یہ

؎ امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس کی بعض آیات کی فصاحت اور بلاغت اعجاز آفریں ہوتی اور لوگ ان آیات کی مثل کلام پیش نہ کر سکتے اور بعض آیات کی فصاحت و بلاغت ایسی نہ ہوتی اور لوگ آسانی سے ان آیات کی مثل کلام بنا کر پیش کر دیتے۔ اور کلام کے اعجاز کی یہ صفت صرف قرآن مجید کے الفاظ کی خصوصیت ہے، تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ کا کلام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کوئی شخص ان کی مثل کلام نہیں پیش کر سکتا۔ لہٰذا اگر ان کی بلاغت معجز نہ ہو تو اس سے تورات وغیرہ کے وحی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح احادیث مبارکہ کی بلاغت بھی اگر معجز نہ ہو تو یہ وحی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ احادیث کے الفاظ چونکہ منزل من اللہ نہیں ہیں اس لیے ان کی بلاغت معجز نہیں ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ آیت مبارکہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" احادیث مبارکہ کے وحی خفی ہونے کے اس وقت معارض ہوتی جب احادیث کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہوتے اور ان کی بلاغت کا چیلنج کیا جاتا اور واقع میں وہ الفاظ اس طرح بلیغ نہ ہوتے اور جبکہ احادیث میں صرف معانی نازل کیے گئے ہیں تو اس آیت سے احادیث کے وحی ہونے پر اعتراض کیسے صحیح ہو گا۔؟

برق صاحب کے رجوع کا اعتراف

اس بحث میں ہم نے برق صاحب کے جن اعتراضات کا جواب لکھا ہے وہ کوئی نئے اعتراضات نہیں ہیں۔ سر سید علی گڑھی، مولوی چراغ علی، اسلم جیراج پوری، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز ان تمام منکرین حدیث کی فکر واحد ہے اور یہ تمام لوگ یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اس بحث میں برق صاحب کا نام میں نے صرف علامت کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس نام سے مراد تمام منکرین حدیث کا گروہ ہے۔

ہر چند کہ برق صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ "دو اسلام سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں منکر حدیث ہوں قطعاً نہیں ہوں"۔ (رمز ایمان ص ۲۶۶، مطبوعہ لاہور) اور اپنی آخری کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے دو اسلام میں بعض مشتبہ احادیث پر تنقید کی ہے بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے اعتراضات غیر علمی ہیں تو میں نے اس کتاب کو اپنی "فہرست تصانیف" سے خارج کر دیا۔" (میری داستان حیات ص ۲۱۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء) لیکن چونکہ "دو اسلام" ان کی مطبوعہ فہرست میں شامل ہے اور مسلسل چھپ رہی ہے، اور جب تک "دو اسلام" نام کی کتاب چھپتی رہے گی مسلمانوں کے ذہن حدیث اور سنت کے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے رہیں گے اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ دو اسلام میں کیے گئے قابل ذکر اعتراضات کے جوابات لکھوں۔ احادیث پر کیے گئے بعض اعتراضات کے جوابات میں نے جلد ثانی میں لکھے ہیں اور وحی خفی پر چونکہ انھوں نے زیادہ زور دیا ہے اس لیے اس کی مفصل بحث میں نے یہاں لکھ دی ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین حبیب اللہ الخلیلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والمجتہدین اجمعین۔

بَابُ ۳۴۵ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ

مواقیت حج

۲۶۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعًا عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ

حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ قَالَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ وَكَذَا فَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا۔

کو میقات مقرر کیا، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل نجد کے لیے قرن کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو فرمایا: یہ مواقیت ان علاقوں کے رہنے والوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دوسرے علاقوں سے ان مواقیت کی حدود میں آئیں خواہ ان کا ارادہ حج کا ہو یا عمرہ کا، اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر ہوں وہ اسی جگہ سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ، مکہ (مکرمہ) سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَقَالَ هُنَّ لَهُمْ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ اور فرمایا یہ میقات ان علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو حج یا عمرہ کے ارادے سے دوسری جگہوں سے ان علاقوں میں آئیں اور جو ان مواقیت کے اندر ہوں وہ اسی جگہ سے احرام باندھ لیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھ لیں۔

۲۷۰۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل مدینہ، ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن المنازل سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۲- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَذُكِرَ لِي وَلَمْ أَسْمَعْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔ اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن المنازل سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے خود تو نہیں سُنا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۳- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ وَزَعَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْ ذَلِكَ مِنْهُ قَالَ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لیے مہیعہ یعنی جحفہ ہے اور اہل نجد کے۔ لیے قرن ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے تو نہیں سُنا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن کے لیے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

۲۷۰۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَنْ يُهِلُّوا مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلَ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلَ نَجْدٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم دیا۔ اہل شام کو جحفہ سے اور اہل نجد کو قرن المنازل سے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔

مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَ أُخْبِرْتُ أَنَّهٗ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

۲۷۰۵- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ سَمِعْتُ ثُمَّ انْتَهٰى فَقَالَ أُرَاهُ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مواقیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا میں نے سنا ہے ..... ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

۲۷۰۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ سَمِعْتُ أَحْسَبُهٗ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيقُ الْآخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں راوی کہتے ہیں کہ میرے گمان میں انھوں نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذو الحلیفہ ہے اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اور اہل عراق کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔ اہل نجد کے لیے قرن المنازل ہے اور اہل یمن کے لیے یلملم ہے۔

میقات کا لغوی اور شرعی معنی

میقات کا لفظ وقت سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ توقیت اور تاقیت کا معنی ہے کسی چیز کے لیے وقت مخصوص مقرر کرنا، قرآن مجید میں ہے کتابا موقوتا یعنی موقتا مقدرا۔ اور یہ لفظ تحدید کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لم یقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر حدا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حد معین نہیں فرمائی" اور بعد میں اس لفظ میں وسعت دی گئی اور اس کو جگہ اور مقام کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا۔[1] اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی یہ ہے: "حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے کے لیے احرام باندھنے کی آخری حد" یعنی جس جگہ سے وہ احرام کے بغیر نہیں گذر سکتا۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ جو وقت کسی کام یا کسی مقام کے لیے مقرر کیا گیا ہو کو

[1] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ ھ نہایہ ج ۵، ص ۲۱۲ مطبوعہ موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، الطبعۃ الرابعۃ ۱۳۶۴ھ

میقات کہتے ہیں، جیسے جس جگہ سے اہل شام احرام باندھتے ہوں تو کہا جاتا ہے یہ اہل شام کا میقات ہے[1] حج کا ایک میقات جگہ اور مقام کے اعتبار سے ہے، جس کی تفصیل اس باب کی احادیث میں آگئی ہے اور ایک میقات زمانہ کے اعتبار سے ہے۔ حج کا میقات زمانی، شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ایام ہیں۔ ان ایام کے علاوہ حج کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور عمرہ کے لیے سارے سال احرام باندھا جا سکتا ہے۔

میقات سے گزرنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا۔ اس میں علما کا اختلاف ہے کہ اہل عراق کے لیے ذات عرق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمایا یا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مقرر کیا گیا۔ اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۰۶ میں ہے: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر کیا اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے میقات پر احرام باندھنا واجب ہے اگر حج یا عمرہ کرنے والا ان مواقیت سے بغیر احرام باندھے گذر گیا تو اس پر دم (ایک جانور ذبح کرنا) واجب ہو گا، وہ شخص گنہگار ہو گا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان مواقیت سے احرام کے بغیر مطلقاً نہیں گزر سکتا خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو[2]۔ امام شافعی کے نزدیک مواقیت سے گذرنے کے لیے صرف حج یا عمرہ میں احرام کی پابندی ہے اور جو شخص کسی ضرورت یا تجارت یا کسی سے ملاقات کے لیے مکہ جانا چاہتا ہو وہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے بھی گذر سکتا ہے[3]۔ امام مالک کے نزدیک جس شخص کو مکہ میں داخل ہونے کی بار بار ضرورت پڑتی ہو جیسے شہر سے نکل کر کوئی لکڑیاں چننے جائے اور پھر داخل ہو تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے اور جس کو بار بار داخل ہونے کی ضرورت نہ ہو جیسے تاجر وغیرہ وہ احرام باندھے بغیر نہ گذرے اس کے لیے احرام واجب ہے یا مستحب ہے اس میں بھی امام مالک کے دو قول ہیں[4]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لیے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بسا اوقات بغیر احرام کے ذوالحلیفہ سے آگے چلے جاتے تھے اور جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگر وہ کسی بار بار پیش آنے والی ضرورت کی بنا پر جائے تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ جیسے لکڑیاں اور گھاس وغیرہ اکٹھی کرنے کے لیے مکہ میں

---

[1] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ۔ لسان العرب ج ۲ ص ۱۰۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۶۷ - ۱۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[3] ۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۴۲ - ۱۴۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[4] ۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

آتے جاتے رہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے۔ ترمذی میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے نیز جس شخص کو دن میں بار بار مکہ آنا جانا پڑتا ہو اگر اس پر احرام واجب کیا جائے تو یہ اس کے لیے حرج کا موجب ہوگا، اور جو شخص مکہ کے قصد سے میقات سے گزرے لیکن وہ شخص حج کا مکلف نہ ہو جیسے بچہ اور غلام اس پر بھی احرام باندھنا واجب نہیں ہے اور جو شخص حج کا مکلف ہو اور اس کو بار بار مکہ میں آنے جانے والی حاجت بھی لاحق نہ ہو اس کا میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں ہے [۵]۔

احناف کا موقف

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے جحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چار مواقیت کا ذکر کیا ہے اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کا ذکر نہیں کیا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تین مواقیت کا ذکر کیا ہے اور ذات عرق اور یلملم کا ذکر نہیں کیا اور ان آثار میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو شخص مکہ جانے کے ارادے سے ان مواقیت تک پہنچے اس پر احرام باندھنا لازم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میقات مقرر کرنا بغیر کسی فائدے کے نہیں ہے اور ان مواقیت پر پہنچنے کے بعد بغیر احرام باندھے گزرنا ممنوع ہے اور ان مواقیت سے پہلے احرام باندھنے میں وسعت اور گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ احادیث کے ظاہری مفہوم کی بناء پر کہتے ہیں کہ میقات پر احرام باندھنا افضل ہے۔ اور ہمارے علماء رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ میقات پر پہنچنے کے بعد احرام باندھنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لیا جائے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے لے کر مسجد حرام تک احرام باندھا اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے واتموا الحج والعمرۃ کی تفسیر میں فرمایا: حج اور عمرہ کے اتمام میں سے یہ چیز بھی ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھا جائے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہم نے جس کے لیے میقات مقرر کیا وہ اس کا میقات ہے اور اس کا میقات بھی ہے جو اس جگہ سے گزرے اور وہاں کا رہنے والا نہ ہو لیکن اس نے حج یا عمرہ کا ارادہ کیا ہو" اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص بھی مکہ جانے کے قصد سے اس میقات سے گزرے اس پر احرام باندھنا لازم ہے خواہ وہ اس میقات کے اہل سے ہو یا نہ ہو، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جو آفاقی مکہ میں بغیر احرام کے رہ رہا ہو جب وہ حج کا ارادہ کرے تو اس کے احرام کے لیے اہل مکہ کا میقات ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق یہ کہا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے وہ بغیر احرام کے میقات سے نہیں گزر سکتا اور جو شخص جنگ کے لیے

---

[۵] ۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ۔ المغنی ج ۳ ص ۱۱۷ - ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ۔

مکہ میں داخل ہونا چاہے اس پر احرام کی شرط نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے اور جو شخص تجارت یا اپنا قرض وصول کرنے کے لیے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کے متعلق ان کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس پر احرام لازم نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احرام مقصود بالذات عبادت نہیں ہے بلکہ افعال حج ادا کرنے کے لیے احرام باندھا جاتا ہے اور جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں کرتا اس کے حق میں حرم کی سرزمین باقی مقامات کی طرح ہے لہٰذا اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے۔

اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کا قصد حج کرنا ہو، جنگ کرنا ہو یا تجارت کرنا ہو۔ کیونکہ ابن شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے خطبہ میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اس وقت سے مکہ کو حرم بنایا ہے اور مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی کے لیے بھی مکہ میں قتال کرنا جائز نہیں ہے اور میرے لیے دن کی ایک ساعت میں مکہ میں قتال حلال ہوا تھا اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں قتال حرام کر دیا گیا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں قتال کی رخصت ملی تھی اور آپ نے خود فرمایا ہے کہ ایک ساعت کے لیے میرے واسطے مکہ میں قتال حلال ہوا تھا اور اس کے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتال کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہ خصوصیت اس وقت ظاہر ہو گی جب دوسرے شخص کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں بغیر احرام کے میقات میں داخل ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا میقات کی طرف لوٹ جاؤ اور تلبیہ کہو ورنہ تمہارا حج صحیح نہیں ہو گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے اور اس لیے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس شخص پر اس زمین کی عزت اور شرف کے اظہار کے لیے احرام باندھنا واجب ہے۔ اور اس اعتبار سے افعال حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہیں۔ پس جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس پر واجب ہے کہ میقات سے احرام باندھے۔ ہاں جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو۔ وہ اپنی ضرورت کی بناء پر بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ امام شافعی کے ایک قول میں یہ ناجائز ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیاں چننے والے کو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ میقات سے باہر نہیں جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ سے مدینہ کے لیے نکلے جب مقام قدید پر پہنچے، تو آپ کو مدینہ میں جھگڑے کی خبر پہنچی تو آپ بغیر احرام باندھے واپس مکہ چلے گئے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے وہ اہل مکہ کی طرح ہے کیونکہ اس کو مکہ آنے جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس لیے کہ ان کی ضروریات اہل مکہ سے متعلق ہوتی ہیں پس جس طرح اہل مکہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی بناء پر مکہ سے باہر جائیں اور بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوں اسی طرح اہل میقات کے لیے جائز ہے اور اس لیے بھی کہ اگر ہم یہ کہیں کہ ہر وقت ان پر احرام لازم ہے تو اس میں کھلا ہوا

ضرر ہے [۱]

احرام کا فلسفہ ہر چند کہ تمام اعمال نیات پر مبنی ہوتے ہیں لیکن عمل کے بغیر نیت کا اظہار نہیں ہوتا، جس طرح نماز کی نیت کا اظہار تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے، اسی طرح احرام کے ذریعہ حج کی نیت کا اظہار ہوتا ہے جس طرح نماز کی تکبیر تحریمہ کے بعد انسان تمام کیفیت سے نکل کر ایک خاص کیفیت کے ساتھ متصف ہوتا اور نماز کے افعال کے علاوہ باقی تمام افعال اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسی طرح احرام باندھنے کے بعد انسان اپنے روزمرہ کے معمولات سے نکل کر ایک خاص حالت اور کیفیت میں آجاتا ہے اور اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو دنیوی عیش ونشاط، زیب وزینت اور تفریح طبع کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ وہ شکار نہیں کر سکتا کہ محض کام و دہن کی لذت کے لیے کسی جاندار کی جان لینا عبادت کی اس خاص حالت کے مناسب نہیں۔ اپنی زوجہ سے جنسی تلذذ حاصل نہیں کر سکتا کہ یہ نفسانی اور شہوانی لذتوں سے اجتناب کا موقع ہے۔ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا کیونکہ سلے ہوئے کپڑوں سے زینت اور شوکت مترشح ہوتی ہے اور یہ عجز وانکسار کی جگہ ہے احرام کی نیت سے شاہ وگدا اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر انسان کے ابتدائی ادوار کا بے سلا کپڑا پہن لیتے ہیں یہ عہد ابراہیمی کے لباس کی تمثیل ہے جس کو اس وقت اس لیے پسند کیا گیا تاکہ اس عہد مبارک کی کیفیت ہماری ظاہری شکل وصورت سے بھی ظاہر ہو۔

بَابُ ۳۲۶ التَّلْبِيَةِ وَصِفَتِهَا وَوَقْتِهَا

تلبیہ کا طریقہ اور اس کا وقت

۲۷۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَقَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَزِيدُ فِيهَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تلبیہ کہتے تھے (ترجمہ:) اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں! تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں بے شک تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔" حضرت عبد اللہ بن عمر ان کلمات میں یہ اضافہ کرتے تھے۔ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرے احکام کی اطاعت کے لیے موجود ہوں، تمام بھلائیاں تیرے قبضہ میں ہیں، میں حاضر ہوں، رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

۲۷۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى ابْنِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی اونٹنی پر سوار

[۱] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۶۸، ۱۶۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

عُقْبَةَ بْنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَنَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ وَحَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ فَقَالَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالُوْا وَكَانَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ هٰذِهٖ تَلْبِيَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ يَزِيْدُ مَعَ هٰذَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ ۔

۲۷۰۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ تَلَقَّفْتُ التَّلْبِيَةَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ

۲۷۱۰ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ فَإِنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ

ہوئے اور وہ آپ کو لے کر مسجد ذوالحلیفہ کے قریب سیدھی کھڑی ہوگئی۔ تب آپ نے احرام باندھا اور فرمایا: میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ ہے نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اس تلبیہ کے ساتھ ان کلمات کا اضافہ کرتے تھے: میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیری اطاعت کے لیے موجود ہوں، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں میں حاضر ہوں۔ اور رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ سیکھا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ سنا ہے آپ اپنے بالوں کو (گوند یا مہندی سے) جمائے ہوئے تلبیہ کہہ رہے تھے: میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، آپ ان کلمات پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں دو رکعت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ يُهِلُّ بِإِهْلَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

نماز پڑھی، پھر جب آپ کی اونٹنی مسجد ذوالحلیفہ کے قریب آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے ان کلمات کے ساتھ تلبیہ کہہ کر احرام باندھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کے ساتھ تلبیہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیری اطاعت کے لیے موجود ہوں اور ساری خیر تیرے قبضہ میں ہے، میں حاضر ہوں، اور رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

۲۷۱۱ - وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ فَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ فَيَقُولُونَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُولُونَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ لبیك لا شریك لك کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تمہیں عذاب ہو، اس سے آگے نہ کہو لیکن مشرکین اس کے بعد کہتے مگر ایک شریک ہے، اے اللہ! تو اس کا مالک ہے اور اس کے ملک کا مالک نہیں اور یونہی کہتے کہتے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

اہلال کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ چاند دیکھ کر بلند آواز سے چلانے کو اہلال کہتے ہیں اس کے بعد یہ لفظ مطلقاً آواز کے لیے استعمال کیا گیا، بچہ کے رونے کو بھی اہلال کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وما اهل به لغير الله جس چیز پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور مردہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اہلال بالحج بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے[1] علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو اہلال کہتے ہیں[2]۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ بارش کے پہلے قطرہ اور بچہ کی پہلی آواز کو استہلال کہتے ہیں، آواز بلند کرنے کو بھی اہلال کہتے ہیں۔ اهل بالحج کا معنی بلند آواز سے تلبیہ کہا، ما اهل لغير الله کا معنی ہے ما ذبح للآلهة جو جانور بتوں کے لیے ذبح کیا گیا[3]

[1] - علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ۔ المفردات ص ۵۴۴، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، ایران، ۱۳۴۲ھ۔

[2] - علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۲۷۱، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ۔

[3] - علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۰، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں احرام باندھتے وقت بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو اہلال کہتے ہیں اور لغت میں آواز بلند کرنے کو اہلال کہتے ہیں نوزائیدہ بچہ کے رونے کو بھی اہلال کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وما اھل بہ لغیر اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر کسی جانور کو ذبح کرتے ہوئے آواز بلند کی جائے۔ چاند کو ہلال بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اسے دیکھ کر آواز بلند کی جاتی ہے[1]

تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تلبیہ مشروع ہے، البتہ اس کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعی کہتے ہیں کہ تلبیہ سنت ہے، صحت حج کے لیے شرط ہے نہ واجب ہے اور اگر تلبیہ ترک کر دیا تو اس کا حج صحیح ہوگا اور اس پر دم نہیں ہے البتہ اس سے ایک فضیلت رہ جائے گی اور بعض اصحاب شافعیہ نے تلبیہ کو حج کی شرط قرار دیا ہے، لیکن صحیح امام شافعی کا قول ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ تلبیہ واجب نہیں ہے لیکن اس کے ترک کرنے سے دم لازم آئے گا اور حج صحیح ہوگا۔ نیز امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ حج دل کی نیت سے منعقد ہوجاتا ہے اور تلبیہ کے الفاظ کا کہنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ روزہ فقط نیت سے منعقد ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بغیر تلبیہ کہے یا ہدی (قربانی کا جانور) بھیجے حج منعقد نہیں ہوتا۔ نیز امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ تلبیہ میں یہ الفاظ مخصوصہ کہنے شرط نہیں ہیں بلکہ تلبیہ کے معنی میں جو تسبیح اور تہلیل کے کلمات ہیں وہ بھی کہے جا سکتے ہیں جیسا کہ ان کے نزدیک نماز کی تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا شرط نہیں ہے بلکہ تسبیح اور دوسرے اذکار جو اللہ تعالیٰ کی کبریائی پر دلالت کریں وہ بھی اللہ اکبر کے قائم مقام ہیں[2]۔

تلبیہ کے اوقات اور احکام

تلبیہ کو با آواز بلند کہنا مستحب ہے لیکن عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے کیونکہ اس کی آواز سے لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، جب محرم کا حال بدلے تو بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے مثلاً جب صبح کی سفیدی نمودار ہو یا رات کی سیاہی چھا جائے یا کسی بلندی سے چڑھتے یا اترتے وقت یا جب ساتھیوں سے ملے یا علیحدہ ہو یا اٹھتے بیٹھتے وقت، سواری سے چڑھتے اور اترتے وقت، نمازوں کے بعد اور تمام مساجد میں طواف اور سعی کے وقت تلبیہ نہ کہے کیونکہ ان اوقات کے علیحدہ اذکار مقرر ہیں۔ تین بار یا اس سے زیادہ تلبیہ کا تکرار کرنا مستحب ہے۔ کسی کے سلام یا بات کا جواب دینے کے لیے تلبیہ نہ منقطع کرے، جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ تلبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے اور مسلمانوں کے لیے جو چاہے دعا مانگے اور افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی، جنت کے دخول اور دوزخ سے نجات کا سوال کرے۔ جب کوئی اچھی چیز دیکھے تو تلبیہ کرے۔ رمی جمرات اور طواف افاضہ اور حج کے تمام افعال میں تلبیہ مستحب ہے اور عمرہ کرنے والے کے لیے طواف سے پہلے تلبیہ مستحب ہے، مرد اور عورت کے لیے ہر حال

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[2] ″ ″ ″ ″ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶

میں تلبیہ مستحب ہے خواہ وہ پاک ہوں یا ناپاک، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حیض کا سن کر فرمایا تھا: "طواف کے علاوہ حج کے تمام افعال کرو۔"

بَابٌ ۳۴۷ اَمْرِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ بِالْاِحْرَامِ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَیْفَةِ

اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم

۲۷۱۲ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ یَقُوْلُ بَیْدَاؤُكُمْ هٰذَا الَّتِیْ تَكْذِبُوْنَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهَا مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ یَعْنِیْ ذِی الْحُلَیْفَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ یہ تمہارا بیداء ہے جس میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے رہو۔ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے سوا اور کسی جگہ سے تلبیہ نہیں کہا۔

۲۷۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ یَعْنِی ابْنَ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِذَا قِیْلَ لَهُ الْاِحْرَامُ مِنَ الْبَیْدَاءِ قَالَ الْبَیْدَاءُ الَّتِیْ تَكْذِبُوْنَ فِیْهَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ حِیْنَ قَامَ بِهٖ بَعِیْرُهٗ۔

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کہا جاتا کہ احرام بیداء سے ہے تو فرماتے وہی بیداء جس کے متعلق تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ صرف اس درخت کے پاس سے کیا ہے جہاں آپ کا اونٹ آپ کو لے کر کھڑا ہو گیا۔

جھوٹ کی تعریف

علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ صدق یہ ہے کہ قائل کا قول اس کے اعتقاد اور واقع کے مطابق ہو اور جب ایسا نہیں ہو گا تو یہ صدق تام نہیں ہو گا یا تو یہ کلام صدق سے بالکل موصوف نہیں ہو گا اور یا ایک اعتبار سے صادق ہو گا اور دوسرے اعتبار سے کاذب ہو گا۔ مثلاً جب کافر اپنے عقیدے کے بغیر کہے: محمد رسول اللہ تو یہ کلام واقع کے اعتبار سے صادق ہے اور اس کے عقیدے کے اعتبار سے کاذب ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کا قول نقل کیا ہے: "نشهد انك لرسول الله" اور اس کو اسی اعتبار سے کاذب قرار دیا ہے۔ [1]

[1] - علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۷۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ۔

علامہ ابن اثیر نے زمخشری سے نقل کیا ہے کہ عرب کذب کا لفظ اس وقت بولتے تھے جب ان کے دل میں ایسی خواہشیں ہوتیں جو پوری نہ ہو سکتیں اور لکھا ہے کہ اصل میں کذب ابھارنے اور ترغیب دینے کو کہتے ہیں: بکذباك يبعثاك على الفعل [۱]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہے خواہ اس نے عمداً ایسا کیا ہو یا سہواً اور غلطی سے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہے اہل سنت کے نزدیک عمدیت کی شرط گناہ کا موجب ہے [۲]

علامہ اصفہانی نے جو کذب کی تعریف بیان کی ہے علامہ تفتازانی نے اس تعریف کو جاحظ کی طرف منسوب کیا ہے [۳]

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ کو چاہیے کہ احرام باندھنے کو مقام بیداء تک موخر نہ کریں اور مسجد ذوالحلیفہ پر احرام باندھ لیا کریں۔

بَابُ ۳۴۸ بَيَانِ اَنَّ الْاَفْضَلَ اَنْ يُّحْرِمَ حِيْنَ تَنْبَعِثُ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ مُتَوَجِّهًا اِلٰى مَكَّةَ لَا عَقِبَ الرَّكْعَتَيْنِ

جب سواری مکہ کی طرف کھڑی ہو اس وقت احرام باندھنے کی فضیلت

۲۷۱۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ

عبید بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابو عبدالرحمن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی اور کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا! حضرت ابن عمر نے پوچھا: اے ابن جریج وہ کیا چار کام ہیں؟ انھوں نے کہا: ایک کام یہ ہے کہ آپ کعبہ کے کونوں میں سے دو رکن یمانیوں کے اور کسی کونے کو مس نہیں کرتے، دوسرا یہ کہ آپ بغیر بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنتے ہیں، تیسرا یہ کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ رنگتے ہیں اور چوتھا کام یہ ہے کہ مکہ میں لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں

---

[۱] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۱۵۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ۔

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[۳] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۰ھ۔ مختصر معانی ص ۳۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

حَتّٰی یَکُوْنَ یَوْمُ التَّرْوِیَةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَمَّا الْاَرْکَانُ فَاِنِّیْ لَمْ اَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمَسُّ اِلَّا الْیَمَانِیَیْنِ وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِیَّةُ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَا شَعْرٌ وَّیَتَوَضَّاُ فِیْهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْبُغُ بِهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا وَاَمَّا الْاِهْلَالُ فَاِنِّیْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُهِلُّ حَتّٰی تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ۔

اور آپ آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو رکن یمانی کو مس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف رکن یمانی ہی کو مس کرتے دیکھا ہے اور بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اسی کے ساتھ وضو کرتے تھے۔ اور زرد رنگ کے خضاب کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ رنگتے تھے اس لیے میں بھی زرد خضاب کو پسند کرتا ہوں رہا آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ احرام اس وقت باندھتے تھے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تھی۔

۲۷۱۵ - حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَیْطٍ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ جُرَیْجٍ قَالَ حَجَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بَیْنَ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ مَرَّةً فَقُلْتُ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَقَدْ رَاَیْتُ مِنْكَ اَرْبَعَ خِصَالٍ وَّسَاقَ الْحَدِیْثَ بِهٰذَا الْمَعْنٰی اِلَّا فِیْ قِصَّةِ الْاِهْلَالِ فَاِنَّهٗ خَالَفَ رِوَایَةَ الْمَقْبُرِیِّ فَذَکَرَهٗ بِمَعْنًی سِوٰی ذِکْرِهٖ اِیَّاهُ۔

عبید بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے ساتھ حج اور عمرہ کیا۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمن میں نے آپ میں چار چیزیں دیکھی ہیں ...... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۱۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الْغَرْزِ وَانْبَعَثَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً اَهَلَّ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاب میں پیر رکھا اور اونٹنی آپ کو لے کر مقام ذوالحلیفہ میں کھڑی ہو گئی تب آپ نے احرام باندھا۔

۲۷۱۷- وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ کَانَ یُخْبِرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ حِیْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ قَآئِمَةً۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

۲۷۱۸- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْکَبُ رَاحِلَتَهٗ بِذِی الْحُلَیْفَةِ ثُمَّ یُهِلُّ حِیْنَ تَسْتَوِیْ بِهٖ قَآئِمَةً۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مقام ذوالحلیفہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اونٹنی کھڑی ہو گئی تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

۲۷۱۹- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی وَ اَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ بَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ مَبْدَاَهٗ وَصَلّٰی فِیْ مَسْجِدِهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ افعال حج کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں رات گزاری اور پھر اس میں نماز پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات

اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۱۴ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت احرام باندھتے تھے جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اس روایت کا پورا متن یہ ہے:

خصیف بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ابوالعباس مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ احرام باندھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں اس مسئلہ کو تمام لوگوں میں سب

سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا ہے اور اسی وجہ سے اختلاف ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی مجلس میں آپ نے تلبیہ کہہ کر احرام باندھ لیا اور لوگوں نے تلبیہ سنا اور جس نے اس کو یاد رکھا پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپ نے تلبیہ کہا اور جو لوگ اس وقت آئے تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے اس وقت احرام کی نیت کی ہے کیونکہ لوگ گروہ در گروہ آرہے تھے، پھر جب شرف البیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ کیا اور لوگ جو اس وقت وہاں پہنچے تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے شرف البیداء پر احرام کی نیت کی ہے اور قسم بخدا آپ نے احرام کی نیت اس جگہ کی تھی جہاں آپ نے (دو رکعت) نماز پڑھی تھی اور اونٹنی پر سوار ہو کر بھی تلبیہ کیا اور شرف البیداء پر بھی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتا ہے وہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھتا ہے [۱]

امام طحاوی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اختلاف کی وجہ کیا تھی اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی ابتدا مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کی جگہ سے کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے [۲]۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کے بعد جب اونٹنی پر سوار ہو اس وقت احرام باندھے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اٹھنے اور اونٹنی پر سوار ہونے سے پہلے احرام باندھے اور یہ ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے لیکن وہ ضعیف روایت ہے [۳]۔

حضرت ابن عباس کی روایت کو دو وجہ سے ترجیح ہے ایک تو اس لیے کہ یہ روایت مفصل ہے اور اس میں ان لوگوں کے مغالطہ کی وجہ بیان کر دی گئی ہے جو اونٹنی پر بیٹھنے سے پہلے احرام کی روایت کرتے ہیں اس لیے یہ درایۃً راجح ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے خصیف کی روایت کو ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے ابن حرب سے روایت کیا ہے اس لیے تعدد طرق سے اس روایت کو تقویت حاصل ہو گئی اور اگر ضعف تھا تو جاتا رہا نیز علامہ نووی نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی اس لیے یہ جرح مقبول نہیں ہے اور صحیح چیز وہی ہے جس کو امام طحاوی نے بیان کیا اور وہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ حدیث میں جن دو رکن یمانی کا ذکر ہے ان میں سے ایک رکن یمانی ہے اور دوسرا وہ رکن ہے جس میں حجر اسود رکھا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کو رکن یمانی تغلیباً کہا جاتا ہے جیسا کہ چاند اور سورج کو قمرین، ماں اور باپ کو ابوین اور ابوبکر اور عمر کو عمرین کہا جاتا ہے، باقی دو رکن حطیم کے

---

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[۲] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ " " " ۱۴۰۴ھ۔

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۰۵ھ۔

قریب ہیں اور ان کو شامیین کہا جاتا ہے۔ یمانیین حضرت ابراہیم کی قائم کردہ بنیادوں پر ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی جاتی ہے۔ شامیین اس طرح نہیں ہیں، فقہاء امت نے کہا ہے کہ یہ اختلاف صحابہ اور تابعین میں تھا اب یہ اختلاف نہیں ہے۔

احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز

عبید بن جریج نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زرد رنگ سے رنگنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کے خضاب سے رنگتے دیکھا ہے"۔ علامہ مازری نے لکھا ہے کہ اس سے مراد بالوں کا رنگنا بھی ہو سکتا ہے اور کپڑوں کا رنگنا بھی۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ احادیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی میں زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور اس بات سے استدلال کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔ یہ حدیث ابو داؤد میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنے احرام کو پیلے رنگ کے ساتھ رنگتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگنے سے استدلال کرتے تھے۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو احرام میں پہننے سے منع فرمایا ہے البتہ اس کپڑے کو اگر دھو لیا جائے (جس سے اس کی خوشبو کا اثر زائل ہو جائے) تو پھر وہ جائز ہے (شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۷۰ طبع مجتبائی)

خضاب کا حکم

ڈاڑھی کو رنگنے کی بحث ان شاء اللہ کتاب اللباس میں آئے گی۔ مختصر یہ ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا سنت اور مستحب ہے اور سفید بالوں کو نہ رنگنا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے اور سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے۔ اور ورس اور زعفران سے اپنی ڈاڑھی کو رنگتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو[2] یعنی بال رنگو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بالوں کو مہندی سے رنگا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ کتنا اچھا ہے۔ پھر ایک شخص گزرا جس نے عنابی (ڈارک براؤن) رنگ سے اپنے بالوں کو رنگا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے پھر ایک شخص گزرا جس نے اپنے بالوں کو پیلے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم سیاہ رنگ سے رنگے گی جیسے کبوتر کے پپوٹے ہوتے ہیں یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے[4]

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ

[2] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃

[3] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃

[4] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃

یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے یا یہ لوگ جنت میں جنت کی خوشبو نہ پائیں گے یا یہ مطلب ہے کہ میدان محشر میں جنت کی خوشگوار ہوا آئے گی جس سے میدان محشر کی کلفت دور ہو جائے گی اور سیاہ خضاب لگانے والے اس خوشگوار ہوا سے محروم ہوں گے۔ یہ تینوں توجیہات لمعات سے نقل کی گئی ہیں اور حدیث کی توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ سیاہ رنگ سے ڈاڑھی رنگنا العیاذ باللہ کفر تو نہیں ہے۔ اس لیے یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے۔

بَابُ ۳۴۹ اِسْتِحْبَابِ الطِّيْبِ قُبَيْلَ الْاِحْرَامِ فِي الْبَدَنِ وَاسْتِحْبَابِهٖ فِي الْمِسْكِ وَاَنَّهٗ لَا بَاْسَ بِبَقَاۗءِ وَبِيْصِهٖ

احرام سے پہلے خوشبو لگانے کا استحباب

۲۷۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَاۗئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهٖ حِيْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تو میں نے آپ کو خوشبو لگائی اور بیت اللہ کے طواف سے قبل جب آپ نے احرام کھولا اس وقت بھی خوشبو لگائی۔

۲۷۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَاۗئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ لِحُرْمِهٖ حِيْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهٖ حِيْنَ حَلَّ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے احرام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولا۔

۲۷۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَاۗئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں احرام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ طواف بیت اللہ سے پہلے احرام کھولتے۔

۲۷۲۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولتے اور باندھنے کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۷۲۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کھولتے اور باندھتے وقت اپنے ہاتھوں سے ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی۔

۲۷۲۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ حُرْمِهِ قَالَتْ بِأَطْيَبِ الطِّيبِ.

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے وقت کونسی خوشبو لگائی تھی؟ آپ نے فرمایا سب سے اچھی خوشبو!

۲۷۲۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَطْيَبِ مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ ثُمَّ يُحْرِمُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے پہلے جو سب سے اچھی خوشبو لگا سکتی تھی وہ خوشبو لگاتی تھی۔ اس کے بعد آپ احرام باندھتے تھے۔

۲۷۲۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ اَبِی الرِّجَالِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَ طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهٖ حِیْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ یُّفِیْضَ بِاَطْیَبِ مَا وَجَدْتُ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھتے وقت اور طواف افاضہ سے پہلے جب آپ احرام کھولتے، مجھے جو سب سے اچھی خوشبو میسر ہوتی وہ خوشبو لگاتی تھی۔

۲۷۲۸ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّاَبُو الرَّبِیْعِ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَّقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفْرِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلَمْ یَقُلْ خَلَفٌ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ وَذَاكَ طِیْبُ اِحْرَامِهٖ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی تھی۔ اس وقت آپ محرم تھے، راوی خلف نے یہ نہیں کہا کہ آپ اس وقت محرم تھے لیکن یہ کہا کہ وہ خوشبو احرام کی وجہ سے تھی۔

۲۷۲۹ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُهِلُّ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے اور آپ تلبیہ کر رہے ہیں۔

۲۷۳۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے اور آپ تلبیہ کر رہے ہیں۔

اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُلَبِّی۔

۲۷۳۱ - **وَحَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ وَكِیْعٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ منظر میرے سامنے ہے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۳۲ - **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِیْمَ یُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۳ - **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اِنْ كُنْتُ لَاَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۴ - **وَحَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَهُوَ السَّلُوْلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ وَهُوَ ابْنُ اِسْحَاقَ بْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ السَّبِیْعِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَمِعَ ابْنَ الْاَسْوَدِ یَذْكُرُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّحْرِمَ تَطَیَّبَ بِاَطْیَبِ مَا اَجِدُ ثُمَّ اَرٰی وَبِیْصَ الدُّهْنِ فِیْ رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تو سب سے اچھی خوشبو لگاتے پھر میں آپ کی ڈاڑھی اور سر میں تیل کی چمک دیکھتی۔

۲۷۳۵ - **وَحَدَّثَنَا** قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر

عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الْمِسْكِ فِيْ مَفْرِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں مشک کی خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۷۳۷ - وَحَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَيَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا نَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے اور قربانی کے دن، بیت اللہ کے طواف سے پہلے، میں آپ کو مشک آمیز خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۷۳۸ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَأَبُوْ كَامِلٍ جَمِيْعًا عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الرَّجُلِ يَتَطَيَّبُ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا فَقَالَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيْبًا لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيْبًا لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو خوشبو لگائے اور پھر صبح احرام باندھے، حضرت ابن عمر نے کہا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں صبح اس حال میں احرام باندھوں کہ میرے بدن سے خوشبو پھوٹ رہی ہو۔ اگر میں اپنے بدن پر اس کی بجائے تارکول مل لوں تو وہ زیادہ اچھا ہے۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں صبح احرام باندھوں اور میرے بدن سے خوشبو آ رہی ہو اگر میں اپنے بدن پر تارکول مل لوں تو وہ میرے نزدیک اس خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے وقت خوشبو لگائی رات میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ إِحْرَامِهِ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

آپ نے ازواج کو مشرف کیا اور صبح احرام باندھا۔

۲۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی پھر آپ ازواج کے پاس جاتے اور صبح احرام باندھتے درآں حالیکہ آپ کے بدن سے خوشبو آرہی ہوتی تھی۔

۲۷۴۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ لَأَنْ أُصْبِحَ مُطَّلِيًا بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِ فَقَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے تھے تارکول مل کر صبح کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں صبح اس حال میں احرام باندھوں کہ میرے بدن سے خوشبو آرہی ہو۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انھیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی خبر دی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپ ازواج کے پاس گئے اور پھر احرام باندھ لیا۔

احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۷۲۰ سے لیکر ۲۷۴۰ تک تمام احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے اور احرام کھولنے کے بعد آپ کو خوشبو لگایا کرتی تھیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ احرام کے ارادہ کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے، اور اگر احرام باندھنے کے بعد بدن سے وہ خوشبو آتی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت ام المؤمنین عائشہ اور اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کا یہی نظریہ ہے۔ تابعین کی اکثریت اور جمہور فقہاء اور محدثین اس کے قائل ہیں، ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف،

امام احمد بن حنبل اور داؤد وغیر ہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اس کے برخلاف بعض صحابہ اور تابعین، امام مالک، زہری اور امام محمد بن حسن شیبانی کا نظریہ یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ یہ حضرات، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ خوشبو لگوانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر لیتے تھے اور اس خوشبو کا اثر جاتا رہتا تھا اور اس کی تائید حدیث نمبر ۲۷۳۸، ۲۷۳۹ اور ۲۷۴۰ سے ہوتی ہے جس میں تصریح ہے کہ "حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگائی پھر آپ نے ازواج کو مشرف کیا اور صبح احرام باندھ کر لی" اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے عمل ازدواج کے لیے خوشبو لگائی تھی جو غسل کرنے کے بعد زائل ہو گئی خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ منقول ہے کہ آپ ایک زوجہ کو مشرف کرنے کے بعد اور دوسری زوجہ کے پاس جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے اور اس کے بعد ظاہر ہے کہ خوشبو کا اثر باقی نہیں رہے گا۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ذریرہ خوشبو لگایا کرتے تھے اور وہ ایسی خوشبو ہے جو غسل سے زائل ہو جاتی ہے اور حدیث نمبر ۲۷۲۸ میں جو یہ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی تھی حالانکہ اس وقت آپ محرم تھے" اس سے یقینی طور پر یہ مراد ہے کہ آپ کی مانگ میں خوشبو کے آثار نظر آتے تھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی کی یہ تشریح صحیح نہیں ہے اور صحیح بات وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا مستحب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں صاف تصریح ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے لیے خوشبو لگاتی تھی" جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوشبو احرام کے لیے تھی ازواج سے عمل ازدواج کے لیے نہ تھی اور اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ حالت احرام میں آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی تھی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو اس کی تاویل بیان کی ہے وہ چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے غیر مقبول ہے۔[1]

احناف کی مؤید احادیث

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید میں یہ حدیث ہے۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم احرام باندھنے سے پہلے اپنے چہروں پر خوشبودار مشک کو ملتے تھے اس کے بعد احرام باندھتے تھے، پھر ہم کو پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا رہتا تھا حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ ہمیں منع نہیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے اور ہم (احرام باندھنے سے پہلے) اپنی پیشانیوں پر خوشبودار مشک لگاتے، جب ہمیں پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے اور منع نہیں کرتے تھے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سنن ابو داؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور اس حدیث میں اس بات پر صریح دلالت ہے کہ احرام کے بعد اگر خوشبو کے آثار باقی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید علامہ الہیثمی کی ذکر کردہ حسب ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۸۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

عن عمر بن الخطاب انه وجد ریح طیب بذی الحلیفة فقال ممن هذه الریح فقال معاویة منی یا امیر المؤمنین فقال منك لعمری قال طیبتنی ام حبیبة وزعمت انها طیبت رسول الله صلی الله علیه وسلم عند احرامه فقال اذهب فاقسم علیها لما غسلته فرجع الیها فغسلته رواه احمد والبزار وزاد بعد الامر بغسله فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الحاج اشعث التفل ورجال احمد رجال الصحیح الا ان سلیمان بن یسار لم یسمع عن عمر واسناد البزار متصل الا ان فیه ابراهیم ابن یزید الخوزی وهو متروك۔ [1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں خوشبو محسوس کی تو فرمایا: یہ خوشبو کس سے آرہی ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ خوشبو مجھ سے آرہی ہے! حضرت عمر نے فرمایا مجھے اپنی زندگی کی قسم، تم سے؟ حضرت معاویہ نے کہا مجھے ام حبیبہ نے خوشبو لگائی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے وقت خوشبو لگائی تھی، حضرت عمر نے کہا: جاؤ اور جا کر انھیں خوشبو دھونے کی قسم دو! حضرت معاویہ ام حبیبہ کی طرف گئے اور انھوں نے اس خوشبو کو دھو دیا اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور مسند بزار میں دھونے کے حکم کے بعد یہ اضافہ ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حاجی بکھرے ہوئے بالوں والا اور خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بدبودار ہوتا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں لیکن ان میں سے سلیمان بن یسار کا حضرت عمر سے سماع ثابت نہیں ہے اور مسند بزار کی حدیث متصل الاسناد ہے لیکن اس میں ابراہیم بن یزید خوزی نام کا راوی متروک الحدیث ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے، خواہ اس کی خوشبو احرام کے بعد بھی آتی رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو خوشبو دھونے کا حکم احتیاطاً اپنے اجتہاد سے دیا تھا کہ حاجی کی شان یہ ہے کہ خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے اس سے بو آتی رہے انھوں نے حضرت امیر معاویہ کی روایت کا انکار نہیں کیا تھا۔ علامہ الہیثمی نے اس حدیث کو ہر چند کہ ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی دیگر صحیح روایات کے مطابق ہے اور ان سے مؤید ہے اس لیے اس کا ضعف مضر نہیں ہے۔

محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ شرح المہذب میں ہے کہ محرم کے پھول سونگھنے کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ پھول سونگھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: آیا محرم کا پھول سونگھنا

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۳ ص ۲۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت، ۱۴۰۶ھ

جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! وہ پھول سونگھ سکتا ہے؛ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے پھول سونگھنا جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ پھول سونگھنا حرام ہے اور اگر محرم پھول سونگھے تو اس پر فدیہ واجب ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت جابر، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی قول ہے الّا یہ کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ فدیہ واجب نہیں کرتے اور امام احمد پھول سونگھنے کو جائز قرار دیتے ہیں [۱]

حسب ذیل آثار امام ابوحنیفہ کے مؤید ہیں:

عن ابن عمر کان یکرہ شم الریحان للمحرم [۲] — حضرت ابن عمر محرم کے پھول سونگھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عن ابی الزبیر قال سالت جابرا ایشم المحرم الطیب؟ فقال: لا [۳] — ابوالزبیر کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے سوال کیا محرم خوشبو سونگھ سکتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں!

کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی مساوی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟

حدیث ۲۶۳۸ اور ۲۶۳۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج کے پاس گئے اور صبح احرام باندھا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ازواج میں سے ایک زوجہ کا کم از کم حصہ ایک رات ہے تو ایک رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج کے پاس کیسے تشریف لے گئے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے۔ کہ جس زوجہ کی باری تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زوجہ کی اجازت اور رضامندی سے باقی ازواج کے پاس تشریف لے گئے دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریاں واجب نہیں تھیں اور آپ ان میں مساوات سے تقسیم اور سفر کے لیے قرعہ اندازی تحرّیاً اور تبرعاً کرتے تھے۔ علامہ اصطخری شافعی اور بعض دیگر علماء کا یہی قول ہے [۴]

جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے شادی کی، پھر حضرت سودہ[۲] بنت زمعہ سے پھر حضرت عائشہ[۳] بنت ابی بکر سے پھر حضرت حفصہ[۴] بنت عمر بن الخطاب سے پھر حضرت ام سلمہ[۵] ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ سے پھر حضرت جویریہ[۶] بنت الحارث سے (یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں) پھر حضرت زینب[۷] بنت جحش سے پھر حضرت زینب[۸] بنت خزیمہ سے پھر حضرت ریحانہ[۹] بنت زید سے (یہ بنو قریظہ سے تھیں ایک قول یہ ہے کہ یہ بنو نضیر سے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قید کیا پھر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، چھ ہجری میں ان سے نکاح ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو ان کا انتقال ہو گیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں) پھر حضرت ام حبیبہ[۱۰] رملہ بنت ابی سفیان سے پھر حضرت

۱۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۶-۱۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

۲۔ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۸۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

۳۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۴۔ علامہ یحیٰی بن شرف نواوی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ۔

صفیہ بنت حیی بنت اخطب سے (یہ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں سات ہجری میں غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا) پھر حضرت میمونہ[۱۲] بنت الحارث سے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں مکہ سے دس میل دور مقام سرف میں عمرۃ القضاء کے موقع پر ان سے شادی کی) ان کے علاوہ آپ نے حضرت فاطمہ[۱۳] بنت الضحاک اور حضرت اسماء[۱۴] بنت النعمان سے شادی کی، یہ چودہ ازواج ہیں۔ اور کل ازواج جن کے ساتھ صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی یا جن کی رخصتی بھی ہوئی، بعض کو طلاق دیدی، بعض فوت ہو گئیں، بعض کو آپ نے پسند نہیں کیا۔ سب کی تعداد اٹھائیس ہے، اور جن کو نکاح کا پیغام دیا لیکن ان کے ساتھ نکاح نہیں ہوا ان کی تعداد دس ہے، علامہ عینی نے ان سب کے نام اور ضروری کوائف بالتفصیل ذکر کیے ہیں[۱]۔

حضرت انس سے ایک روایت ہے کہ آپ کے عقد میں بیک وقت نو ازواج تھیں اور حضرت انس سے دوسری روایت ہے کہ آپ کے عقد میں بیک وقت گیارہ ازواج تھیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات

بعض عیسائی اور سوشلسٹ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار شادیاں کرنے کا حکم دیا ہے اور خود آپ نے ایک وقت میں نو ازواج سے شادیاں کیں ہیں، کیا آپ میں اشتہا زیادہ تھی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال تک زندگی تجرد میں گذاری۔ حالانکہ شباب کی امنگوں کا اصل زمانہ یہی ایام ہوتے ہیں۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب سے درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں، تریپن سال کی عمر تک پورے سکون اور کامل اطمینان کے ساتھ اسی پاکباز رفیقہ حیات کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ وہی زمانہ تھا۔ جب آپ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مسلسل کئی کئی دن تک خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔ اور اللہ کی یہ نیک بندی آپ کے لیے توشہ تیار کرتیں اور آپ کی عبادت میں امداد اور معاونت کرتی تھیں۔ زندگی کا یہ دور عموماً نفسانی خواہشوں اور شہوانی جذبات کی ہنگامہ خیزیوں کا زمانہ ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑا معاند اور کٹر سے کٹر مخالف اور متعصب بھی آپ کی زندگی کے اس حصہ میں آپ کی عفت اور پاکبازی کے خلاف ایک حرف بھی نقل نہیں کر سکتا، اور یہ ان کی سیرت کا ذکر ہے جن کی جسمانی قوت چالیس جنتی مردوں کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ اصح المطابع) اور ایک جنتی مرد کی طاقت دنیا کے سو مردوں کی طاقت کے برابر ہے (جامع ترمذی ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد) گویا آپ کی طاقت چار ہزار مردوں کے برابر تھی، اس حساب سے چاہیے تھا کہ چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں! پھر آپ کی شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانا ہے کہ تریپن سال کی عمر تک ایک بیوہ کے ساتھ شادی کر کے زندگی گزار دی۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت عائشہ سے عقد کیا جو آپ کی ازواج میں تنہا کنواری خاتون تھیں، ان کے علاوہ جس قدر ازواج آپ کے نکاح میں آئیں وہ سب بیوہ تھیں، وصال کے وقت آپ کی نو ازواج تھیں، حضرت عائشہ[۱]، حضرت حفصہ[۲]، حضرت سودہ[۳]، حضرت ام سلمہ[۴]، حضرت زینب[۵]، حضرت ام حبیبہ[۶]، حضرت جویریہ[۷]، حضرت صفیہ[۸] اور حضرت میمونہ[۹] رضی اللہ عنہن وارضاھن دنیا کا سب سے بے مثال انسان جو چار ہزار ازواج کا مستحق ہو، اس کے

---

[۱] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

عقد میں صرف نو ازواج دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرتِ ازدواج کا الزام لگا سکتا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ترپن سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ عظیم الشان فتوحات کا تانتا بندھا ہوا ہے، اموالِ غنیمت کی ریل پیل ہے، اس کے باوجود آپ کسی ایک دن بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے، کبھی ایسے مسلسل دو دن نہیں آئے جب دونوں دن آپ کے گھر میں چولہا جلا ہو، جو کچھ آتا اللہ کے راستے میں دے دیتے۔ اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے، مہینوں ازواجِ مطہرات کے حجروں سے دھواں نہ اٹھتا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ چلتا، روزے پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے۔ رات بھر قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آجاتا۔ عیش عشرت کا سامان تو کجا ازواج سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو وہ ہمارے ساتھ رہے اور جسے دنیا کا عیش عزیز ہو وہ چلی جائے، ان تمام حالات کے باوجود تمام ازواج کے حقوق ایسے احسن طریقے سے ادا کیے جن کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میدانِ جنگ میں جب کفار کے لشکر کے مقابلہ میں بڑے بڑے بہادر اور قوی جوان حوصلہ ہار جاتے تو آپ چٹان کی طرح ڈٹے رہتے، ازواج سے تعلق خاطر عبادت اور فرائضِ رسالت میں کبھی حائل نہیں ہوا یہی وجہ تھی کہ کفار اور مشرکین گو آپ کے دعویٰ نبوت سے اختلاف تھا وہ وحی الٰہی کا انکار کرتے تھے لیکن آپ کی عفت اور پاک سیرت کا وہ برملا اعتراف کرتے تھے، چاند کے شق ہونے اور ڈوبے ہوئے سورج کے لوٹ آنے سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے خاک اڑانے اور گالیاں دینے والوں سے اچھا سلوک کیا، پتھروں سے گھائل کرنے والوں کو دعائیں دیں۔ ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور فتح مکہ کے بعد غلبہ پاکر تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ایسی بے نظیر سیرت اور کردار کے مالک شخص کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ انھوں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے متعدد شادیاں کیں عدل وانصاف سے کس قدر بعید ہے!

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ متعدد شادیوں کی وجہ نفسانی خواہش نہیں تھی تو پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ آخر اس کی حکمت کیا تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی اور خارجی زندگی میں مسلمانوں کے عمل کے لیے نمونہ تھا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی اور عائلی زندگی میں بھی مسلمانوں کے عمل کے لیے اسوہ اور نمونہ تھا، پھر جس طرح بیرونی زندگی کی حکایت اور روایت کے لیے بہت سے مرد تھے اسی طرح آپ کے گھر کی زندگی کے حالات اور کوائف کو بیان کرنے کے لیے بہت سی عورتیں ہونی چاہیے تھیں، اس لیے کثرتِ ازدواج کی ایک اہم اور بڑی مصلحت یہ تھی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے طریقہ اور سنت کی اشاعت کا ذریعہ مہیا ہو جائے۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ مختلف قبائل اور خاندانوں میں رشتۂ مناکحت کی وجہ سے ان کے ساتھ میل جول اور ربط وضبط بڑھا جس سے ان کی منافرت اور وحشت دور ہوئی اور آپ کے حسنِ معاملہ، پاکیزہ اخلاق اور بے لوث کردار کو دیکھ کر ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوا اور تبلیغ اسلام کی راہ ہموار ہو گئی، اور اللہ کے عبادت گزاروں، دین اسلام کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی ایسی عظیم جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ نیک سیرت اور پرہیزگار لوگ باستثناءِ رسل آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائے گئے۔ کیا نفسانی خواہشات کا رسیا ایسی جماعت تیار کر سکتا ہے؟

تعددِ ازدواج سے متعدد قبائل اور خاندانوں کو آپ کے ساتھ رشتہ داری کا شرف حاصل ہوا جو عورتیں آپ کے نکاح میں آئیں وہ ام المومنین بن گئیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جن کے ساتھ آپ کا سسرالی رشتہ ہو جائے وہ رشتہ ان کے دخولِ جنت کا سبب بن جائیگا، اور اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا تھا کہ تم چار بیویوں میں عدل نہیں کرتے اور ہمارا رسول بیک وقت

تو ازواج میں عدل و انصاف کر کے دکھاتا ہے اور یہ کہ نبی نے ہمیشہ تم سے جتنا عمل کے لیے کہا ہے خود اس سے زیادہ عمل کر کے دکھایا ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی کا عمل قول سے ہمیشہ آگے رہتا ہے۔!

بَابُ ۳۵۰ تَحْرِيمِ الصَّيْدِ الْمَاكُولِ الْبَرِّيِّ عَلَى الْمُحْرِمِ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ اَوْ بِهِمَا۔

محرم کے لیے خشکی (جنگل) کے شکار کی ممانعت

۲۷۴۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا اَنْ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِيْ وَجْهِيْ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابواء یا ودان میں ایک جنگلی گدھا پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا، تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

۲۷۴۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَقُتَيْبَةُ جَمِيْعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَهْدَيْتُ لَهٗ حِمَارَ وَحْشٍ كَمَا قَالَ مَالِكٌ وَفِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَصَالِحٍ اَنَّ الصَّعْبَ ابْنَ جَثَّامَةَ اَخْبَرَهٗ۔

حضرت صعب بن جثامہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا پیش کیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا۔

وَقَالَ اَهْدَيْتُ لَهُ مِنْ لَحْمِ حِمَارِ وَحْشٍ۔

۲۷۴۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَهْدَى الصَّعْبُ ابْنُ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَّهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ وَقَالَ لَوْلَا اَنَّا مُحْرِمُوْنَ لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھا ہدیہ کیا۔ آپ نے اس کو واپس کر دیا اور فرمایا اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو تم سے قبول کر لیتے۔

۲۷۴۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُوْرًا يُحَدِّثُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيْعًا عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ رِوَايَةِ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ اَهْدَى الصَّعْبُ ابْنُ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَ حِمَارٍ وَّفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَجُزَ حِمَارٍ وَّحْشٍ يَقْطُرُ دَمًا وَّفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبٍ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقُّ حِمَارٍ وَّحْشٍ فَرَدَّهُ۔

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ ہدیہ کی اور ایک روایت میں ہے کہ جنگلی گدھے کا پچھلا دھڑ بھیجا، جس سے خون ٹپک رہا تھا اور ایک اور روایت میں ہے کہ جنگلی گدھے کا ایک پہلو بھیجا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا۔

۲۷۴۶ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا: آپ نے شکار کے اس گوشت کے بارے میں مجھ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَذْكِرُهٗ كَيْفَ أَخْبَرْتَنِيْ عَنْ لَحْمِ صَيْدٍ أُهْدِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَرَامٌ قَالَ أُهْدِيَ لَهٗ عُضْوٌ مِّنْ لَّحْمِ صَيْدٍ فَرَدَّهٗ فَقَالَ إِنَّا لَا نَأْكُلُهٗ إِنَّا حُرُمٌ۔

سے کیا کہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت احرام میں ہدیۃً دیا گیا تھا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار کے گوشت کا ایک عضو ہدیۃً دیا گیا تھا جس کو آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا ہم اس کو نہیں کھاتے کیونکہ ہم محرم ہیں۔

۲۷۴۷- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ مَّوْلٰى أَبِيْ قَتَادَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْقَاحَةِ فَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ إِذْ بَصُرْتُ بِأَصْحَابِيْ يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ فَأَسْرَجْتُ فَرَسِيْ وَأَخَذْتُ رُمْحِيْ ثُمَّ رَكِبْتُ فَسَقَطَ مِنِّيْ سَوْطِيْ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ وَكَانُوْا مُحْرِمِيْنَ نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَنَزَلْتُ فَتَنَاوَلْتُهٗ ثُمَّ رَكِبْتُ فَأَدْرَكْتُ الْحِمَارَ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ وَرَاءَ أَكَمَةٍ فَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِيْ فَعَقَرْتُهٗ فَأَتَيْتُ بِهٖ أَصْحَابِيْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ كُلُوْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَأْكُلُوْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَامَنَا فَحَرَّكْتُ فَرَسِيْ فَأَدْرَكْتُهٗ فَقَالَ هُوَ حَلَالٌ فَكُلُوْهُ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتّٰی کہ ہم "قاحہ" میں پہنچے، ہم میں سے بعض محرم اور بعض غیر محرم تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ ایک جنگلی گدھا تھا، میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی، اپنا نیزہ سنبھالا اور سوار ہو گیا اتفاقاً میرا چابک گر گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے چابک اٹھا دو، وہ ساتھی محرم تھے، انھوں نے کہا خدا کی قسم! ہم تمہاری اس معاملہ میں بالکل مدد نہیں کریں گے۔ میں نے اتر کر چابک اٹھایا اور سوار ہو گیا۔ میں نے اس جنگلی گدھے کو پیچھے سے جا کر پکڑ لیا، درآں حالیکہ وہ ٹیلے کے نیچے تھا۔ میں نے نیزہ مار کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ بعض ساتھیوں نے کہا کھاؤ اور بعض نے کہا نہ کھاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے آگے تھے۔ میں گھوڑا بڑھا کر آپ تک پہنچا آپ نے فرمایا وہ حلال ہے اس کو کھالو۔

۲۷۴۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ نَّافِعٍ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب مکہ کے کسی راستے پر پہنچے تو اپنے چند محرم ساتھیوں کے

مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَعْضُهُمْ فَأَدْرَكُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت ابوقتادہ خود غیر محرم تھے، اچانک حضرت ابوقتادہ نے ایک جنگلی گدھا دیکھا وہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ انھیں چابک اٹھا دیں، انھوں نے انکار کر دیا، پھر ساتھیوں سے کہا کہ نیزہ دے دیں، انھوں نے انکار کیا۔ انھوں نے خود نیزہ لے کر گھوڑا دوڑایا اور اس جنگلی گدھے کو مار لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے اس میں سے کھا لیا اور بعض نے انکار کر دیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا، یہ ایک کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔

۲۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ فِي حِمَارِ الْوَحْشِ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ۔

زید بن اسلم کی روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ گوشت ہے۔

۲۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ أَبِي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدُوًّا بِغَيْقَةَ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَيَّ إِذْ نَظَرْتُ

عبداللہ بن ابی قتادہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال میرے والد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ آپ کے صحابہ نے احرام باندھا ہوا تھا، اور میرے والد نے احرام نہیں باندھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ دشمن غیقہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا وہ میری طرف دیکھ کر ہنس رہے تھے، اچانک میں نے ایک جنگلی گدھے کو دیکھا میں نے اس پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اس کو روک لیا، پھر اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی، انھوں نے میری

فَإِذَا أَنَا بِحِمَارٍ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَفِّعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ شَأْوًا فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ أَيْنَ لَقِيتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهُنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ انْتَظِرْهُمْ فَانْتَظَرَهُمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَدْتُ وَمَعِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُونَ۔

مدد کرنے سے انکار کر دیا، ہم نے اس کا گوشت کھایا اور ہمیں یہ خدشہ ہوا کہ کہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ نہ جائیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا، کبھی گھوڑے کو دوڑاتا، اور کبھی آہستہ چلاتا، راستہ میں آدھی رات کو میری بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ملے تھے؟ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام تعہن میں چھوڑا ہے اور آپ مقام سقیا میں قیلولہ کریں گے۔ میں اس جگہ جا کر آپ سے ملا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور انھیں یہ خوف ہے کہ کہیں آپ سے بچھڑ نہ جائیں۔ آپ ان کا انتظار کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتظار کیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے شکار کیا ہے اور میرے پاس اس میں سے کچھ بچا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ وہ سب محرم تھے۔

۲۷۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا وَخَرَجْنَا مَعَهُ قَالَ فَصَرَفَ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى تَلْقَوْنِي قَالَ فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا قِبَلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمُوا إِلَّا أَبَا قَتَادَةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا قَالَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے بعض صحابہ کو ایک طرف موڑ دیا جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو، پھر مجھ سے آملنا پھر وہ سب سمندر کے کنارے کنارے چل پڑے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے لگے تو ابو قتادہ کے سوا سب نے احرام باندھ لیا، انھوں نے احرام نہیں باندھا۔ چلتے چلتے انھوں نے جنگلی گدھے دیکھے، حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر سب نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے سوچا کہ ہم نے (شکار کا) گوشت کھا لیا ہے حالانکہ ہم محرم ہیں حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اس جنگلی گدھی کا باقی ماندہ گوشت اپنے ساتھ رکھ لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالُوْا أَكَلْنَا لَحْمًا وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ قَالَ فَحَمَلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِ الْأَتَانِ فَلَمَّا أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَكَانَ أَبُوْ قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُوْ قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلْنَا وَأَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهَا فَقُلْنَا نَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ قَالَ قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ ہم نے جنگلی گدھے دیکھے۔ ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پھر ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا، پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھا لیا۔ پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھالو۔

۲۷۵۲- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَوْهَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي رِوَايَةِ شَيْبَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ أَشَرْتُمْ أَوْ أَعَنْتُمْ أَوْ أَصَدْتُّمْ قَالَ شُعْبَةُ وَلَا أَدْرِي قَالَ أَعَنْتُمْ أَوْ أَصَدْتُّمْ۔

شیبان کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ اور شعبہ کی روایت میں ہے کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا امداد کی تھی یا شکار کیا تھا؟ شعبہ کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کیا کہا تھا کیا تم نے امداد کی تھی یا تم نے اشارہ کیا تھا۔

۲۷۵۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ أَخْبَرَنِي يَحْيٰى أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ فَأَهَلُّوْا بِعُمْرَةٍ غَيْرِي

عبد اللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں تھے، حضرت ابو قتادہ نے کہا میرے سوا سب نے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ میں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا اور اسے اپنے محرم ساتھیوں کو کھلایا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی کہ ہمارے پاس اس کا بچا ہوا گوشت ہے آپ

قَالَ فَاصْطَدْتُ حِمَارَ وَحْشٍ فَأَطْعَمْتُ أَصْحَابِي وَهُمْ مُحْرِمُونَ ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْبَأْتُهُ أَنَّ عِنْدَنَا مِنْ لَحْمِهِ فَاضِلَةً فَقَالَ كُلُوْهُ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ۔

نے فرمایا اس کو کھاؤ حالانکہ وہ سب محرم تھے۔

۲۷۵۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُمْ خَرَجُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَأَبُوْ قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ فَقَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالُوْا مَعَنَا رِجْلُهُ قَالَ فَأَخَذَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَهَا۔

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے سب نے احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ چیز ہے؟ صحابہ نے کہا ہمارے پاس اس کی ایک ٹانگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ لے کر تناول فرمائی۔

۲۷۵۵- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَإِسْحٰقُ عَنْ جَرِيْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ أَبُوْ قَتَادَةَ فِي نَفَرٍ مُحْرِمِيْنَ وَأَبُوْ قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ هَلْ أَشَارَ إِلَيْهِ إِنْسَانٌ مِنْكُمْ أَوْ أَمَرَهُ بِشَيْءٍ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُوْهُ۔

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا؛ باقی محرم تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے اس کی طرف کسی انسان نے اشارہ کیا تھا؟ یا کسی چیز کا حکم دیا تھا؟ صحابہ نے کہا نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر اس کو کھالو!

۲۷۵۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ

عبدالرحمن تیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ درآں حالیکہ ہم محرم تھے۔ ان کے پاس ایک پرندہ ہدیۃً لایا گیا اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے ہم میں سے بعض نے کھا لیا، اور بعض نے پرہیز کیا۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انھوں نے

رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ اَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ اَكَلَهُ وَقَالَ اَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کھانے والوں کی موافقت کی اور کہا کہ ہم نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا ہے۔

خشکی کے شکار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما" (مائدہ: ۹۶) "خشکی (جنگل) کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو۔"

خشکی کے جانور وہ ہیں جن کی پیدائش اور نشو و نما خشکی میں ہوئی ہو اور شکار وہ جانور ہیں جو انسانوں سے وحشت کرتے ہوں، اور مانوس نہ ہوں، ہرن اور نیل گائے وغیرہ شکار ہیں اور اونٹ اور بکرے وغیرہ شکار نہیں ہیں۔

محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۱، ۲۰ میں ہے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا پیش کیا، آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر جب آپ نے میرے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: محرم کے لیے جس جانور کا شکار کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شکار تمہارے لیے حلال ہے جبکہ تم نے شکار کیا ہو نہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو" (ابو داؤد) اور اگر محرم نے شکار کی طرف اشارہ کیا ہو یا اس میں مدد کی ہو یا اس کی رہنمائی کی ہو تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے وہ بھی حرام ہے۔[1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی فرماتے ہیں بیع اور ہبہ کے ذریعہ محرم کے لیے شکار کے جانور کا مالک ہونا حرام ہے اگر وہ خود شکار کرے یا اس کے لیے شکار کیا جائے خواہ اس کی اجازت سے ہو یا نہ ہو تو وہ شکار محرم پر حرام ہے اور اگر غیر محرم اپنے لیے جانور کو شکار کرے اور محرم کا قصد نہ کرے پھر اس کا گوشت محرم کو ہبہ کرے یا بیچ دے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب محرم کی اعانت نہ ہو تو پھر محرم پر شکار کا گوشت حرام نہیں ہے خواہ غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہو اور ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ اس نے شکار کیا ہو یا اس کے غیر نے۔ اس کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ نظریہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ان کی ایک دلیل تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے "وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (مائدہ: ۹۶) "خشکی کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو"۔ اور دوسری دلیل باب کی حدیث مذکور ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کو جنگلی گدھا یہ فرما کر واپس کر دیا کہ "ہم محرم ہیں" اور یہ نہیں فرمایا "کیونکہ تم نے ہمارے لیے شکار کیا ہے اس لیے ہم نہیں کھاتے"۔ امام شافعی اور ان کے موافقین کا استدلال حضرت ابو قتادہ کی روایت سے ہے جو صحیح مسلم میں اس

---

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۷ ص ۳۰۱، دار الفکر بیروت۔

حدیث کے بعد ہے (حدیث نمبر ۲۷۴۷-۴۸) کیونکہ جس جانور کا حضرت ابو قتادہ نے غیر محرم ہونے کی حالت میں شکار کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محرموں کے لیے حلال قرار دیا، اور فرمایا یہ حلال ہے اس کو کھاؤ اور ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ایک ٹانگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ لے کر کھالی نیز سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خشکی کا شکار تمہارے لیے جائز ہے جب تک تم اس کا شکار نہ کرو یا وہ تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے"۔ حضرت صعب بن جثامہ اور حضرت ابو قتادہ کی احادیث میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ حضرت صعب کی روایت میں شکار کا گوشت نہ کھانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ محرم تھے اور حضرت ابو قتادہ کی روایت میں محرم کے لیے شکار کے گوشت کو جائز قرار دیا ہے جبکہ اس نے شکار میں مدد نہ کی ہو۔ حالانکہ حضرت صعب بن جثامہ کے شکار میں بھی کسی نے مدد نہیں کی تھی اور ان میں تطبیق صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ کے شکار کا گوشت آپ نے صرف اس لیے نہیں کھایا کہ انھوں نے آپ کی خاطر شکار کیا تھا اور اس کی تصریح حضرت جابر کی روایت میں بھی ہے اور یہ بات امام ابو حنیفہ کے موقف کے خلاف ہے اور امام شافعی اور ان کے موافقین کے موافق ہے [1]

علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض متقدمین نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے منع کیا ہے۔ امام مالک کے قول میں بھی اختلاف ہے ایک قول میں منع کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر محرم کی خاطر غیر محرم شکار کرتا ہے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے [2]

احناف کا نظریہ

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک جب محرم نے شکار پر دلالت کی ہو نہ معاونت کی ہو نہ اشارہ کیا ہو نہ امر کیا ہو تو غیر محرم کے شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا اس کے لیے جائز ہے، خواہ غیر محرم نے اپنے لیے شکار کیا ہو یا محرم کے لیے شکار کیا ہو [3]

علامہ ابو الحسن مرغینانی لکھتے ہیں: غیر محرم نے جانور شکار کر کے ذبح کیا ہو اور محرم نے اس پر دلالت کی ہو نہ اس کو شکار کرنے کا حکم کیا ہو تو محرم کے لیے اس کے گوشت کا کھانا جائز ہے، اس کے برخلاف امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے [4]

بعض حنفی المسلک معاصرین نے تسامحاً اس حدیث کی شرح میں شوافع کا نقطہ نظر بیان کر دیا ہے لکھتے ہیں:

اب سوال ہوتا ہے کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ کا گوشت آپ نے کیوں واپس کر دیا اور ابو قتادہ کا قبول فرما لیا اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کھایا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شکار کیا تھا اس لیے آپ نے واپس کر دیا تھا اور ابو قتادہ نے آپ کے لیے شکار نہ کیا تھا اس لیے وہ کھا لیا تھا[1]

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کا جواب انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

احناف کے دلائل

احناف کی سب سے قوی دلیل اس باب کی ۴۷، ۲ سے لے کر ۵۵، ۲ تک کی روایات ہیں ان تمام روایات میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے شکار کا ذکر ہے۔

حضرت ابو قتادہ غیر محرم تھے انھوں نے جنگلی گدھا شکار کیا، محرم ساتھیوں نے ان کے اصرار کے باوجود ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ شکار کا گوشت سب نے کھا لیا بعد میں تردد ہوا تو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے محرم صحابہ سے فرمایا تم میں سے کسی نے اس کا حکم دیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس میں مدد کی تھی؟ سب نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ عرض کیا ایک ٹانگ باقی ہے۔ آپ نے وہ ٹانگ لے کر کھا لی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے[2]

اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کو کھانے کی حرمت کی جتنی وجوہات ہو سکتی تھیں وہ آپ نے بیان کر دیں کہ کسی محرم نے شکار کا حکم تو نہیں دیا؟ اس کی طرف اشارہ تو نہیں کیا؟ شکار میں مدد تو نہیں کی؟ اگر محرم کی خاطر شکار کرنے کی وجہ سے بھی غیر محرم کا شکار محرم پر حرام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت کو بھی بیان فرما دیتے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سوالات کیے ہیں جن کی وجہ سے غیر محرم کا شکار محرم پر حرام ہوتا ہے اور یہ حلال اور حرام میں امتیاز کرنے کا موقع تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے یہی مسئلہ دریافت کیا تھا کہ آیا غیر محرم کا شکار محرم کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ سوال نہیں کیا کہ آیا یہ شکار محرم کے لیے اور اس کی خاطر کیا گیا تھا؟ تو پتا چلا کہ اس کا حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جب محرم نے غیر محرم کو شکار کا حکم کیا ہو نہ اس شکار کی طرف اشارہ کیا ہو نہ اس میں مدد کی ہو تو اس غیر محرم کے شکار کا گوشت محرم کے لیے کھانا جائز ہے خواہ غیر محرم نے وہ شکار اپنے لیے کیا ہو یا محرم کے لیے اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

احناف کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عن عبد الرحمن التیمی کنا مع طلحۃ ونحن حرم فاھدی لنا طیر و طلحۃ راقد فمنا من اکل و منا من تورع فلما استیقظ طلحۃ وفق من اکل وقال اکلناہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3]

عبد الرحمن تیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم محرم تھے، ہمیں ایک پرندہ ہدیۃً دیا گیا، حضرت طلحہ اس وقت سوئے ہوئے تھے، ہم میں سے بعض نے کھایا اور بعض نے پرہیز کیا، جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انھوں نے کھانے والوں کی موافقت کی اور کہا کہ ہم

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۳۲، مطبوعہ فیصل آباد۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۶، ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۱ھ۔

[3] امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ ج ۴ ص ۱۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو کھایا ہے۔

باب مذکور کے آخر میں بھی یہ حدیث ہے (نمبر ۲۷۵۶)

علامہ ابو الحسن مرغینانی اور علامہ سرخسی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں محرم کے لیے شکار کا گوشت مطلقاً حلال قرار دیا گیا ہے خواہ وہ محرم کے لیے شکار کیا گیا ہو یا نہیں، البتہ وہ قیود جو حضرت ابو قتادہ کی حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ بہرحال معتبر رہیں گی۔ اور حضرت جابر کی روایت کا احتمال اس میں اس لیے معتبر نہیں ہوگا کہ وہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس استدلال پر علامہ ابن ہمام کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب اس میں حضرت ابو قتادہ کی روایت کی قیود کا اعتبار ہے تو حضرت جابر کی روایت کی قید کا اعتبار کیوں نہیں ہے۔

شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل

شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت ہے:-

عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صید البر لکم حلال ما لم تصیدوہ او یصاد لکم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حالت احرام میں) خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب تک تم اس کا شکار نہ کرو یا تمہارے لیے اس کا شکار نہ کیا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت، سنن ابو داؤد[1]، جامع ترمذی[2] اور سنن نسائی[3]، شرح السنۃ[4]، مجمع الزوائد[5] اور کنز العمال[6] میں ہے، ہم پہلے ان کتب کے حوالوں سے اس حدیث کی سند پر گفتگو کریں گے اور پھر قواعد عربیہ کے اعتبار سے اس کا جواب ذکر کریں گے۔ یہ حدیث چونکہ متعدد وجوہ سے ضعیف ہے اس لیے حلت اور حرمت کا معیار نہیں بن سکتی۔

سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں اس کو جس سند سے روایت کیا گیا ہے اس سند میں عمرو بن عمرو نام کا راوی ہے امام ابو عبد الرحمان نسائی کہتے ہیں کہ عمرو بن عمرو حدیث میں قوی نہیں ہے[7]، جامع ترمذی کی سند میں مطلب نام کا ایک

[1] - امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۵ھ۔

[2] - امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] - امام عبد الرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] - امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنۃ ج ۷، ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[5] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۴ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

[6] - علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، ج ۵ ص ۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[7] - امام ابو عبد الرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

راوی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ مطلب کا جابر سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے[1]، شرح السنۃ کے حاشیہ میں شعیب الارناؤط نے لکھا ہے کہ امام محمد (بخاری) کہتے ہیں کہ مطلب کا کسی صحابی سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے، اسی طرح عبداللہ بن عبدالرحمان نے کہا اس کا کسی صحابی سے سماع ہم نہیں جانتے[2]۔ حافظ نورالدین الہیثمی نے اس حدیث کو طبرانی فی الکبیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں یوسف بن خالد سمتی نام کا راوی ہے اور وہ ضعیف ہے[3]۔

ضعف سے قطع نظر دوسرا جواب یہ ہے کہ او یصاد لکم میں لام تملیک کا ہے اگر جانور کو محرم کی ملکیت میں دینے کے لیے شکار کیا جائے تو محرم کے لیے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے[4] یا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جانور کو محرم کے امر اور اس کے حکم سے شکار کیا جائے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ پہلا جواب، علامہ شمس الدین سرخسی نے دیا ہے اور دوسرا علامہ کاسانی نے[5]۔ بہر حال روایۃً یہ حدیث متعدد وجوہ سے ضعیف ہے اور درایۃً احناف کے لیے مضر نہیں ہے جیسا کہ علامہ سرخسی اور علامہ کاسانی کے جوابات سے ظاہر ہے۔

حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب

احناف کثرہم اللہ کے نظریہ کا استحکام واضح ہوجانے کے بعد اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ صحیح بخاری[6] اور صحیح مسلم[7] میں حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا اور فرمایا" ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں "اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی قید کے مطلقاً محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کے گوشت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض، صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۵۶ ہے جس میں حضرت طلحہ نے بغیر کسی قید کے مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت احرام میں غیر محرم کے شکار کا گوشت کھانا روایت کیا ہے، اسی طرح بہزی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے مکہ جارہے تھے حتیٰ کہ جب مقام روحا پر پہنچے تو وہاں ایک زخمی جنگلی گدھا دیکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو عنقریب اس کا مالک آجائے گا، پھر بہزی اس کے مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آگئے اور اس نے آ

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام حسین بن محمد بغوی متوفی ۵۱۶ ھ، شرح السنۃ ج ۷ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۰ ھ۔
[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۴، مطبوعہ موسسۃ المعارف، بیروت ۱۴۰۶ھ
[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۴ ص ۸۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ ھ۔
[5] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ ھ۔
[6] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ ھ
[7] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ " " " ۱۳۷۵ ھ

کر کہا یا رسول اللہ! اس جنگلی گدھے کا آپ جو چاہیں کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ صحابہ میں اس کے گوشت کو تقسیم کر دیں [1]۔ اس حدیث میں بھی غیر محرم کے شکار کے گوشت کو محرم کے لیے بغیر کسی قید کے مطلقاً جائز قرار دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کو کھلایا گیا، اس لیے حضرت صعب بن جثامہ کی روایت حضرت طلحہ اور حضرت بہزی کی روایات کے معارض ہے جو مسلم اور نسائی میں مذکور ہیں۔ اس لیے حضرت ابوقتادہ کی روایت پر عمل کیا جائے گا جو تعارض سے محفوظ ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ اگر محرم نے شکار کا امر کیا ہو نہ اس میں مدد کی ہو تو غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کے لیے کھانا جائز ہے اور یہ روایت اس سے عام ہے کہ محرم کی خاطر شکار کیا گیا ہو یا نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۴۱ میں ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھا پیش کیا اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۴۳ میں ہے کہ جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا اور حدیث نمبر ۲۷۴۵ میں ہے کہ جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ پیش کی اور اسی میں ہے کہ اس کا پہلو پیش کیا اور اسی میں ہے کہ اس کا پچھلا دھڑ پیش کیا جس سے خون ٹپک رہا تھا اور حدیث مضطرب سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث مضطرب ہے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اضطراب سے خالی ہے اس لیے حضرت ابوقتادہ کی روایت کو ترجیح ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے اور حضرت ابوقتادہ کی روایت صلح حدیبیہ کے موقع کی ہے اس لیے حضرت صعب کی روایت حضرت ابوقتادہ کی روایت کیلئے ناسخ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا حجۃ الوداع کے موقع کا ہونا ثابت نہیں ہے۔ اس کو صرف طبری نے ذکر کیا ہے اور اس کا کوئی ثبوت صحیح نہیں ہے اس کے برخلاف صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۴۶) اور صحیح مسلم کی حدیث (نمبر ۲۷۵۱) میں تصریح ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی روایت حج کے موقع کی ہے اور ہجرت کے بعد جو آپ نے حج کیا ہے وہی حجۃ الوداع ہے۔ اس لیے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت آخری عمل ہے اور بر تقدیر ثبوت حضرت صعب کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ [2]

اجتہاد کی تحقیق

حدیث نمبر ۲۷۴۷ میں ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگلی گدھے کا شکار کیا وہ غیر محرم تھے انھوں نے وہ گوشت اپنے محرم ساتھیوں پر پیش کیا۔ بعض نے اس کو کھا لیا اور بعض نے اس کو نہیں کھایا، اس حدیث میں اجتہاد کا ثبوت ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے غیر محرم کے شکار کو محرم کے لیے جائز قرار دیا اور بعض نے ناجائز قرار دیا۔

اجتہاد کا لغوی اور شرعی معنیٰ

علامہ سید شریف لکھتے ہیں کہ اجتہاد کا لغوی معنیٰ کوشش کرنا ہے، اور اصطلاح میں حکم شرعی کا ظن حاصل کرنے کے لیے فقیہ کی کوشش کو اجتہاد کہتے ہیں۔ ایک اور تعریف یہ لکھی ہے: "کسی مسئلہ شرعیہ پر کتاب و سنت سے استدلال میں ذہنی فکری

[1]۔ امام ابوعبد الرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2]۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۸۔۲۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

قوت کو صرف کرنا[1]۔ علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ طاقت خرچ کرنے اور مشقت برداشت کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں[2]۔ یہ اجتہاد کا لغوی معنی ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حاکم کا کسی قضیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا، اجتہاد ہے[3]۔ علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں کہ کتاب و سنت پر قیاس کر کے کسی حکم کے حصول میں پوری کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں[4]۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ حاکم کا کسی قضیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا اجتہاد ہے، کتاب اور سنت کی طرف مراجعت کے بغیر ذاتی رائے کو اجتہاد نہیں کہتے[5]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رازی نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک ان چیزوں میں نظر و فکر میں کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔ جن چیزوں میں غور و فکر پر ملامت نہیں ہوتی[6]۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کے انتہائی کوشش صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور اجتہاد تام یہ ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں اس قدر کوشش کرے کہ مزید تجسس کرنے سے اس کا نفس عاجز آجائے[7]۔ مولانا عبدالعلی نے علامہ محب اللہ بہاری کی یہ تعریف مقرر رکھی ہے: کسی ظنی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا، اجتہاد ہے[8]۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ مجتہد وہ ہے جو کسی شرعی مسئلہ میں جد و جہد سے اپنی ذاتی رائے قائم کرے[9]۔

قرآن مجید میں اجتہاد کی یہ مثال ہے:

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شھدین ○ ففھمنھا سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما۔ (انبیاء: ۷۸-۷۹)

(حضرت) داؤد اور (حضرت) سلیمان (علیہما السلام) جب اس کھیت کا فیصلہ کرنے لگے جس کی فصل کو ایک قوم کی بکریوں نے رات میں روند ڈالا تھا، ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا، ہم نے (حضرت) سلیمان کو اس فیصلہ کی فہم دے دی تھی۔ اور ہم نے دونوں کو حکومت دی تھی اور علم عطا فرمایا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں

---

[1] علامہ میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

[2] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۰۱، المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[3] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[4] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنو۔

[5] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[7] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۲۹۴ھ

[8] بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین انصاری متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر

[9] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الرسالہ، ص ۱۲۷، مطبوعہ مطبع بولاق قاہرہ، ۱۳۱۲ھ

رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں اور کھیت کا نقصان کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا یہ فیصلہ کیا بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ کھیت والا اپنے پاس بکریاں رکھے۔ اور ان سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والے کھیت کو دوبارہ اصل حالت پر لانے کے لیے کھیتی باڑی کریں اور جب کھیت پہلی حالت پر واپس آجائے تو بکریاں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور کھیت والے اپنا کھیت لے لیں۔ اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے یہ فیصلہ سن کر حضرت سلیمان کی تحسین فرمائی اور اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ فقہی اصطلاح میں حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کے استحسان کے مقابلہ میں اپنے قیاس سے رجوع فرمالیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اصول شرع کے مطابق اپنی رائے دینا اجتہاد ہے اور کبھی ایک مسئلہ میں اجتہاد سے دو حل معلوم ہوتے ہیں۔ ایک حل ظاہر اور دوسرا خفی ہوتا ہے۔ ظاہر کو قیاس اور خفی کو استحسان کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں اجتہاد کی یہ مثال ہے:

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: بینما امراتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احدٰهما فقالت هذه لصاحبتها انما ذهب بابنك انت وقالت الاخرٰی انما ذهب بابنك فتحاكمتا الی داؤد علیه الصلوٰة والسلام فقضی به للكبرٰی فخرجتا علی سلیمان بن داؤد علیهما الصلوٰة والسلام فاخبرتاه فقال ائتونی بالسكین اشقه بینكما فقالت الصغرٰی لا یرحمك الله هو ابنها فقضی به للصغرٰی۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ جا رہی تھیں ان میں سے ایک کے بچہ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ ایک نے اپنی ساتھی سے کہا تیرے بچے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا نہیں! تیرے بچے کو لے گیا ہے۔ دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ حضرت داؤد نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا پھر وہ دونوں حضرت سلیمان کے پاس گئیں انھوں نے فرمایا چھری لاؤ میں اس کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دوں، چھوٹی نے کہا نہیں اللہ تم پر رحم کرے وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پھر حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حضرت داؤد نے غالباً بچہ کی مشابہت بڑی عورت کے ساتھ دیکھی یا بچہ کو بڑی عورت کی گود میں دیکھا اور اس وجہ سے اجتہاد کر کے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس کے برخلاف حضرت سلیمان نے حیلہ سے کام لیا اور آزمائش کر کے امر باطنی کو معلوم کیا اور چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ بہر حال قرآن مجید اور حدیث صحیح کی ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں قواعد شرعیہ کے مطابق غور و فکر کر کے کوئی حل بیان کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

قرآن مجید سے اجتہاد پر دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر ۲) "اے صاحبان عقل!

قیاس کرو۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت سے قیاس شرعی کی مشروعیت پر استدلال بہت مشہور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا، اور یہ معنی قیاس میں بھی متحقق ہے کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دانتوں کو انگلیوں پر قیاس کیا ہے یعنی چونکہ انگلیوں کی دیت مساوی ہے اس لیے انھوں نے دانتوں کی دیت بھی مساوی قرار دی ہے۔[1]

علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، بایں طور کہ اس شئ پر اس کی نظیر کا حکم عائد کیا جائے اور یہ اعتبار، نصیحت حاصل کرنے، قیاس شرعی اور قیاس لغوی کو شامل ہے اور یہ آیت نصیحت حاصل کرنے پر عبارۃً اور قیاس پر اشارۃً دلالت کرتی ہے۔[2]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کا حکم بیان کیا گیا ہے اور دو چیزوں میں جو مشارکت ہے اس کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہی قیاس ہے۔[3]

علامہ ابوسعود نے لکھا ہے کہ اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔[4]

احادیث سے اجتہاد پر دلائل

ان عمرو بن العاص اجنب فی لیلۃ باردۃ فتیمم وتلا ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف۔[5]

ایک سرد رات میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی (ترجمہ: اپنے آپ کو قتل مت کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ملامت نہیں کی۔

تیمم کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً۔ (نساء: ۴۳) (مائدہ: ۶)

اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے اپنی بیویوں سے عمل زوجیت کیا ہو، اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۱۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[3] قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی حاشیۃ الشہاب ج ۸ ص ۱۷۶-۱۷۷، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[4] علامہ ابوسعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۸ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ۔

قرآن مجید نے سفر میں یا مرض کی حالت میں پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی اجازت دی ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سفر میں تھے نہ بیمار تھے البتہ انھیں سرد رات میں غسل کرنے سے بیماری کا ظن غالب تھا۔ اس آیت تیمم میں بیماری کے خدشہ کی بناء پر تیمم کی اجازت نہیں ہے لیکن انھوں نے قرآن مجید کی دوسری آیت: ولا تقتلوا انفسکم سے یہ استنباط اور اجتہاد کیا کہ سرد رات میں غسل کرنے سے بیمار پڑ جانے کا خدشہ اور خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ خود کو ہلاک کریں۔ اس لیے انھوں نے غسل کی بجائے تیمم کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو مقرر اور ثابت رکھا اور انھیں ملامت نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملامت نہ کرنے اور ان کے نماز نہ دہرانے سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہو گیا کہ جس شخص کو پانی استعمال کرنے سے ہلاکت (یا مرض) کا خطرہ ہو وہ تیمم کر سکتا ہے خواہ یہ خطرہ سردی کی وجہ سے ہو یا کوئی اور سبب ہو خواہ وہ سفر میں ہو یا مقیم ہو اور وہ شخص جنبی ہو یا بے وضو ہو، اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اجتہاد ہوتا تھا۔[1]

عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لنا لما رجع من الاحزاب لا يصلين احد العصر الا في بني قريظة فادرك بعضهم العصر وقال بعضهم لا نصلي حتى ناتيها وقال بعضهم بل نصلي لم يرد منا ذلك فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فلم يعنف احدا منهم۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا، راستہ میں نماز کا وقت آگیا۔ بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض صحابہ نے کہا: نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی ہم نماز پڑھیں گے۔ بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا يصلين احد العصر الا في بني قريظة "بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا" اس حدیث میں ہے صحابہ کے ایک گروہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کیا اور عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی، اور مؤخر کر کے بنو قریظہ میں پڑھی۔ اور دوسرے گروہ نے اجتہاد کیا اور کہا اس فرمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء بنو قریظہ میں جلد پہنچنا تھا حتیٰ کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے۔ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے۔ اب اگر ہمیں دیر ہو گئی ہے اور بنو قریظہ کی بجائے راستہ میں عصر کا وقت آگیا ہے تو ہم عصر کی نماز کو مؤخر نہیں کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

نہیں کی۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جنھوں نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا انھوں نے بھی درست کیا اور جنھوں نے اجتہاد کر کے منشاء رسالت پر عمل کیا انھوں نے بھی صحیح کیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں صحابہ کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے نزدیک دلائل متعارض ہو گئے تھے کیونکہ آپ کا فرمان تھا "تم میں سے کوئی بنو قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے" دوسری طرف نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض صحابہ نے اس حدیث کو جلد پہنچنے پر محمول کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں نے اجتہاد کیا تھا۔[1]

جب کتاب اور سنت میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ہو تو اس وقت اجتہاد کرنے کا حکم ہے اور حسب ذیل حدیث میں اس کی واضح دلیل ہے۔

عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذًا الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتہد رائی قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ۔[2]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کرونگا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کو توفیق دی۔

جب مجتہد کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کر کے کوئی حکم مستنبط کرتا ہے اور وہ حکم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو اجر عطا فرماتا ہے اور اگر وہ حکم عند اللہ غلط ہوتا ہے تو مجتہد کو اپنے اجتہاد پر پھر بھی اجر ملتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاخطأ فلہ اجر واحد۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں خطاء کرے تو اس کو ایک اجر

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶، ص ۲۶۵، مطبوعہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] " " ، جامع ترمذی ص ۲۱۰، " "

ملتا ہے۔

شرائط اجتہاد

امام غزالی لکھتے ہیں کہ مجتہد کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا علم تمام علوم شرعیہ کو محیط ہو اور وہ غور و فکر سے حکم شرعی معلوم کر سکتا ہو، اور یہ جانتا ہو کہ استنباط مسائل میں کون سے علوم مقدم ہیں اور کون سے علوم مؤخر ہیں، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک اور پرہیزگار ہو اور وہ ان گناہوں سے مجتنب ہو جو اس کی بدنامی کا باعث اور اس کی پرہیزگاری کے خلاف ہوں ——— علوم شرعیہ میں کتاب، سنت، اجماع اور وہ علوم عقلیہ ہیں جن کی مدد سے استدلال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ علم بالکتاب سے قرآن مجید کی تمام آیات کا علم مراد نہیں ہے بلکہ ان آیات کا علم ضروری ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور وہ پانچ سو آیات ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پانچ سو آیات حفظ ہوں بلکہ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آیات قرآن مجید میں کہاں کہاں ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان آیات کو تلاش کر سکے۔ اسی طرح علم بالسنۃ سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ تمام احادیث مرویہ کا حافظ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق احادیث کا اسے علم ہو مثلاً سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کن احکام سے متعلق احادیث ہیں اور مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کس حکم سے متعلق حدیث سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کس جگہ مذکور ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ حدیث تلاش کر سکے۔ علم بالاجماع سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کو اس کا علم ہو کہ اس سے پہلے کن کن مسائل پر اجماع ہو چکا ہے تاکہ اس کا حکم خلاف اجماع نہ ہو یا اس کو یہ علم ہو کہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس مسئلہ پر اجماع نہیں تھا۔ علوم عقلیہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شکل اوّل کے نتیجہ دینے کی شرط ہے۔ اسی طرح باقی اشکال ثلاثہ کی بھی شرائط ہیں وہ ان شرائط کو جانتا ہو تاکہ مطلوب پر استدلال کرنے میں غلطی نہ کر سکے۔

کتاب اور سنت کے علم کے لیے کچھ علوم مشترک ہیں جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے ان میں سے لغت، نحو صرف اور علم بلاغت ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد ان علوم میں زمخشری، اصمعی، خلیل اور سیبویہ کی مانند ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کو ان علوم میں اس قدر مہارت ہو کہ وہ قرآن اور حدیث کے معانی کو اسلوب عرب کے مطابق صحیح طور پر سمجھ سکے، مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقائد کے دلائل سے واقف ہو حتیٰ کہ وہ عقلی دلائل سے عالم کا حدوث اللہ تعالیٰ کا وجود، وجوب اور وحدانیت کو ثابت کر سکے اور ضرورت نبوت قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم نبوت کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر سکے تاکہ مسائل کلامیہ میں اس کا علم مقلد سے ممتاز ہو۔ لغت، صرف و نحو، علم بلاغت اور علم کلام کے علاوہ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلام صریح، کلام مجمل، حقیقت، مجاز، عام، خاص محکم، متشابہ، مطلق، مقید وغیرہ کا علم بھی حاصل کرے ان علوم کے علاوہ مجتہد کے لیے کتاب و سنت کے ناسخ اور منسوخ کا علم بھی ضروری ہے اس لیے کہ وہ کہیں ایسا حکم نہ بیان کر دے جو قرآن یا حدیث میں منسوخ ہو چکا ہو۔

یہ ان علوم کا بیان تھا جو کتاب و سنت میں مشترک ہیں اور کچھ علوم وہ ہیں جو سنت کے ساتھ خاص ہیں جن کی وجہ سے اس کو روایت صحیحہ اور فاسدہ اور حدیث مقبول اور مردود میں تمیز حاصل ہو سکے اسی طرح اس کے لیے حدیث کا علم درایت اور رجال حدیث کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے حدیث کے راویوں کی

معرفت اور ان کی عدالت کا علم ہو سکے ۔ البتہ جو احادیث ان کتابوں میں ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے جیسے صحیحین کی احادیث، ان میں اس کے لیے امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کافی ہے ۔ اسی طرح رجال حدیث کی تضعیف اور تقویت میں بھی ائمہ جرح و تعدیل کی تقلید کافی ہے ۔ جبکہ ان اماموں کی اس فن میں کافی شہرت ہو اور جمہور امت کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو ان علوم مذکورہ کو حاصل کرنا مجتہد کے لیے ضروری ہے البتہ علم کلام کی تفصیلات اور علم فقہ کی تفریعات کو جاننا اس کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ فقہ کی جزئیات اور تفریعات دوسرے مجتہدین کے اجتہاد کا ثمرہ ہیں اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے[1] علامہ آمدی[2] ، علامہ شاطبی[3] اور علامہ بزدوی[4] نے بھی مجتہد کی یہی شرائط بیان کی ہیں ۔

اجتہاد میں تجزی اور تقسیم

امام غزالی لکھتے ہیں کہ ہم نے اجتہاد کی شرائط میں جو علم قرآن[1] ، علم حدیث[2] ، علم اصول قرآن[3] ، علم اصول حدیث[4] ، علم رجال حدیث[5] ، علم اجماع[6] ، علم استدلال[7] ، علم لغت[8] و نحو، اور عقائد کے ضروری مسائل کے علم کا ذکر کیا ہے ۔ یہ شرط مجتہد مطلق کے لیے ہے جو تمام احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے ۔ (بلکہ اصول اجتہاد وضع کرتا ہے ۔ سعیدی) اور میرے نزدیک اجتہاد ایسا منصب نہیں ہے جس میں تجزی اور تقسیم نہ ہو سکے کیونکہ جو عالم دین بعض احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور فتاویٰ جاری کرتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مجتہد ہے ، اور اس کے لیے ان تمام علوم و فنون میں ماہر ہونا شرط نہیں ہے ۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص فقیہ النفس ہو اور فرائض (میراث) اور ان کے اصول کو جانتا ہو اگرچہ اس کو مسائل فقہیہ جزئیہ سے متعلق احادیث کا علم نہ ہو ۔ مجتہد کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ ہر مسئلہ کا جواب دے سکے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ سے چالیس مسائل دریافت کیے گئے جن میں سے چھتیس کے متعلق انھوں نے کہا میں نہیں جانتا ، امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا ، پس جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتویٰ دے اور جس کا علم نہ ہو اس میں توقف کرے ، اور اسے یہ علم ہو کہ وہ کن مسائل کو جانتا ہے اور جس کا علم ہے اور جس کا علم نہیں ہے ان کے درمیان اس کو تمیز حاصل ہو ، اس لیے جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتویٰ دے اور جس کا علم نہیں ہے اس میں توقف کرے[5] ۔

بحر العلوم عبد العلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اجتہاد میں تجزی اور تقسیم جائز ہے یا نہیں ؟ بعض علماء کہتے ہیں جو شخص تمام مسائل میں اجتہاد نہ کر سکتا ہو وہ صرف میراث کے مسائل میں فتویٰ دے اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وہ شخص اجتہاد کر سکتا ہے ، حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی ، شیخ ابن ہمام حنفی اور صاحب البدیع کی یہی رائے ہے اور یہی بات صحیح ہے ۔ بعض علماء نے ایسے شخص کو اجتہاد سے منع کیا ہے اور شیخ ابن حاجب نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے ۔ جمہور کے مؤقف کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بہت سے ایسے

---

[1] ۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴ - ۳۵۰ ملخصا مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۲۹۴ھ ۔

[2] ۔ علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰ - ۱۳۹ مطبعۃ محمد علی واولادہ مصر ، ۱۳۸۷ھ ۔

[3] ۔ علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ ، الموافقات ج ۴ ص ۶۷ محمد علی و اولادہ مصر ۔

[4] ۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ ، اصول البزدوی ص ۲۷۸ ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۔

[5] ۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴ ، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ، ۱۲۹۴ھ ۔

مسائل میں اجتہاد کیا جن میں انھیں احادیث مستحضر نہیں تھیں اور جب ان پر وہ احادیث پیش کی گئیں تو انھوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا [1] علامہ آمدی کی بھی یہی رائے ہے کہ جو شخص صرف بعض مسائل میں اجتہاد کا اہل ہو وہ اجتہاد کر سکتا ہے [2] شرائط اجتہاد کی مزید وضاحت کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کتاب الاقضیۃ کا عنوان "اہلیت اجتہاد کی شرائط" کا مطالعہ کریں۔

دائرہ اجتہاد

قرآن مجید اور احادیث سے جو عقائد ثابت ہیں ان میں اجتہاد نہیں ہوتا، مثلاً توحید، رسالت، ملائکہ، تقدیر، بعث بعد الموت اور جزا و سزا وغیرہ۔ اسی طرح جو امور احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا۔ قرآن مجید اور احادیث کی صریح عبارات سے جو احکام ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا جیسے پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعات، ایک ماہ کے روزے، زکوٰۃ اور سونے چاندی اور مویشیوں میں مقدار نصاب، حج اور عمرہ وغیرہ جو چیزیں قرآن مجید اور احادیث کی صریح عبارات سے ثابت ہیں ان میں اجتہاد نہیں ہے، نہ ان میں تقلید ہوتی ہے۔ اجتہاد کی ضرورت قرآن مجید اور احادیث میں کسی لفظ کے متعدد معانی میں سے ایک معنی کی تعیین کے لیے ہوتی ہے، یا قرآن مجید اور احادیث میں جو بظاہر متعارض آیات اور متعارض احادیث ہوتی ہیں ان میں کسی ایک آیت یا حدیث کو ترجیح دینے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے یا جن پیش آمدہ مسائل کا صریح اور صاف حکم قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں مذکور نہیں ہوتا اس کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں: اعتقادی مسائل میں اجتہاد نہیں کیا جاتا، کیونکہ ان میں نظریاتی اختلاف جائز نہیں ہے نہ تمام نظریات حق ہیں صرف ایک نظریہ حق اور صحیح ہے اور باقی باطل اور غلط ہیں، اور صحیح نظریہ کا حامل ہی فکر صحیح کا حامل ہے اور باقی گنہگار ہیں، جیسے پانچ نمازوں اور زکوٰۃ کی فرضیت یا وہ ضروریات دینیہ جو عقائد قطعیہ سے ثابت ہیں اور جن پر تمام امت کا اتفاق ہے، یہ چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز میں اختلاف کرنے گا وہ گنہگار ہوگا (بلکہ کافر ہوگا ـــــ سعیدی) اس لیے اجتہاد کے دائرہ میں مسائل فرعیہ عملیہ ہیں جن میں اختلاف کرنے والا گنہگار نہیں ہے۔ اگر اس کی فکر صحیح نتیجہ پر پہنچی تو اس کے لیے دو اجر ہیں ورنہ ایک اجر ہے [3]

طبقات مجتہدین

مجتہدین کے چھ طبقات ہیں: مجتہد فی الشرع: یہ ائمہ مذاہب ہیں جو اصول اجتہاد وضع کرتے ہیں۔ مجتہد فی المذہب: یہ ائمہ کے تلامذہ ہیں جو اصول اجتہاد میں اپنے استاذ کی پیروی کرتے ہیں اور احکام فرعیہ میں اپنے استاذ سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔ مجتہد فی المسائل: یہ اصول اور فروع میں ائمہ مجتہدین کے پیروکار ہیں اور جن مسائل میں امام سے صریح روایت منقول نہ ہو ان میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اصحاب تخریج: یہ قول مجمل کی تفصیل کرتے ہیں، اصحاب ترجیح: یہ فقہاء کے مختلف اقوال میں سے ایک

---

[1] بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۵-۳۶۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ۔

[2] علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع محمد علی واولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ۔

[3] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔

کو ترجیح دیتے ہیں۔ اصحابِ تمیز یہ لوگ فقہی روایات میں مفتیٰ بہ اور غیر مفتیٰ بہ قول اور قوی اور ضعیف کی تمیز رکھتے ہیں[۱]

اصول اجتہاد کے واضع صرف ائمہ اربعہ ہیں

جن ائمہ نے اصول اجتہاد وضع کیے ہیں وہ چار ہیں: امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ اصول اجتہاد وضع کرنے اور تمام مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنے کے لیے جس ژرف نگاہی اور وسعت علم کی ضرورت ہوتی ہے وہ انہی حضرات مائمہ کا حصہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسے مردان خدا پیدا کر دیتا ہے جو اس ضرورت کو پورا کر سکیں امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث مع اسانید اور راویوں کے احوال کے یاد تھیں وہ ہر حدیث کے راوی کی پوری سیرت اور تاریخ کو یاد رکھتے تھے۔ صحاح ستہ کے باقی مؤلفین میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ احادیث مع اسانید کے یاد تھیں آج کل ایسے حافظہ والے لوگ نہیں ہوتے کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی نہ فرعیات فقہیہ کی تدوین کی ضرورت ہے۔ اس لیے نہ اب امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ایسے لوگ ہیں جو علوم شرعیہ میں ان جیسی مہارت اور باریک بینی رکھتے ہوں۔

ائمہ اربعہ کا اختلاف رحمت ہے

ائمہ اربعہ کے اختلاف کا ثمرہ امت کے لیے وسعت عمل کی گنجائش ہے جو حدیث نبوی کے مطابق امت کے حق میں عین رحمت ہے، مثلاً امام شافعی کے نزدیک تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا باقی دریائی جانوروں کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ ملائشیا اور انڈونیشیا کے جزائر کے رہنے والے بالعموم شافعی ہیں اور وہ امام شافعی کے اجتہاد سے فائدہ اٹھا کر سمندری جانوروں سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس عورت کا خاوند گم ہو جائے وہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے خاوند کے ہمعصر تمام لوگ فوت نہ ہو جائیں۔ یا کم از کم اس کی عمر کے ستر سال نہ گذر جائیں۔ اور امام مالک کے نزدیک چار سال بعد اس شخص کو مردہ تصور کر لیا جائے گا اور پھر عدت وفات گذار کر وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس عورت کے لیے عزت اور معاش کا مسئلہ ہو تو ایک سال کے انتظار کے بعد وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس قسم کی صورت جب پیش آتی ہے تو حنفی علماء بھی امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ ضرورت کی بنا پر ایک مفتی دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی کفالت نہ کر سکتا ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو اس صورت میں امام ابوحنیفہ ان کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں قاضی ان کے درمیان تفریق کر سکتا ہے اس طرح بہت سے مسائل ہیں جن میں ائمہ اربعہ کے اختلاف کی وجہ سے عمل کی بہت سی راہیں اور سہولت کے بہت سے پہلو سامنے آگئے ہیں اور مسلمانوں کے عمل کے لیے بہت سہولت ہوگئی ہے کیونکہ ضرورت کی بنا پر ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے قول پر

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

عمل کر سکتا ہے، البتہ بلا ضرورت شرعی ایسا کرنا جائز نہیں ہے جس کو ان شاء اللہ ہم تقلید کی بحث میں بیان کریں گے۔
ائمہ اربعہ کے اجتہادی اختلاف کا ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے تمام اعمال، مسلمانوں کے طریقہ ہائے عبادات میں قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طریقہ سے بھی کوئی عبادت کی وہ طریقہ کسی نہ کسی امام کا مذہب بن گیا اور مسلمانوں کے عمل میں باقی اور محفوظ ہو گیا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے سوا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا بھی اور ترک بھی کیا، آمین آہستہ بھی کہی ہے اور بلند آواز سے بھی۔ کسی امام نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے کو اختیار کیا اور کسی نے اس کے ترک کو اختیار کیا، کسی نے آمین بالسر کو اور کسی نے آمین بالجہر کو اختیار کیا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل متروک نہیں ہوا بلکہ کسی نہ کسی امام کا مذہب بن کر قیامت تک مسلمانوں کے اعمال میں محفوظ ہو گیا۔

عصر حاضر میں اجتہاد

ہر چند کہ ائمہ اربعہ کے بعد اب کسی میں اصول اجتہاد وضع کرنے کی اہلیت ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود اس کا کوئی قائل نہیں ہے کہ اب کوئی شخص مجتہد مطلق نہیں ہو سکتا اور تمام مسائل شرعیہ میں اجتہاد اور اصول اجتہاد وضع کرنے کا دروازہ اب بند ہو گیا ہے اگر کوئی شخص ائمہ اربعہ کی طرح علوم شرعیہ میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرے تو اجتہاد فی الشرع کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ البتہ پیش آمدہ مسائل میں جزوی طور پر اجتہاد ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور اس دور میں بھی علماء راسخین یہ فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی اور طیارے میں نماز، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا جواز اور عدم جواز، رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزہ اور عید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جواز شرعی یا عدم جواز، ایلو پیتھک کی عشک اور مانع دواؤں کا استعمال، اسپرٹ اور الکوحل سے مرکب اشیاء کے استعمال سے کپڑوں کی طہارت اور نجاست، بدن انسانی میں خون لگانے کا مسئلہ، انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور پوسٹ مارٹم وغیرہ یہ اور ان جیسے بہت سے مسائل عصر حاضر کی پیداوار ہیں اور جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور دوسرے علماء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ اجتہاد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد تمام علوم شرعیہ میں ماہر ہو بلکہ جو شخص بعض مسائل میں اجتہاد کر سکتا ہے وہ بھی اجتہاد کا مجاز ہے' اور علامہ شامی کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن مسائل میں امام سے روایت نہ ہو ان مسائل میں اپنے امام کے اصول اور قواعد کی متابعت میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے اور ایسے شخص کو اصطلاح میں مجتہد فی المسائل کہتے ہیں اور وہ علماء راسخین جو مسائل عصریہ میں اجتہاد کر رہے ہیں وہ بلا شبہ مجتہد فی المسائل ہیں۔ اجتہاد کے موضوع پر ہم نے اس سے پہلے مقالات سعیدی میں ایک مقالہ لکھا تھا۔ اجتہاد کے باقی مباحث کے لیے اس مقالہ کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ اہل علم کے لیے وہ خاص مطالعہ کی چیز ہے۔ اجتہاد پر اس قدر بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کے اہم پہلوؤں کو بھی واضح کر دیا جائے آئندہ سطور میں ہم تقلید کی تحقیق کر رہے ہیں: فنقول باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق

تقلید کا لغوی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں: گردن میں ہار ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ کسی شخص پر کسی منصب کی ذمہ داری ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، کسی چیز کے احاطہ کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: لہ مقالید السمٰوات و الارض "اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آسمان اور زمین کا احاطہ ہے"۔[1] ——— (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو) ———

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ہدی کے گلے میں شعار (پرانا جوتا) ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے: ولا الھدی ولا القلائد۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو ذبح کرنے کے لیے حرم میں بھیجا جائے تلوار لٹکانے کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ حکام اور والیوں کے منصب سونپنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، جو گھوڑا دوڑ میں اوّل آئے اس کے گلے میں جیت کی علامت کے طور پر کسی چیز کے ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں اور تقلید فی الدین بھی مستعمل ہے۔[1]

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ گھوڑے کے گلے میں ہار ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: قلدوا الخیل ولا تقلدوھا الاوتار، یعنی دین کے دشمنوں کو طلب کرنے کے لیے گھوڑوں کے گلوں میں ہار ڈالو اور زمانہ جاہلیت کے کاموں کے لیے گھوڑوں کے گلوں میں ہار مت ڈالو۔ تقلید کے معنی پانی پلانے کے بھی ہیں قلدت الزرع کہا جاتا ہے۔ میں نے کھیت میں پانی دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فقلدتنا السماء قلدا، آسمان سے ہم پر وقت مقررہ میں بارش ہوئی، اقلید کے معنی چابی بھی ہیں حدیث شریف ہے: فقمت الی الاقالید فاخذتھا۔ میں نے اٹھ کر چابیاں لے لیں۔[2]

تقلید کا اصطلاحی معنی

علامہ نووی لکھتے ہیں: التقلید قبول قول المجتہد والعمل بہ "تقلید مجتہد کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ قفال نے کہا کہ یہ جانے بغیر کہ قائل نے یہ بات کہاں سے کہی اس کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔ شیخ ابواسحاق نے کہا بلا دلیل قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ گویا کہ مقلد نے امام کے قول کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔[3]

علامہ آمدی لکھتے ہیں: التقلید عبارۃ عن العمل بقول الغیر من غیر حجۃ ملزمۃ "عمل کو واجب کرنے والی دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے۔" جیسے عام آدمی کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے تو یہ تقلید ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع کرنا یا مجتہدین کے اجماع کی طرف رجوع کرنا یا عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا گواہوں کے قول پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے، کیونکہ رسول کے قول کو معجزہ کی وجہ سے مانا جاتا ہے جو رسول کی تصدیق کو واجب کرتا ہے اور اجماع کی حجیت حدیث رسول کی وجہ سے ہے، اور مفتی اور گواہوں کی حجیت اجماع کی وجہ سے ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص ان چیزوں کو تقلید کہے تو خلاف اصطلاح ہے لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[4] بحر العلوم نے بھی تقلید کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔[5]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎ ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۴۱۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران۔

[1] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ۔

[2] ۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۹۹، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ۔

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] ۔ علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۱۳ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۶۷ - ۱۹۶ مطبوعہ مطبع محمد علی اولادہ مصر ۱۳۴۷ھ

[5] ۔ بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ "تقلید کسی قول کو بلا دلیل قبول کرنا ہے۔"[1]
شیخ شوکانی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں فرمایا جس شخص کا قول فی نفسہ دلیل نہ ہو اس کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا تقلید ہے اور شیخ ابو حامد اور استاذ ابو منصور نے کہا کسی قول کی دلیل جانے بغیر اس قول پر عمل کرنا تقلید ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ جس شخص کا قول دلیل نہ ہو اس کی رائے کو بلا دلیل قبول کرنا تقلید ہے۔[2]

تقلید کا سبب

تاریخی طور پر تقلید کا آغاز بےشک اس زمانہ میں ہوا جب مذاہب فقہ کی تدوین ہوئی۔ اور اس کا ظہور اکابر فقہاء کی اتباع سے ہوا کیونکہ ہر شخص اس کا اہل نہیں تھا کہ احکام شرعیہ کو ان کے اصل ماخذ سے بذات خود مستنبط کر سکے۔ اس سبب سے عوام کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اکابر فقہاء کے استنباط اور اجتہاد کی پیروی کریں، ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ اور ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ قیاس کے منکر ہیں اور ظاہر قرآن اور ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اسی لیے ان کو ظاہریہ کہا جاتا ہے یہ لوگ تقلید کا بہت شدت سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ قرآن مجید میں جس لفظ کے دو معنی ہوں ان میں سے یہ کسی ایک معنی ہی کو اپنے دلائل سے متعین کریں گے مثلاً قرآن مجید میں ہے: والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء "مطلقہ عورتیں تین قروء تک عدت گذاریں" قرء کے دو معنی ہیں حیض اور طہر، اب ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے دلائل سے عدت یا تین حیض مقرر کریں گے یا تین طہر، اور ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری نے جو بھی رائے قائم کی ہے ان کے ماننے والے آج تک دلیل جانے بغیر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور یہی تقلید ہے، اسی طرح جس مسئلہ میں مختلف احادیث وارد ہوں جیسے تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کا ترک یا عدم ترک یا آمین بالجہر یا آمین بالسر وغیرہ۔ ان میں داؤد بن علی ظاہری نے جو بھی رائے قائم کی ہے ان کے ماننے والے آج تک دلائل جانے بغیر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور یہی تقلید ہے کیونکہ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ فرقہ ظاہریہ کے تمام پیروکار جن میں ان پڑھ عوام اور دنیادار لوگ شامل ہیں ہرگز اس کے اہل نہیں ہیں کہ عبادات اور معاملات کے تمام احکام کو ان کے اصل ماخذ سے بذات خود مستنبط کر سکیں، اور یہ لوگ یقیناً اپنی عبادات اور معاملات میں فرقہ ظاہریہ کے امام کے افکار اور آراء کی پیروی کرتے ہیں پھر ان کا اپنے آپ کو اصحاب حجت اور اصحاب دلیل اور اپنے مخالفین کو اصحاب تقلید کہنا عدل و انصاف سے بہت بعید ہے خصوصاً جبکہ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے یہ تصریح کی ہے کہ فرقہ ظاہریہ کا امام ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ ہے۔[3]

تقلید اور علماء راسخین کی موافقت

تقلید کی جس قدر تعریفات ذکر کی گئی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے اس

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔
[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان
[3] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ پاکستان ۱۴۰۳ھ۔

تعریف کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ دلیل کا علم حاصل کرنا تقلید کے منافی ہے اور یہ کہ جو شخص جتنا دلیل سے ناواقف ہو گا اتنا پکا مقلد ہو گا۔ بلکہ اس تعریف کا منشاء یہ ہے کہ تقلید کے لیے دلائل کا علم ضروری نہیں ہے کیونکہ جو شخص دلائل کے حصول پر قادر ہو گا وہ ویسے ہی تقلید سے مستغنی ہو گا، تقلید تو عام لوگوں کے لیے ہے جو اپنے معاش، کاروبار اور روزگار حیات کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ قرآن اور احادیث سے براہ راست احکام حاصل کر سکیں۔ ائمہ اربعہ کے متبعین میں ہزاروں سے متجاوز علماء ایسے ہیں جو اپنے ائمہ کے اقوال کے اصل مآخذ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ائمہ کے اقوال کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے علماء ہیں جو خود منصب اجتہاد کے اہل ہیں اور براہ راست قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کر سکتے ہیں اس لیے عام مقلدین میں اور ان علماء مجتہدین میں فرق کرنا ضروری ہے اور اگر یہ کہا جائے تو کچھ بعید نہ ہو گا کہ عام لوگ جنہیں احکام شرعیہ کے اصل مآخذ کا مطلقاً علم نہیں ہوتا وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور علماء راسخین جو احکام شرعیہ کے اصل مآخذ پر نظر رکھتے ہیں اور مذاہب اربعہ کے دلائل سے واقف ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ کس دلیل کی بناء پر ان کے امام کا قول باقی ائمہ کے اقوال پر راجح ہے وہ مقلد محض نہیں ہوتے بلکہ اپنے امام کی احکام شرعیہ میں موافقت کرتے ہیں اور یہ چیز اس امام کی اصابت رائے پر زیادہ روشن دلیل ہے کہ بڑے بڑے علماء راسخین ان کی رائے سے موافقت کرتے ہیں اور ان علماء کی بھی عظمت ہے کہ وہ بایں ہمہ اپنے آپ کو مقلد گردانتے ہیں۔

تقلید کی وسعت

تیسری صدی کے بعد یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ اب اصول اجتہاد وضع کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور اجتہاد مطلق اب ختم ہو گیا اور اہل علم میں سے اب جو شخص بھی اجتہاد کرے گا وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے اصول اجتہاد کا تابع ہو کر اجتہاد کرے گا اور اس پر اجماع ہو گیا کہ عام آدمی کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ واقعات سے ثابت ہو گیا کہ قرن اولیٰ کے فقہاء میں جو دقت نظر، باریک بینی، علم میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی پائی جاتی تھی وہ بعد کے فقہاء میں نہیں پائی گئی اور احکام شرعیہ کو اصل مآخذ سے آزادانہ بذات خود استنباط کر سکنے کا ملکہ اور مہارت اور ایسی فقہی بصیرت جس سے فقیہہ استنباط اور اجتہاد کے اصول وضع کرتا ہے، متاخرین کے حصہ میں نہیں آئی تو اہل علم اس پر متفق ہو گئے کہ اب ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید کرنا ضروری ہے اور ہر چند کہ ظاہریہ (غیر مقلدین یا اہل حدیث) اپنے آپ کو تقلید سے آزاد اور اصحاب حجت کہتے ہیں لیکن نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے کہ داؤد بن علی ظاہری فرقہ ظاہریہ کا امام ہے[1] لہٰذا وہ بھی ان کی آراء کے مقلد ہیں۔ شیعہ حضرات بھی تقلید کے قائل ہیں لیکن وہ زندہ مجتہد کی تقلید کے قائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیندار لوگوں میں سے کوئی طبقہ فکر بھی تقلید سے خالی نہیں ہے۔

تقلید واجب اور تقلید حرام

کسی بھی امام کی تقلید کرنے والے شخص کے پیش نظر یہ نکتہ رہنا ضروری ہے کہ ہم درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کر رہے ہیں اور امام کی تقلید صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ اس نے اللہ اور رسول کے احکام منظم اور منضبط

[1] نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ پاکستان ۱۴۰۳ھ۔

طور پر مدون کر کے ہم کو دے دیے ہیں۔ اور امام در اصل صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے، حاکم اور شارع صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور اگر بالفرض (یہ فرض محال نہیں ہے) تقاضائے بشریت سے امام کا کوئی ایسا قول ہو جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو تو ہم امام کے قول کو چھوڑ کر قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے۔ عام آدمی کے لیے اس مفہوم میں تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ وہ احکام شرعیہ کو براہ راست اصل مآخذ سے حاصل نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی شخص اس نظریہ سے تقلید کرے کہ خواہ امام کا قول قرآن اور حدیث کے خلاف ہو وہ امام کے قول پر ہی عمل کرے گا تو یہ تقلید حرام ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ (توبہ: ۳۱) "یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خدا بنا لیا ہے"۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا اور کہا یا رسول اللہ! یہ لوگ تو اپنے علماء اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال قرار دے اور ان کے علماء اس کو حرام کہیں تو یہ لوگ اس کو حرام مانتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ حرام فرمائے اور ان کے علماء اس کو حلال کہیں یہ اس کو حلال مانتے ہیں؟ حضرت عدی بن حاتم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہی ان کی عبادت ہے! علامہ آلوسی اس کے آخر میں لکھتے ہیں اس آیت سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو اپنے امام کی اتباع کی خاطر اللہ اور رسول کے صریح احکام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمانوں پر حق کی اتباع لازم ہے اور جب ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان کے امام کا نظریہ غلط ہے یا اس کو اجتہادی خطاء لاحق ہوتی ہے تو اس کے قول کو چھوڑ کر حق کی پیروی کریں۔[۵۱]

اگر امام کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصل اطاعت اور اتباع اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور امام صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے تو اہل علم پر واجب ہے کہ جب انہیں سند صحیح سے کوئی حدیث مل جائے جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہو تو وہ امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول پر عمل کریں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ علامہ بیری نے شرح الاشباہ والنظائر میں ابن الشحنہ کی شرح ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث سند صحیح سے ثابت ہو اور وہ مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس وقت یہی امام کا مذہب ہوگا، اور وہ مقلد حدیث پر عمل کرنے کے سبب سے حنفیت سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے بھی اس قول کو امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ سے روایت کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی اس قول کو ائمہ اربعہ سے نقل کیا ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امام کے مذہب کے خلاف حدیث پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو علماء راسخین میں سے ہو، قرآن اور حدیث کی عبارات میں محکم اور منسوخ کی معرفت رکھتا ہو، لہٰذا

---

[۵۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

صاحب مذہب جب دلیل میں غور و فکر کرکے اس دلیل کے تقاضے پر عمل کرے گا تو اس عمل کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہو گی کیونکہ یہ عمل بھی صاحب مذہب کی اجازت سے ہے[۱]

علامہ شامی نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ یہ صرف احتمال اور محض فرض نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور مستند کتب فقہ میں اس کی بہت سی نظائر ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔ قارئین کی ضیافت علمی کے لیے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن چونکہ صحیح حدیث سے شوال کے چھ روزوں کا رکھنا ثابت ہے۔ اس لیے فقہاء احناف نے شوال کے چھ روزوں کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے مزارعت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ حدیث صحیح سے مزارعت ثابت ہے اس لیے صاحبین اور بعد کے فقہائے احناف نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔ اذان، امامت اور تعلیم قرآن کی اجرت کو امام اعظم، صاحبین اور متقدمین فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے لیکن متاخرین فقہائے نے جب یہ دیکھا کہ ممانعت کی روایات ضعیف ہیں اور احادیث صحیحہ سے اجرت کا جواز ثابت ہے تو انہوں نے احادیث صحیحہ پر عمل کرتے ہوئے تعلیم قرآن کی اجرت کو جائز قرار دیا۔ امام اعظم نے عقیقہ کو محض مباح لکھا اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے حج کے دس دنوں میں بال اور ناخن نہ کٹوانے کو بھی محض مباح کہا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں اور فقہاء احناف نے اس معاملہ میں بھی احادیث کی پیروی کی ہے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ ثلاثہ اپنے عظیم تفقہ اور جلالت علمی کے باوجود انسان اور بشر تھے اس لیے اگر کسی مسئلہ کا کوئی پہلو ان کی نظر سے اوجھل رہ گیا یا کسی حدیث پر ان کی نظر نہ ہو سکی یا انھیں کسی مسئلہ میں تقاضائے بشریت سے اجتہادی خطاء لاحق ہو گئی تو یہ چیز کسی طرح بھی ان کے عظیم فقہی مقام اور ان کی جلالت علمی کے خلاف نہیں ہے۔

قول امام کے خلاف حدیث پر عمل کرنے کی شرائط

اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنے کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جب مقلد کو کسی مسئلہ میں اپنے امام کے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ متبحر عالم ہو یعنی اس نے اسلامی علوم میں خوب چھان بین کی ہو، تفسیر، حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ کا ماہر ہو۔

(۲)۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس حدیث کی بناء پر وہ اپنے امام کا قول چھوڑ رہا ہے اس کے متعلق اسے یقین ہو کہ وہ حدیث تمام ائمہ حدیث کے اصول کے مطابق صحیح ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث اس کے امام کے اصول پر صحیح نہ ہو اور اسی بناء پر اس نے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو، اور ایسی صورت میں اس کا اس حدیث پر عمل کرنا صحیح نہیں ہو گا کیونکہ اس کی صحت متفق علیہ نہیں ہے خصوصاً اس کے امام کے اصول پر۔

---

[۱]۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

(۳)۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث صحیح نہ ہو اور اس کے خلاف صحابہ اور ائمہ اربعہ کا اجماع نہ ہو، کیونکہ یہ اجماع اس کی دلیل ہے کہ وہ حدیث متروک الظاہر ہے۔

(۴)۔ اس حدیث کا مفہوم واضح اور غیر مشتبہ ہو اور وہ متعدد معانی کی حامل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات مجتہد اپنی اجتہادی بصیرت سے حدیث کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کر دیتا ہے اور کسی ایک معنی کے اعتبار سے اس حدیث کو مجتہد کے قول کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ نووی اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) فرماتے ہیں کہ اگر کسی شافعی المسلک کو کوئی ایسی حدیث نظر آئے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو اگر اس شخص میں اجتہاد مطلق کی شرائط پائی جاتی ہیں، یا خاص اس باب میں یا خاص اس مسئلہ میں اس کو اجتہاد کا ملکہ حاصل ہو گیا ہے تو وہ شخص اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے اور اگر اس میں شرائط اجتہاد پوری نہ ہوں، لیکن اس کو پوری جستجو کے بعد بھی حدیث کا کوئی شافی جواب نہ ملا ہو اور اس کو حدیث کی مخالفت گراں معلوم ہوتی ہو تو بھی وہ اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس حدیث پر امام شافعی کے علاوہ کسی امام مستقل نے عمل کیا ہو اور دوسرے مجتہد کا عمل کرنا اس کے لیے اس مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو ترک کرنے کا سبب بن جائے گا (علامہ نووی فرماتے ہیں کہ) شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) نے یہ بہت اچھی بات کہی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔[1]

لیکن راقم اثیم کی رائے یہ ہے کہ جب کسی حدیث صحیح کا علم یقینی حاصل ہو جائے تو سابقہ شرائط کے بعد ایک مسلمان عالم دین کا اس پر عمل کرنا ضروری ہے خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو، کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں اس کے بعد حنفی یا کسی اور امام کے مقلد ہیں اور جو شخص اس کے خلاف رائے رکھتا ہو اس کو متابعت رسول کی حلاوت حاصل نہیں ہے۔ اور ہمارے فقہاء احناف بحمد اللہ جمود کا شکار نہیں ہیں اور وہ ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے امام کے قول پر مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ کسی امام کا مذہب ہو یا نہ ہو، اور ہم سابقہ سطور میں اس کی واضح نظائر بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا یھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ۔[2] اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر کسی چیز کو مقدم نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ جو غالی مقلد عالم حدیث صحیح غیر معارض کے علم یقینی حاصل ہونے کے بعد بھی حدیث رسول پر اپنے امام کے قول کو مقدم کرتے ہیں انھیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔

تقلید کی ضرورت

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر تمام احکام بیان کر دیے ہیں لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ عادۃً ممکن نہیں ہے کہ وہ بذات خود تمام احکام شرعیہ قرآن مجید کی آیات سے مستنبط کر سکے، کیونکہ اول تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے لغت عربی، صرف و نحو اور علم بلاغت کو حاصل کرنا ایک طویل اور صبر آزما کام ہے پھر قرآن مجید میں بعض تو احکام صراحۃً امر اور نہی کے صیغہ سے بیان کیے گئے ہیں اور بعض جگہ امر اور نہی کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا بلکہ مختلف اسالیب سے کسی چیز کا وجوب یا تحریم سمجھ میں آتی ہے جس کو جاننے کے لیے بہت باریک بینی اور دقت نظری کی ضرورت ہے مثلاً

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قرآن مجید میں شراب اور جوئے کو صراحتہً حرام نہیں فرمایا بلکہ ایک خاص اسلوب سے فرمایا: یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ○ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ○ (مائدۃ: ۹۱-۹۰) "اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانا اور پانسے پھینکنا یہ سب محض ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکے، کیا اب تم باز آجاؤ گے؟" قرآن مجید بعض اوقات کسی مسئلہ کی لم اور علت بیان کر دیتا ہے اور اس کی شرائط اور موانع ذکر نہیں کرتا نہ اس کی تمام جزئیات بیان کرتا ہے مثلاً خمر (انگور کی شراب) کے بیان میں اس کے نشہ آور ہونے کا ذکر فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے نہ یہ بیان فرمایا کہ نشہ آور چیز کو مقدار نشہ تک پینا حرام ہے یا اس کا مطلقاً پینا حرام ہے؟ نشہ آور چیز پر حد ہے یا نہیں؟ اگر حد ہے تو کتنی ہے؟ ان تمام جزئیات اور تفصیلات کو جاننا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کبھی کوئی حکم اجمالاً بیان کیا جاتا ہے جس کی تفصیل متعین کرنے کے لیے دلائل کی چھان بین کرنا عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وامسحوا برءوسکم (مائدۃ: ۶) "اپنے سروں کا مسح کرو۔" اس آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یا ایک بال پر مسح کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کہیں ایک حکم کو مطلقاً بیان کیا جاتا ہے اور کہیں وہی حکم مقیداً ذکر ہوتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ (بقرہ: ۱۷۳) "تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، حرام کیا گیا ہے۔" اس آیت میں مطلقاً خون کو حرام قرار دیا ہے، اور ایک جگہ یوں ہے: الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس (انعام: ۱۴۵) "مگر یہ کہ مردار ہو یا بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہیں" اس آیت میں مطلقاً خون نہیں بلکہ بہنے والا خون حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ کے مسلسل روزوں کے ساتھ قبل از مباشرت کی قید ہے اور کھانا کھلانے کے ساتھ یہ قید نہیں ہے۔ ان صورتوں میں کیا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں، یہ ایک بہت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہو گیا مثلاً بیوہ عورت کی عدت اس آیت میں ایک سال بیان کی گئی ہے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج (بقرہ: ۲۴۰) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے نکالے بغیر ایک سال کی وصیت کر جائیں" اور ایک اور آیت میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن بیان کی ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا (بقرہ: ۲۳۴) اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان میں کونسی آیت ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے یہ عام آدمی کے بس سے باہر ہے اس قسم کی علمی باریکیاں اور فقہی پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں۔ ان چند مثالوں سے باقی مشکلات کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک اور دشواری یہ ہے کہ احادیث مختلف اسانید سے مروی ہیں جن

میں سند متواتر سے لے کر سند غریب تک اور سند صحیح سے لے سند ضعیف تک احادیث ذخیرہ کتب میں موجود ہیں بلکہ موضوع روایات بھی ہیں جس طرح ایک جیسی شیشیوں میں ایک جیسا سفید رنگ کا مائع مادہ ہو اور ہر مادہ کی تاثیر الگ الگ ہو، کوئی مادہ کسی مرض میں مفید ہو اور دوسرا مادہ اس میں مضر ہو تو ان مادوں اور دواؤں کو باہم تمیز کرنے کے لیے کیمسٹری کے کسی بہت بڑے ماہر کی ضرورت ہو گی، جو مختلف کیمیائی تجربات کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ اور کون سی شیشی میں کون سی دوا ہے، اسی طرح جب کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کیے بغیر احادیث پر عمل کرے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی ضعیف یا منسوخ روایت پر عمل کرے گا۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک اور ضرورت یہ ہے کہ احادیث سے احکام شرعیہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث پر اس کو عبور ہو کیونکہ جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے ہو سکتا ہے دوسری جگہ اس کے خلاف حدیث ہو جس سے وہ حکم منسوخ ہو گیا ہو یا اس حدیث کے حکم کی کوئی تفصیل دوسری حدیث میں موجود ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں حدیث نہ ملنے کی بنا پر وہ قیاس کر رہا ہو حالانکہ اس مسئلہ میں حدیث موجود ہو، اس لیے احادیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث اس کی نظر میں ہوں اور یہی حال قرآن مجید سے احکام حاصل کرنے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے جس وسعت علم اور دقت نظری کی ضرورت ہے یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور صرف ائمہ مجتہدین ہی اس پر آشوب گھاٹی کے پار اتر سکتے ہیں۔ اس لیے عام آدمی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

تقلید پر دلائل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (توبہ: ۱۲۲) "ہر گروہ میں سے ایک جماعت علم دین حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلی تاکہ جب وہ واپس آئے تو اپنے گروہ کو احکام پہنچائے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں"۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف بعض مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنی پوری قوم کو احکام پہنچائیں یعنی صرف بعض مسلمان تفقہ حاصل کریں اور باقی تمام مسلمان ان کے اقوال پر عمل کریں۔ اس آیت میں فقہاء کے اقوال کو واجب العمل قرار دیا ہے کیونکہ اس پر گناہوں سے بچنا موقوف ہے اور یہی تقلید ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل: ۴۳) "جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کا جاننے والوں سے سوال کرو"۔ اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ عام آدمی جو احکام شرعیہ کو بذات خود حاصل نہیں کر سکتا اس پر لازم ہے کہ وہ عمل کے لیے اہل ذکر اور اہل علم یعنی ائمہ مجتہدین سے سوال کرے کیونکہ وہی بطور راست تمام احکام شرعیہ اصل ماخذ سے حاصل کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: علامہ سیوطی نے الکلیل میں اس آیہ "... " سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عام آدمی کے لیے مسائل فرعیہ میں مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔[۱]

امام غزالی نے عام آدمی کی تقلید پر دو دلیلیں قائم کی ہیں ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ وہ عام آدمی

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کو مسائل بتلاتے تھے اور اس کو یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ درجۂ اجتہاد کا علم حاصل کرے' اور دوسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت' صنعت و حرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا۔ اور نہ کسی کے لیے کچھ کھانے کو ہوگا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہوگا اور یہ بداہتہً باطل ہے' اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔[1]

امام غزالی کی اس تقریر سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سورۂ توبہ: ۱۲۲، میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین صرف ایک جماعت پر لازم کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر تفقہ فی الدین حاصل کرنا لازم نہیں کیا ورنہ وہی حرج لازم آتا جس کا امام غزالی نے ذکر کیا ہے' اور وہ جماعت مجتہدین کی جماعت ہے۔ تفقہ فی الدین میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی حاصل کرنا ان کی ذمہ داری ہے باقی تمام عام لوگوں پر صرف ان کی تقلید لازم ہے۔

ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب

ائمہ اربعہ میں سے ہر امام کے اصول اجتہاد الگ الگ اور باہم متضاد ہیں، انھوں نے نیک نیتی، اخلاص اور اپنے علم کے تقاضے سے کسی چیز کا صحیح حکم معلوم کرنے کے لیے وہ اصول وضع کیے، مثلاً جب مطلق اور مقید میں تعارض ہو تو امام شافعی مطلق کو مقید پر محمول کر دیتے ہیں، امام ابو حنیفہ اس صورت میں ہر ایک کو اپنے محل پر رکھتے ہیں، امام شافعی قرآن کے عموم اور اطلاق کی خبر واحد سے تخصیص جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قران فی الذکر، قران فی الحکم کو مستلزم ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قران فی الذکر' قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ امام شافعی کے نزدیک قرآن مجید، حدیث کا اور حدیث متواتر قرآن مجید کے لیے ناسخ نہیں ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرآن مجید حدیث کے لیے اور حدیث متواتر قرآن مجید کے حکم کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے جبکہ امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول نہیں ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو امام ابو حنیفہ آپ کے قول کو مقدم کرتے ہیں اور امام شافعی آپ کے فعل کو مقدم کرتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس۔ اس لیے جو شخص مختلف ائمہ کی تقلید کرے گا وہ اپنے دینی اعمال میں تضاد کا شکار ہوگا مثلاً کسی مسئلہ میں مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کسی مسئلہ میں نہیں کرے گا بلکہ ایک ہی مسئلہ میں کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا۔ کبھی آثار صحابہ کو احادیث پر مقدم کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا کبھی کہے گا کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ گیا ہے اور کبھی کہے گا نہیں ٹوٹا اور بعض لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے کے لیے اقوال مجتہدین میں سہارا تلاش کریں گے مثلاً عورت کو ہاتھ لگانے سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور خون نکلنے سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ اب فرض کیجیے ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہاتھ کو چھوا بھی ہے اور اس کا خون بھی نکل آیا تو دونوں اماموں کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ گیا لیکن وہ شخص وضو کی زحمت سے بچنے کے لیے کہتا ہے کہ کیونکہ احناف کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۸۹ مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۲۲ھ

نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے بیوی کو ہاتھ لگانے سے حنفی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹا، اور چونکہ خون نکلنے سے شوافع کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے خون نکلنے سے شافعی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹا، درحقیقت یہ شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے نہ امام شافعی کا بلکہ یہ اپنی ہوائے نفس کا مقلد ہے اور قانونی امور میں اور زیادہ مشکلات پیش آئیں گی۔ ایک حنفی شخص کوئی جرم کرنے کے بعد فقہ شافعی کے قانون سے اپنے آپ کو آزاد کرا لے گا اور سزا سے بچ جائے گا اور شافعی شخص جرم کرکے فقہ حنفی کے قانون سے اپنے آپ کو بچا لے گا، مثلاً ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوٰۃ ہے اور احناف کے نزدیک نہیں ہے اب کسی شافعی شخص نے یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ حنفی فقہ سے اپنے آپ کو بچا لے گا۔ اسی طرح چوری کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے اور ایک مسلک کا مقلد چوری کرکے دوسرے مسلک کی فقہ سے اپنے آپ کو بچا لے گا۔ اس طرح شریعت اور قانون انسانی خواہشات کے تابع ہو جائیں گے بلکہ کوئی شخص کسی حکم کا مکلف نہیں رہے گا کیونکہ جب اس پر کوئی چیز واجب ہو گی تو وہ دوسری فقہ سے اس وجوب کو ساقط کر دے گا اور جب اس پر کوئی چیز حرام ہو گی تو وہ دوسرے مجتہد کے قول سے اس کو حلال کر لے گا اور انسان شریعت اور قانون دونوں سے آزاد ہو جائے گا اس لیے ضروری ہے کہ انسان ایک امام کی تقلید کرے اور ایک شخص کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید ناجائز اور تقلید شخصی واجب ہے۔

تقلید شخصی پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات

ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ، احادیث متعارضہ میں وجہ ترجیح اور قرآن و حدیث میں ایک لفظ کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کی دلیل شرعی سے تعیین نہ کر سکتا ہو، اس کے لیے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے اور کسی ایک امام کی تقلید کرنے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے کسی اور امام کی کسی مسئلہ میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کر لیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور مذہب کے عالم کے فتویٰ پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے، اور یہ چیز لائق مذمت ہے، شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔ نیز لکھتے ہیں:

امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے، مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے، (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے، شطرنج کھیلنے، یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار کرے، یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے[1] (اور یہی تقلید شخصی ہے)۔

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۱-۲۲۰ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز سعودی عربیہ

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حمدان نے بیان فرمایا ہے کہ جو کسی مذہب کا التزام کر لے وہ اگر بغیر دلیل، بغیر تقلید یا بغیر عذر شرعی کے اس مذہب کی مخالفت کرے تو اس پر انکار کیا جائے گا۔ (یعنی یہ امر ناجائز ہے اور یہ بعینہ تقلید شخصی ہے) شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حمدان کی اس عبارت میں اس پر دلیل ہے کہ کسی امام کے مقلد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دلیل کی وجہ سے یا عذر شرعی، یا کسی اور امام کی تقلید کی وجہ سے اپنے امام کی مخالفت کرے اور یہ بات باعث مذمت نہیں ہے [1]

اسی بحث میں شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ کیا عام آدمی پر کسی مذہب معین کی تقلید واجب ہے بایں طور کہ وہ اس مذہب کے بیان کردہ تمام واجبات اور رخصتوں پر عمل کرے؟۔ امام احمد، امام شافعی اور جمہور کے اس میں دو قول ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ واجب ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ واجب نہیں ہے، اور جو عوام پر کسی مذہب معین کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب تک ایک شخص کسی مذہب معین کا مقلد ہے اس کے لیے اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس پر ظاہر ہو جائے کہ دوسرا مذہب اس مذہب سے راجح ہے [2] (تقلید شخصی اس سے زائد نہیں ہے)۔ اسی سلسلے میں شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص پر دلائل سے یہ واضح ہو جائے کہ دوسرے امام کا مذہب راجح ہے تو اس مذہب کو اختیار کرنے میں اس کو ثواب ملے گا بلکہ جب اس پر یہ منکشف ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل فلاں امام کے مذہب میں ہے تو اس امام کے مذہب کو قبول کرنا واجب ہے [3]

نیز شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا، اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن و انس پر واجب ہے، اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے، ظاہر ہو یا باطن، لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے، اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کو یہ احکام بتلا سکیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں پس مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسیلہ، راستہ اور رہنما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے [4]

---

[1] ۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۱ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز سعودی عربیہ

[2] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃

[3] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۳ 〃 〃 〃

[4] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۴ - ۲۲۳ 〃 〃

اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مثال بیان کی ہے کہ کس طرح ایک مسئلہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر کھل گیا تھا جب کہ حضرت داؤد پر وہ مسئلہ اس طرح نہیں منکشف ہوا تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

جس شخص پر کسی مسئلہ میں حق واضح ہو جائے اس کے باوجود وہ اپنی عادت پر جما رہے تو یہ چیز باعث مذمت ہے اور جو لوگ قرآن اور حدیث سے (براہ راست) احکام نہیں حاصل کر سکتے اور وہ ان مسائل میں ان ائمہ اور مجتہدین کی اتباع کرتے ہیں جن سے زیادہ کسی اور کے اقوال ان کے نزدیک راجح نہیں ہیں تو ان کا یہ فعل لائق ستائش اور موجب ثواب ہے (اور یہی تقلید شخصی ہے) اور جو لوگ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے پر قادر ہیں۔ ان کے بارے میں اختلاف ہے، امام احمد، اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور امام محمد بن حسن نے لکھا ہے کہ اس کے لیے مطلقاً تقلید جائز ہے[1]۔

شیخ ابن تیمیہ کی ہم نے جس قدر عبارات پیش کی ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ عام آدمی کے حق میں تقلید شخصی واجب ہے کیونکہ اگر وہ کسی ایک امام کی تقلید نہیں کرے گا تو ہوائے نفس کا شکار ہو جائے گا۔

تقلید کی بحث کے شروع میں شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ کسی خاص امام کی تقلید کرے ان کا یہ قول مطلقاً تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی وہ یہ لکھتے ہیں کہ البتہ جو شخص کسی خاص امام کے بیان کردہ مسائل کے سوا احکام شرعیہ کو نہ جان سکتا ہو اس کے لیے اس خاص مذہب کی اتباع جائز ہے[2]۔ اس لیے خلط مبحث سے احتراز کیا جائے۔

کن صورتوں میں مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

علامہ سیوطی نے بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے: اختلاف امتی رحمة "میری امت کا اختلاف رحمت ہے"[3] علامہ مناوی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اصول اور عقائد میں اختلاف جائز نہیں ہے اور اعمال فرعیہ میں اختلاف رحمت ہے کیونکہ اس اختلاف کی بناء پر یہ ممکن ہے کہ ایک امام کا مقلد ضرورت کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرے، علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔

ا۔ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو راجح گمان کر کے اس امام کے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، (جیسے امام طحاوی شافعی مذہب کو چھوڑ کر حنفی ہو گئے) یہ صورت جائز ہے۔

ب۔ دوسرے امام کے کسی مسئلہ فرعیہ کو دلیل سے راجح خیال کر کے اس مسئلہ کو اختیار کر لیتا ہے، یہ بھی جائز ہے۔

ج۔ مقلد کو دوسرے کسی امام کے قول میں ایسی رخصت ملتی ہو جو اس کے امام کے یہاں نہیں ہے اور وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اس امام کے قول پر عمل میں مجبور ہو، یہ بھی جائز ہے۔ (جیسے مفقود الخبر کے مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب پر عمل کرنا)۔

د۔ محض آسانی کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا چاہتا ہو، یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی خواہش کا متبع ہے دین کا متبع

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۵، مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز سعودی عربیہ۔

[2] " " " " مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۹

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۱ھ۔

نہیں ہے (مثلاً حنفی کا وضو خون نکلنے سے ٹوٹ گیا ہو تو وہ وضو کی مشقت سے بچنے کے لیے شافعی مذہب پر وضو نہ کرے)۔

ھ۔ آسانی اور سہولت کی وجہ سے دوسرے ائمہ کے اقوال پر بکثرت عمل کرنا یہ بھی جائز نہیں ہے۔

و۔ دو اماموں کے قول سے ایسی حقیقت مرکب ہو جو بالاجماع ناجائز ہے۔ (مثلاً ایک شخص عورت کو ہاتھ لگائے اور اس کا خون نکل آئے لیکن وہ شافعی اور حنفی مذہب کو جمع کر کے وضو نہ کرے)۔

ز۔ ایک ہی مسئلہ میں کبھی ایک امام کے قول پر اور کبھی دوسرے کے قول پر عمل کرے مثلاً پڑوسی پر شفعہ کرنے کے لیے احناف کے قول پر عمل کرے اور جب اس پر پڑوسی کی بناء پر شفعہ ہو تو کہے میں شافعی ہوں۔[1]

علامہ علائی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے قرض لینا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسی جنس کی اتنی ہی چیز لے لے۔ اور امام شافعی کے نزدیک دوسری جنس سے بھی اتنی چیز لینا جائز ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ اس میں زیادہ وسعت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل کیا جا سکتا ہے۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے دوسری (خلاف) جنس سے بھی لینا جائز ہے اور اس قول میں وسعت ہے پس اس پر عمل کرنا جائز ہے ہر چند کہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان دوسرے مذہب کے قول پر عمل کرنے میں معذور ہے اسی طرح زاہدی میں ہے' علامہ شامی اجمال الاشقر کی شرح قدوری کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک آج کل اسی پر فتویٰ ہے کہ جب وہ دوسرے کے مال سے اپنا قرض لینے پر قادر ہو تو وہ لے سکتا ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو۔[3]

علامہ مناوی شافعی، علامہ سبکی شافعی، حافظ ابو عمر ابن صلاح شافعی، علامہ نووی شافعی (ان کے حوالے اس سے پہلے گذر رہے ہیں) علامہ علائی حنفی، صاحب المجتبیٰ حنفی، علامہ قہستانی حنفی، علامہ زاہدی حنفی اور علامہ شامی حنفی ان سب کے نزدیک ضرورت کی بناء پر ایک مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے۔

فقہ حنفی کی ترجیح

فقہ حنفی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس فقہ میں سب سے زیادہ احتیاط ہے اور یہ خدا خوفی کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک قطرہ بھی کسی عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ پانچ قطرے پینے کے بعد رضاعت ثابت کرتے ہیں، اسی طرح امام شافعی چار دنوں تک قربانی کی اجازت دیتے ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہیں دیتے اور اسی میں احتیاط ہے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں متعدد اور مختلف احادیث وارد ہوں تو باقی ائمہ کسی ایک حدیث پر عمل کر کے باقی احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ ان مختلف احادیث میں تطبیق دے کر سب حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، مثلاً بعض احادیث میں ہے کہ جس کو نماز کی رکعات میں تردد اور شک ہو وہ نماز دوبارہ پڑھے بعض میں ہے غور کرے اور جس طرف ظن غالب ہو اس پر عمل کرے اور بعض میں ہے کہ جب مثلاً دو اور تین

---

[1] علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۱ھ۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۷،

رکعت میں شک ہو تو ان کو دو رکعت (یعنی کم از کم رکعات جو یقینی ہیں) قرار دے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں ایسا شخص ہمیشہ دوبارہ نماز پڑھے، ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کم والی جانب کو اختیار کرے۔ کسی امام نے ایک حدیث پر عمل کیا کسی نے دوسری پر اور کسی نے تیسری پر۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اگر پہلی بار شک واقع ہو تو دوبارہ نماز پڑھ لے اور اگر بار بار شک واقع ہوتا ہو تو غور کرے اگر غور کرنے سے کوئی جانب ترجیح پا جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ جتنی رکعات کم از کم ہیں اتنی رکعات قرار دے، تیسری خصوصیت یہ ہے کہ باقی ائمہ اقوال صحابہ کو اہمیت نہیں دیتے اور امام ابوحنیفہ مختلف احادیث میں اقوال صحابہ کو فیصل مان کر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ درجات اور مراتب کا اعتبار کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں احادیث کو مؤخر کر دیتے ہیں اور اگر تطبیق دیں تو قرآن مجید پر عمل کو فرض اور حدیث پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی نہی کو حرام اور حدیث کی نہی کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث کے مقابلہ میں اقوال صحابہ کو مؤخر کر دیتے ہیں۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احکام میں بہت زیادہ باریک بینی، دقت نظری، درجہ بندی اور وسعت سے کام لیا ہے جو باقی ائمہ میں نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض اور واجب اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی الگ الگ حکم ہیں جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی میں دستوری اساس بننے کی صلاحیت باقی ائمہ کی فقہ سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی مملکتوں کا قانون اور دستور بنی رہی مثلاً سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین براعظموں افریقہ، یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اس کا دستور اور قانون یہی فقہ تھی، اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور یہی فقہ رہی برصغیر میں افغانستان، ماوراء النہر اور ہندوستان میں مسلمانوں کی ریاستوں میں اسی فقہ کا قانون چلتا تھا، ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی کے پیروکار ہر عہد میں مسلمانوں کی دو تہائی سے زیادہ اور غالب اکثریت میں رہے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی باقی امتوں سے زیادہ ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مقلدین باقی ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں میری امت کی ہونگی اور ان اسی صفوں میں دو تہائی اکثریت انشاء اللہ احناف کی ہوگی۔ آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ احناف میں جس قدر اولیاء اللہ کا ظہور ہوا کسی اور امام کے مقلدین میں اتنے اولیاء اللہ نہیں ہوئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت شقیق بلخی، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت معروف کرخی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت داؤد طائی۔ حضرت ابو حامد لفاف، حضرت خلف بن ایوب، حضرت وکیع بن جراح، حضرت ابوبکر وراق، حضرت حاتم اصم، حضرت محمد شاذلی، حضرت علی ہجویری۔ حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت معین الدین اجمیری، خواجہ بختیار کاکی، حضرت شاہ ابوالمعالی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ وقدس اسرارہم یہ سب حنفی تھے ان کے علاوہ اور بہت اولیاء اللہ ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ نویں خصوصیت یہ ہے کہ تمام ائمہ اور مجتہدین امام ابوحنیفہ کے فیض یافتہ ہیں امام مالک نے فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ سے فیض حاصل کیا۔ امام شافعی، امام اعظم کے شاگرد امام محمد کے شاگرد تھے امام احمد بن حنبل نے بھی امام اعظم کے علوم سے فائدہ اٹھایا۔ اسی لیے امام شافعی کہا کرتے تھے کہ: "الفقہاء کلھم عیال الی حنیفہ" (تمام فقہاء ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ باقی ائمہ امام اعظم کے سامنے اپنے موقف کو ترک کر دیتے تھے۔

تھے چنانچہ جب امام شافعی امام اعظم کے مزار پر جاتے تو قنوت نازلہ پڑھتے نہ رفع یدین کرتے۔

مذہب احناف کی ترجیح مخالفین کو بھی مسلم ہے: نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں: وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور اہل اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے چار مذاہب ہیں جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل، اور ان مذاہب میں سب سے زیادہ حق اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب وسنت کی کثرت معرفت، علم الاحکام میں رائے کی صحت، استنباط مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے، اور جو شخص کسی مذہب معین کی تقلید کرے اس پر لازم ہے کہ اس طرح گمان کرے کہ اس کا مذہب صحیح ہے لیکن خطأ کا احتمال رکھتا ہے اور مخالف کا مذہب غلط ہے اور صحت کا احتمال رکھتا ہے۔[1]

تقلید پر سوالات اور ان کے جوابات

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ سے علم وفضل میں صحابہ کرام بدرجہا افضل تھے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسے اصول وضع نہیں کیے جو تمام جزئیات اور حوادث کے لیے کافی ہوتے اور تمام مسائل فرعیہ کو محیط ہوتے اور تمام تفاصیل کو شامل ہوتے کیوں کہ انھوں نے قواعد کی اساس اور ان کے لیے اصول مہیا کیے اور تفریعات اور تفصیلات کے لیے انھیں موقع نہ مل سکا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان بعض مسائل میں حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے اور بعض مسائل میں حضرت عمر کی کیونکہ حضرت ابوبکر کے اصول تمام جزئیات کے لیے کافی تھے نہ حضرت عمر کے، اور اس زمانہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب تمام جزئیات اور حوادث اور تمام تفریعات اور تفصیلات کے لیے کافی اور وافی ہیں، اور جب بھی کوئی حادثہ یا واقعہ ہوگا ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے مذہب میں اس کے لیے راہنما اصول موجود ہوں گے۔

دوسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسے جامع اصول اور قواعد کیوں نہیں وضع کیے اور تمام جزئیات اور تفریعات کے لیے احکام کیوں نہیں مدون کیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو صحابہ کرام زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو انھیں ملک کے اندر اور باہر فتنوں کا سامنا تھا۔ حضرت عمر اسلامی فتوحات کو وسیع کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت عثمان نے بھی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھایا حضرت علی داخلی جنگوں میں مصروف رہے، ثانیاً صحابہ کرام کے دور میں اس قدر کثرت سے مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے نہ نئی نئی جزئیات اور تفصیلات سامنے آئی تھیں، اس وجہ سے ان کے دور میں شریعت کو مدون کرنے کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے کہ انھوں نے تقلید سے منع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے مطلقاً تقلید سے منع نہیں کیا ان کا تقلید سے منع کرنا حسب ذیل امور میں ہے۔

(۱)۔ ضروریات دینیہ یعنی دین کے بنیادی عقائد میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

---

[1] ۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ۔

(۲)۔ جو احکام شرعیہ تواتر اور بداہت سے ثابت ہوں ان میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

(۳)۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے وہ صریح احکام جو قطعی الدلالۃ ہیں (مثلاً صوم وصلوٰۃ کی فرضیت، پانچ نمازیں، ایک ماہ کے روزے، مقدار نصاب زکوٰۃ، عدد رکعات وغیرہ) جن کا کوئی معارض بھی نہیں ہے ان احکام میں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حقیقت ایک بار پھر پیش نظر رہنی چاہیے کہ تقلید صرف اس غرض سے کی جاتی ہے کہ قرآن اور حدیث میں اگر ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں تو کسی ایک معنی کی تعیین کے لیے اپنے ذہن کی بجائے کسی مجتہد کے فہم پر اعتماد کیا جائے یا اگر قرآن مجید کی آیات میں یا احادیث میں تعارض ہو تو کسی ایک آیت یا حدیث کو عمل کے لیے متعین کرنے میں اپنی عقل کی بجائے مجتہد پر اعتماد کیا جائے اور یا جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا قرآن اور حدیث میں واضح حل نہ ہو تو قرآن اور حدیث سے خود اس کا حل تلاش کرنے کے بجائے مجتہد کے استنباط کردہ حل کو قبول کر لیا جائے۔ نیز یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کسی کے نزدیک بھی مجتہد معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہے بلکہ اس کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود ہے، اور اگر ایک متبحر عالم کو اپنے امام کے کسی قول کے خلاف کوئی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث علم یقینی کے ساتھ مل جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے۔

عام مسلمانوں کا بغیر تقلید کے گذارہ نہیں ہے!

جو حضرات تقلید کے مخالف ہیں عملاً وہ خود بھی تقلید کرتے ہیں، کیونکہ غیر مقلد حضرات کا ہر فرد عالم اور مجتہد نہیں ہوتا اور جو عالم ہیں وہ بھی ہر مسئلہ میں قرآن وحدیث کے پورے ذخیرے کی طرف رجوع نہیں کرتے ان میں سے جو عالم نہیں ہیں وہ غیر مقلد علماء سے پوچھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں، اسی سبب سے غیر مقلد علماء کے فتاوی چھپے ہوئے ہیں جن میں اوّل تو ہر مسئلہ کی دلیل نہیں بیان کی گئی، اور اگر ہو بھی تو عام آدمی اس کا کیسے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان کی بیان کی ہوئی دلیل صحیح ہے یا غلط، وہ تو صرف اپنے علماء کے علم اور فہم پر اعتماد کر کے ان کے قول پر عمل کرتا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے!

رہے غیر مقلد علماء تو وہ انصاف سے بتائیں کہ کیا وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن وحدیث کے تمام ذخائر کو کھنگالتے ہیں یا اس کے بجائے وہ اپنے متقدمین علماء کی کتابوں کو دیکھتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ حنفی یا شافعی مسلک کی کتابوں کی بجائے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن حزم، شیخ ابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ کی کتابوں کو دیکھتے ہیں اور یہ بھی گنے چنے علماء غیر مقلدین کا کام ہے ورنہ عام غیر مقلد علماء تو فتاوی نذیریہ اور فتاوی ثنائیہ سے ہی کام چلا لیتے ہیں۔

جو حضرات براہ راست قرآن اور حدیث سے مسائل نکالنے پر زور دیتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی اہمیت اور خصوصیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ تقلید کو شرک کہتے ہیں انھیں شیخ ابن تیمیہ کی یہ عبارت بغور پڑھنی چاہیے:

"انسانوں اور جنات میں سے ہر ایک پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال جانے اور حرام کردہ کو حرام جانے اور ان کے واجب کردہ کو واجب مانے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت

سے احکام ایسے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے لوگ اس معاملے میں ایسے عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انھیں اللہ اور رسول کے احکام بتا سکے اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کی منشاء اور مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ لہٰذا مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین وسیلے اور رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں جو لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے ان احادیث کے معانی اور احکام بیان کرتے ہیں اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی خاص عالم کو ایسے علم اور فہم سے نوازتا ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہوتا" [1]۔

اس عبارت کے بعد تقلید پر طعن یا اس کے انکار کی کیا گنجائش ہے۔؟

بَابُ ۳۵۱ مَا يُنْدَبُ لِلْمُحْرِمِ وَغَيْرِهِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ

محرم اور غیر محرم کے لیے حرم اور غیر حرم میں جن جانوروں کا مارنا جائز ہے

۲۷۵۷ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ مِقْسَمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرْبَعٌ كُلُّهُنَّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحِدَأَةُ وَالْغُرَابُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ قَالَ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ أَفَرَأَيْتَ الْحَيَّةَ قَالَ تُقْتَلُ بِصُغْرٍ لَهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار جانور فاسق (موذی) ہیں جن کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے، چیل، کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ میں نے قاسم سے کہا اور سانپ کے متعلق بتلائیے۔ انھوں نے کہا اس کو اس کی ذلت کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

۲۷۵۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں جنھیں حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے، سانپ، سیاہ اور سفید رنگوں والا کوا، چوہا، کاٹنے والا کتا اور چیل۔

[1] شیخ احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز ملک السعودیہ۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحُدَيَّا.

۲۷۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں جنھیں حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، بچھو، چوہا، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۷۶۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں جن کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۲ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ خَمْسٍ فَوَاسِقَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ ابْنِ زُرَيْعٍ.

اسی سند سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فاسق (موذی) جانوروں کو حرم میں اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۶۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں۔ انھیں حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، کوا چیل، کاٹنے والا کتا، بچھو اور چوہا۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ.

۲۷۶۴- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فِي الْحُرُمِ وَالْإِحْرَامِ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم اور حالت احرام میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۵- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَتْ حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں جن کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بچھو، کوا، چیل، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ أَخْبَرَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ أَوْ أُمِرَ أَنْ يُقْتَلَ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْغُرَابُ.

زید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک نے خبر دی ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ چوہے، بچھو، چیل، کاٹنے والے کتے اور کوے کو قتل کر دیا جائے۔

۲۷۶۷- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ

زید بن خبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم کن جانوروں

ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ما يقتل الرجل من الدواب وهو محرم؟ قال حدثتني احدى نسوة رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يأمر بقتل الكلب العقور والفارة والعقرب والحديا والغراب والحية قال وفي الصلوة ايضا.

کو قتل کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک نے خبر دی ہے کہ آپ نے کاٹنے والے کتے، چوہے، بچھو، چیل، کوے اور سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میں بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔

۲۷۶۸ - **وحدثنا** يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خمس من الدواب ليس على المحرم في قتلهن جناح الغراب والحداة والعقرب والفارة والكلب العقور.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنے میں محرم کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۹ - **وحدثنا** هارون بن عبد الله حدثنا محمد بن بكر حدثنا ابن جريج قال قلت لنافع ماذا سمعت ابن عمر يحل للحرام قتله من الدواب فقال لي نافع قال عبد الله سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول خمس من الدواب لا جناح على من قتلهن في قتلهن الغراب والحداة والعقرب والفارة والكلب العقور.

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کیا تم نے حضرت ابن عمر سے ان جانوروں کے بارے میں کچھ سنا ہے جن کو محرم قتل کر سکتا ہے؟ نافع نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۷۰ - **وحدثناه** قتيبة وابن رمح عن الليث بن سعد ح وحدثنا شيبان ابن فروخ حدثنا جرير يعني ابن حازم جميعا عن نافع ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا علي بن مسهر ح وحدثنا ابن نمير حدثنا ابي جميعا عن عبيد الله ح وحدثني ابو كامل حدثنا حماد حدثنا ايوب ح وحدثنا ابن المثنى حدثنا يزيد ابن هارون اخبرنا يحيى بن سعيد كل

امام مسلم نے متعدد اسانید بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان اسانید سے بھی نافع نے حضرت ابن عمر سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَقُلْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحْدَهٗ وَقَدْ تَابَعَ ابْنَ جُرَيْجٍ عَلٰى ذٰلِكَ ابْنُ اِسْحَاقَ۔

۲۷۷۱- وَحَدَّثَنِيْهِ فَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ وَّعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَمْسٌ لَّا جُنَاحَ فِيْ قَتْلِ مَا قُتِلَ مِنْهُنَّ فِي الْحَرَمِ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۲۷۷۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى ابْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مَّنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ حَرَامٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْهِنَّ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى بْنِ يَحْيٰى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حالت احرام میں قتل کرنا گناہ نہیں ہے۔ ان میں بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل ہے۔

موذی جانوروں کی تعداد

حدیث نمبر ۲۷۵۷ میں چار موذی جانوروں کا ذکر ہے، چیل، کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ اور حدیث نمبر ۲۷۵۸ میں پانچ جانوروں کا ذکر ہے جن میں ایک سانپ ہے اور حدیث نمبر ۲۷۵۹ میں بھی پانچ موذی جانوروں کا ذکر ہے جن میں سانپ کی جگہ بچھو کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ موذی جانور جن کو حرم یا غیر حرم میں قتل کیا جائے گا ان کی تعداد چھ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابو عوانہ نے مستخرج میں ہشام کی سند سے چھ موذی جانوروں

کا ذکر کیا ہے اور اس میں سانپ سمیت چھ جانور ذکر کیے ہیں[۱]

موذی جانوروں کو قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان چھ موذی جانوروں کو حرم، غیر حرم اور حالت احرام میں قتل کرنا جائز ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس جانور میں ان کی صفت ہو اس کو قتل کرنا بھی محرم کے لیے جائز ہے پھر صفت کے تعین میں اختلاف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ صفت یہ ہے کہ اس جانور کا کھانا حلال نہ ہو۔ لہٰذا جس جانور کا کھانا حلال نہیں ہے اس کو محرم قتل کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فدیہ نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ صفت ایذاء ہے لہٰذا محرم کے لیے ہر موذی جانور کو قتل کرنا جائز ہے اور کلب عقور (کاٹنے والا کتا) کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام اور معروف کتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پھاڑنے والا کتا ہے۔[۲]

علامہ ابن قدامہ نے خرقی حنبلی سے نقل کیا ہے کہ محرم چیل، کوے، چوہے، بچھو اور کاٹنے والے کتے کو قتل کر سکتا ہے، اسی طرح ہر اس جانور کو قتل کر سکتا ہے جو اس پر حملہ آور ہو یا اس کو ایذاء دے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے صرف غراب ابقع (وہ کوا جس کی پیٹھ اور پیٹ سفید ہو) کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں غراب ابقع کا ذکر ہے لیکن متعدد احادیث میں مطلقاً غراب (کوے) کا ذکر آیا ہے اس لیے علامہ ابن قدامہ نے اس قید کو قید اتفاقی قرار دیا ہے[۳]

موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر محرم پر درندہ حملہ کرے تو وہ اس کو قتل کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ موذی جانوروں کا استثناء کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا پانچ فاسق جانور ہیں جن کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے اور دوسری حدیث میں ہے کہ محرم سانپ، بچھو، چوہے، چیل، کوے اور کاٹنے والے کتے کو قتل کر دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے اور اگر غیر محرم ان جانوروں کو حرم میں قتل کر دے تو اس پر بھی کوئی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ ان جانوروں کا قتل مطلقاً مباح ہے۔ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے محرم کو شکار سے منع کیا ہے یہ حدیث اس کے ساتھ بمنزلہ ملحق اور بیان ہے، البتہ ان پانچ جانوروں کے سوا جو دوسرے درندے ہیں جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا اگر محرم ان کو ابتداءً قتل کر دے تو ہمارے نزدیک اس پر فدیہ ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ جانوروں کا اس لیے استثناء کیا ہے کہ ان کی طبیعت میں ایذاء ہے اور جس جانور کی طبیعت میں بھی ایذاء ہو وہ ان پانچ جانوروں کے حکم میں ہے اور قرآن مجید کی نص سے مستثنیٰ ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "موذی جانوروں کے سوا شکار نہ کرو" اور جب نص اس معنی میں ہو تو از روئے نص صرف ان جانوروں کا شکار ممنوع ہوگا جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور جو غیر موذی ہیں، ایک اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی

[۱] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،
[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[۳] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳، ص ۲۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

لہب کے لیے دعا ضرر کی تو فرمایا اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کر دے تو اسے شیر نے پھاڑ کھایا اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کاٹنے والے کتے کا جو استثناء فرمایا ہے وہ شیر کو بھی شامل ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لاتقتلوا الصید وانتم حرم "در حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو" اور شکار کا لفظ تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کی ہے کہ مستثنیٰ پانچ جانور ہیں اور یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ پانچ کے علاوہ باقی جانوروں کو بدستور ازروئے نص قرآن قتل کرنا حرام ہے اور اگر علت ایذاء کی بناء پر باقی جانوروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ کے عدد سے تخصیص کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، پھر ان پانچ کے علاوہ باقی جانوروں میں ایذاء کی صفت نسبتاً کم ہے۔ کیونکہ ان پانچ جانوروں کی طبیعت میں ایذاء کے ساتھ ابتداء کرنا داخل ہے اور باقی جانور اس وقت تک ایذاء میں پہل نہیں کرتے جب تک ان کو ایذاء نہ دی جائے[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک نے اس مسئلہ میں قیاس اور رائے سے کام لے کر تمام درندوں کے قتل کو جائز قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ نے عبارت حدیث کی صراحت کے مقابلہ میں قیاس اور رائے کو ترک کر دیا ہے اور جن پانچ جانوروں کے لیے حدیث میں قتل کی اجازت ہے اس اجازت کو انہیں پانچ جانوروں میں منحصر رکھا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نص کے مقابلہ میں کبھی قیاس اور رائے سے کام نہیں لیتے، حیرت ہے کہ اس کے باوجود مخالفین احناف کو اصحاب الرائے کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

کوّے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ

علامہ نووی کہتے ہیں کہ ان جانوروں کو فاسق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں فسق خروج کو کہتے ہیں اور گناہ گار کو فاسق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت سے نکل جاتا ہے اور یہ جانور بھی ایذاء پہنچانے اور فساد پھیلانے کی وجہ سے عظیم چوپایوں سے نکل گئے اور ایک قول یہ ہے کہ حرم اور غیر حرم میں جانوروں کے قتل کی حرمت کے حکم سے یہ جانور نکل گئے اس لیے ان کو فاسق کہتے ہیں[2]۔

علامہ کرمانی ان جانوروں کا فسق بیان کرتے ہوئے علامہ نووی کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کوّا اونٹ کی پشت اور آنکھوں میں ٹھونگیں مارتا ہے اور لوگوں کا کھانا اُچک کر لے جاتا ہے۔ چیل گوشت اُچک کر لے جاتی ہے، بچھو ڈنک مارتا ہے، چوہا کھانا چراتا ہے اس کو خراب کرتا ہے اور کپڑے کاٹتا ہے۔ چراغ سے بتی نکال لیتا ہے جس سے پورا گھر جل جاتا ہے اور کاٹنے والا کتا لوگوں کو زخمی کرتا ہے[3]

عام کوّے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق

اس باب کی احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ سیاہ رنگ کا یہ عام کتا جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اس کا کھانا حرام ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

[1] - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۹۱ - ۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

[3] - علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، شرح البخاری للکرمانی ج ۹ ص ۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ

من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا؟ واللہ ما ھو من الطیبات[1] "کوّے کو کون کھا سکتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاسق فرما دیا ہے، بخدا! وہ حلال جانوروں میں سے نہیں ہے"۔

بعض علماء نے اس عام کوّے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق نہیں کیا اور وہ زاغ کی حلّت سے اس عام کوّے کی حلت پر استدلال کرتے ہیں اس لیے ہم اس فن کے مستند علماء کے حوالوں اور فقہاء اسلام کی عبارات سے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ زاغ اور چیز ہے اور یہ عام کوّا اور چیز ہے' اور زاغ کی حلت سے عام کوّے کی حلت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ دمیری زاغ کی تعریف میں لکھتے ہیں: زاغ کوّوں کی قسم میں سے ایک پرندہ ہے اور اس کو غراب زرع (کھیتوں کا کوّا) کہتے ہیں۔ یہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور عام کوّے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی چونچ اور پیر سرخ ہوتے ہیں اس کو غراب زیتون بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ زیتون کو کھاتا ہے' اس کی شکل لطیف ہوتی ہے اور دیکھنے میں اچھا لگتا ہے۔[2]

عام کوّے کے بارے میں علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ یہ دور دراز کا طویل سفر کرنے والا پرندہ ہے، اخروٹ شوق سے کھاتا ہے، گھوڑے، اونٹ اور آدمی کی آنکھ نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور روکنے اور مارنے سے رکتا نہیں ہے' گھوڑے کی پشت پر ٹھونگیں مارتا ہے اور اونٹ کی پشت پر ٹھونگیں مار مار کر زخمی کر دیتا ہے (الی قولہ) کوّا جب بیمار ہو جاتا ہے تو انسان کے فضلات کھاتا ہے۔[3]

عام کوّے کے بارے میں علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ کوّا ایک ایسا جانور ہے جس کے افعال بھی خبیث ہیں اور ذائقہ بھی۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم اور غیر حرم میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔[4] البتہ عام کوّے سے ایک چھوٹا جانور ہے۔ جو کھیتوں میں پایا جاتا ہے اور دانہ دنکا کھاتا ہے مردار اور گندگی نہیں کھاتا اس کو غراب الزرع (کھیتوں کا کوّا) اور زاغ کہتے ہیں اس کا حکم مستثنیٰ ہے اور فقہاء نے اس کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے' غراب الزرع یا زاغ عام کوّے سے تین صفات میں ممتاز ہوتا ہے۔ ایک صفت یہ ہے کہ یہ کوّا عام کوّے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ یہ کوّا کبوتر کی طرح آدمیوں سے مانوس ہوتا ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ اس کی چونچ اور پنجے سرخ ہوتے ہیں' لہٰذا فقہاء کا حلال کردہ کوّا وہ ہے جس میں یہ تین صفات پائی جائیں اور یہ عام سیاہ کوّا ان صفات کا حامل نہیں ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب ہم غراب زرع یا زاغ کے بارے میں فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں:-

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

---

[1]۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2]۔ علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۲، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[3]۔ علامہ ذکریا بن محمد بن محمود قزوینی، عجائب المخلوقات علی ہامش حیوٰۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۲۶۔ ۱۲۵، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[4]۔ علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ۔

وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک یقال له غراب الزرع ویقال له الزاغ وافتوا بجواز اکله فبقی ما عداه من الغربان ملتحقا بالابقع ۔ ؎۱

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے۔ کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے خارج ہے' اس کوّے کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے' اور علماء نے اس کے کھانے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے علاوہ کوّے کی جتنی اقسام ہیں وہ سب ابقع (وہ کوا جس کا پیٹ اور پیٹھ سفید ہو) کے ساتھ لاحق ہیں، یعنی ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اما الغراب الزرعی الذی یلتقط الحب فھو طیب مباح لانہ غیر مستخبث طبعا وقد یالف الآدمی کالحمام ۔ ؎۲

البتہ غراب زرع جو دانہ کھاتا ہے وہ حلال اور مباح ہے کیونکہ وہ طبعاً خبیث نہیں ہے اور کبوتر کی طرح آدمی سے مانوس ہوتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

خرج الزاغ وھو اسود محمر المنقار والرجلین ویسمی غراب الزرع ۔ ؎۳

کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے زاغ مستثنیٰ ہے یہ سیاہ رنگ کا پرندہ ہے۔ اس کوّے کی چونچ اور پنجے سرخ ہوتے ہیں اور اس کو غراب الزرع کہتے ہیں۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی نے بھی غراب زرع کی یہی علامت بیان کی ہے ؎۴
غراب الزرع کی ایک قسم وہ ہے جو دانہ اور مردار دونوں کھاتا ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں یہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے ؎۵ بہر حال یہ عام سیاہ رنگ کا موذی کوا بہر حال حرام ہے' کیونکہ اس میں غراب الزرع کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔

کوّے کی اقسام اور عقعق کا حکم

شیخ عثمانی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کوّے کی پانچ قسمیں ہیں اور غراب زرع کے علاوہ باقی اقسام فاسق اور موذی ہیں اور ان کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے اور یہ سیاہ رنگ کا عام کوّا ان باقی اقسام میں داخل ہے اس لیے فاسق

؎۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ۔ فتح الباری ج ۴ ص ۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

؎۲۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ۔

؎۳۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵، ص ۳۸۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

؎۴۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ۔ بذل المجہود ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

؎۵۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ۔

قرار پایا اور جس جانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرما دیا اس کے حرام ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا۔
شیخ عثمانی کی مکمل عبارت ہم نقل کر رہے ہیں۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذى ياكل الحب من ذلك يقال له غراب الزرع ويقال له الزاغ وافتوا بجواز اكله فبقى ما عداه من الغربان ملتحقا بالابقع وانواع الغراب على ما فى فتح البارى خمسة العقعق قال فى القاموس هو طائر ابيض فيه سواد وبياض يشبه صوته العين والقاف والابقع فى ظهره اوبطنه بياض والغداف وهو المعروف عند اهل اللغة بالابقع ويقال له غراب البين لانه بان عن النوح عليه السلام واشتغل بجيفة حين ارسله ليأتى بخبر الارض والاعصم هو فى رجله اوجناحه او بطنه بياض اوحمرة والزاغ ويقال له غراب الزرع وهو الغراب الصغير الذى ياكل الحب[1]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کوے کو قتل کرنے کے حکم سے وہ چھوٹا کوا مستثنیٰ ہے جو دانہ کھاتا ہے اس کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے، اس کے علاوہ کوے کی جتنی قسمیں ہیں ان سب کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ فتح الباری کے مطابق کوے کی پانچ قسمیں ہیں ایک عقعق ہے قاموس میں لکھا ہے کہ یہ سفید اور سیاہ رنگ کا پرندہ ہے اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے اور دوسرا ابقع ہے جس کی پیٹھ اور پیٹ پر سفیدی ہے۔ تیسرا غداف ہے۔ اہل لغت اس کو ابقع کہتے ہیں اور اس کو غراب البین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جب نوح علیہ السلام نے اس کو زمین کی خبر لانے کیلئے بھیجا تو یہ ان سے علیحدہ ہو کر مردار کھانے میں مشغول ہو گیا۔ چوتھی قسم اعصم ہے یہ وہ ہے جس کی ٹانگ یا پیر یا پیٹ میں سفیدی یا سرخی ہو اور پانچویں قسم زاغ ہے اس کو غراب زرع بھی کہتے ہیں۔ یہ چھوٹا کوا ہے جو دانہ کھاتا ہے۔

شیخ عثمانی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ زاغ اور غراب زرع ایک ہی چیز ہے، نیز اس سے پہلے ہم علامہ عسقلانی، علامہ سرخسی، اور ملا علی قاری کی عبارات سے بھی واضح کر چکے ہیں کہ زاغ اور غراب زرع ایک ہی چیز ہے، فقہاء نے عقعق کو بھی زاغ کے حکم میں قرار دیا ہے۔ یہ بھی عام کوے سے چھوٹا ہوتا ہے اور کائیں کائیں کی بجائے عقعق کہتا ہے۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ عقعق کبوتر کے برابر ہوتا ہے اس کے پر بڑے ہوتے ہیں اور شکل کوے کی طرح ہوتی ہے۔ پر کبوتر سے بڑے ہوتے ہیں، سفید اور سیاہ دو رنگ کا ہوتا ہے اور دم لمبی ہوتی ہے اور آواز عقعق ہوتی ہے اسی لیے اس کو عقعق کہتے ہیں۔[2] شیخ عثمانی نے عقعق کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی کا حاصل ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں کہ عقعق کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دانہ اور گندگی ملا کر کھاتا ہے

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

[2] علامہ محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

ہے اس لیے مرغی کے مشابہ ہے اور امام ابو یوسف اس کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ یہ مردار کھاتا ہے [۱]۔
شیخ عثمانی نے زاغ یا غراب زرع کے سوا کوے کی باقی اقسام کو حرام قرار دیا ہے اور فقہاء کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوے کی باقی اقسام حرام ہیں، یہ بات واضح رہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق دونوں اس عام کوے سے چھوٹے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خبیث چیزوں کو حرام فرمایا ہے: ویحرم علیہم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷) "وہ رسول ان پر خبیث چیزوں کو حرام فرماتے ہیں" اور کوے کو خبیث ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ بابرتی [۲] اور ملا علی قاری [۳] نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے اور باقی چار جانوروں کو خبیث ہونے کی وجہ سے فاسق فرمایا۔ پس واضح ہو گیا کہ کوا خبیث جانور ہے۔ اور خبیث جانوروں کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہے لہٰذا کوا حرام ہے۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ کوے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمایا ہے اور قرآن مجید نے فاسق جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے کوا از روئے قرآن حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق (انعام: ۱۲۱) "جن جانوروں پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے ان کو مت کھاؤ، یہ فاسق جانور ہیں" علامہ عسقلانی نے بھی کوے کی حرمت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے [۴]۔

احادیث سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت

کوے کے حرام ہونے پر صحاح ستہ کی وہ تمام احادیث دلیل ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو فاسق فرمایا ہے، اور اس سے پہلے ہم سنن ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو فاسق فرما دیا تو پھر اس کو کون کھا سکتا ہے۔ بخدا! یہ حلال چیزوں سے نہیں ہے۔

فقہاء اسلام کے حوالوں سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت

علامہ سرخسی، علامہ عسقلانی، علامہ مرغینانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی کے حوالوں سے ہم بتلا چکے ہیں کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوے کی تمام اقسام حرام ہیں۔ اس سلسلہ میں چند مزید حوالے پیش خدمت ہیں۔
شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

---

[۱]۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[۲]۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[۳]۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۳۸۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔
[۴]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ۔

وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک ویقال لہ غراب الزرع وافتوا بجواز اکلہ فبقی ماعداہ من الغربان ملحقا بالابقع۔[۵۱]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوؤں کو قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہے اس کو غراب زرع کہتے ہیں اور اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پس کوؤں کی باقی اقسام قتل کرنے کے حکم میں باقی ہیں۔

شیخ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک ویقال لہ غراب الزرع ویقال لہ الزاغ وافتوا بجواز اکلہ فبقی ما عداہ من الغربان ملتحقا بالابقع۔[۵۲]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوؤں کو قتل کے حکم سے خارج ہے، اس کو غراب زرع اور زاغ کہتے ہیں اور اس کے کھانے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پس کوؤں کی باقی اقسام قتل کرنے کے حکم میں باقی ہیں۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں

وخرج الزاغ وھو اسود محمر المنقار والرجلین ویسمی غراب الزرع۔[۵۳]

کوؤں کو قتل کرنے کے حکم سے (صرف) زاغ مستثنیٰ ہے یہ سیاہ رنگ کا جانور ہے اس کی چونچ اور پیر سرخ ہوتے ہیں اور اس کو غراب زرع کہتے ہیں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، شیخ ظفر احمد عثمانی اور شیخ خلیل احمد انبیٹھوی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ زاغ (غراب زرع) کے علاوہ کوؤں کی تمام اقسام حرام ہیں اور یہ عام دیسی کوا جو کائیں کائیں کرتا پھرتا ہے۔ فاسق اور خبیث ہے اس کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے۔ اور اس کا کھانا حرام ہے۔

بعض علماء کا کوے کو حلال کہنے میں تفرد

عام سیاہ کوا جس کو زاغ معروف بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید، احادیث، فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حرام ہے لیکن شیخ رشید احمد گنگوہی نے اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

سوال:۔ جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب۔

جواب:۔ ثواب ہوگا فقط۔[۵۴]

۵۱۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ، عون المعبود ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۵۲۔ شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ، اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۴۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

۵۳۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

۵۴۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۵۹۲ مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

شیخ گنگوہی کے متبعین اس عام کوے کی حلت ثابت کرنے کے لیے کبھی اس کو عقعق قرار دیتے ہیں کبھی زاغ (غراب زرع) قرار دیتے ہیں، حالانکہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے کہ اس عام کوے اور عقعق یا غراب زرع میں بہت فرق ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ کوا تو مرغی کے مشابہ ہے مرغی دانہ بھی کھاتی ہے اور گندگی بھی کھا لیتی ہے اسی طرح کوا دانہ بھی کھاتا ہے اور گندگی بھی کھا لیتا ہے، لیکن اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو کوئی شخص چیل اور کتے کو بھی حلال کہہ سکتا ہے کہ یہ جانور روٹی اور گوشت کے ٹکڑے بھی کھا لیتے ہیں اور مردار اور گندگی بھی!۔

حرم میں قصاص لینے میں مذاہب اور احناف کا موقف

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک حرم کعبہ میں اگر کوئی ایسا مجرم پناہ لے لے جس پر قصاص، رجم یا کوئی اور حد واجب ہو تو حرم میں ہی اس پر حد واجب کر دی جائے گی' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم کعبہ میں کسی کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن دخله کان امنا۔ (آل عمران: ۹۷) "جو شخص بھی کعبہ میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا"۔ علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک پر اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حرم میں کتے سانپ اور بچھو وغیرہ کو قتل کیا جا سکتا ہے تو کسی ایسے مسلمان کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے جس پر حد یا قصاص واجب ہو[1] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس چونکہ قرآن مجید کی صریح عبارت اور نص کے مقابلہ میں ہے اس لیے مردود ہے، باقی رہیں احادیث تو وہ چونکہ خلاف قیاس ہیں اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہیں گی اور ان پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، امام ابوحنیفہ قیاس ضرور کرتے ہیں لیکن قرآن مجید اور حدیث کی صریح عبارت کے مقابلہ میں قیاس نہیں کرتے، اس اختلاف سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صاحب الرائے اور امام الرائے کہتے ہیں۔

بَابُ ۳۵۲ جَوَازِ حَلْقِ الرَّأْسِ لِلْمُحْرِمِ اِذَا کَانَ بِهٖ اَذًى وَوُجُوْبِ الْفِدْيَةِ لِحَلْقِهٖ وَبَيَانِ قَدْرِهَا

تکلیف لاحق ہونے کی وجہ سے محرم کو سر منڈانے کی اجازت اور اس پر فدیہ کا بیان

۲۷۷۳ - وَحَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِیْ ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں اس وقت پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، اور میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں آپ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ اَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَاَنَا اُوْقِدُ تَحْتَ قَالَ الْقَوَارِيْرِيُّ قِدْرٍ لِّيْ وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ بُرْمَةٍ لِّيْ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ اَوِ انْسُكْ نَسِيْكَةً قَالَ اَيُّوْبُ فَلَا اَدْرِيْ بِاَيِّ ذٰلِكَ بَدَاَ۔

نے فرمایا کیا تم کو جوؤں نے بہت ستار کھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا تو سر منڈوا دو اور تین دن کے روزے رکھو! یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک قربانی کرو۔ راوی ایوب کہتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ آپ نے پہلے کس چیز کا ذکر فرمایا تھا۔

۲۷۷۴- حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۲۷۷۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ فِيَّ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ اُدْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ اُدْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَاَظُنُّهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَمَرَنِيْ بِفِدْيَةٍ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ مَّا تَيَسَّرَ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ (ترجمہ:) جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو وہ اس کے فدیے میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے"۔ میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا! آپ نے فرمایا: قریب ہو! میں قریب ہوا، آپ نے فرمایا: قریب آؤ! میں قریب ہوا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں جوئیں بہت تکلیف دیتی ہیں؟ میں نے کہا جی! پھر آپ نے فرمایا روزے، صدقہ یا قربانی میں سے جو آسان ہو کر لو!۔

۲۷۷۶- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَّقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَنِيْ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھڑے ہوئے در آں حالیکہ میرے سر سے جوئیں جھڑ رہی

كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ تَتَهَافَتُ قَمْلًا فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ قَالَ فَفِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ مَا تَيَسَّرَ.

تھیں، آپ نے فرمایا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں؟۔ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم اپنا سر منڈوا دو! اور یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، (ترجمہ:) تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (تو وہ منڈوا کر) اس کے فدیہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تین دن کے روزے رکھو یا ایک ٹوکرا چھ مسکینوں میں خیرات کر دو یا جو نہیں میسر ہو اس کی قربانی کر دو۔

۲۷۷۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ وَحُمَيْدٍ وَعَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ هٰذِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ وَأَطْعِمْ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ أَوِ اذْبَحْ شَاةً.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تھے اور اس وقت تک مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور میں حالت احرام میں بیٹھا دیگچی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، اور میرے چہرے پر جوئیں جھڑ رہی تھیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کیا یہ جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا سر منڈوا دو! اور چھ مسکینوں میں ایک فَرَق کھانا تقسیم کر دو (فَرَق تین صاع کا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہے) یا تین دن روزے رکھو یا قربانی کرو! ایک روایت ہے یا ایک بکری ذبح کر دو!۔

۲۷۷۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ آذَاكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور پوچھا کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر منڈا دو پھر ایک بکری ذبح کر دو یا تین دن کے روزے رکھو یا تین صاع چھوہارے چھ

قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْلِقْ ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا أَوْ صُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ ثَلٰثَةَ آصُعٍ مِّنْ تَمْرٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ۔

۲۷۷۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ إِلٰى كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَقَالَ كَعْبٌ نَزَلَتْ فِيَّ كَانَ بِيْ أَذًى مِّنْ رَّأْسِيْ فَحُمِلْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ مِنْكَ مَا أَرٰى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ قَالَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ أَوْ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ بِنِصْفِ صَاعٍ طَعَامًا لِّكُلِّ مِسْكِيْنٍ قَالَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً۔

۲۷۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِيْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْقِلٍ حَدَّثَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَقَمِلَ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ

مسکینوں کو کھلا دو۔

عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا اور ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا: ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک حضرت کعب نے کہا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرے سر میں تکلیف تھی اس لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا درآں حالیکہ جوئیں میرے چہرے پر جھڑ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے، میرے خیال میں تمہیں بکری نہیں مل سکتی۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اس کا فدیہ روزے ہیں یا صدقہ ہے یا قربانی۔" آپ نے فرمایا تین دن کے روزے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کو نصف صاع کھلانا، حضرت کعب نے کہا کہ یہ آیت خاص میرے لیے نازل ہوئی تھیں لیکن اس کا حکم تمہارے لیے بھی عام ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا اور میرے سر اور داڑھی میں جوئیں پڑ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپ نے مجھے بلا بھیجا اور ایک نائی کو بلایا جس نے میرا سر مونڈ دیا پھر فرمایا کیا تمہارے پاس قربانی کے لیے کوئی جانور ہے؟ میں نے کہا میں قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا! پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ تین دن کے روزے رکھوں یا چھ مسکینوں

لَهٗ هَلْ عِنْدَكَ نُسُكٌ قَالَ مَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ يُطْعِمَ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنَيْنِ صَاعٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ خَاصَّةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ ثُمَّ كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً.

کو کھانا کھلاؤں ہر دو مسکینوں کو ایک صاع! اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ" پھر اس آیت کا حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہو گیا۔

احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۲۷۷۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو پتیلی کے نیچے آگ جلاتے دیکھا درآں حالیکہ ان کے چہرے پر جوئیں جھڑ رہی تھیں۔ اور حدیث نمبر ۲۷۸۰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور نائی کو بلا کر ان کے بال مونڈنے کا حکم دیا۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے آپ نے گزرتے ہوئے اجمالی طور پر حضرت کعب بن عجرہ کی جوئیں دیکھیں اور انھیں شرعی مسئلہ بتلایا اور جب آپ کو تفصیلی طور پر ان کی زیادہ تکلیف کا علم ہوا تو نائی کو بلا کر ان کے بال منڈوا دیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شارع ہونا اور آپ کا اجتہاد

حدیث نمبر ۲۷۷۹ اور حدیث نمبر ۲۷۸۰ میں ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو مسئلہ بتلایا کہ تم قربانی کرو یا روزے رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، ہر مسکین کو نصف صاع دو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک (بقرہ: ۱۹۶) "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ میں روزے رکھے، صدقہ دے یا قربانی کرے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ حکم اپنے اجتہاد سے دیا تھا اس کے بعد آپ کے اجتہاد کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی نیز قرآن مجید کی اس آیت میں روزوں کی تعداد کا ذکر نہیں کیا گیا نہ صدقہ کی مقدار بیان کی گئی ہے ان چیزوں کی تفصیل اور تشریح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی جو تعداد مقرر کی اور جتنا صدقہ مقرر کیا وہی شریعت بن گئی اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد اور آپ کے شارع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

مسئلہ احصار میں موقف احناف کی تائید

احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ احصار (حج کی ادائیگی سے عاجز آجانا) صرف دشمن کے روکنے سے ثابت ہوتا ہے یا مرض سے بھی ثابت ہوتا ہے، شوافع یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ: فان احصرتم فما استیسر من الھدی۔ ۶ ہجری میں عمرہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار نے مسلمانوں کو عمرہ کے لیے مکہ میں نہیں جانے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب تم کو روک دیا جائے تو قربانی کر کے احرام کھول دو، اس لیے احصار کا یہ مسئلہ صرف دشمن کے روکنے سے متعلق ہے، اور احناف کا موقف یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احصار عام ہے اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس

آیت کا اگلا جز یہ ہے کہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ الآیۃ۔ اور یہ آیت بالاتفاق بیمار کے عجز سے متعلق ہے اور اگر آیت کا پہلا جز بیمار کے عجز کے حکم کی نفی کرے اور دوسرا جز بیمار کے عجز کے حکم کا اثبات کرے تو یہ آیت کریمہ بے ربط اور متناقض ہو جائے گی اور یہ اعجاز قرآن کے خلاف ہے اس لیے اس مسئلہ میں احناف کا بیان کردہ موقف ہی صحیح ہے۔

سر کے بالوں کے علاوہ باقی بالوں کے مونڈنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اس آیت اور حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث کے تحت اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کسی محرم کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے کر سر کے بال منڈا سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ضرورت کی بناء پر بدن کے کسی اور حصہ کے بال مونڈنے پڑیں تو کیا وہ بھی اس حکم میں داخل ہے؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک وہ شخص بھی فدیہ دے کر بدن کے باقی حصہ کے بال مونڈ سکتا ہے۔ البتہ ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔[1]

محرم کے سر منڈانے سے متعلق مسائل

اگر محرم کسی غیر محرم کا سر مونڈ دے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان میں سے کسی پر فدیہ نہیں ہے، امام ابو حنیفہ محرم کو اس کی اجازت نہیں دیتے لیکن اگر محرم نے کسی غیر محرم کا سر مونڈ دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہوگا۔ اگر محرم نے بلا عذر عمداً سر مونڈ لیا یا خوشبو لگالی یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک فدیہ میں اس کو اختیار ہے۔

ائمہ کا اس میں اتفاق ہے کہ قربانی، روزے اور صدقہ میں ترتیب ضروری نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے ان میں سے جس چیز کا چاہے فدیہ دے دے۔[2]

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چھ مسکینوں میں تین صاع صدقہ کیا جائیگا ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے گا خواہ گندم ہو یا جو یا کھجوریں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے مراد گندم ہے۔ یعنی گندم نصف صاع دی جائے گی اور اگر کھجور یا جو دیے گئے تو ایک مسکین کو ایک صاع دیا جائے گا۔ علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ عرف اور عادت میں طعام سے مراد گندم ہوتا ہے۔[3]

فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ روزے حرم اور غیر حرم میں سے کسی بھی جگہ رکھے جا سکتے ہیں۔ ائمہ احناف کہتے ہیں کہ قربانی حرم میں ادا کرنی چاہیے اور صدقہ اور روزوں میں اس کو اختیار ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی، صدقہ اور روزے تینوں میں اس کو اختیار ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ صدقہ اور قربانی مکہ میں ادا کرے اور روزوں میں اس کو اختیار ہے۔[4]

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] 〃 〃 عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲-۱۵۳۔
[3] علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی متوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ
[4] 〃 〃 احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲

باب ۲۵۳ جَوَازِ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کو پچھنے لگانے کا جواز

۲۷۸۱- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوٗسٍ وَعَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے دراں حالیکہ آپ محرم تھے۔

۲۷۸۲- وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّی بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِیْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَیْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ بِطَرِیْقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَسَطَ رَاْسِهٖ۔

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سر کے درمیانی حصہ میں پچھنے لگوائے دراں حالیکہ آپ محرم تھے۔

پچھنے لگوانے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ضرورت کی بنا پر محرم کے پچھنے لگوانے کے جواز میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اگر پچھنے لگوانے سے بال کٹ جائیں تو اس کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک (بقرہ: ۱۹۶) "تم میں سے جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا صدقہ کر کے یا قربانی کر کے فدیہ دے" اور دوسری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت احرام میں پچھنے لگوانا ہے۔

اگر محرم بلاضرورت پچھنے لگوائے اور اس سے کوئی بال نہ کٹے تو یہ جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ اور اگر بال کٹ جائیں تو یہ ناجائز ہے اور اس پر فدیہ ہے[1]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر پچھنے لگوانے کے لیے بال مونڈنے پڑیں تو اس پر دم (قربانی ہے) اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر صدقہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۴۸، مطبوعہ کراچی)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

بَابُ ۳۵۴ جَوَازِ مُدَاوَاةِ الْمُحْرِمِ عَيْنَيْهِ

محرم کے لیے آنکھوں کا علاج کرانا جائز ہے۔

۲۷۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ أَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَلَلٍ اشْتَكَى عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ عَيْنَيْهِ فَلَمَّا كُنَّا بِالرَّوْحَاءِ اشْتَدَّ وَجَعُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يَسْأَلُهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنِ اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ فَإِنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَهَا بِالصَّبِرِ.

نبیہ بن وہب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے جب مقام ملل پر پہنچے تو عمر بن عبید اللہ کی آنکھیں دکھنے لگیں اور جب مقام روحاء پر پہنچے تو ان میں شدید درد ہوا۔ انھوں نے ابان بن عثمان سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ایک قاصد بھیجا، انھوں نے جواب بھیجا کہ ایلوے کا لیپ لگالو، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی آنکھیں دکھتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں پر ایلوے کا لیپ کرایا تھا۔ دراں حالیکہ وہ محرم تھا۔

۲۷۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنِي نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ رَمِدَتْ عَيْنُهُ فَأَرَادَ أَنْ يَكْحُلَهَا فَنَهَاهُ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَمَرَهُ أَنْ يُضَمِّدَهَا بِالصَّبِرِ وَحَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ.

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی آنکھیں دکھنے لگیں وہ سرمہ لگانے لگے تو ابان بن عثمان نے انھیں منع کیا، اور کہا کہ ایلوے کا لیپ لگالو کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

محرم کے علاج میں مذاہب ایلوا یا کوئی اور ایسی چیز جس میں خوشبو نہ ہو اس سے محرم کا لیپ لگوانا بالاتفاق جائز ہے اور اگر علاج میں کسی ایسی چیز کے لیپ لگوانے کی ضرورت ہو جس میں خوشبو ہو تو وہ بھی جائز ہے لیکن اس میں فدیہ لازم ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بوقت ضرورت

محرم کے لیے ایسا سُرمہ لگانے میں علماء کا اتفاق ہے جس میں خوشبو نہ ہو، البتہ زینت کے لیے سرمہ لگانا، امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے، امام احمد ناجائز قرار دیتے ہیں، اور امام مالک کے دو قول ہیں اور فدیہ واجب کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔[1]

محرم کے علاج میں احناف کا موقف

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ محرم کے لیے ایسا سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں خوشبو نہ ہو اور اگر اس میں معمولی خوشبو ہو تو اس پر صدقہ لازم ہے اور اگر خوشبو زیادہ ہو تو اس پر دم (قربانی) واجب ہے، اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے خوشبودار سرمہ لگائے تو اس پر تین روزوں، صدقہ اور قربانی میں سے کوئی ایک کفارہ واجب ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس چیز میں محرم پر دم واجب ہوتا ہے اگر اس میں وہ معذور ہے تو تین کفاروں میں سے کسی ایک کو ادا کر دے اور اگر معذور نہیں ہے تو اس پر دم واجب ہے، اسی طرح اگر محرم کوئی خوشبودار دوا لگاتا ہے جو اس کے زخم سے چمٹ جاتی ہے یا کوئی خوشبودار دوا پیتا ہے تو اس میں بھی تین کفاروں میں سے کسی ایک کو ادا کرے کیونکہ علاج ضرورت کی بناء پر کیا جاتا ہے۔

محرم اگر زخم کو چیرتا ہے یا ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ کر اس پر پٹی باندھتا ہے یا تکلیف کی بناء پر اپنی ڈاڑھ نکالتا ہے یا پچھنے لگواتا ہے اور غسل کرتا ہے اور حمام میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ سب کام جائز ہیں کیونکہ یہ چیزیں علاج اور معالجہ کے باب سے ہیں اور ان میں محرم اور غیر محرم برابر ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے اور احرام کی حالت میں مقام قاحہ میں پچھنے لگوائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام جحفہ میں حمام میں داخل ہوئے درآں حالیکہ وہ محرم تھے۔[2]

بَابُ ۳۵۵ جَوَازِ غَسْلِ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ وَبَدَنَهُ

محرم کو غسل کی اجازت

۲۷۸۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهٰذَا حَدِيثُهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے درمیان مقام ابواء میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور کہتے تھے کہ محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ حضرت ابن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے یہ مسئلہ معلوم کروں، میں گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوایوب دو لکڑیوں کے درمیان ایک کپڑے سے پردہ کیے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَنَّہُمَا اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ یَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَہٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا یَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَہٗ فَاَرْسَلَنِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلٰی اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَسْاَلُہٗ عَنْ ذٰلِکَ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ بَیْنَ الْقَرْنَیْنِ وَھُوَ یَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَنْ ھٰذَا فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُنَیْنٍ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ اَسْاَلُکَ کَیْفَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْسِلُ رَاْسَہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ اَبُوْ اَیُّوْبَ یَدَہٗ عَلَی الثَّوْبِ فَطَاْطَاَہٗ حَتّٰی بَدَا لِیْ رَاْسُہٗ ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ یَصُبُّ فَصَبَّ عَلٰی رَاْسِہٖ ثُمَّ حَرَّکَ رَاْسَہٗ بِیَدَیْہِ فَاَقْبَلَ بِہِمَا وَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا رَاَیْتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ۔

ہوئے غسل کر رہے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں عبداللہ بن حنین! حضرت ابن عباس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ سے یہ پوچھوں کہ حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کیسے دھوتے تھے! حضرت ابوایوب نے میرا سوال سن کر ہاتھ سے کپڑے کو نیچا کیا حتیٰ کہ ان کا سر دکھائی دینے لگا پھر انھوں نے پانی ڈالنے والے سے کہا پانی ڈالو، اس نے سر پر پانی ڈالا۔ حضرت ابوایوب نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر سر ہلایا پھر ہاتھوں کو سر پر پھیرا آگے سے پیچھے لائے اور پیچھے سے آگے لائے پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

۲۷۸۶ - وَحَدَّثَنَاہُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عِیْسٰی بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَاَمَرَّ اَبُوْ اَیُّوْبَ بِیَدَیْہِ عَلٰی رَاْسِہٖ جَمِیْعًا اَوْعَلٰی جَمِیْعِ رَاْسِہٖ فَاَقْبَلَ بِہِمَا وَاَدْبَرَ فَقَالَ الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَا اُمَارِیْکَ اَبَدًا۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابوایوب نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر آگے اور پیچھے پھیرے اور حضرت مسور نے حضرت ابن عباس سے کہا آج کے بعد میں آپ سے کبھی بحث نہیں کروں گا۔

محرم کے غسل سے متعلق مسائل اور احکام

اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

* محرم کا غسل کرنا جائز ہے اور اس کا سر دھونا جائز ہے، سر پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے بال نہ ٹوٹیں۔
* خبر واحد کا قبول کرنا جائز ہے اور صحابہ کرام میں خبر واحد کا قبول کرنا مشہور تھا۔
* جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو نص کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جب صریح نص مل جائے تو اجتہاد اور قیاس

کو ترک کر دینا چاہیے۔

* وضو اور غسل کے دوران سلام کرنا جائز ہے اور جو شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا ناجائز ہے۔
* وضو اور غسل میں دوسرے شخص سے استعانت جائز ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ استعانت نہ لی جائے، اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص معذور ہو اور دوسرا آدمی اس کے اعضاء وضو کو اپنے ہاتھوں سے مل کر دھوئے تو جائز ہے اور بلا عذر مکروہ ہے اور اگر استعانت میں صرف پانی ڈالنا یا پانی مہیا کرنا ہو تو یہ بلا عذر بھی جائز ہے لیکن اولیٰ اس کا ترک ہے۔
* علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم اگر جنبی ہو تو اس کا غسل کرنا واجب ہے، اور اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے تو یہ بھی باتفاق ائمہ بلا کراہت جائز ہے اور بیری کے پتوں، خطمی یا صابن سے سر دھونے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام ہے اور فدیہ کا موجب ہے۔ خوشبو دار صابن اگر بلا عذر استعمال کیا جائے تو دم واجب ہے اور اگر عذر ہو تو تین کفاروں (تین روزے، چھ مسکینوں کا کھانا اور قربانی) میں سے کوئی ایک کفارہ واجب ہے۔

محرم کا خوشبو دار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر محرم نے اپنے سر اور ڈاڑھی کو خطمی (خوشبو دار جڑی بوٹی) سے دھویا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے کیونکہ خطمی خوشبو نہیں بلکہ وہ اشنان (ایک جڑی بوٹی) کی طرح ہے جس سے غسل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ اس بوٹی سے جوئیں مر جاتی ہیں اس لیے صدقہ لازم ہے، اور امام ابو یوسف کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر کچھ لازم نہیں، اور اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ جب اس نے قربانی کے دن رمی کے بعد سر دھویا ہو، لیکن اگر اس سے پہلے دھویا ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک صدقہ لازم ہے۔ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ خطمی خوشبو دار چیزوں میں سے ہے کیونکہ اس کی بو ہوتی ہے ہر چند کہ اتنی اچھی نہیں ہوتی، اور یہ جوؤں کو بھی مارتی ہے اور ان دو وجہوں سے محرم کی جنایت کامل ہو گئی لہٰذا اس پہ دم واجب ہو گا۔[۵۱]

علامہ سرخسی نے خطمی کے استعمال سے دم کی جو وجہ بیان کی ہے وہ خوشبو ہے اس لیے خوشبو دار صابن اور شیمپو سے بلا عذر غسل کرنے پر دم لازم ہو گا اور اگر عذر ہو تو صدقہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا تھا۔

بَابُ ۲۵۶ مَا يُفْعَلُ بِالْمُحْرِمِ اِذَا مَاتَ

محرم کی موت کے بعد کے احکام

۲۷۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اونٹ سے گرا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں اور

۵۱ - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَعِیْرِهٖ فَوُقِصَ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِیْ ثَوْبَیْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُلَبِّیًا۔

پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

۲۷۸۸۔ **وَحَدَّثَنَا** اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ وَّاَیُّوْبَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ قَالَ اَیُّوْبُ فَاَوْقَصَتْهُ اَوْ قَالَ فَاَقْصَعَتْهُ وَقَالَ عَمْرٌو فَوَقَصَتْهُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِیْ ثَوْبَیْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ قَالَ اَیُّوْبُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُلَبِّیًا وَّقَالَ عَمْرٌو فَاِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُلَبِّیْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور دو کپڑوں میں کفن دو، خوشبو نہ لگاؤ نہ سر ڈھکو، کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ لبیک پکار رہا ہوگا۔

۲۷۸۹۔ **وَحَدَّثَنِیْهِ** عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرٰهِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ قَالَ نُبِّئْتُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا كَانَ وَاقِفًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَذَكَرَ نَحْوَ مَا ذَكَرَ حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص احرام باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۷۹۰۔ **وَحَدَّثَنَا** عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِیْسٰی یَعْنِی ابْنَ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص احرام باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا اور اپنے اونٹ سے گرا اس کی گردن کی ہڈی

جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَرَامًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ مِنْ بَعِيْرِهٖ فَوُقِصَ وَقْصًا فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّ اَلْبِسُوْهُ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُلَبِّيْ۔

ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کو اسی کے دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کا سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَرَامٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا وَّزَادَ لَمْ يُسَمِّ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ حَيْثُ خَرَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے آیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اُٹھے گا۔

۲۷۹۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَوْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا وَجْهَهٗ وَلَا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی اور وہ اسی وقت فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اسی کے دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو، اور اس کا چہرہ اور سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اُٹھے گا۔

۲۷۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ناگاہ اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ فوت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَوَقَصَتْہُ نَاقَتُہٗ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْہُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّکَفِّنُوْہُ فِیْ ثَوْبَیْہِ وَلَا تَمَسُّوْہُ بِطِیْبٍ وَّ لَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّدًا۔

نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور اسی کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو، اس کو خوشبو لگاؤ نہ اس کا سر ڈھکو، کیونکہ قیامت کے دن وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے بال جمے ہوئے ہوں گے۔

۲۷۹۴- وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ ابْنُ حُسَیْنٍ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا وَّ قَصَہٗ بَعِیْرُہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّغْسَلَ بِمَآءٍ وَّ سِدْرٍ وَّلَا یُمَسَّ طِیْبًا وَّلَا یُخَمَّرَ رَاْسُہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی اس کے اونٹ نے گردن توڑ دی درآں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے خوشبو لگائی جائے نہ اس کا سر ڈھکا جائے کیونکہ یہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے بال جمے ہوئے ہوں گے۔

۲۷۹۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاَبُوْ بَکْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بِشْرٍ یُّحَدِّثُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ فَوَقَعَ مِنْ نَّاقَتِہٖ فَاَقْعَصَتْہُ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّغْسَلَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّاَنْ یُّکَفَّنَ فِیْ ثَوْبَیْنِ وَلَا یُمَسَّ طِیْبًا خَارِجٌ رَّاْسُہٗ قَالَ شُعْبَۃُ ثُمَّ حَدَّثَنِیْ بِہٖ بَعْدَ ذٰلِکَ خَارِجٌ رَّاْسُہٗ وَوَجْھُہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالتِ احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اونٹنی سے گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور دو کپڑوں میں اس طرح کفن دیا جائے کہ اس کا سر اور چہرہ باہر رہے اسے خوشبو نہ لگائی جائے، کیونکہ یہ قیامت کے دن جمے ہوئے بالوں کے ساتھ اٹھے گا۔

مُلَبِّدًا۔

۲۷۹۶ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَقَصَتْ رَجُلًا رَاحِلَتُهٗ وَهُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَاَنْ يَكْشِفُوْا وَجْهَهٗ حَسِبْتُهٗ قَالَ وَرَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ يُهِلُّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کا چہرہ اور سر کھلا رکھو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ وَلَا تُقَرِّبُوْهُ طِيْبًا وَّلَا تُغَطُّوْا وَجْهَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يُلَبِّيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا، اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو غسل دو، خوشبو نہ لگاؤ اور چہرہ نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

محرم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت

اس باب کی احادیث میں ہے کہ ایک شخص حالت احرام میں اونٹنی سے گر کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اس کا سر اور چہرہ نہ ڈھانپا جائے اور اس کو غسل دینے میں خوشبو نہ استعمال کی جائے، اس حدیث کی بناء پر امام شافعی، امام احمد اور داؤد بن علی ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ محرم کی وفات کے بعد بھی اس کا احرام قائم رہتا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین عام اموات کی طرح نہیں کی جاتی۔ اس کے برخلاف امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ نظریہ ہے کہ محرم کی وفات کے بعد اس کا احرام قائم نہیں رہتا اور اس کی تجہیز و تکفین عام اموات کی طرح کی جائے گی۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ان روایات میں امام شافعی، امام احمد اور ان کے موافقین کی تائید ہے کہ جب محرم فوت ہو جائے تو اس کو خوشبو لگانا، سلے ہوئے کپڑے پہنانا اور اس کا سر ڈھانپنا ناجائز ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ زندہ لوگوں کا سا معاملہ نہیں کیا جائے گا، اس حدیث میں ان کے نظریہ کا رد ہے۔ [1]

امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب

علامہ عینی امام ابوحنیفہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ ہے کہ روزے اور نماز کی طرح احرام بھی ایسی عبادت ہے جو موت سے ختم ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کاموں کے سوا موت سے ابن آدم کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے اور احرام بھی اس کے اعمال میں سے ایک عمل ہے اور اگر احرام باقی رہتا تو میت کی طرف سے طواف کیا جاتا اور اس کے باقی مناسک پورے کیے جاتے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام قاعدہ کے خلاف ہے اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہے گی، یعنی یہ حکم اس شخص کی خصوصیت کی بناء پر تھا کیونکہ حدیث میں کوئی عموم کا لفظ نہیں ہے نہ آپ نے عام محرمین کی تجہیز و تکفین کا کوئی قاعدہ کلیہ بیان فرمایا یہ صرف ایک شخص معین کا واقعہ ہے کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ شخص قیامت کے دن اس وجہ سے تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا کہ یہ محرم تھا۔ اس لیے دوسرے فوت ہونے والے محرمین پر اس کا حکم لاگو نہیں ہو گا۔

تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کو بیری کے پتوں سے غسل دو اور محرم کا بیری کے پتوں کے پانی سے غسل کرنا جائز نہیں ہے، امام طرطوشی نے کتاب الحج میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ محرم کا سر نہ ڈھانپو اور اس کا چہرہ ڈھانپ دو، اور مصنف عبد الرزاق میں عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے چہرے ڈھانپ دو اور ان کو یہود سے مشابہ مت کرو' اور دار قطنی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کے چہروں کو ڈھانپ دو۔ ابن قطان نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مؤطا میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت واقد حالتِ احرام میں فوت ہو گئے، تو انھوں نے اس کو کفن دیا اس کا چہرہ اور سر ڈھانپا اور کہا: اے واقد اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہیں خوشبو بھی لگاتے۔ متعدد اسانید حسنہ سے روایت ہے کہ عطاء سے محرم کی موت کے بعد سر ڈھانپنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا حضرت ابن عمر نے اس کا سر ڈھانپا ہے اور دوسروں نے کھولا ہے، طاؤس نے کہا محرم کا سر ڈھانپا جائے۔ حسن بصری نے کہا جب محرم فوت ہو جائے تو وہ غیر محرم کی طرح ہے، عامر سے روایت ہے کہ جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ ابن حزم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محرم کی موت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

کے بعد اس کو حنوط اور خوشبو لگانے اور اس کے سر ڈھانپنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور حضرت جابر اور حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ محرم کا سر ڈھانپا جائے اور کھولا نہ جائے۔[1]

مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ زندہ محرم کا سر ڈھانپنا بالاتفاق منع ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک زندہ محرم کا چہرہ ڈھانپنا بھی منع ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ زندہ محرم اپنا چہرہ ڈھانپ سکتا ہے۔ البتہ عورت کے لیے احرام میں اپنے چہرہ کو کھولنا واجب ہے۔ امام شافعی اور ان کے موافقین کا نظریہ یہ ہے کہ موت کے بعد محرم کا سر ڈھانپنا حرام ہے، اور چہرہ ڈھانپنا حرام نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو حالت حیات میں تھا۔ اس حدیث میں مرنے کے بعد اس محرم کا چہرہ ڈھانپنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس لیے اس حدیث میں تاویل کی جائے گی اور وہ تاویل یہ ہے کہ محرم کا چہرہ ڈھانپنے کو آپ نے چہرے کی وجہ سے نہیں فرمایا بلکہ سر کو کھلا رکھنے کی وجہ سے چہرہ ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اگر چہرہ ڈھانپ دیں گے تو سر کے ڈھک جانے کا بھی خطرہ ہے، یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے سے منع نہیں کرتے۔[2]

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مردہ محرم کا سر ڈھانپنا حرام ہے۔ علامہ نووی اس تحریم پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے اور اس حدیث سے ان کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور عام محرمین کے لیے قاعدہ کلیہ نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ عینی کے حوالے سے بادلائل واضح کر چکے ہیں۔ علامہ نووی نے جو تاویل ذکر کی ہے وہ بھی بے جان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ متعدد احادیث اور آثار صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور صحیح نظریہ امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین کا ہے جو متعدد احادیث اور آثار صحابہ کے موافق ہے جن کو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔

علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ مُردہ محرم کو بیری کے پتوں سے غسل دینا جائز ہے اور اس مسئلہ میں محرم عام اموات کی طرح ہے، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ نے اس سے منع کیا ہے۔[3]

علامہ عینی، اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، یہ حدیث امام شافعی اور امام احمد کے اس اصول کے خلاف ہے کہ مردہ محرم پر زندہ محرم کے احکام جاری ہوتے ہیں کیونکہ زندہ محرم کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا جائز نہیں ہے اس لیے مُردہ محرم کو بھی بیری کے پتوں سے غسل نہیں دینا چاہیے اور احناف کے نزدیک چونکہ مردہ محرم کا حکم عام مُردوں کی طرح ہے اس لیے یہ حدیث ان کے مخالف نہیں ہے۔[4]

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔
[3] ،، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴ ،، ،،
[4] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع

اس حدیث میں یہ ہے کہ اس شخص کو اسی کے کپڑوں میں کفن دو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو اس کے مال سے کفن دینا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ اگر احرام کے دوران محرم مر جائے تو دوسرا شخص اس کے مناسک کو پورا نہیں کرے گا اور یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص کسی عبادت کو شروع کرے اور اس کو مکمل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے کہ آخرت میں اس کا یہ عمل پورا پورا لکھ لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ (نساء: ۱۰۰)
"جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہجرت کرتا ہوا نکلے اور پھر اس کو موت آ لے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو گیا۔"

بَابُ ۳۵۷ جَوَازِ اشْتِرَاطِ الْمُحْرِمِ التَّحَلُّلَ بِعُذْرِ الْمَرَضِ وَنَحْوِهٖ

محرم کا شرط لگانا کہ اگر میں بیمار ہوا تو احرام کھول دوں گا

۲۷۹۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا اَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُنِيْ اِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ وَقُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا خدا کی قسم! مجھے درد رہتا ہے آپ نے فرمایا حج کر لو اور یہ شرط لگاؤ کہ "اے اللہ! میرا حج کھولنا اسی جگہ ہو گا جس جگہ تو مجھے روک لے گا"۔ حضرت ضباعہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

۲۷۹۹- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ وَاَنَا شَاكِيَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا حج کا ارادہ ہے اور میں بیمار ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو اور یہ شرط لگا لو کہ میرے احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔

وَسَلَّمَ حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي.

۲۸۰۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۸۰۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ وَأَبُو عَاصِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا وَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ ثَقِيلَةٌ وَإِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ أَهِلِّي بِالْحَجِّ وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي قَالَ فَأَدْرَكَتْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں بیمار عورت ہوں اور میرا حج کا ارادہ ہے، آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط لگا لو کہ میرے احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جس مقام پر تو مجھے روک دے گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ انھوں نے وہ حج پا لیا تھا۔

۲۸۰۲ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ ضُبَاعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَرَادَتِ الْحَجَّ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَشْتَرِطَ فَفَعَلَتْ ذَلِكَ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں شرط لگانے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسا ہی کیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۸۰۳ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَيُّوْبُ الْغَيْلَانِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ وَّهُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا رَبَاحٌ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ مَعْرُوْفٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِضُبَاعَةَ حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ اَنَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ تَحْبِسُنِيْ وَفِيْ رِوَايَةِ اِسْحَاقَ اَمَرَ ضُبَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا حج کرو اور شرط لگا لو کہ میرے احرام کھولنے کی وہی جگہ ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔ اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کو اس بات کا حکم دیا تھا۔

احرام کی نیت میں لحوق مرض کی بناء پر احرام کھولنے کی شرط میں مذاہب

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا احرام کی نیت میں یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اگر وہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں بیمار پڑ گیا تو جہاں بیمار پڑا وہیں احرام کھول دے گا، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ احرام کی نیت میں یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے دلائل اور ان کے جوابات

شوافع نے حضرت ضباعہ بنت زبیر کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ یہ روایت اس باب کی احادیث میں مذکور ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کا استدلال اس حدیث صحیح اور صریح سے ہے، احناف اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اجازت صرف حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص تھی، عام مسلمانوں کے لیے آپ نے یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا، اس حدیث میں کوئی عموم کا صیغہ ہے۔ اور مالکیہ کی طرف سے قاضی عیاض نے جواب میں یہ کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس شرط کے بارے میں کوئی حدیث سند صحیح سے وارد نہیں ہے۔ امام نسائی نے فرمایا اس حدیث کو زہری سے معمر کے سوا اور کسی نے متصلاً روایت نہیں کیا۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور دوسری کتب معتبرہ میں موجود ہے اور اسانید کثیرہ سے مروی ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے کیونکہ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اور امام نسائی نے جو معمر کے تفرد کا ذکر کیا ہے اس اعتراض کا بھی ان سے کوئی جواب نہیں بن سکا۔ کسی حدیث کا صرف

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

کتب معتبرہ میں مذکور ہونا اس کی صحت کے لیے کافی نہیں ہے جب تک اس کی صحت میں طعن اور قدح پیدا کرنے والے اعتراضات کا جواب نہ دیا جائے۔

علامہ ابن قدامہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے اپنے احرام کی ابتداء میں یہ شرط لگائی کہ جس جگہ وہ بیمار ہوا یا جہاں اس کا خرچہ گم ہو گیا تو وہ احرام کھول دے گا یا یہ نیت کی کہ اگر اس کو کوئی رکاوٹ پیش آئی تو وہ احرام کھول دے گا، تو یہ شرط صحیح ہے اور جہاں کوئی ایسا عارض پیش آئے وہ احرام کھول سکتا ہے اور اس وجہ سے اس پر ہدی لازم ہوگی نہ قضاء۔ کیونکہ عبادات میں شرط کی تاثیر ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اس قسم کی نذر مانے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مریض کو شفا دی تو وہ ایک ماہ کے مسلسل یا متفرق روزے رکھے گا تو اس کی شرط صحیح ہے[۵]

علامہ ابن قدامہ نے حج اور عمرہ کی فرض اور مسنون عبادات کو نذر پر قیاس کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔

بَابُ ۳۵۸ إِحْرَامِ النُّفَسَآءِ وَاسْتِحْبَابِ اغْتِسَالِهَا لِلْإِحْرَامِ وَكَذَا الْحَائِضُ

حیض اور نفاس والی عورتوں کے احرام کا بیان

۲۸۰۴ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نُفِسَتْ أَسْمَآءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو مقام ذوالحلیفہ میں حضرت محمد بن ابی بکر کی ولادت سے نفاس شروع ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان سے کہیں کہ وہ غسل کریں اور احرام باندھ لیں۔

۲۸۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي حَدِيْثِ أَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِيْنَ نُفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب مقام ذوالحلیفہ میں نفاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسماء سے کہو کہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔

---

[۵] علامہ ابو عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳، ص ۱۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ.

حیض والی عورت کے احرام میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ حیض اور نفاس والی عورتوں کا احرام باندھنا صحیح ہے اور ان کا احرام کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ غیر مقلدین اس غسل کو واجب قرار دیتے ہیں، حیض یا نفاس والی عورت حج یا عمرہ کے تمام افعال کرے گی۔ البتہ طواف اور طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: اصنعی ما یصنع الحاج غیر ان لا تطوفی۔ "طواف کے سوا حج کے سارے افعال کرو"[1]۔

بَابُ ۳۵۹ بَيَانِ وُجُوْهِ الْإِحْرَامِ

احرام کی اقسام

۲۸۰۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا قَالَتْ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ إِلَى التَّنْعِيْمِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے، پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہیں ہو جاتا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر میں مکہ میں آئی دراں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول ڈالو، کنگھی کرو، حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق کے ساتھ مقام تنعیم میں بھیجا، پھر میں نے عمرہ کیا آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کا بدلہ ہے۔ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَانُوْا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا۔

کیا، پھر وہ حلال ہو گئے۔ پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد انھوں نے اپنے حج کے لیے ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک احرام باندھا تھا انھوں نے ایک قسم کا طواف کیا۔

۲۸۰۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَّاَهْدٰى فَلَا يَحِلُّ حَتّٰى يَنْحَرَ هَدْيَهٗ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَةٍ فَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَاْسِيْ وَاَمْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِحَجٍّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا قَضَيْتُ حَجَّتِيْ بَعَثَ مَعِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِيْ اَدْرَكَنِي الْحَجُّ وَلَمْ اَحْلِلْ مِنْهَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم میں سے کسی نے حج کا احرام باندھا اور کسی نے عمرہ کا، مکہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی نہیں لایا وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی بھی لایا ہے وہ ہدی کو ذبح کرنے سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے وہ حج پورا کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور عرفہ کے دن تک میں حائضہ رہی۔ میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں چوٹی کھول دوں اور کنگھی کر لوں، اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرے کو چھوڑ دوں، میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں حج سے فارغ ہو گئی تو رسول اللہ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں تنعیم سے عمرہ کروں یہ اس عمرہ کے بدلے میں تھا جس کو میں نے (حیض کی وجہ سے) پورا نہیں کیا تھا اور اس کا احرام کھولنے سے پہلے میں نے حج کا احرام باندھ لیا تھا۔

٢٨٠٨ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ أَكُنْ سُقْتُ الْهَدْيَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ عُمْرَتِهِ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمَّا دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِحَجَّتِي فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَيْتُ حَجَّتِي أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَمْسَكْتُ عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ میں نے عمرہ کا احرام باندھا، میں ہدی نہیں لائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو احرام نہ کھولے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انھیں حیض آگیا تھا، پھر عرفہ کی شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اب میں حج کس طرح کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر کے بال کھول ڈالو، کنگھی کرو اور عمرہ کے افعال چھوڑ دو اور حج کا احرام باندھ لو۔ حضرت عائشہ نے کہا: جب میں نے حج کر لیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کو حکم دیا وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے تنعیم سے عمرہ کرایا یہ اس عمرہ کی جگہ تھا جس کے افعال میں نے چھوڑ دیے تھے۔

٢٨٠٩ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَأَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ وَأَهَلَّ بِهِ نَاسٌ مَعَهُ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِعُمْرَةٍ وَكُنْتُ فِيمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے، وہ احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا، اور بعض صحابہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا، اور میں ان لوگوں میں تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

۲۸۱۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِی الْحِجَّةِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَلَوْلَا اَنِّیْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَكَانَ مِنَ الْقَوْمِ مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ قَالَتْ فَكُنْتُ اَنَا مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَخَرَجْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا مَكَّةَ فَاَدْرَكَنِیْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ لَمْ اَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِیْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِیْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِیْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِیْ وَاَهِلِّیْ بِالْحَجِّ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ وَقَدْ قَضَی اللّٰهُ حَجَّنَا اَرْسَلَ مَعِیْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَكْرٍ فَاَرْدَفَنِیْ وَخَرَجَ بِیْ اِلَی التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَضَی اللّٰهُ حَجَّنَا وَعُمْرَتَنَا وَلَمْ يَكُنْ فِیْ ذٰلِكَ هَدْیٌ وَّلَا صَدَقَةٌ وَّلَا صَوْمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم ذوالحجہ کے چاند کے مطابق، حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے اور اگر میں ہدی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ پھر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، میں ان میں سے تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ ہم چل کر مکہ مکرمہ پہنچے، عرفہ کے دن بھی میں حائضہ تھی اس وقت تک میں عمرہ کے احرام سے حلال نہیں ہوئی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: عمرہ کو چھوڑ دو، بال کھول لو، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو! حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، جب محصب کی رات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج کو پورا کر دیا، تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر مقام تنعیم لے گئے۔ پھر میں نے عمرہ کا احرام باندھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا۔ اس میں کوئی ہدی تھی، صدقہ نہ روزہ۔

۲۸۱۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِلَالِ ذِی الْحِجَّةِ لَا نُرٰی اِلَّا الْحَجَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالحج کے چاند کے مطابق، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدَةَ ۔

۲۸۱۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ فَكُنْتُ فِيْمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا وَقَالَ فِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّهُ قَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا قَالَ هِشَامٌ وَّلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَّلَا صِيَامٌ وَّلَا صَدَقَةٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ۔ ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے صرف حج کا۔ میں ان میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، عروہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا۔ ہشام کہتے ہیں کہ (حیض آنے کے باوجود) اس میں ہدی (قربانی) واجب ہوئی۔ نہ روزہ نہ صدقہ۔

۲۸۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ أَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اس لیے جن صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا وہ تو حلال ہو گئے اور جنہوں نے صرف حج یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہوا تھا وہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) سے پہلے حلال نہیں ہوئے۔

۲۸۱۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا، حتیٰ کہ جب ہم مقام سرف یا اس کے قریب آئے تو میں حائضہ ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ

قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ أَوْ قَرِيبٍ مِّنْهَا حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ أَنَفِسْتِ يَعْنِي الْحَيْضَةَ قَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَغْتَسِلِي قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِّسَائِهِ بِالْبَقَرِ۔

میں رو رہی تھی، آپ نے پوچھا کیا تمہیں حیض (ماہواری کا خون) آگیا ہے؟ میں نے عرض کی جی! آپ نے فرمایا: یہ تو وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقدر کر دیا ہے، لہٰذا حج کرنے والوں کے سارے کام کرو البتہ غسل (طہارت) کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

۲۸۱۵۔ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ حَتّٰى جِئْنَا سَرِفَ فَطَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ خَرَجْتُ الْعَامَ قَالَ مَا لَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى بَنَاتِ اٰدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي قَالَتْ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَأَحَلَّ النَّاسُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے، جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں رو رہی تھی۔ آپ نے استفسار فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کاش! میں اس سال نہ آتی۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ لگتا ہے تمہیں حیض آگیا! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے!۔ حج کرنے والے جو افعال کرتے ہیں وہ سب کرو۔ البتہ پاکیزگی کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب میں مکہ میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا اس احرام کو عمرہ کا احرام کر لو، پھر جن لوگوں کے پاس ہدی تھی ان کے سوا سب نے احرام کھول دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے مالدار لوگوں کے پاس ہدی تھی جب وہ روانہ ہوئے تو انھوں نے

إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ قَالَتْ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ طَهُرْتُ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْتُ قَالَتْ فَأُتِيَنَا بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقَالُوا أَهْدَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ بِحَجَّةٍ قَالَتْ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي عَلَى جَمَلِهِ قَالَتْ فَإِنِّي لَأَذْكُرُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعَسُ فَيُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةَ الرَّحْلِ حَتّٰى جِئْنَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا۔

حج کا احرام باندھ لیا۔ یوم نحر (دس ذی الحجہ) کو میں پاک ہوگئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے طواف زیارت کیا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ پھر ہمیں گائے کا گوشت پیش کیا گیا، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے، جب شب محصب ہوئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس ہوں گی! حضرت عائشہ کہتی ہیں: آپ نے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا وہ مجھے اپنے اونٹ پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے یاد ہے، میں ان دنوں کم عمر لڑکی تھی، اور مجھے (سواری پر سفر کرتے ہوئے) اونگھ آ لیتی تھی اور پالان کی پچھلی لکڑی میرے چہرہ پر لگ جاتی تھی، حتیٰ کہ ہم تنعیم تک آ گئے، وہاں میں نے عمرہ کا احرام باندھا یہ اس عمرہ کے بدلہ میں تھا جو لوگوں نے ادا کیا تھا۔

۲۸۱۶- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْمَاجِشُونِ غَيْرَ أَنَّ حَمَّادًا لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارَةِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا وَلَا قَوْلُهَا وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعَسُ فَيُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةَ الرَّحْلِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے حج کا احرام باندھا، حتیٰ کہ جب ہم سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں رو رہی تھی ... اس کے بعد ماجشون کی روایت کے مطابق حدیث ہے، البتہ حماد کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اور دوسرے مالدار صحابہ کے ساتھ ہدی تھی، اور نہ ہی حضرت عائشہ کا یہ قول ہے کہ میں کم سن لڑکی تھی اور اونگھنے لگتی تھی جس کی وجہ سے میرے چہرے پر کجاوے کی پچھلی لکڑی لگ جاتی تھی۔

۲۸۱۷ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي خَالِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَدَ الْحَجَّ۔

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج (افراد) کیا ہے۔

۲۸۱۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَفْلَحَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَفِي حُرُمِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ حَتّٰى نَزَلْنَا بِسَرِفَ فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ مِنْكُمْ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا فَمِنْهُمُ الْاٰخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِمَّنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ فَأَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ وَمَعَهُ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ لَهُمْ قُوَّةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي قَالَ مَا يُبْكِيكِ قُلْتُ سَمِعْتُ كَلَامَكَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَسَمِعْتُ بِالْعُمْرَةِ قَالَ وَمَا لَكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّي قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ فَكُونِي فِي حَجِّكِ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّرْزُقَكِيهَا وَإِنَّمَا أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ اٰدَمَ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ قَالَتْ فَخَرَجْتُ فِي حَجَّتِي حَتّٰى نَزَلْنَا مِنًى فَتَطَهَّرْتُ ثُمَّ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَصَّبَ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کے ایام میں حج کا احرام باندھے ہوئے گئے جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا تم میں سے جس شخص کے پاس ہدی نہ ہو اور وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کرنا پسند کرے تو وہ ایسا کرلے، اور جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے، جن کے پاس ہدی نہیں تھی ان میں سے بعض نے اس پر عمل کیا اور بعض نے عمل نہیں کیا، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ تھے جن کو ہدی کی طاقت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ میں نے کہا آپ نے صحابہ سے جو فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے، میں نے عمرہ کے بارے میں بھی سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا سروکار ہے؟ میں نے کہا میں نماز نہیں پڑھ سکتی! آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ تم اپنے حج کے افعال میں مصروف رہو، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تمہیں عمرہ بھی عطا کر دے گا، بات یہ ہے کہ تم حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی وہی مقدر کیا جو حضرت آدم کی دوسری بیٹیوں کے لیے مقدر کیا ہے، حضرت عائشہ نے کہا میں اپنے حج کے افعال میں مشغول رہی حتیٰ کہ ہم

أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ اُخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ لْتَطُفْ بِالْبَيْتِ فَإِنِّي أَنْتَظِرُكُمَا هٰهُنَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فَأَهْلَلْتُ ثُمَّ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَجِئْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مَنْزِلِهِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَآذَنَ فِي أَصْحَابِهِ بِالرَّحِيلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَدِينَةِ.

منیٰ پہنچ گئے، وہاں میں پاک ہو گئی پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں پہنچے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا کر فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ پھر بیت اللہ کا طواف کریں، اور میں تم دونوں کا یہاں انتظار کروں گا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم گئے، میں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچ گئے درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے وقت اسی مقام پر تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم عمرہ سے فارغ ہو گئیں؟ میں نے عرض کیا جی! پھر آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ چلتے چلتے جب آپ بیت اللہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر آپ مدینہ کی طرف گئے۔

۲۸۱۹ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرِدًا وَمِنَّا مَنْ قَرَنَ وَمِنَّا مَنْ تَمَتَّعَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے بعض نے صرف حج کا احرام باندھا (افراد) بعض نے قران کا احرام باندھا اور بعض نے تمتع کا۔

۲۸۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ جَاءَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا حَاجَّةً.

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کا احرام باندھ کر آئی تھیں۔

۲۸۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالقعدہ گزرنے سے پانچ دن پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہمارا حج کے سوا اور کوئی ارادہ نہیں تھا حتیٰ کہ جب ہم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی

تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقِيلَ ذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ قَالَ يَحْيَى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ أَتَتْكَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی نہ ہو، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی کے بعد حلال ہو جائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یوم نحر (دس ذوالحج) کو ہمارے پاس گائے کا گوشت آیا۔ میں نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے؟ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی جانب سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت قاسم بن محمد کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا خدا کی قسم تم نے یہ حدیث بعینہٖ بیان کی ہے۔

۲۸۲۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۲۸۲۳ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ وَاحِدٍ قَالَ انْتَظِرِي فَإِذَا طَهَرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي مِنْهُ ثُمَّ الْقَيْنَا عِنْدَ كَذَا وَكَذَا قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ غَدًا وَلٰكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَصَبِكِ أَوْ قَالَ نَفَقَتِكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اور میری ایک عبادت ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم انتظار کرو جب تم پاک ہو جاؤ تو مقام تنعیم جانا اور وہاں سے احرام باندھنا اور ہم سے فلاں مقام پر آ کر ملنا (راوی کہتے ہیں) میرا گمان ہے آپ نے فرمایا تھا کل' اور تمہارے اس عمرہ کا ثواب تمہاری تکلیف اور تمہارے خرچ کے مطابق ہے۔

۲۸۲۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ وَإِبْرَاهِيمَ قَالَ لَا أَعْرِفُ حَدِيثَ أَحَدِهِمَا مِنَ الْآخَرِ أَنَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوسرے لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۲۵ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ قَالَتْ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ أَوَمَا كُنْتِ طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أَرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ قَالَ عَقْرَى حَلْقَى أَوَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ بَلَى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور ہمارا حج کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جب ہم مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جو شخص ہدی ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے تھے انھوں نے احرام کھول ڈالا۔ آپ کی ازواج مطہرات بھی ہدی ساتھ نہیں لائی تھیں۔ انھوں نے بھی احرام کھول ڈالا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔ جب شب محصب ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہوں گے اور میں صرف حج کر کے لوٹوں گی! آپ نے فرمایا: کیا جن راتوں میں ہم مکہ آئے تھے تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں! آپ نے فرمایا تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھو اور فلاں مقام پر آکر ہم سے مل جانا! حضرت صفیہ نے کہا میرا خیال ہے کہ میں تم لوگوں کو روکنے والی ہوں۔ آپ نے فرمایا زخمی اور سر منڈی! (یہ پیار کے کلمات ہیں) کیا تم نے یوم نحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے، روانہ ہو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ مکہ سے (بلندی پر) چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی۔ یا میں بلندی پر چڑھ رہی

مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا وَقَالَ إِسْحَاقُ مُتَهَبِّطَةٌ وَمُتَهَبِّطٌ.

تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

۲۸۲۶ - وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُلَبِّي لَا نَذْكُرُ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَنْصُورٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے گئے ہمارا ارادہ حج کا تھا نہ عمرہ کا۔ (یعنی خصوصیت سے)

۲۸۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ أَوْ خَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ فَقُلْتُ مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ قَالَ أَوَمَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ قَالَ الْحَكَمُ كَأَنَّهُمْ يَتَرَدَّدُونَ أَحْسِبُ وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلُّ كَمَا حَلُّوا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چار یا پانچ ذوالحج کو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس نے ناراض کیا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم میں ڈال دے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ میں نے لوگوں کو ایک کام کا حکم دیا تھا اور وہ اس کے کرنے میں تردد کر رہے ہیں۔ راوی حکم کہتے ہیں میرا گمان ہے آپ نے فرمایا جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا ہے اگر مجھے اس کا پہلے علم ہو جاتا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا۔ حتیٰ کہ میں ہدی کو خریدتا پھر اس طرح احرام کھولتا جس طرح انہوں نے احرام کھولا ہے۔

۲۸۲۸ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحج کی چار یا پانچ تاریخ کو تشریف لائے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قدم النبي صلى الله عليه وسلم لأربع أو خمس مضين من ذي الحجة بمثل حديث غندر ولم يذكر الشك من الحكم في قوله يتردد دون.

۲۸۲۹ - وحدثني محمد بن حاتم حدثنا بهز حدثنا وهيب حدثنا عبد الله بن طاوس عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها أهلت بعمرة فقدمت مكة ولم تطف بالبيت حتى حاضت فنسكت المناسك كلها وقد أهلت بالحج فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم يوم النفر يسعك طوافك لحجك وعمرتك فأبت فبعث بها مع عبد الرحمن إلى التنعيم فاعتمرت بعد الحج.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انھوں نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا وہ مکہ مکرمہ آئیں اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے حائضہ ہو گئیں پھر انھوں نے احرام باندھ کر حج کی تمام عبادات ادا کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوچ کے دن فرمایا، تمہارا طواف، حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ اس پر راضی نہیں تھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیج دیا تاکہ وہ حج کے بعد عمرہ کر لیں۔

۲۸۳۰ - وحدثني حسن بن علي الحلواني حدثنا زيد بن الحباب حدثني إبراهيم بن نافع حدثني عبد الله بن أبي نجيح عن مجاهد عن عائشة أنها حاضت بسرف فتطهرت بعرفة فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم يجزئ عنك طوافك بالصفا والمروة عن حجك وعمرتك.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مقام سرف میں انھیں حیض آگیا اور وہ اس سے یوم عرفہ میں پاک ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: صفا اور مروہ میں طواف، تمہارے حج اور عمرہ کے طواف سے کفایت کرے گا۔

۲۸۳۱ - وحدثنا يحيى بن حبيب الحارثي حدثنا خالد بن الحارث حدثنا قرة حدثنا عبد الحميد بن جبير بن شيبة حدثتنا صفية بنت شيبة قالت قالت عائشة أنها قالت يا رسول الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا لوگ دو اجر لے کر لوٹیں گے اور میں ایک اجر لیکر لوٹوں گی، پھر آپ نے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو لے کر تنعیم جائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں وہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا

أَيَرْجِعُ النَّاسُ بِأَجْرَيْنِ وَأَرْجِعُ بِأَجْرٍ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّنْطَلِقَ بِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ قَالَتْ فَأَرْدَفَنِي خَلْفَهُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ أَرْفَعُ خِمَارِي أَحْسُرُهُ عَنْ عُنُقِي فَيَضْرِبُ رِجْلِي بِعِلَّةِ الرَّاحِلَةِ قُلْتُ لَهُ وَهَلْ تَرَى مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ أَقْبَلْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْحَصْبَةِ.

کرتے گئے۔ میں اپنے دوپٹہ کو اپنی گردن سے ہٹادیتی تھی اور وہ سواری کے بہانے سے میرے پیر پر مارتے تھے۔ میں ان سے کہتی تھی: کیا یہاں تمہیں کوئی نظر آرہا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا میں نے احرام باندھا پھر ہم واپس لوٹے حتیٰ کہ وادی حصبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

۲۸۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَخْبَرَهُ عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُّرْدِفَ عَائِشَةَ فَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے جائیں اور انھیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لائیں۔

۲۸۳۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْنَا مُهِلِّينَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ مُفْرَدٍ وَأَقْبَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِعُمْرَةٍ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ عَرَكَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى إِذَا قَدِمْنَا طُفْنَا بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّحِلَّ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ قَالَ فَقُلْنَا حِلُّ مَاذَا قَالَ الْحِلُّ كُلُّهُ فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيبِ وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج مفرد کا احرام باندھ کر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف عمرہ کا احرام باندھ کر گئیں۔ جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوگئیں، جب ہم (مکہ میں) آئے تو ہم نے کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے ہم نے پوچھا: حلال ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا مکمل حلال ہوجائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیویوں سے جنسی عمل کیا، خوشبو لگائی اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اس وقت یوم عرفہ میں چار دن باقی تھے پھر یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی

أَرْبَعِ لَيَالٍ ثُمَّ أَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ فَوَجَدَهَا تَبْكِي فَقَالَ مَا شَأْنُكِ قَالَتْ شَأْنِي أَنِّي قَدْ حِضْتُ وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ أَحْلِلْ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُونَ إِلَى الْحَجِّ الْآنَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ أَهِلِّي بِالْحَجِّ فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ حَتَّى إِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَالَ قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَجَجْتُ قَالَ فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَذَلِكَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ۔

۲۸۳۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تَبْكِي فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَى آخِرِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا قَبْلَ هَذَا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔

۲۸۳۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا بات یہ ہے کہ مجھے حیض آگیا ہے لوگ (عمرہ کے احرام سے) حلال ہو چکے ہیں اور میں حلال نہیں ہو سکتی، نہ ہی میں نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے اور لوگ اب حج کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقدر کر دیا ہے، تم غسل کرو اور حج کا احرام باندھ لو انھوں نے ایسا ہی کیا اور تمام مواقف پر ٹھہریں، جب وہ پاک ہو گئیں تو انھوں نے کعبہ اور صفا اور مروہ کا طواف کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے دل میں کھٹک محسوس کرتی ہوں کہ میں نے حج سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، آپ نے فرمایا اے عبدالرحمن جاؤ اور ان کو تنعیم سے عمرہ کراؤ اور یہ واقعہ شب محصب کو پیش آیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ رو رہی تھیں اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بعد لیث کی روایت کی طرح ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل

اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا فِیْ حَجَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ وَّسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اللَّیْثِ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا سَهْلًا اِذَا هَوِیَتِ الشَّیْءَ تَابَعَهَا عَلَیْهِ فَاَرْسَلَهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مِّنَ التَّنْعِیْمِ قَالَ مَطَرٌ قَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ فَكَانَتْ عَآئِشَةُ اِذَا حَجَّتْ صَنَعَتْ كَمَا صَنَعَتْ مَعَ نَبِیِّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

تھے۔ حضرت عائشہ جب بھی آپ سے کچھ فرمائش کرتیں تو آپ اس کو پورا کر دیتے۔ آپ نے انھیں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھیجا وہ انھیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لے آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کرتیں تو اس طرح کرتیں جس طرح انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا۔

۲۸۳۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّیْنَ بِالْحَجِّ مَعَنَا النِّسَآءُ وَالْوِلْدَانُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ طُفْنَا بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَكُنْ مَّعَهٗ هَدْیٌ فَلْیَحْلِلْ قَالَ قُلْنَا اَیُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهٗ قَالَ فَاَتَیْنَا النِّسَآءَ وَلَبِسْنَا الثِّیَابَ وَمَسِسْنَا الطِّیْبَ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ التَّرْوِیَةِ اَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ وَكَفَانَا الطَّوَافُ الْاَوَّلُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِی الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِیْ بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حج کا احرام باندھے ہوئے نکلے۔ ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے جب مکہ مکرمہ پہنچے کے بعد ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے، ہم نے پوچھا کس طرح حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا مکمل طور پر حلال ہو جائے۔ ہم نے اپنی بیویوں سے مقاربت کی ہسلے ہوئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی، یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو ہم نے احرام باندھا اور صفا اور مروہ کا پہلا طواف ہی ہمیں کافی ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گایوں میں ہم میں سے سات، آدمی شریک ہوں۔

۲۸۳۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حلال ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَحْلَلْنَا أَنْ نُحْرِمَ إِذَا تَوَجَّهْنَا إِلَى مِنًى قَالَ فَأَهْلَلْنَا مِنَ الْأَبْطَحِ۔

نے ہمیں احرام باندھ کر منیٰ جانے کا حکم دیا لہٰذا مقام ابطح سے ہم نے احرام باندھا۔

۲۸۳۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا زَادَ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ ابْنِ بَكْرٍ طَوَافَهُ الْأَوَّلَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے صفا اور مروہ کے درمیان ایک (قسم کا) ہی طواف کیا۔

۲۸۳۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي نَاسٍ مَعِي قَالَ أَهْلَلْنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَحْدَهُ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَأَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ أَحِلُّوا وَأَصِيبُوا النِّسَاءَ قَالَ عَطَاءٌ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ أَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَقُلْنَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا خَمْسٌ أَمَرَنَا أَنْ نُفْضِيَ إِلَى نِسَائِنَا فَنَأْتِيَ عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيرُنَا الْمَنِيَّ قَالَ يَقُولُ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى قَوْلِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ذوالحج کی صبح کو آئے اور ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔ عطاء کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنے احرام کھول دو اور بیویوں کے پاس جاؤ۔ عطاء کہتے ہیں کہ یہ حکم ان پر واجب نہیں تھا، البتہ ان کی عورتوں کو ان پر حلال کر دیا تھا حضرت جابر نے کہا اب عرفہ میں پانچ دن رہ گئے ہیں اور ہمیں بیویوں سے جنسی عمل کی اجازت دے دی ہے اور ہم اس حال میں عرفہ جائیں گے ہم سے جنسی عمل کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں گے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت جابر یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوں اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح حلال ہو جاتا اور اگر میں اس کی طرف پہلے توجہ کر لیتا جس کی طرف بعد میں توجہ

بِيَدِهٖ يُحَرِّكُهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ فَحِلُّوا فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنْ سِعَايَتِهٖ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ فَقَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا قَالَ وَأَهْدَى لَهٗ عَلِيٌّ هَدْيًا فَقَالَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ فَقَالَ لِأَبَدٍ۔

۲۸۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ وَنَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيْنَا وَضَاقَتْ بِهٖ صُدُورُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا نَدْرِي أَشَيْءٌ بَلَغَهٗ مِنَ السَّمَاءِ أَمْ شَيْءٌ مِنْ قِبَلِ النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ أَحِلُّوا فَلَوْلَا الْهَدْيُ الَّذِي مَعِي فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ قَالَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى وَطِئْنَا النِّسَاءَ وَفَعَلْنَا مَا يَفْعَلُ الْحَلَالُ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ۔

۲۸۴۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو

کی ہے تو میں ہدی ہی روانہ نہ کرتا، پس اب احرام کھول دو، ہم نے احرام کھول دیے اور ہم نے آپ کا فرمان سنا اور اس کی اطاعت کی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی صدقات وصول کر کے آئے تو آپ نے پوچھا تم نے احرام میں کیا نیت کی تھی۔ حضرت علی نے کہا میں نے یہ نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے وہی میری نیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ہدی روانہ کرو اور احرام باندھے رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی آپ کے لیے بھی ہدی لائے تھے حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم نے کھڑے ہو کر پوچھا: کہ یہ (قران اور تمتع) حکم صرف اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے کر حلال ہو جائیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے محرومی کی بناء پر) ہمیں یہ حکم دشوار معلوم ہوا اور ہمارے سینوں میں گھٹن پیدا ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی، خدا جانے آپ کو اس بات کا علم آسمانی وحی سے ہوا یا لوگوں میں سے کسی نے بتایا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! احرام کھول دو! اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح حلال ہو جاتا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے احرام کھول دیا اور اپنی بیویوں سے جنسی عمل کیا اور وہ سارے کام کیے جو حلال کرتے ہیں حتی کہ آٹھ تاریخ کو ہم نے مکہ سے پیٹھ پھیری اور حج کا تلبیہ کہا۔

موسیٰ بن نافع کہتے ہیں کہ میں عمرہ سے تمتع کر

نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ نَافِعٍ قَالَ قَدِمْتُ مَكَّةَ مُتَمَتِّعًا بِعُمْرَةٍ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِأَرْبَعَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ النَّاسُ تَصِيرُ حَجَّتُكَ الْآنَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ سَاقَ الْهَدْيَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ فَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا وَأَقِيمُوا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّذِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً قَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ قَالَ افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَفَعَلُوا۔

کے یوم ترویہ سے چار روز پہلے مکہ آیا لوگوں نے کہا اب تمہارا حج اہل مکہ کی طرح کا ہوگیا ہے۔ میں نے جا کر عطاء بن ابی رباح سے پوچھا، عطاء نے کہا مجھے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدی لے کر آئے تھے انھوں نے اس سال حج کیا تھا اور (بعض) صحابہ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنا احرام کھول دو اور بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا و مروہ کی سعی کرو اور بال کاٹ کے حلال ہو کر رہو اور یوم ترویہ کو حج کا احرام باندھ لینا۔ اور اپنے پہلے احرام کو تمتع کرو، لوگوں نے کہا ہم اس کو تمتع کیسے کریں، حالانکہ ہم نے حج کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے! اور اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، لیکن میں اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ پہنچ جائے، پھر صحابہ نے اسی طرح کیا۔

۲۸۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ ابْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَنَحِلَّ قَالَ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کر دیں، اور حلال ہو جائیں، راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چونکہ ہدی تھی اس لیے آپ اس کو عمرہ نہ کر سکے۔

٢٨٤٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَأْمُرُنَا بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثُ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ وَإِنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهُ فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ وَأَبِتُّوا نِكَاحَ هٰذِهِ النِّسَاءِ فَلَنْ أُوتَى بِرَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً إِلَى أَجَلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ۔

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمیں حج تمتع کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں حج تمتع سے روکتے تھے۔ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تو میرے ہی ہاتھوں سے لوگوں میں پھیلی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا دور خلافت آیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس چیز کو جیسے چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے اور قرآن مجید نے ٹھیک ٹھیک احکام نازل کر دیے ہیں، لہٰذا تم حج اور عمرہ اس طرح پورا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور ان عورتوں سے نکاح کرو۔ میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے متعہ (عارضی نکاح) کیا ہو تو میں اس کو پتھر مار مار کر رجم کروں گا۔

٢٨٤٤ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَافْصِلُوا حَجَّكُمْ مِنْ عُمْرَتِكُمْ فَإِنَّهُ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ کرو اس طرح حج بھی پورا ہوگا اور عمرہ بھی۔

٢٨٤٥ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُولُ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو تو ہم نے ایسا ہی کیا۔

افراد، تمتع اور قران کے معنی

افراد کا معنی ہے صرف حج کرنا، تمتع کا معنی ہے عمرہ کر کے احرام کھول دینا اور عمرے کے بعد حج کا احرام باندھ لینا اور قران کا معنی ہے حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھنا اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد بدستور احرام پر قائم رہنا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ائمہ کا اختلاف' آیا آپ کا حج افراد تھا، تمتع تھا یا قران؟

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا یا حج تمتع یا حج قران۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا، اور امام شافعی اور امام مالک کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا، اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ آپ نے حج تمتع کیا تھا اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں، بعض سے افراد کی تائید ہوتی ہے بعض سے تمتع کی اور بعض سے قران کی۔

آپ کے حج کے بارے میں روایات کے اختلاف کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد صرف ایک حج کیا ہے جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ایک حج کی روایت میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟ امام طحاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اختلاف استدلال اور اجتہاد کے اختلاف سے واقع ہوا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور عمرہ اور حج دونوں کا ایک احرام باندھا تھا اور اس میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی اور تلبیہ کہتے ہوئے جب آپ نے لبیک بحجۃ فرمایا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے صرف حج کا احرام باندھا ہے اس لیے انھوں نے حج افراد کی روایت کی اور جب آپ نے لبیک بعمرۃ فرمایا اور اس کے بعد حج کیا تو بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج تمتع کیا ہے اور جب آپ نے لبیک بحج وعمرۃ فرمایا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج قران کیا ہے۔ اس کے مزید جوابات آئندہ عنوان کے تحت شیخ ابن قیم کی عبارت میں اور افضلیت قران میں احناف کے دلائل میں علامہ سرخسی کی عبارات میں آرہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا وہ حج افراد یا تمتع نہیں تھا بلکہ حج قران تھا، احادیث صریحہ اور روایات صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ شیخ ابن قیم حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیس سے زیادہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا احرام باندھا تھا، وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی کی اور ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔

(۲) بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عبداللہ بن عمر کی مثل روایت ہے۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حج کا عمرہ کے ساتھ قران کیا

اور ان کے لیے ایک (نوع کا) طواف کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

(۴) سنن ابوداؤد میں ہے مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انہوں نے کہا دو، حضرت عائشہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے ماسوا اس عمرہ کے جس کا حج کے ساتھ قران کیا تھا۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا قول حضرت ابن عمر کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے جو کہا کہ آپ نے دو عمرے کیے تھے اس سے آپ کی مراد ایسے عمرے ہیں جو کامل اور منفرد ہوں۔ (ا) عمرۃ القضاء۔ (ب) عمرۃ الجعرانۃ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ چار عمرے ہیں۔ (ا) عمرۃ القضاء (ب) عمرۃ الجعرانۃ (ج) عمرۃ القران، (د) وہ عمرہ جس سے آپ روک دیے گئے۔

(۵) سفیان ثوری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حج کیے ہیں۔ دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد اور اس کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا، اس حدیث کو امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

(۶) سنن ابوداؤد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ (ا) عمرۃ الحدیبیہ (ب) حدیبیہ کے اگلے سال اس عمرہ کی قضا (ج) عمرۃ الجعرانۃ (د) وہ عمرہ جس کا حج کے ساتھ قران کیا۔

(۷) صحیح بخاری میں ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقیق میں فرمایا "آج رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے عمرہ حج میں ہے۔"

(۸) سنن ابوداؤد میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں نے ان کے ساتھ کچھ چاندی حاصل کی، جب حضرت علی یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رنگے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا، اور انہوں نے گھر میں خوشبو بھی لگائی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حلال ہونے کا حکم دیا اور وہ حلال ہو گئے (یعنی آپ حلال کیوں نہیں ہوئے) حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی تھی۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے احرام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ہدی روانہ کر دی ہے اور قران کا احرام باندھا ہے۔

(۹) سنن نسائی میں ہے مروان بن الحکم کہتے ہیں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: اللھم لبیك بحجۃ وعمرۃ (یعنی قران) حضرت عثمان نے کہا آپ اس (قران) سے باز نہیں آتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور

عمرہ کے ساتھ تلبیہ کرتے ہوئے سنا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو تمہارے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔

(۱۰) صحیح مسلم میں ہے مطرف کہتے ہیں کہ عمران بن حصین نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور وفات تک اس سے منع نہیں کیا۔

(۱۱) امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام سفیان بن عیینہ اپنی اپنی اسانید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ اس کے بعد حج نہیں کریں گے۔

(۱۲) امام احمد، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہے۔

(۱۳) امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا ہے۔

(۱۴) امام احمد نے حرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا ہے۔

(۱۵) امام بزار نے سند صحیح سے روایت کیا کہ حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو اس لیے جمع کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ اس سال کے بعد حج نہیں کریں گے۔

(۱۶) امام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا قران کیا اور ان کے لیے ایک (نوع کا) طواف کیا۔ یہ حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے۔

(۱۷) امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل محمد عمرہ کو حج میں داخل کر کے احرام باندھو۔

(۱۸) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ لوگ حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرے سے حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا میں نے ہدی میں قلادہ ڈال دیا ہے اور سر کے بالوں کو چپکا لیا ہے میں اس وقت تک (عمرہ سے) حلال نہیں ہوں گا جب تک حج سے حلال نہ ہو جاؤں۔ شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک احرام سے عمرہ اور حج کیا تھا، کیونکہ آپ عمرہ سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ حج سے حلال نہیں ہوئے اور امام مالک اور امام شافعی کے قواعد کے اعتبار سے یہ حجت زیادہ لازم ہے کیونکہ جو شخص عمرہ مفرد کرے اس کے لیے ہدی حلال ہونے سے مانع نہیں ہے، ہدی حلال ہونے سے صرف عمرہ قران میں مانع ہوتی ہے، لہٰذا ان قواعد کے اعتبار سے یہ حدیث حج قران پر صحیح دلیل ہے۔

(۱۹) جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ جس سال حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حج کیا اس سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس عمرہ اور حج کے قران پر گفتگو کر رہے تھے ضحاک

نے کہا قران وہی شخص کرے گا جو احکام الٰہیہ سے جاہل ہو، حضرت سعد نے فرمایا: اے بھتیجے تم نے اچھی بات نہیں کہی۔ ضحاک نے کہا حضرت عمر اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت سعد نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ قران کیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت سعد کی تمتع سے مراد تمتع کی ایک قسم تھی، یعنی تمتع القران اور یہی قرآن مجید اور صحابہ کرام کی لغت ہے جن کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔ آپ نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ نے فرمایا اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا وہ تمتع القران تھا اور اس پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا اور حضرت عمران بن حصین نے مطرف سے کہا میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا پھر آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے انہوں نے قران کو تمتع اور حج اور عمرہ کے جمع کرنے سے تعبیر کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعید بن مسیب کی یہ روایت بھی اس پر دلیل ہے کہ حضرت علی اور عثمان، عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا عمرہ سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تم اس سے کیوں منع کرتے ہو۔ حضرت عثمان نے کہا اس بات کو چھوڑ دو۔ حضرت علی نے فرمایا میں اس بات کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ یہ الفاظ صحیح مسلم میں ہیں اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں: عسفان میں حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان تمتع میں اختلاف ہوا، حضرت علی نے فرمایا تم اس کام سے کیوں منع کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا۔ اور امام بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا کہ میں حضرت علی کے پاس حاضر تھا حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بحجۃ وعمرۃ اور فرمایا میں کسی شخص کے قول کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ صحابہ حج اور عمرہ کو جمع کرنے کو تمتع کہتے تھے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا کیونکہ جب ان سے کہا گیا کہ تم اس کام سے کیوں مخالفت کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہیں کیا، اگر وہ اس کی موافقت نہ کرتے تو اس کا رد کر دیتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت اور اقتداء کا قصد کیا اور یہ بیان کیا کہ یہ فعل منسوخ نہیں ہوا ہے اور حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا اور سنت پر عمل کا اظہار کیا جس سے حضرت عثمان کسی تاویل کی وجہ سے روکتے تھے اور یہ ایک مستقل دلیل ہے جس سے بیسویں دلیل قائم ہو گئی۔

(۲۱) امام مالک مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک کہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔

شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور اپنے حکم کے مطابق (حج اور عمرہ کو ملانا) عمل کرنے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ اولیٰ تھے اور باقی تمام احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور آئندہ ذکر کریں گے اور قدماء اور متاخرین فقہاء میں سے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جو شخص ہدی کو روانہ کرے اس پر قران کرنا واجب ہے اور جو ہدی کو روانہ نہ کرے اس پر عمرہ مفردہ کے ساتھ تمتع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء میں حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ایک جماعت ہے ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اور جس چیز کا آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اس سے اعراض یا تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے قران کیا اور ہدی کو روانہ کیا اور آپ نے حکم دیا کہ جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ قران کو فسخ کر کے عمرہ مفردہ کا احرام باندھ لے، پس واجب یہ ہے کہ اس طرح کیا جائے جس طرح آپ نے کیا ہے یا جس طرح آپ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲۳) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدینہ میں چار رکعات نماز ظہر پڑھائی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھائی، رات ذوالحلیفہ میں گزاری، صبح کو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور جب مقام بیداء میں وہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کی اور پھر حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی حج اور عمرہ کا احرام باندھا، جب ہم آ گئے گئے تو آپ نے لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دیا اور انھوں نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھا، نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا، بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو یہ روایت سنائی، انھوں نے کہا آپ نے صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہا تھا ان کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پھر ملاقات ہوئی تو انھوں نے حضرت انس کو حضرت ابن عمر کا قول سنایا حضرت انس نے کہا ہم سے صرف بچے تجاوز کرتے ہیں میں نے خود سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لبیک عمرۃ وحجا حضرت انس اور حضرت ابن عمر کی عمروں میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ کا فرق ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت انس کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کہا۔ امام قاضی ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا لبیک بحج وعمرۃ اور امام نسائی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کہتے تھے نیز امام نسائی نے حسن بصری سے روایت کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے بعد حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ امام بزار نے حضرت عمر کے غلام سے روایت کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔

اس کے بعد شیخ ابن قیم نے متعدد اسانید سے ثابت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا۔ شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ سولہ ثقہ راوی ہیں جو سب اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور وہ سولہ راوی یہ ہیں۔ حسن بصری[1]، ابو قلابہ[2]، حمید بن ہلال[3]، حمید بن عبد الرحمن طویل[4]۔ قتادہ[5]۔ یحییٰ بن سعید انصاری[6]۔ ثابت بنانی[7]، بکر بن عبد اللہ مزنی[8]، عبد العزیز بن صہیب[9]، سلیمان تیمی[10]، یحییٰ بن ابی اسحاق[11]، زید بن اسلم[12]، مصعب بن سلیم[13]، ابو اسماء[14]، ابو قدامہ عاصم[15]

بن حصین، ابو قزعہ[16] سوید بن حجر باہلی۔ یہ وہ راوی ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا، اور حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب عزوجل نے قران کا حکم دیا اور حضرت علی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور ان حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کو اور جن لوگوں نے ہدی بھیجی تھی ان کو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔
وہ صحابہ کرام جنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا یہ ہیں: حضرت ام المؤمنین عائشہ[1] صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ[2] بن عمر، حضرت جابر[3] بن عبداللہ۔ حضرت عبداللہ[4] بن عباس، حضرت عمر[5] بن الخطاب، حضرت علی[6] ابن ابی طالب، حضرت عثمان[7] بن عفان، حضرت عمران[8] بن حصین، حضرت براء[9] بن عازب، حضرت ام المؤمنین[10] حفصہ، حضرت ابو[11] قتادہ، حضرت ابن ابی اوفی[12]، حضرت ابو[13] طلحہ، حضرت ہرماس[14] بن زیاد، حضرت ام[15] سلمہ، حضرت انس[16] بن مالک، حضرت سعد[17] بن ابی وقاص، رضی اللہ عنہم۔ یہ سترہ صحابی ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کو بیان کیا ہے۔ بعض صحابہ نے آپ کے فعل کا بیان اور بعض نے آپ کے حکم دینے کا بیان کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے جس طرح قران کے بارے میں احادیث مروی ہیں اسی طرح ان سے افراد کے بارے میں بھی احادیث مروی ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ان صحابہ کی روایات متعارض ہیں اور اس وجہ سے وہ قران پر استدلال میں معتبر ہیں نہ افراد میں، تاہم دوسرے صحابہ کی وہ روایات جو صرف قران کے بارے میں وارد ہیں اور تعارض اور اضطراب سے خالی ہیں وہ بہر حال اس بات پر قوی دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج، حج قران تھا لہٰذا ان احادیث کو بلا تامل قبول کر لینا چاہیے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دراصل ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، تعارض کا گمان صرف ان لوگوں نے کیا ہے جو صحابہ کرام کے الفاظ کی مراد سے ناواقف ہیں اور الفاظ صحابہ سے بعد کی بنی ہوئی اصطلاحات مراد لیتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ اس باب میں احادیث متفق ہیں اور ان میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ نہایت معمولی ہے جیسا کہ اور روایات میں بھی ہوتا ہے کیونکہ صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے تمتع کیا اور تمتع ان کے نزدیک قران کو بھی شامل ہے، اور جس صحابی سے یہ مروی ہے کہ آپ نے افراد کیا اسی سے تمتع کی بھی روایت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعید بن مسیب سے روایت ہے، حضرت علی اور حضرت عثمان، عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا عمرہ سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تم اس فعل سے منع کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ہمیں چھوڑ دو، حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اور جب حضرت علی نے یہ

دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا، اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ حج اور عمرہ کے جمع کرنے والے کو وہ متمتع کہتے تھے اور یہی (جس فعل کو صحابہ تمتع کہتے تھے) وہ فعل ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور حضرت عثمان نے بھی حضرت علی کی اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا تھا لیکن ان کا اختلاف اس بات میں تھا کہ آیا ہمارے حق میں یہ افضل ہے یا نہیں اور حج کو عمرہ سے فسخ کر دینا آیا ہمارے لیے مشروع ہے یا نہیں، جیسا کہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، حضرت علی اور حضرت عثمان کا اس پر اتفاق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے اور تمتع سے مراد ان کی قران ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مطرف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا حتی کہ آپ کی وفات ہو گئی اور نہ ہی اس کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت نازل ہوئی اور عمران بن حصین سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی تمتع کیا۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام قارن کو متمتع کہتے ہیں اور حضرت عمر سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا آیا، اس نے کہا اس وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے عمرہ حج میں ہے۔ پس خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین اسانید صحیحہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا قران کیا اور اس کو صحابہ تمتع کہتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بکر بن عبد اللہ مزنی نے حضرت ابن عمر سے بیان کی ہے اس کے برخلاف بکر سے زیادہ ثقہ راوی، جو حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ ان کے بیٹے حضرت سالم اور ان کے شاگرد حضرت نافع ہیں وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔[1]

اسی طرح جن صحابہ سے افراد حج کی روایت ہے اس سے افراد یا حج مفرد کا فقہی یا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اعمال حج کو منفرداً ادا کیا یعنی حج اور عمرہ کے اعمال کو باہم متحد نہیں کیا۔

افراد، تمتع اور قران میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ افراد، تمتع اور قران جائز ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور داؤد بن علی اصفہانی (امام غیر مقلدین) کے نزدیک افراد افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، مزنی، ابن منذر اور ابو اسحاق مروزی کے نزدیک قران افضل ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمتع افضل ہے اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک تمتع اور قران دونوں افراد سے افضل ہیں۔[2]

---

[1] ۔ شیخ محمد بن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸۲ - ۱۷۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ
[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷، ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان تینوں میں سے جس کا احرام بھی باندھ لیا جائے وہ جائز ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے امام (امام احمد بن حنبل) کا نظریہ یہ ہے کہ افضل تمتع ہے پھر افراد ہے، پھر قران ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے بھی تمتع کو افضل قرار دیا ہے۔ مروزی نے امام احمد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اگر ہدی روانہ کر دی ہے تو قران افضل ہے ورنہ تمتع افضل ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی روانہ کر دی تو قران کیا اور جو صحابہ ہدی روانہ کر چکے تھے انھیں اس وقت تک حلال ہونے سے روک دیا جب تک ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے اور ثوری اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ قران افضل ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا لبیک عمرۃ وحجا لبیک عمرۃ وحجا[1] (بخاری و مسلم)

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یہ نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا بلکہ امام احمد نے اس پر تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ انھوں نے کہا مجھے اس میں بالکل شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور میرے نزدیک تمتع زیادہ افضل ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امر ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا ہے اگر اس کا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور عمرہ کا احرام باندھتا[2] (یعنی تمتع کرتا)۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا افراد افضل ہے یا قران افضل ہے یا تمتع ؟ اور اس اختلاف کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی تفسیر میں اختلاف ہے، کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے تمتع کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ قارن تھے، امام مالک نے افراد کو اختیار کیا، ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ہے "حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم میں سے بعض نے (صرف) عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث اسانید کثیرہ سے مروی ہے، ابو عمر بن عبد البر نے کہا متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے افراد مروی ہے، اور یہی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جن علماء کی یہ تحقیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی کی اور آپ نے ذوالحلیفہ سے ہدی روانہ کی تھی۔ یہ حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کا مسلک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تمتع اور افراد کی متعارض روایات ہیں۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جن علماء کی یہ تحقیق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا ان کے استدلال کے لیے بہت زیادہ احادیث ہیں ان میں سے صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطاب کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ۔
[2] شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ ھ، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۳۵-۳۴، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں وادی عقیق میں تھا کہ میرے پاس میرے رب کیطرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں احرام باندھ لیجئے اور کہا گیا کہ عمرہ حج میں ہے، اور صحیح بخاری میں ہے مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس تھا، حضرت عثمان تمتع اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ حضرت علی نے جب یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ و حجۃ اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بنا پر نہیں چھوڑ سکتا، نیز صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت انس کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا لبیک بعمرۃ و حجۃ اور امام مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام ملا کر باندھے پھر جب تک دونوں سے حلال نہ ہو اس وقت تک حلال نہ ہو" اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور یہ بات بہت بعید ہے کہ جن صحابہ کے پاس ہدی ہو آپ ان کو قران کا حکم دیں اور آپ ہدی ساتھ ہونے کے باوجود قران نہ کریں اور امام مالک کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے اپنی ہدی کو قلادہ ڈال دیا ہے اور بالوں کو چپکا لیا ہے اور میں اس وقت تک حلال نہیں ہونگا جب تک کہ اپنی ہدی کی قربانی نہ کر دوں۔" اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قارن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میرے نزدیک تمتع زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس چیز کا علم ہو جاتا جس کا بعد میں علم ہوا تو میں ہدی کو روانہ نہ کرتا اور اس احرام میں عمرہ کی نیت کر لیتا [1]۔

افضلیت قران پر احناف کے دلائل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام ملا کر باندھا جائے بایں طور کہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یا عمرہ کے احرام کے بعد اعمال کی ادائیگی سے پہلے حج کا احرام باندھے اور تمتع یہ ہے کہ ایک سفر میں اپنے گھر میں قیام کیے بغیر دو عبادتیں ادا کرے اور افراد یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے یا ہر عبادت الگ الگ سفر میں ادا کرے یا عمرہ حج کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ادا کرے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک قران افضل ہے اس کے بعد تمتع ہے اور ابن شجاع کی امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ افراد تمتع سے افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک افراد، قران سے افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک تمتع قران سے افضل ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت جابر کی روایت سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا جنھوں نے افراد کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد فریضہ حج ایک بار ادا کیا ہے اور آپ افضل چیز کو ترک نہیں کرتے تھے اور افراد اس لیے بھی افضل ہے کہ قران رخصت ہے اور افراد

[1] قاضی ابن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ ھ، بدایۃ المجتہد ج ا ص ۲۴۶-۲۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

عزیمت ہے اور رخصت پر عمل کرنے کی بہ نسبت عزیمت پر عمل کرنا زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم کو تمہاری مشقت کے اعتبار سے اجر ملے گا اور افراد میں زیادہ مشقت ہے کیونکہ افراد میں احرام، سعی اور حلق زیادہ ہیں کیونکہ قارن دو عبادتیں ایک سفر میں ادا کرتا ہے اور حج اور عمرہ کا ایک تلبیہ کہتا ہے اور اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اس پر قران میں قربانی واجب ہوتی ہے اور مفرد ہر عبادت کو صفت کمال سے ادا کرتا ہے اور کسی عبادت کو بہ طریقہ کمال ادا کرنا، کمی کرنے اور پھر اس کمی کو پورا کرنے سے افضل ہے امام مالک رحمہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ میں قران کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ درآں حالیکہ وہ اونٹنی جگالی اگل رہی تھی اور اس کا لعاب میرے کندھے پر بہہ رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "لبیک بحجۃ وعمرۃ معا"۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ محدثین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایات کو جمع کیا ہے، تیس صحابہ نے آپ کے حج کو بیان کیا ہے، دس صحابہ نے بیان کیا کہ آپ نے قران کیا، دس نے بیان کیا کہ آپ نے افراد کیا اور دس نے بیان کیا کہ آپ نے تمتع کیا، ہم ان روایات میں یہ تطبیق دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کے ساتھ تلبیہ کیا، جس کو بعض صحابہ نے سنا پھر بعد میں انھوں نے آپ کو حج کرتے ہوئے دیکھا پس انھوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے تمتع کیا تھا اور انھوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے فعل کی روایت کی، بعد میں آپ نے حج کا تلبیہ کیا جس کو دوسرے صحابہ نے سُنا اور انھوں نے گمان کیا کہ آپ حج مفرد کرنے والے ہیں، پھر آپ نے حج اور عمرہ کو ملا کر تلبیہ کہا جس کو ایک اور گروہ نے سُنا اور انھوں نے یقین کر لیا کہ آپ قارن ہیں اور ہر ایک نے اس چیز کو نقل کیا جو اس کے گمان کے مطابق تھی اور یہ تطبیق ایسی ہی ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے بارے میں مختلف روایات میں تطبیق دی ہے۔ (یہ تطبیق ہم سنن ابو داؤد کے حوالہ سے احرام باندھنے کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔　　سعیدی غفرلہ)

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں فعلی روایات میں تعارض واقع ہوا تو ہم نے آپ کے حج کے متعلق قولی روایت کو لیا اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا درآں حالیکہ میں وادی عقیق میں تھا، اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور حج اور عمرہ کو ملا کر احرام باندھیں اور قران اس لیے بھی افضل ہے کہ قران میں دو عبادتیں جمع ہیں، اور الگ عبادات کرنے سے دو عبادتوں کو جمع کرنا افضل ہے، جس طرح روزے اور اعتکاف کو جمع کرنا افضل ہے اور جیسے سرحد کی حفاظت اور تہجد کی نماز کو جمع کرنا افضل ہے اور قران اس لیے بھی افضل ہے کہ قران میں ایک عبادت زیادہ ہے اور وہ قربانی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افضل الحج العج والثج" افضل

حج وہ ہے جس میں تلبیہ اور قربانی ہو"۔ باقی امام مالک اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ قربانی حج میں جبر نقصان (کمی کو پورا کرنے) کے لیے ہے کیونکہ جو قربانی کسی کمی کو پورا کرنے کے لیے کی جاتی ہے وہ کسی ممنوع کام کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس کا وقت معین نہیں ہوتا اور قران میں جو قربانی کی جاتی ہے اس کا وقت معین ہے وہ صرف قربانی کے ایام میں کی جا سکتی ہے اور وہ کسی ممنوع کام کی بناء پر نہیں ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ قران میں جو ہدی کا خون بہایا جاتا ہے وہ قربانی اور عبادت ہے اور قران ایک زائد عبادت پر مشتمل ہے اس لیے قران افراد سے افضل قرار پایا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عمرہ اور حج کو ملانے سے منع کرتے تھے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے نزدیک فی نفسہٖ قران یا تمتع مکروہ تھا بلکہ ان کو یہ ناپسند تھا کہ حج کے مہینوں کے علاوہ بیت اللہ کو خالی چھوڑ دیا جائے اور لوگ بیت اللہ کی زیارت کے لیے سفر نہ کریں نہ یہ کہ ان کے نزدیک فی نفسہٖ قران یا تمتع مکروہ تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ صبی بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عیسائی شخص تھا، میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں نے اپنے اوپر حج اور عمرہ کو واجب پایا میں نے حج اور عمرہ میں قران کیا، میری کچھ صحابہ سے ملاقات ہوئی ان میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما بھی تھے ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے میرے متعلق کہا کہ یہ (قران کی وجہ سے) اپنے اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے پھر میری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت عمر کے سامنے ان کا قول بیان کیا حضرت عمر نے فرمایا انھوں نے غلط کہا ہے، تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قران کی افضلیت ذکر کرنے کے بعد ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قران کرنے کا ارادہ کرے وہ مفرد کی طرح احرام کی تیاری کرے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے: "اللهم انی ارید العمرة والحج" اور تلبیہ میں کہے "لبیك بعمرة وحجة"۔ عمرہ کا ذکر اس لیے مقدم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے قول میں عمرہ کو حج پر مقدم رکھا "فمن تمتع بالعمرة الی الحج" اور اس لیے بھی کہ پہلے عمرہ کیا جاتا ہے اور پھر حج کیا جاتا ہے [1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ افضلیت قران پر دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کو ملا کر احرام باندھے" اور یہ بعینہٖ قران ہے نیز فرمایا "پھر جب تک وہ ان دونوں سے حلال نہ ہو اس وقت تک حلال نہ ہو" اور یہی قران کا حکم ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا حکم دیا [2]۔

بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں افراد تمتع اور قران کی جو مختلف روایات ہیں ان میں تطبیق دیتے ہوئے بعض معاصرین لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۲۷ - ۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔
[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے تمتع کیا ایک اور روایت کے مطابق آپ نے قران کیا تو اختلاف کے اندفاع کا کیا طریقہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس میں متمتع رہے پھر طواف سے پہلے حج کا علیحدہ احرام باندھا اور اس طرح آپ قارن ہو گئے۔[1]

بعض معاصرین کے اس جواب میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس فعل کو افراد قرار دیا گیا؟ اور کس فعل کو تمتع قرار دیا گیا؟ کیونکہ پہلے عمرہ کا احرام باندھنا اور پھر اسی میں متمتع (فائدہ اٹھاتے ہوئے) رہنا حج افراد ہے نہ حج تمتع، اس لیے ان کی یہ عبارت اصل سوال کا جواب نہیں ہے، نیز کسی مستند روایت سے ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں دو الگ الگ احرام باندھے تھے اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے علامہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ میں مختلف کلمات کہے جب آپ نے لبیک بحج کہا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج مفرد کیا ہے اور اسی طرح روایت کی جب آپ نے لبیک بعمرۃ کہا اور اس کے بعد حج کیا تو اس سے بعض صحابہ نے سمجھا کہ آپ نے تمتع کیا ہے اور تمتع کی روایت کی اور جب آپ نے لبیک بحجۃ وعمرۃ کہا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے قران کیا ہے اور قران کی روایت کی اور یہی صحیح بات ہے، دوسرا جواب وہ ہے جس کو ہم نے بہت تفصیل سے شیخ ابن قیم کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمتع اور قران میں جو فقہ کی اصطلاح ہے صحابہ نے اس اعتبار سے تمتع اور قران کے الفاظ نہیں استعمال کیے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ بعد کی اصطلاح ہے، صحابہ کرام قران پر بھی تمتع کا اطلاق کرتے تھے اس لیے قران اور تمتع کی روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور حج مفرد والی حدیث دراصل بکر بن عبداللہ مزنی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے، اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سالم اور ان کے خاص شاگرد نافع نے حضرت ابن عمر سے حج تمتع کی روایت کی ہے، اس لیے حج مفرد کی روایت شاذ اور غیر معتبر ہے۔ اس اعتبار سے ان روایات کا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ علامہ نووی نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض نے افراد کیا۔ بعض نے تمتع اور بعض نے قران کیا اور ہر ایک کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کی تعلیم سے تھا اس لیے انہوں نے ان افعال کی اضافت آپ کی طرف کر دی کہ آپ نے افراد کیا یا آپ نے تمتع کیا یا آپ نے قران کیا کیونکہ ان افعال کا حکم آپ نے دیا تھا جس طرح قرآن مجید میں ہے: یذبح ابناءھم فرعون بنو اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا حالانکہ فرعون نے صرف حکم دیا تھا اور ذبح قوم فرعون کرتی تھی لیکن چونکہ وہ حکم دینے والا تھا۔ اس لیے اس فعل کی اضافت فرعون کی طرف کر دی گئی۔ اسی اسلوب پر آپ کے حکم دینے کی وجہ سے صحابہ کرام نے افراد اور تمتع کی اضافت آپ کی طرف کر دی حالانکہ آپ نے افراد اور تمتع نہیں صرف قران کیا تھا بہر حال ان تین جوابات سے ان احادیث کا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ فاغتنم هذا التحقيق۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ہر چند کہ علامہ سرخسی کی عبارت میں شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب آ گیا ہے، لیکن مزید وضاحت کے لیے ہم شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا ذکر کر کے

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۵۹۳، ۵۹۲، مطبوعہ مطبع ریاض حسین الجدہ پرنٹرز لاہور

ان کے جوابات پیش کر رہے ہیں۔ علامہ نووی نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا اس لیے حج افراد افضل ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ نے جو افراد کی روایت نقل کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اللھم لبیک بحجۃ سُنا اور اللھم لبیک بحج وعمرۃ نہیں سُنا۔ خود علامہ نووی، علامہ خطابی شافعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویحتمل ان بعضھم سمعہ یقول لبیک بحجۃ فحکی عنہ انہ افرد وخفی علیہ قولہ وعمرۃ فلم یحک الا ما سمع وسمع انس وغیرہ الزیادۃ وھی لبیک بحجۃ وعمرۃ ولا ینکر قبول الزیادۃ وانما یحصل التناقض لو کان الزائد نافیا لقول صاحبہ فاما اذا کان مثبتا لہ وزائدا علیہ فلیس فیہ تناقض۔ [1]

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لبیک بحجۃ کہتے ہوئے سنا تو یہ حکایت کر دی کہ آپ نے افراد کیا ہے اور ان پر آپ کا قول "وعمرۃ" مخفی رہا۔ اس لیے انھوں نے جو سنا اس کی حکایت کی اور حضرت انس اور دوسرے صحابہ نے زیادہ الفاظ سنے انھوں نے "لبیک بحجۃ وعمرۃ" سنا۔ اور زیادتی کی نفی نہیں کی جاتی اور جب زیادتی کرنے والا اپنے صاحب کی نفی نہ کرے تو اس میں کوئی تضاد نہیں ہوتا اور وہ زیادتی قبول کی جاتی ہے۔

علامہ نووی نے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے حج افراد کیا اور اس پر دوام کیا۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے ایسا ہی کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل میں اختلاف ہے۔ اگر خلفائے راشدین کو افراد کی افضلیت کا علم نہ ہوتا اور وہ یہ نہ جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد کیا ہے تو کبھی افراد پر دوام نہ کرتے حالانکہ وہ جلیل القدر ائمہ اور اسلام کے مقتدا رہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف ان سے دوام کس طرح متصور ہو سکتا ہے؟ اور حضرت علی نے افراد سے اختلاف بیان جواز کے لیے کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا قران کی مخالفت کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ علامہ نووی کو اس سلسلہ میں تسامح ہوا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی دو قول نہیں ہیں ان کا صرف ایک قول ہے کہ وہ قران کو سنت اور بلا کراہت جائز قرار دیتے تھے۔ صحاح میں ایسی روایات بکثرت موجود ہیں اور ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ حضرت علی نے قران کو خلاف سنت یا مکروہ کہا ہو حتیٰ کہ ان کا اختلاف ثابت ہو علامہ نووی کو اس سلسلہ میں بھی یقیناً تسامح ہوا ہے۔

سب سے پہلے حضرت عمر نے قران کو مکروہ جانا تھا اور اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع

سالم بن عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شامی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

رجلا من اهل الشام وهو يسأل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هی حلال فقال الشامی ان اباك قد نهی عنها فقال عبد الله بن عمر ارأيت ان كان ابی نهی عنها وصنعها رسول الله صلی الله علیه وسلم امر ابی يتبع ام امر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الرجل بل امر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا حديث حسن صحيح۔[1]

شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تمتع کا کیا حکم ہے؟ (صحابہ قران کو تمتع کہتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ سعیدی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جائز ہے! شامی نے کہا تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ میرے والد ایک کام سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہو تو آیا میرے باپ کی پیروی کی جائیگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟۔ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے! امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ اس بات کو حضرت عمر کے صاحبزادے بھی جانتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں اپنے والد کے قول کو ترک کرنے کی تلقین کرتے تھے بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قران کے سنت ہونے کو جانتے تھے!

عن ابی وائل قال قال الصبی بن معبد اهللت بهما معا فقال عمر هديت لسنة نبيك صلی الله علیه وسلم۔[2]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ صبی بن معبد نے کہا میں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ملا کر اکٹھا باندھا حضرت عمر نے فرمایا تم نے اپنے نبی کی سنت کو پا لیا۔

اس حدیث کو امام[3] نسائی، امام ابن[4] ماجہ، امام ابن[5] ابی شیبہ، امام احمد اور امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔
حافظ زیلعی لکھتے ہیں: امام دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا ہے کہ صبی بن معبد کی یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحیح ترین سند عن ابی وائل عن الصبی عن عمر ہے[6]

حضرت عمر کی طرح حضرت عثمان بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قران ہے اس کی وضاحت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ
[3] امام عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۔۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۳ 〃 〃 〃
[5] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔
[6] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۱۰۔۱۰۹ مطبوعہ مجلس علمی سورت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن مروان بن الحکم قال شھدت عثمان وعلیا وعثمان ینھی عن المتعۃ وان یجمع بینھما فلما رأی علی اھل بھما لبیک بعمرۃ وحجۃ قال ما کنت لادع سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقول احد۔[1]

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس تھا۔ حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کرنے سے منع کرتے تھے جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بناء پر نہیں چھوڑ سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے اس قول کا رد نہیں کیا کہ قران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ قران، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما قران سے کیوں منع کرتے تھے۔ اس کا ایک جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے اور آئندہ ہم اس کی مزید تحقیق کریں گے بہرحال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خلفاء راشدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت افراد تھی ورنہ وہ افراد نہ کرتے اور قران سے منع نہ کرتے کیونکہ ان کا قران سے منع کرنا ان کے اجتہاد کی بناء پر تھا۔

علامہ نووی نے افراد کی افضلیت پر تیسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ افراد میں دم (جانور کو ذبح کرنا) نہیں ہے جبکہ قران اور تمتع میں دم ہوتا ہے اور دم کسی کمی کو پورا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ افراد، تمتع اور قران سے افضل اور کامل ہے۔ اس کا جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے کہ قران اور اسی طرح تمتع میں قربانی ہے دم نہیں ہے کیونکہ قران میں قربانی کے معین دنوں میں ہدی کو ذبح کیا جاتا ہے جبکہ دم کو ذبح کرنے کے لیے دنوں کی کوئی قید نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ دم کسی قصور کے تاوان میں ہوتا ہے۔ اور تمتع اور قران کا احرام باندھنا کوئی قصور یا غلطی نہیں ہے جس کے تاوان میں دم لازم آئے۔

قران میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۲۸۰۶ میں ہے کہ "جن صحابہ نے حج اور عمرہ کا ایک احرام باندھا تھا انھوں نے ایک طواف کیا"۔ اس حدیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ قران میں حج اور عمرہ دونوں کا ایک طواف ہوتا ہے اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حج اور عمرہ الگ الگ عبادتیں ہیں اور دونوں میں الگ الگ طواف ہیں اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "انھوں نے ایک قسم کا طواف کیا"۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ قران میں صرف ایک طواف رکن کافی ہوتا ہے اور یہ کہ قران میں صرف حج کے افعال پر اقتصار کیا جاتا ہے اور عمرہ کے تمام افعال حج میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا یہی مسلک ہے اور صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوحنیفہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۱ھ

یہ فرماتے ہیں کہ قران میں دو طواف (ایک حج کا اور ایک عمرہ کا) اور دو سعی لازم ہیں، صحابہ میں سے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے اور تابعین میں سے شعبی اور نخعی کا یہی نظریہ ہے۔[1]

قران میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال

امام ابو حنیفہ کے نزدیک قران میں دو طواف ہیں یعنی حج اور عمرہ کے الگ الگ طواف ہیں

احناف کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:-

۱- عن ابن عمر انہ جمع بین حجتہ و عمرتہ معا وقال سبیلھما واحد قال فطاف لھما طوافین، وسعی لھما سعیین، وقال: ھکذا رائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنع کما صنعت۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھا اور کہا ان کا ایک طریقہ ہے اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا جس طرح میں نے کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

۲- عن عبد اللہ قال: طاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف لعمرتہ وحجتہ طوافین وسعی سعیین وابو بکر وعمر وعلی وابن مسعود۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے بھی دو طواف اور دو سعی کیں۔

۳- عن عمران بن الحصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف طوافین وسعی سعیین۔[4]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی کیں۔

۴- عن ابی نصر قال: لقیت علیا وقد اھللت بالحج واھل ھو بالحج والعمرۃ فقلت: ھل استطیع ان افعل کما فعلت؟ قال: ذلک، لو کنت بدأت بالعمرۃ فقلت: کیف افعل اذا اردت ذلک؟ قال تاخذ اداوۃ من ماء فتفضیھا علیک، ثم تھل بھما جمیعا ثم تطوف لھما طوافین

ابو نصر کہتے ہیں کہ میری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کیا میں بھی ایسا کر سکتا ہوں جیسا کہ آپ نے کیا ہے؛ حضرت علی نے فرمایا بشرطیکہ تم عمرہ سے ابتدا کرو۔ میں نے پوچھا اگر میں اس طرح کرنا چاہوں تو کیسے کروں؟ فرمایا تم لوٹے میں پانی لے کر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ-
[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[3] // // ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۳ // //
[4] // // ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۴ // //

وتسعیٰ لهما سعيين .[1]

اپنے اوپر ڈالو پھر حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو پھران کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔

۵ - عن ابی نصر السلمی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه قال : اذا اهللت بالحج والعمرة فطف لهما طوافين واسع لهما سعيين بالصفا والمروة قال منصور فلقيت مجاهدا وهو يفتی بطواف واحد لمن قرن فقال لو كنت سمعت لما افتيت الا بطوافين، واما بعد اليوم فلا افتی الا بهما .[2]

ابونصر سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم حج اور عمرہ کا احرام باندھو تو ان کے لیے دو طواف کرو اور ان کے لیے صفا اور مروہ کی دو سعی کرو۔ منصور کہتے ہیں کہ میری مجاہد سے ملاقات ہوئی وہ قران والے کے لیے ایک طواف کا فتویٰ دیتے تھے انھوں نے کہا اگر میں نے پہلے یہ حدیث سنی ہوتی تو میں دو طواف ہی کا فتویٰ دیتا اور آج سے میں دو طواف کا ہی فتویٰ دوں گا۔

۶ - عن زیاد بن مالك ان عليا وابن مسعود قالا ، فی القارن يطوف طوافين .[3]

زیاد بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت علی اور ابن مسعود قران کرنے والے کے لیے دو طواف کا فتویٰ دیتے تھے۔

۷ - عن الحسن بن علی : اذا قرنت بين الحج والعمرة فطف طوافين واسع سعيين .[4]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم حج اور عمرہ میں قران کرو تو دو طواف اور دو سعی کرو۔

۸ - عن ابی جعفر قال : القارن يطوف طوافين ويسعیٰ سعيين .[5]

ابوجعفر کہتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

ہدی روانہ کرنے والے متمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۸۰۷ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا، جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ ہدی نہیں لایا وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ ہدی لایا ہے وہ اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک اپنی ہدی قربانی کے دن ذبح نہ کرے۔ اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ اپنا حج پورا کرے۔"

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۶۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ۔

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[4] " " " ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵، "

[5] " " " ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵، "

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور ان کے موافقین کے مسلک پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ تمتع کرنے والے کے پاس جب ہدی ہو تو وہ عمرہ سے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک قربانی کے دن اس کی ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے اور امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا مسلک یہ ہے کہ تمتع کرنے والا جب (عمرہ کے) طواف اور سعی سے فارغ ہو گیا اور اس نے سر منڈا لیا تو اس کے لیے ہر چیز حلال ہو گئی خواہ اس نے ہدی روانہ کی ہو یا نہیں [1]

شوافع اور مالکیہ کے دلائل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع اس مسئلہ میں ہدی روانہ کرنے والے کو ہدی روانہ نہ کرنے والے پر قیاس کرتے ہیں۔ بایں طور کر ہدی نہ بھیجنے والا متمتع جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس پر ہر چیز حلال ہو جاتی ہے جس طرح صرف حج کے احرام باندھنے والے (مفرد) پر حلال ہو جاتی ہے اور اس حدیث کا شوافع اور مالکیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے اور مفصل حدیث اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھ لے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک دونوں (حج اور عمرہ) سے حلال نہ ہو جائے۔ اور پہلی حدیث کی یہ تاویل ہے کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی روانہ کی ہے وہ حج کا احرام باندھ لے اور اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک کہ اس کی ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ہی قصہ ہے۔ راوی بھی ایک ہے اس لیے ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا متعین ہو گیا [2]

شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب

علامہ نووی نے جو مفصل حدیث ذکر کی ہے وہ شافعیہ کے مسلک پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اختلاف اس میں ہے کہ جو شخص تمتع کرے اور ہدی بھی روانہ کرے آیا وہ ہدی کو ذبح کرنے سے پہلے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شوافع اور مالکیہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ذبح سے پہلے حلال ہو سکتا ہے اور اس چیز کا اس مفصل حدیث میں بالکل ذکر نہیں ہے کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی بھی روانہ کی وہ ہدی کو ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ مطلقاً عمرہ کا ذکر نہیں ہے حتیٰ کہ علامہ نووی کا مدعا ثابت ہو بلکہ یہ اس عمرہ کا ذکر ہے جس کے بعد صحابہ نے حج کرنا تھا جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے یہ حجۃ الوداع کا سال تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ حج کے لیے نکلے تھے اور جس عمرہ کے بعد حج کیا جائے وہ تمتع ہوتا ہے اس لیے دونوں حدیثوں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمتع کرنے والا جب پہلے ہدی بھیج دے تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہدی ذبح نہ کر دی جائے۔

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حنابلہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر تمتع کرنے والے نے پہلے ہدی روانہ نہیں کی تو وہ طواف اور سعی کے بعد حلال ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں نے عمرہ کو حج کے ساتھ کر کے تمتع کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ کسی ایسی چیز سے حلال نہ ہو جو اس پر حرام ہو چکی ہے حتیٰ کہ اپنے حج کو پورا کر لے اور جس شخص کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ بیت اللہ اور صفا، مروہ میں طواف کرے اور بال کاٹ کر حلال ہو جائے" (بخاری و مسلم)۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: جس شخص کے پاس ہدی ہو اس کے لیے حلال ہونا جائز نہیں ہے۔ وہ اپنے احرام پر قائم رہے اور عمرہ کے بعد حج کرے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔ امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے[1]

احناف کے دلائل

امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر تمتع کا احرام باندھنے والے کے پاس ہدی نہیں ہے تو وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے گا اور بعد میں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لے گا۔ اس میں امام شافعی اور امام مالک بھی ان کے ساتھ متفق ہیں اور اگر تمتع کا احرام باندھنے والے کے پاس ہدی ہے تو وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہو گا اور بغیر حلال ہوئے حج کا احرام باندھے گا اور حج کی عبادات ادا کرے گا اور جب اس کی ہدی کی قربانی ہو جائے گی تو اس کے بعد وہ حلال ہو گا، امام ابو حنیفہ کے مسلک پر صحاح ستہ وغیرہا میں بکثرت احادیث ہیں ہم یہاں پر صرف صحیح بخاری سے چند احادیث پیش کر رہے ہیں۔

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فاھللنا بعمرۃ ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان معہ ھدی فلیھل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا فقدمت مکۃ وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروۃ فشکوت ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انقضی راسک وامتشطی واھلی بالحج ودعی العمرۃ ففعلت فلما قضینا الحج ارسلنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع عبد الرحمٰن بن ابی بکر الی التنعیم فقال ھذہ مکان عمرتک قالت فطاف الذین کانوا اھلوا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہ ہو۔ میں مکہ میں آئی درآں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا و مروہ میں سعی کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو، میں نے ایسا ہی کیا، جب ہم نے حج کر لیا تو آپ نے مجھے (حضرت) عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

بالعمرة بالبیت وبین الصفا والمروة ثم حلوا ثم طافوا طوافا اٰخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرة فانما طافوا طوافا واحدا۔ [1]

عنہا کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ اور صفا مروہ میں سعی کی پھر حلال ہو گئے، پھر انھوں نے منیٰ سے لوٹنے کے بعد دوسرا طواف کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انھوں نے ایک (نوع کا) طواف کیا۔

اس حدیث میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خالی عمرہ کا حکم نہیں بیان کیا بلکہ اس عمرہ کا حکم بیان فرمایا ہے جس کے بعد لوگوں نے حج کرنا تھا اور یہی تمتع ہے اور آپ نے بتلادیا کہ جس تمتع میں تمتع کرنے والے کے پاس ہدی ہو وہ عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوگا بلکہ حج اور عمرہ کے بعد جب اس کی ہدی کی قربانی ہو جائے گی پھر حلال ہو سکے گا۔

علامہ عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ ان المتمتع اذا فرغ من اعمال العمرة لم یحل حتی یحرم بالحج اذا کان معہ ھدی وھو مذھب اصحابنا عملا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا۔ [2]

اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ تمتع کرنے والا جب عمرہ کے اعمال سے فارغ ہو جائے تو حلال نہ ہو حتیٰ کہ حج کا احرام باندھے جب اس کے ساتھ ہدی ہو اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل ہو پھر (تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد) حلال نہ ہو جب تک کہ حج اور عمرہ سے حلال نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

عن حفصة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھا قالت یا رسول اللہ ما شان الناس حلوا بعمرة ولم تحلل انت من عمرتک قال انی لبدت راسی وقلدت ھدی فلا احل حتی انحر۔ [3]

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ لوگ عمرہ کے بعد حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا تھا اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا تھا میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک کہ قربانی نہ کر لوں۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۹ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعة الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ایک اور حدیث یہ ہے:

عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال اهل المهاجرون والانصار وازواج النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع واهللنا فلما قدمنا مكة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوا اهلالكم بالحج عمرة الا من قلد الهدي. طفنا بالبيت وبين الصفا والمروة واتينا النساء ولبسنا الثياب وقال من قلد الهدي فانه لايحل له حتى يبلغ الهدي محله۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا، انھوں نے کہا کہ مہاجرین، انصار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں (تمتع کا) احرام باندھا جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جو حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے ہدی روانہ کر دی ہے۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی اور اپنی ازواج کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدی میں قلادہ ڈالا ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی ہدی کی قربانی نہیں ہو جائے گی۔

یہ تمام احادیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں اور شوافع نے اس مسئلہ میں احادیث صریحہ کو چھوڑ کر رائے اور قیاس کے دامن میں پناہ لی ہے۔

علم رسالت پر اعتراض اور افضلیت تمتع پر امام احمد کی دلیل کا جواب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل

حدیث نمبر ۲۸۱۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "تم میں سے جو شخص عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے پہلے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔" یعنی پہلے عمرہ کرتا اور عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھتا جس کو تمتع کہتے ہیں، اسی کے قریب امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا یہ جملہ روایت کیا ہے: لو استقبلت من امري ما استدبرت ما اهديت ولولا ان معي الهدي لاحللت [2] "اپنے جس معاملہ کی طرف میں نے بعد میں توجہ کی ہے اگر اس کی طرف میں پہلے توجہ کر لیتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔"

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ہدی ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ہدی روانہ کرکے قران کا احرام باندھے اور ہدی روانہ کرنے کے بعد وہ عمرہ کرکے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہدی کی ایام نحر میں قربانی ادا نہ کر دی جائے اور جس شخص کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ تمتع کرلے

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۴-۲۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۴،

یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حلال ہو جائے اور بعد میں یوم الترویہ (آٹھ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھ لے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی آپ نے ہدی روانہ کر کے قران کا احرام باندھ لیا۔ اور صحابہ میں بعض کے ساتھ ہدی تھی اور بعض کے ساتھ ہدی نہیں تھی جن کے ساتھ ہدی تھی ان کو آپ نے قران کا حکم دیا اور جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی ان کو آپ نے تمتع کا حکم دیا یعنی وہ عمرہ کا احرام باندھیں اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تھا تو وہ اس کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لے، جن لوگوں کے حال کے اعتبار سے جو عمل افضل تھا۔ آپ نے ان کو اسی چیز پر عمل کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی متابعت اور سنت پر عمل کرنے کے بہت زیادہ دلدادہ تھے۔ جب انھیں اس کا علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے فارغ ہو کر حج تک احرام پر قائم رہیں گے اور وہ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دیں گے اور حلال ہو جائیں گے تو انھیں آپ کی متابعت سے محرومی پر بہت قلق اور رنج ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے رنج اور قلق پر متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تمہارے رنج و قلق پر پہلے متوجہ ہو جاتا تو میں ہدی کو روانہ نہ کرتا یعنی میں بھی تمہاری طرح تمتع کر لیتا اور تمہاری دلداری کی خاطر ایک افضل چیز کو ترک کر دیتا کیونکہ ہر چند کہ تمتع قران کے مقابلہ میں مفضول ہے لیکن وہ بھی جائز ہے۔ علامہ طبری، علامہ نووی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں پہلے اس مسئلہ کو جان لیتا کہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنا جائز ہے تو میں اپنا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور تمتع کر لیتا۔ علامہ طبری اور عینی نے لکھا ہے کہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف حجۃ الوداع کے سال صحابہ کے لیے جائز کیا گیا تھا، اب جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف ہمارے ساتھ خاص تھا یا یہ حکم عام ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تمہارے ساتھ خاص ہے۔[1]

بعض علماء نے اس حدیث سے تین مسائل کا استنباط کیا ہے ایک یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہوتا تو آپ اس مسئلہ کو پہلے سے جان لیتے جس کو بعد میں جانا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چند کہ تمام مخلوق سے زیادہ علم دیا گیا ہے اس کے باوجود وہ ایسا علم نہیں ہے کہ ہر ہر جزی کا علم آپ کو ہر وقت حاصل ہو اس لیے اعلیٰ حضرت نے الدولۃ المکیۃ میں علم تدریجی کا قول کیا ہے۔[2] ثانیاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کسی مسئلہ کی طرف آپ کا ذہن متوجہ نہ ہو جس طرح شیخ خلیل احمد انبیٹھوی نے المہند میں لکھا ہے[3]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس حدیث سے امام احمد بن حنبل نے تمتع کی افضلیت پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی تمنا کی تھی اور آپ اسی چیز کی تمنا کریں گے جو افضل ہو گی۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الدولۃ المکیۃ ص ۴۳، ۴۲، مطبوعہ لاہور،

[3] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، المہند علی المفند ص ۲۵، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور۔

کو آپ نے بعد میں جانا۔ علامہ نووی اور علامہ عینی نے یہ جواب لکھا ہے[۱] لیکن یہ جواب کمزور ہے کیونکہ آپ فسخ کا حکم پہلے ہی دے چکے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کی دلجوئی کے لیے یہ فرمایا تھا نہ اس لیے کہ تمتع قران سے افضل ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کرنے پر دلیل ہے کیونکہ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہدی روانہ کی ہوتی تو یہ نہ فرماتے: "اگر مجھے پہلے اس چیز کا پتا چل جاتا جس کا مجھے بعد میں پتا چلا ہے تو میں ہدی روانہ نہ کرتا۔" اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے ہدی روانہ کی تھی اور جن صحابہ کو ہدی روانہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ بھی آپ کے اجتہاد سے تھا اور جن کو عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا وہ بھی اجتہاد سے تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے حج تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۲۸۱۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کرا دیا، اس میں کوئی ہدی تھی، صدقہ تھا نہ روزہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج تمتع کیا تھا اور قران اور تمتع میں ہدی (قربانی) لازم ہوتی ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہدی کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ انھوں نے حج میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے ہدی، صدقہ یا روزے لازم ہوں۔ جیسے کوئی عورت احرام میں چہرہ ڈھانپ لے، یا بال کاٹ لے یا ناخن تراش لے، یا خوشبو لگا لے وغیرہ وغیرہ۔

طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۸۱۴ میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہونے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا حج کے تمام افعال کرو، سوا اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی، البتہ اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ طواف کے لیے طہارت شرط ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اور حائضہ عورت کو طواف سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بغیر طہارت کے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔[۲]

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً طواف کا حکم دیا ہے اور اس میں طہارت کی قید نہیں لگائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولیطوفوا بالبیت العتیق (حج: ۲۹) اس آیت میں حج کرنے کا بغیر کسی شرط کے حکم دیا گیا ہے اور مطلق کو اس کے اطلاق پر رکھا جاتا ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنابت سے پاک ہونے اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا (النساء: ۴۳) حالت جنابت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ غسل کرلو۔"

---

[۱] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۸ مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا

حدیث نمبر ۲۸۱۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کا ثبوت ہے عورت کے لیے حج میں جانے کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور متقدمین علماء کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ عورت کے لیے حج کی استطاعت میں محرم کا ہونا شرط ہے یا نہیں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ خاوند عورت کو حج پر جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ علامہ نووی یہ لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ روک سکتا ہے کیونکہ خاوند کا حق علی الفور ہوتا ہے جبکہ حج کو مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ عورت کے حج کی استطاعت کے لیے محرم ہونا شرط ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ بغیر خاوند یا محرم کے عورت حج نہ کرے۔

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحجن امراۃ الا و معھا ذو محرم۔ [۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

حافظ زیلعی اور ابن ہمام نے اس حدیث کو مسند بزار کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تسافر امراۃ ثلاثۃ ایام او تحج الا و معھا زوجھا۔ [۲]

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت خاوند کے بغیر تین دن کا سفر یا حج نہ کرے۔

حافظ زیلعی نے اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے تاہم علامہ ہیثمی نے ان دونوں حدیثوں کو مجمع الزوائد اور کشف الاستار میں ذکر نہیں کیا ہے۔ اس مسئلہ پر مکمل گفتگو انشاء اللہ ہم باب نمبر ۳۹۳ "عورت کے لیے حج اور دیگر سفروں میں محرم کی شرط" میں ذکر کریں گے۔

مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۸۱۸ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب پہنچے تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھیں..... علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء کہتے ہیں کہ جو شخص مکہ میں ہو اور عمرہ کا احرام باندھنا چاہے تو اس کا میقات خارج حرم کی قریب ترین جگہ ہے اور اس کے لیے حرم میں عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے اس کے خلاف کیا اور حرم میں احرام باندھ کر طواف سے پہلے حرم سے باہر چلا گیا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا اور اس پر قربانی نہیں ہے اور اگر حرم سے باہر نہیں گیا اور طواف اور سعی کر لی اور سر مونڈ لیا تو اس مسئلہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کا عمرہ صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر جائے، اور پھر طواف اور سعی کرے اور سر منڈائے اور دوسرا

---

[۱] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[۲] ″ ″ ″ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۳،

قول یہ ہے کہ اس کا عمرہ صحیح ہے لیکن میقات کو ترک کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہے۔ امام شافعی کا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اس پر حرم سے باہر جانا اس لیے واجب ہے کہ اس کی عبادت میں حل اور حرم جمع ہو جائیں جیسا کہ حج کرنے والے ان کو جمع کرتے ہیں کیونکہ وہ عرفات میں ٹھہرتے ہیں اور وہ خارج حل (خارج از حرم) میں ہے پھر طواف کے لیے مکہ میں داخل ہوتا ہے' یہ امام شافعی کے مذہب کی تفصیل ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ عمرہ کرنے کے لیے خارج حرم کی قریبی جگہ میں جانا واجب ہے اور اگر اس نے حرم میں احرام باندھ لیا اور خارج حرم نہیں گیا تو اس پر قربانی لازم ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس کا عمرہ اس وقت تک صحیح نہیں ہو گا جب تک کہ وہ خارج حرم نہ جائے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک اس پر بالخصوص تنعیم جا کر احرام باندھنا واجب ہے اور عمرہ کرنے کا یہی میقات ہے لیکن یہ قول شاذ ہے جمہور علماء کے نزدیک حل (خارج حرم) کی تمام جگہیں مساوی ہیں جس جگہ جا کر بھی احرام باندھ لے صحیح ہے۔[1]

حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۸۴۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے کر حلال ہو جائے۔

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ آیا کوئی شخص اب بھی حج کا احرام باندھ کر اسے فسخ کر کے عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک، یہ فسخ صرف عہد رسالت میں مخصوص تھا اور اب اس کی اجازت نہیں ہے جبکہ امام احمد بن حنبل اور داؤد بن علی ظاہری کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک اب بھی کوئی شخص حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے اور عمرہ کے احرام کو فسخ کر کے حج کا احرام باندھ سکتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں، جب کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے اس کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کر دے، خواہ اس کا کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے ہدی روانہ کی ہو یا نہ، جمہور ائمہ مجتہدین (امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک) کا یہی مسلک ہے، البتہ امام احمد یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ہدی روانہ نہ کی ہو وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کر سکتا ہے۔ قاضی عیاض نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنا صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص تھا اور داؤد ظاہری کے بعض پیروکار (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ یہ اب بھی جائز ہے۔ امام احمد کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے ہے "ولیجعلها عمرة" "اس احرام کو عمرہ کر دیا جائے" اور یہ حدیث صحیح ہے[2] اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بدترین گناہ قرار دیتے تھے اور محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور کہتے تھے جب اونٹوں کی پشت ٹھیک ہو جائے اور راستہ سے حاجیوں کے نشان مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جاتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار تاریخ کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کر دیں۔ صحابہ کو یہ بات بہت دشوار لگی انھوں نے پوچھا

۱ـ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۹ مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

یارسول اللہ! کس طرح حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا پورے پورے حلال ہو جاؤ! (بخاری و مسلم) ایک روایت میں اس طرح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے فرمایا: "جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کر دے" (بخاری و مسلم) ایک اور روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ کے سوا کسی صحابی کے ساتھ ہدی نہیں تھی اور حضرت علی یمن سے آئے تھے ان کے ساتھ بھی ہدی تھی۔ اور انھوں نے کہا تھا کہ میری احرام میں وہ نیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے کہا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں اور طواف کریں اور بال کاٹ کر حلال ہو جائیں ماسوا ان لوگوں کے جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے۔ صحابہ نے کہا کیا ہم جنسی عمل کے فوراً بعد منیٰ جائیں گے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا جس بات کو میں نے بعد میں جانا ہے اگر اس کو پہلے جان لیا ہوتا تو میں ہدی ساتھ نہیں رکھتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا اور حضرت سراقہ بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں ملے دراں حالیکہ آپ کنکریاں مار رہے تھے۔ انھوں نے کہا یارسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے دراں حالیکہ ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے، جب ہم سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دو پھر جن کے پاس ہدی تھی ان کے سوا سب لوگ حلال ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور بعض دیگر خوشحال صحابہ کے ساتھ ہدی تھی پھر جب یہ لوگ منیٰ روانہ ہوئے تو انھوں نے احرام باندھا۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے دراں حالیکہ ہم حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے ان کے سوا باقی تمام لوگ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔ پھر یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو جب ہم منیٰ کی طرف گئے تو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ (مسلم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا مہاجرین، انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے ہدی میں قلادہ ڈالا ہوا ہے۔ (بخاری) یہ وہ احادیث ہیں جن سے امام احمد نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حج کے احرام کو اب بھی فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب شافعیہ اور ان کے موافقین (احناف اور مالکیہ) یہ کہتے ہیں کہ حج کے احرام کو فسخ کرنا صرف حجۃ الوداع میں صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حج کے ایام میں عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مشرکین جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اس کو بدترین گناہ کہتے تھے تو آپ نے ان کا رد کرنے کے لیے ان کی مخالفت میں یہ حکم دیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حارث بن بلال کہتے ہیں کہ حارث کے والد نے کہا یارسول اللہ! یہ بتلائیے کہ آیا حج کے احرام کو

فسخ کر کے عمرہ کا احرام کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حکم تمہارے ساتھ خاص ہے! اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ البتہ حارث بن بلال کے بارے میں میں نے کوئی جرح دیکھی ہے نہ تعدیل، امام ابوداؤد نے حارث بن بلال سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی تضعیف نہیں کی اور ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ امام ابوداؤد جس راوی کو ضعیف نہ کہیں وہ ان کے نزدیک لائق استدلال ہوتا ہے اِلّا یہ کہ اس میں کوئی ایسا وصف پایا جائے جو ضعف کا موجب ہو۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث میرے نزدیک ثابت ہے نہ میں اس کا قول کرتا ہوں اور احرام فسخ کرنے کی حدیث گیارہ صحابہ سے مروی ہے اور ان کے مقابلہ میں حارث بن بلال کی کیا حیثیت ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ان گیارہ صحابہ اور حارث بن بلال میں کوئی تعارض نہیں ہے حتیٰ کہ حارث بن بلال کی روایت پر ان کو مقدم کیا جائے کیونکہ ان گیارہ صحابہ نے صحابہ کے لیے فسخ کو بیان کیا ہے اور بعد کے لوگوں کا حکم نہیں بیان کیا اور صحابہ کے لیے فسخ بیان کرنے میں حارث بن بلال نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ البتہ ان سے ایک زائد چیز بیان کی ہے جو ان کی روایت کے خلاف نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ فسخ کا حکم صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے: حج میں تمتع کرنا اصحاب محمد کے ساتھ خاص تھا (مسلم) امام بیہقی اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر کی تمتع سے مراد حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا ہے اور یہ اس مصلحت سے تھا کہ یہ بیان کیا جائے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے اور اب چونکہ یہ وجہ نہیں رہی اس لیے اب کسی کے لیے فسخ کرنا جائز نہیں ہے سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں محمد بن اسحاق کی سند سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حج کے احرام کو عمرہ کے احرام سے فسخ کرنا صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے تھے۔ لیکن اس حدیث سے استدلال زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ محمد بن اسحاق ایک ثقہ راوی ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام احمد بن حنبل نے سراقہ بن مالک بن جعشم کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں کہ سراقہ نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز ہمیشہ کے لیے ہے یا عمرہ اور حج کا ایک احرام باندھنا یعنی قران کرنا ہمیشہ کے لیے ہے نہ یہ کہ حج کو فسخ کرنے کا حکم ہمیشہ کے لیے ہے[1]

امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک حج کو فسخ کر کے تمتع کرنا مستحب ہے اور چونکہ یہ فسخ احادیث سے ثابت ہے اس لیے احادیث کی اتباع اولیٰ ہے، جو لوگ فسخ یا تمتع سے منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ فسخ صحابہ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کو مکروہ قرار دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب اونٹوں کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور راستے کے نشانات مٹ جائیں اور صفر

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷، ص ۱۶۹-۱۶۷ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت

ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عمرہ کرنے کا حکم دیا تاکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز ثابت ہو اور یہ قول امام احمد اور دوسروں کے نزدیک کئی وجہ سے غلط ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے تین عمرے کیے تھے اور یہ تینوں حج کے مہینوں میں کیے تھے۔ پہلا عمرہ حدیبیہ ذوالقعدہ میں کیا۔ دوسرا عمرہ، عمرۂ قضاء بھی ذوالقعدہ میں کیا اور تیسرا عمرہ جعرانہ بھی ذوالقعدہ میں کیا تھا اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بیان جواز کے لیے عمرہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر فرمایا "جو چاہے عمرہ کا احرام باندھے اور جو چاہے حج کا احرام باندھے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز بیان فرمایا اور عام مسلمان آپ کے ساتھ تھے پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جب سراقہ بن مالک نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہمیشہ کے لیے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنا بھی اس میں داخل ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ کی نظر سے یہ چیز اوجھل رہی کہ ائمہ ثلاثہ کا بنیادی استدلال بلال بن حارث کی اس حدیث سے ہے کہ حارث کے والد نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ حکم تمہارے ساتھ خاص ہے"۔ یہ حدیث سنن ابو داؤد[2] سنن نسائی[3] اور سنن ابن ماجہ[4] میں ہے۔ اور اس صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے تمام قیاسات بے کار ہیں۔

حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات

حدیث نمبر ۲۸۴۳ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے،

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے آپ کے حکم سے تمتع کیا ہے تو حضرت عمر اور اسی طرح حضرت عثمان کا تمتع اور قران سے منع کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس عمرہ سے منع کرتے تھے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے آیا وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے (تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے) یا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع

---

[1] - شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی حرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶، ص ۵۷۔۵۴، مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز آل سعود ۱۴۰۵ھ
[2] - امام ابو داؤد بن سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ۔
[3] - امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] - امام ابو عبداللہ یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کرتے تھے ؛ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں کو حج افراد پر برانگیختہ کرنے کے لیے قران اور تمتع سے منع کرتے تھے، نہ اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک تمتع یا قران باطل تھا یا حرام تھا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت جابر، حضرت عمران اور حضرت ابوموسیٰ کی احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس تمتع میں اختلاف ہے یہ وہ ہے جس میں حج کو فسخ کر کے عمرہ کیا جائے، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس پر مارتے تھے اور حج کے مہینوں میں صرف تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔ اور ان کا حج کے فسخ کرنے پر مارنا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عمر کے نزدیک حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھا۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی ''جس نے حج کے ساتھ عمرہ کیا تو جو قربانی اس کو میسر ہو وہ قربانی کرے'' اس آیت میں جس عمرہ کا ذکر ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے وہ عمرہ ہے جو حج کے مہینوں میں کیا جاتا ہے[1]

علامہ باجی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حج افراد پر برانگیختہ کرنے کے لیے تمتع سے منع کرتے تھے نہ اس طرح کہ تمتع کرنا حرام ہے، لیکن حضرت مقداد بن اسود نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ سختی کے ساتھ تمتع سے روکتے تھے[2]

ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج افراد پر اس لیے برانگیختہ کرتے ہوں تاکہ ایک سفر میں حج کرنے والا صرف حج کرے اور عمرہ کے لیے دوبارہ سفر کرے اس طرح اس کو حج اور عمرہ کے لیے زیادہ مشقت کرنی پڑے گی اور ایک سفر میں حج اور عمرہ کرنے کی بہ نسبت اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہے۔

علامہ سرخسی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے اس لیے منع کرتے تھے کہ وہ حج کے مہینوں کے علاوہ بیت اللہ کے زائرین سے خالی ہونے کو مکروہ جانتے تھے اس لیے وہ کہتے تھے کہ لوگ عمرہ کے لیے حج کے مہینوں کے علاوہ بالقصد سفر کر کے آئیں تاکہ بیت اللہ زائرین سے کسی وقت خالی نہ ہو، نہ یہ کہ ان کے نزدیک تمتع مکروہ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صبی بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے نصرانی تھا پھر میں نے اسلام قبول کر لیا میں نے حج اور عمرہ کو اپنے اوپر واجب پایا۔ میں نے قران کا احرام باندھا پھر میری بعض صحابہ سے ملاقات ہوئی جن میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ بھی تھے ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا یہ شخص اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے۔ پھر میری حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت عمر سے یہ بیان کیا حضرت عمر نے فرمایا ان دونوں نے جو کہا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے[3]

یہ حدیث اختصار کے ساتھ سنن ابوداؤد میں ہے[4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقیٰ ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

[3] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

باب ۳۶ حجة النبي صلى الله عليه وسلم

۲۸۴۶ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واسحاق بن ابراهيم جميعا عن حاتم قال ابو بكر حدثنا حاتم بن اسماعيل المدني عن جعفر بن محمد عن ابيه قال دخلنا على جابر ابن عبد الله رضي الله تعالى عنهما فسال عن القوم حتى انتهى الي فقلت انا محمد ابن علي ابن حسين فاهوى بيده الى راسي فنزع زري الاعلى ثم نزع زري الاسفل ثم وضع كفه بين ثديي وانا يومئذ غلام شاب فقال مرحبا بك يا ابن اخي سل عما شئت فسالته وهو اعمى وحضر وقت الصلوة فقام في نساجة ملتحفا بها كلما وضعها على منكبه رجع طرفاها اليه من صغرها ورداءه الى جنبه على المشجب فصلى بنا فقلت اخبرني عن حجة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال بيده فعقد تسعا فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مكث تسع سنين لم يحج ثم اذن في الناس في العاشرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حاج فقدم المدينة بشر كثير كلهم يلتمس ان ياتم برسول الله صلى الله عليه وسلم ويعمل مثل عمله فخرجنا معه حتى اتينا ذا الحليفة فولدت اسماء بنت عميس محمد ابن ابي بكر رضي الله تعالى عنهما فارسلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا بیان

جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جابر نے سب لوگوں کا حال دریافت کیا جب میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) ہوں۔ حضرت جابر نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا اور پہلے میری قمیص کا اوپر کا بٹن کھولا اور پھر نیچے کا بٹن کھولا، پھر اپنی ہتھیلی میرے سینہ پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا، پھر فرمایا: اے بھتیجے مرحبا! جو چاہو دریافت کرو، میں نے حضرت جابر سے کچھ سوالات کیے، حضرت جابر اس وقت نابینا ہو چکے تھے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا اور حضرت جابر ایک چادر اوڑھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت جابر جب بھی چادر کے دونوں پلوؤں کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ پلو نیچے گر جاتے اور ان کے بائیں جانب ایک چادر کھونٹی پر لٹکی ہوئی تھی۔ حضرت جابر نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت جابر نے اپنے ہاتھ سے نو کا اشارہ کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو سال تک مدینہ رہے اور حج نہیں کیا، پھر دسویں سال اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو جانے والے ہیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر جانا چاہتے تھے تاکہ حج کے افعال میں آپ کی اقتداء کریں۔ ہم سب لوگ آپ کے ساتھ گئے جب ذوالحلیفہ پہنچے

إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف أصنع قال اغتسلي واستثفري بثوب وأحرمي فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد ثم ركب القصواء حتى إذا استوت به ناقته على البيداء نظرت إلى مد بصري بين يديه من راكب وماش وعن يمينه مثل ذلك وعن يساره مثل ذلك ومن خلفه مثل ذلك ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا وعليه ينزل القرآن وهو يعرف تأويله وما عمل من شيء عملنا به فأهل بالتوحيد لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك وأهل الناس بهذا الذي يهلون به فلم يرد رسول الله صلى الله عليه وسلم عليهم شيئا منه ولزم رسول الله صلى الله عليه وسلم تلبيته قال جابر رضي الله تعالى عنه لسنا ننوي إلا الحج لسنا نعرف العمرة حتى إذا أتينا البيت معه استلم الركن فرمل ثلاثا ومشى أربعا ثم تقدم إلى مقام إبراهيم فقرأ واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى فجعل المقام بينه وبين البيت فكان أبي يقول ولا أعلمه ذكره إلا عن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين قل هو

تو اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا غسل کرو اور ایک کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ جب اونٹنی مقام بیداء میں سیدھی کھڑی ہوگئی تو میں نے منتہائے نظر تک اپنے آگے دیکھا تو مجھے سوار اور پیادے نظر آرہے تھے۔ اور دائیں اور بائیں جانب اور میرے پیچھے لوگوں کا ہجوم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے۔ آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا اور اس کی مراد کو آپ ہی خوب جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل کرتے تھے ہم بھی وہی عمل کرتے تھے، آپ نے توحید کے ساتھ تلبیہ پڑھا لبیک اللهم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک۔ لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کے کلمات ادا کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلبیہ پر کچھ زیادتی نہیں کی اور یہی تلبیہ پڑھتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صرف حج کی نیت کرتے تھے، ہم عمرہ کو نہیں جانتے تھے، جب ہم آپ کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے رکن کی تعظیم کی پھر آپ نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں معمول کے مطابق طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت پڑھی: واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں قل هو الله احد اور قل یا ایها الکافرون کی قرأت کی۔ پھر آپ نے رکن کے پاس جا کر اس کی تعظیم کی، پھر صفا کے قریب جو (بیت اللہ کا) دروازہ ہے اس سے نکل کر

اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ
ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ
خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا
مِنَ الصَّفَا قَرَاَ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ
شَعَآئِرِ اللّٰهِ اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ
فَبَدَاَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى
الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللّٰهَ
وَكَبَّرَهٗ وَقَالَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ
عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ثُمَّ
دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى انْصَبَّتْ
قَدَمَاهُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ سَعٰى حَتّٰى اِذَا
صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ
عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى
اِذَا كَانَ اٰخِرُ طَوَافٍ عَلَى الْمَرْوَةِ فَقَالَ
لَوْ اَنِّيْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا
اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا
عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهٗ
هَدْيٌ فَلْيُحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً
فَقَامَ سُرَاقَةُ ابْنُ جُعْشُمٍ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ
فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ وَاحِدَةً فِي الْاُخْرٰى وَقَالَ
دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ
لِاَبَدٍ اَبَدٍ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ
بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ

کوہ صفا پر گئے جب صفا پر پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان
الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر آپ
نے فرمایا میں وہاں سے ابتداء کروں گا جہاں سے اللہ
تعالیٰ نے ابتداء کی ہے، پھر آپ نے صفا سے ابتداء کی
اور صفا پر چڑھے۔ آپ نے بیت اللہ کو دیکھا اور قبلہ
کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی بزرگی بیان
کی، اور فرمایا: (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق
نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی
کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر
ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ایک ہے
اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اس
نے تنہا تمام لشکروں کو شکست دی، اس کے بعد آپ
نے دعا کی اور یہ کلمات تین مرتبہ کہے۔ پھر آپ مروہ کی طرف
اُترے اور جب آپ کے قدم مبارک وادی میں پہنچ
گئے تو پھر آپ نے سعی کی (یعنی دوڑے) حتیٰ کہ جب
ہم چڑھ گئے تو پھر آپ آہستہ چلنے لگے۔ حتیٰ کہ مروہ پر
پہنچے اور مروہ پر بھی وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا جب مروہ
کا آخری چکر ہوا تو فرمایا جس چیز کی طرف میں بعد میں متوجہ
ہوا اگر اس کی طرف پہلے متوجہ ہو جاتا تو میں ہدی روانہ
نہ کرتا اور اس احرام کو عمرہ کر دیتا، پس تم میں سے جس
شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور
اس کو عمرہ کا احرام کر دے، یہ سن کر حضرت سراقہ بن جعشم
رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ حکم اس سال کے
لیے ہے یا یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں
ڈال کر دوبارہ فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عمرہ حج میں داخل
ہو گیا، حضرت علی یمن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ
لے کر آئے اور دیکھا کہ حضرت فاطمہ بھی ان لوگوں میں
سے تھیں جو حلال ہو چکے تھے، انھوں نے رنگین کپڑے

فَاطِمَةَ مِمَّنْ حَلَّ وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَّاكْتَحَلَتْ فَاَنْكَرَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّ اَبِيْ اَمَرَنِيْ بِهٰذَا قَالَ فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ بِالْعِرَاقِ فَذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلٰى فَاطِمَةَ لِلَّذِيْ صَنَعَتْ مُسْتَفْتِيًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنِّيْ اَنْكَرْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَ صَدَقَتْ صَدَقَتْ مَاذَا قُلْتَ حِيْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُهِلُّ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِيْ قَدِمَ بِهٖ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِيْ اَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً قَالَ فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوْا اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنًى فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِّنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ اِلَّا اَنَّهٗ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

پہنے ہوئے تھے اور آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا تھا حضرت علی نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حکم دیا تھا، حضرت علی عراق میں یہ کہہ رہے تھے کہ میں حضرت فاطمہ کے احرام کھولنے کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حضرت فاطمہ نے جو مجھے بتایا تھا اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اپنے اعتراض کا ذکر کیا اور آپ سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا: آپ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے۔ جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ حضرت علی نے کہا میں نے یہ نیت کی تھی میں اس چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس ہدی ہے اتم حلال نہ ہونا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی جو یمن سے اونٹ لائے تھے اور جو اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سب مل کر سو ہو گئے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر سب لوگ حلال ہو گئے۔ اور انھوں نے بال کاٹ لیے، ماسوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان لوگوں کے جن کے پاس ہدی تھی جب آٹھ ذوالحج ہوئی تو ان لوگوں نے منیٰ جاکر احرام باندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوار ہوئے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں، پھر تھوڑی دیر ٹھہرے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ نے بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمہ کو مقام نمرہ میں نصب کرنے کا حکم دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر حرام میں ٹھہریں گے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزر کر عرفات میں پہنچے وہاں آپ نے مقام نمرہ میں اپنا خیمہ نصب کیا ہوا پایا، آپ اس خیمہ میں ٹھہرے حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا، پھر آپ نے اپنی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِىْ فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ دِمَآءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَىْءٍ مِّنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَىَّ مَوْضُوْعٌ وَّدِمَآءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَّإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَآئِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيْعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِىْ بَنِىْ سَعْدٍ فَقَتَلَهٗ هُذَيْلٌ وَّرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِى النِّسَآءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُوْنَهٗ فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَّلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّىْ فَمَآ أَنْتُمْ قَآئِلُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ

اونٹنی) قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے بطن وادی میں آ کر لوگوں کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اور اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے۔ سنو! زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہے۔ زمانہ جاہلیت کے ایک دوسرے پر خون پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے وہ بنو سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جس کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے تمام سود پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ حضرت ابن عباس بن عبد المطلب کا سود ہے ان کا تمام سود چھوڑ دیا گیا ہے، تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالٰی سے ڈرو، کیونکہ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالٰی کی امان میں لیا ہے تم نے اللہ تعالٰی کے کلمہ (نکاح) سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس پر ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے! اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کو خوراک اور لباس فراہم کرو، میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ ہے، تم لوگوں سے قیامت کے دن میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے! سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ تعالٰی کا پیغام پہنچایا اور حق رسالت ادا کر دیا اور آپ نے امت کی خیر خواہی کی پھر آپ نے انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جا۔ پھر اذان اور اقامت

أَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ
السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا
إِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ
اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ
أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى
الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ
رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ حَتّٰى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ
نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ
حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ
الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حَتّٰى
غَابَ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ
وَدَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ
حَتّٰى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ
رَحْلِهِ وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى أَيُّهَا
النَّاسُ السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ كُلَّمَا
أَتَى جَبَلًا مِّنَ الْجِبَالِ أَرْخٰى لَهَا قَلِيلًا
حَتّٰى تَصْعَدَ حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ
فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ
وَّاحِدٍ وَّإِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا
شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ
فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ
بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ
حَتّٰى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ
وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى أَسْفَرَ

ہوئی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت ہوئی
اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے
درمیان کوئی اور نماز نہیں پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سوار ہو کر موقف گئے اور آپ نے اپنی اونٹنی قصواء
کا پیٹ پتھروں کی جانب کر دیا اور ایک ڈنڈی کو
اپنے سامنے کر لیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے
ہو گئے، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، تھوڑی تھوڑی
زردی جاتی رہی اور سورج کی ٹکیا غائب ہو گئی۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے
بٹھایا اور واپس لوٹے اور قصواء اونٹنی کی مہار اس قدر
کھینچی ہوئی تھی کہ اس کا سر کجاوے کے اگلے حصہ سے
لگ رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کے اشارے سے
لوگوں کو آہستہ چلنے کی تلقین کرتے، جب راستے میں
کوئی پہاڑی آجاتی تو آپ اونٹنی کی مہار ڈھیلی کر دیتے
تاکہ اونٹنی (آسانی سے) چڑھ سکے۔ حتیٰ کہ آپ مزدلفہ
پہنچے وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو
اقامتوں کے ساتھ پڑھی اور ان دونوں فرضوں کے
درمیان نفل بالکل نہیں پڑھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی، جب صبح کی
روشنی پھیل گئی تو آپ نے صبح کی نماز ایک اذان اور ایک
اقامت کے ساتھ پڑھی پھر آپ قصواء اونٹنی پر سوار
ہو کر مشعر حرام پہنچے، قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے
دعا مانگی، اللہ اکبر اور لاالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کہا،
اور روشنی اچھی طرح پھیلنے تک وہیں ٹھہرے رہے اور
طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹ گئے حضرت
فضل ابن عباس کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔
حضرت فضل کے بال خوبصورت تھے، گورا رنگ تھا اور
وہ ایک خوبصورت نوجوان تھے۔ جب آپ روانہ ہوئے
تو عورتوں کی ایک جماعت بھی جا رہی تھی ایک ایک

جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس واردف الفضل ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما وكان رجلا حسن الشعر ابيض وسيما فلما دفع رسول الله صلی الله علیه وسلم مرت ظعن يجرين فطفق الفضل ينظر اليهن فوضع رسول الله صلی الله علیه وسلم يده على وجه الفضل فحول الفضل وجهه الى الشق الآخر ينظر فحول رسول الله صلی الله علیه وسلم يده من الشق الآخر على وجه الفضل فصرف وجهه من الشق الآخر ينظر حتى اتى بطن محسر فحرك قليلا ثم سلك الطريق الوسطى التي تخرج على الجمرة الكبرى حتى اتى الجمرة التي عند الشجرة فرماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف رمى من بطن الوادي ثم انصرف الى المنحر فنحر ثلاثا وستين بيده ثم اعطى عليا رضی الله تعالیٰ عنه فنحر ما غبر واشركه في هديه ثم امر من كل بدنة ببضعة فجعلت في قدر فطبخت فاكلا من لحمها وشربا من مرقها ثم ركب رسول الله صلی الله علیه وسلم فافاض الى البيت فصلى بمكة الظهر فاتى بني عبد المطلب يسقون على زمزم فقال انزعوا بني عبد المطلب فلولا ان يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم فناولوه دلوا فشرب منه۔

۲۸۳۷ - وحدثنا عمر بن حفص بن غياث حدثنا ابي حدثنا جعفر ابن

اونٹ پر ایک ایک عورت سوار تھی۔ حضرت فضل ان کی جانب دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، حضرت فضل اپنا منہ دوسری طرف کر کے دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا یہاں تک کہ بطن محسر میں پہنچ گئے، آپ نے اونٹنی کو ذرا تیز چلایا اور جمرہ کبریٰ جانے والی درمیانی راہ اختیار کی اور درخت کے قریب جو جمرہ ہے اس کے پاس پہنچے اور سات کنکریاں ماریں۔ ہر ایک کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، یہ وہ کنکریاں تھیں جن کو چٹکی سے پکڑ کر پھینکا جاتا ہے آپ نے وادی کے درمیان سے کنکریاں ماریں، پھر آپ منیٰ گئے اور وہاں تریسٹھ اونٹوں کو اپنے ہاتھوں سے نحر (قربان) کیا، پھر باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نحر کے لیے دیے، آپ نے حضرت علی کو اپنی ہدی میں شریک کر لیا تھا، پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر قربانی سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے پھر آپ اور حضرت علی دونوں نے اس گوشت کو کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ اس کے بعد آپ سوار ہوئے اور طواف افاضہ فرمایا۔ آپ نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھی اور آپ بنو عبد المطلب کے پاس گئے وہ لوگ زمزم پر پانی پلا رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب! پانی بھرو! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہاری پانی کی خدمت پر غالب آجائیں گے (یعنی تم سے یہ منصب چھین لیں گے) تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی بھرتا، انھوں نے ایک ڈول آپ کو دیا اور آپ نے اس سے پانی پیا۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے

محمد قال حدثني أبي قال أتيت جابر ابن عبد الله رضي الله تعالى عنهما فسألته عن حجة رسول الله صلى الله عليه وسلم وساق الحديث بنحو حديث حاتم بن إسمعيل وزاد في الحديث وكانت العرب يدفع بهم أبو سيارة على حمار عري فلما أجاز رسول الله صلى الله عليه وسلم من المزدلفة بالمشعر الحرام لم تشك قريش أنه سيقتصر عليه ويكون منزله ثم فأجاز ولم يعرض له حتى أتى عرفات فنزل.

۲۸۴۸ - وحدثنا عمر بن حفص بن غياث حدثنا أبي عن جعفر حدثني أبي عن جابر رضي الله تعالى عنه في حديثه ذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نحرت ههنا ومنى كلها منحر فانحروا في رحالكم ووقفت ههنا وعرفة كلها موقف ووقفت ههنا وجمع كلها موقف.

۲۸۴۹ - وحدثنا إسحق بن إبراهيم أخبرنا يحيى بن آدم حدثنا سفيان عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم مكة أتى الحجر فاستلمه ثم مشى على يمينه فرمل ثلاثا ومشى أربعا.

۲۸۵۰ - حدثنا يحيى بن يحيى أخبرنا أبو معاوية عن هشام بن عروة عن أبيه

پاس گیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے حاتم بن اسماعیل کی طرح مثل سابق حدیث بیان کی اس میں یہ مزید بیان کیا کہ عرب کا دستور تھا کہ ابوسیارہ نامی ایک آدمی گدھے کی ننگی پشت پر سوار ہو کر انھیں مزدلفہ سے واپس لاتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے مشعر حرام کی طرف بڑھ گئے تو قریش کو یقین ہو گیا کہ آپ مشعر حرام میں قیام فرمائیں گے اور وہیں آپ کا پڑاؤ ہوگا، مگر آپ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور اس جگہ پر کوئی توجہ نہیں کی حتی کہ آپ میدانِ عرفات پہنچ کر اترے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہاں نحر کیا ہے اور منیٰ ساری کی ساری نحر کی جگہ ہے لہٰذا جس جگہ اترو وہیں نحر کرو۔ میں نے یہاں قیام کیا ہے اور (میدان) عرفات سارا کا سارا قیام کی جگہ ہے اور مشعر حرام اور مزدلفہ سب قیام کے مقامات ہیں اور میں نے بھی یہیں قیام کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ آئے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر دائیں جانب گئے اور تین طوافوں میں رمل کیا اور چار میں حسب معمول چل کر طواف کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان سے مناسبت رکھنے والے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، اور خود کو حمس کہتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ قُرَيْشٌ وَّمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفُ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ۔

اور باقی عرب عرفہ میں قیام کرتے تھے، جب دین اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات میں آکر وقوف فرمائیں اور وہیں سے لوٹیں اللہ تعالیٰ کے فرمان ثم افیضوا من حیث افاض الناس ۔ کا یہی مطلب ہے کہ جس جگہ سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔

۲۸۵۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْعَرَبُ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ عُرَاةً إِلَّا أَنْ تُعْطِيَهُمُ الْحُمْسُ ثِيَابًا فَيُعْطِي الرِّجَالُ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءُ النِّسَاءَ وَكَانَتِ الْحُمْسُ لَا يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَكَانَ كُلُّهُمْ يَبْلُغُوْنَ عَرَفَاتٍ قَالَ هِشَامٌ فَحَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ الْحُمْسُ هُمُ الَّذِيْنَ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِمْ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَّكَانَ الْحُمْسُ يُفِيْضُوْنَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُوْلُوْنَ لَا نُفِيْضُ إِلَّا مِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّا نَزَلَتْ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ رَجَعُوْا إِلٰى عَرَفَاتٍ۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حمس (قریش) کے علاوہ باقی عرب بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔ حمس قریش اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں قریش جن کو کپڑے دیتے تھے ان کے سوا باقی سب برہنہ طواف کرتے تھے۔ مرد، مردوں کو کپڑے تقسیم کرتے تھے اور عورتیں، عورتوں کو کپڑے تقسیم کرتیں تھیں۔ اور حمس مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حمس وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثم افیضوا من حیث افاض الناس "جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں وہیں سے لوٹو"۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حمس مزدلفہ سے لوٹتے تھے اور باقی عرب عرفات سے۔ حمس کہتے تھے کہ ہم حرم کے سوا اور کسی جگہ سے نہیں لوٹتے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: افیضوا من حیث افاض الناس۔ "جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں وہیں سے لوٹو۔

۲۸۵۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِّيْ فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهٗ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا مَعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذَا لَمِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَاْنُهٗ هٰهُنَا وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُعَدُّ مِنَ الْحُمْسِ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک اونٹ گم ہوگیا میں یوم عرفہ کو اس کی تلاش میں نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ میدانِ عرفات میں کھڑے ہیں، میں نے (دل میں) کہا خدا کی قسم یہ تو حمس (قریش) ہیں، کیا سبب ہے کہ یہ آج یہاں تک آگئے ہیں، قریش حمس میں شمار کیے جاتے تھے۔

ہر شخص سے حسب مرتبہ سلوک کرنا

حدیث نمبر ۲۸۴۶، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت ہے جس میں تفصیل کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی کیفیت کا بیان کیا گیا ہے اس حدیث سے علماء کرام نے ڈیڑھ سو سے زائد فوائد اور مسائل شرعیہ مستنبط کیے ہیں۔ ان مسائل میں سے اکثر پر احادیث سابقہ کی تشریح میں گفتگو ہو چکی ہے اس لیے ہم تکرار سے احتراز کرتے ہوئے صرف بعض مسائل پر گفتگو کریں گے۔ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انھوں نے ہمارا نام پوچھا اور ہمارے ساتھ شفقت کا سلوک کیا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس مہمان آئیں وہ ان کا حال دریافت کرے اور ان سے ان کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لوگوں سے ان کے مرتبہ کے مطابق پیش آؤ"

نابینا کی امامت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور انھوں نے نماز پڑھائی، اس لیے اس حدیث میں نابینا کے نماز پڑھانے کا بھی ثبوت ہے۔ نابینا کے نماز پڑھانے کے مسئلہ میں علامہ نووی لکھتے ہیں ہمارے ہاں اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ نابینا کی امامت بینا سے افضل ہے کیونکہ لہو ولعب اور دوسری ناجائز چیزوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کا خشوع زیادہ کامل ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نابینا سے بینا کی امامت افضل ہے کیونکہ بینا ہونے کے سبب وہ نجاستوں سے زیادہ احتراز کرتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں مساوی ہیں اور یہ تیسرا قول ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اور امام شافعی نے بھی یہی لکھا ہے [1]

علماء احناف کی اس مسئلہ میں حسب ذیل عبارات ہیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں کہ: نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔[2]

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] - علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں کہ: نابینا چونکہ قبلہ کی سمت نہیں متعین کر سکتا اور نہ اپنے کپڑوں کو نجاست سے بچا سکتا ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر اس سے افضل شخص نہ ملے تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے[۱]

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک گئے تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما کو امام بنایا تھا[۲]

علامہ حلبی لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست کو نہیں دیکھ سکتا تاکہ اس سے بچ سکے اور کبھی وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کو پتا نہیں چلتا۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نابینا کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ محیط میں ہے کہ نابینا کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے اور بینا کی امامت اولیٰ ہے۔ امام خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں لکھا ہے کہ جب نابینا سے افضل شخص موجود ہو تب نابینا کی امامت مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو امام بنایا اور وہ نابینا تھے[۳] (ابوداؤد)۔

رکعاتِ طواف میں شوافع کے اقوال

حدیث مذکور میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف کرنے والا جب طواف سے فارغ ہو تو مقام کے پیچھے طواف کی دو رکعات پڑھے، اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو رکعات واجب ہیں یا سنت، ہمارے اس میں تین قول ہیں صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ دو رکعات سنت ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دو رکعات واجب ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر طواف واجب ہو تو یہ دو رکعات واجب ہیں اور اگر طواف سنت ہو تو یہ دو رکعات سنت ہیں، اور یہ دو رکعات خواہ سنت ہوں یا واجب ان کے نہ پڑھنے سے طواف باطل نہیں ہوتا، اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مقام کے پیچھے پڑھے، اگر وہاں میسر نہ ہوں تو حطیم میں پڑھ لے اور اگر وہاں بھی میسر نہ ہوں تو مسجد میں پڑھ لے اور اگر وہاں بھی نہ پڑھ سکے تو مکہ اور تمام حرم میں پڑھ سکتا ہے اور اگر غیر حرم میں کسی جگہ یہ دو رکعات پڑھیں تب بھی جائز ہے لیکن فضیلت نہیں حاصل ہوگی۔ اور جب تک زندہ ہے یہ رکعات طواف پڑھ سکتا ہے، جب وہ کئی طواف کرنا چاہے تو ہر طواف کے بعد دو رکعات پڑھنا مستحب ہے اگر وہ چاہے کہ رکعات طواف پڑھے بغیر متعدد طواف کرے اور اس کے بعد ہر طواف کی دو رکعات پڑھ لے تو ہمارے اصحاب نے کہا یہ بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے اور اس کو مکروہ نہیں کہا جائے گا[۴]

---

[۱] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۱۸۰، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ۔
[۲] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۰ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ۔
[۳] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۷۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۳ھ۔
[۴] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

رکعاتِ طواف میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طواف کے بعد مقام ابراہیم پر آکر دو رکعات نماز پڑھو، یا مسجد میں جس جگہ بھی میسر ہو، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف سے فارغ ہوئے تو آپ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور دو رکعات نماز پڑھی اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ مقام ابراہیم میں نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: "واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى"، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کے پاس دو رکعات نماز پڑھی۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد ان دو رکعات کو پڑھنا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وليصل الطائف لكل اسبوع ركعتين "طواف کرنے والا ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعات نماز پڑھے"۔ یہ آپ کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے نیز اس لیے کہ ایک بار حضرت عمر مکہ سے نکلنے کے بعد طواف کی دو رکعات پڑھنا بھول گئے۔ جب وہ مقام ذی طوی پر پہنچے تو دو رکعات نماز پڑھی اور کہا یہ دو رکعات طواف کی دو رکعتوں کے بدلہ میں ہیں، امام محمد نے کہا ہے کہ یہ دو رکعات مسجد میں بھی پڑھ سکتا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ مقام کے پاس بھیڑ زیادہ ہوتی ہے اس لیے وہاں رکعات طواف پڑھنے کے لیے مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور تمام مسجد نماز پڑھنے کی جگہ ہے، اس لیے جہاں آسانی ہو نماز پڑھ لے[1]

علامہ نووی شافعی اور علامہ سرخسی کی عبارات سے یہ واضح ہوا کہ شوافع کے نزدیک رکعات طواف میں تین قول ہیں اور احناف کے نزدیک رکعات طواف واجب ہیں اور اس میں اتفاق ہے کہ رکعات طواف اگر مسجد میں نہ پڑھی جا سکیں تو خارج حرم بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور یہ قضا نہیں ہوتیں۔

صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب

حدیث مذکور میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر گئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ان الصفا والمروة من شعائر الله، "اور جس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے (یعنی صفا سے) آپ نے بھی اس سے ابتداء کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صفا اور مروہ کی سعی میں صفا سے ابتداء کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور ائمہ کا یہی نظریہ ہے۔ سنن نسائی میں اسناد صحیح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ نے ابتداء کی ہے اس سے ابتداء کرو۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صفا اور مروہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا مانگے اور اس کا تین بار تکرار کرے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر عورت سے ملنے کے لیے آنے کا حکم

اس حدیث میں یہ ہے کہ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے۔ علامہ مازری کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں مردوں سے خلوت میں نہ ملیں اس سے

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ

آپ کی مراد زنا نہیں ہے، کیونکہ زنا سے حد واجب ہوتی ہے، خواہ جس کے ساتھ یہ فعل ہو اس کو عورت کا شوہر پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرتے تھے اس کو وہ عیب سمجھتے تھے نہ اس پر برا مانتے تھے نہ کوئی شک وشبہ کرتے تھے اور جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو ان کو پرائی عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عورتیں ان لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کے گھر میں آنے اور ان کے بیٹھنے کو تم ناپسند کرتے ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا عورت کے محارم میں سے ہو۔ فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے گھر آنے کو خاوند ناپسند کرتا ہو اس کو عورت گھر میں نہ آنے دے خواہ مرد ہو یا عورت محرم ہو یا غیر محرم۔ [1]

البتہ خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت کے محارم کو گھر آنے سے نہ روکے۔

حج میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا حکم

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں آئے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے پڑھا، عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے حج میں جمع کر کے پڑھنے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ حج کی خصوصیت ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا سبب سفر شرعی ہے۔ امام ابوحنیفہ چونکہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی وجہ حج قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک مکہ کے رہنے والے بھی ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے۔ اور امام شافعی چونکہ نمازوں کو جمع کرنے کا سبب سفر شرعی قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک مکہ والے اور جن لوگوں نے مسافت قصر کو طے نہ کیا ہو وہ دو نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھ سکتے۔ صحیح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کر کے پڑھنا حج کی وجہ سے ہے اور یہ امت کے متواتر عمل سے ثابت ہے۔ اور حج کے علاوہ کسی اور موقع یا کسی اور سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (نساء: ۱۰۳) "مسلمانوں پر ہر نماز اس کے وقت میں فرض کی گئی ہے۔" اور جن احادیث میں حج کے علاوہ کسی سفر میں ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نمازوں کو جمع کیا جائے۔ امام طحاوی حنفی کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کی جائے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کہتے ہیں کہ ایک اذان اور ایک اقامت سے دو نمازوں کو جمع کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فرض نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے،

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دونمازوں کو پے در پے پڑھنا نمازوں کو جمع کرنے کی شرط ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔

مزدلفہ میں رات گذارنے کا حکم

اس حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہوئی، پھر صبح کے روشن ہونے کے بعد آپ نے صبح کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرفات سے لوٹنے کے بعد قربانی کی رات مزدلفہ میں گذارنا افعال حج میں سے ہے، اور یہ امر اتفاقی ہے لیکن علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے، رکن ہے یا سنت ہے، امام شافعی کے دو قولوں میں سے صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے اگر اس کو ترک کر دیا تو گنہ گار ہوگا، اس پر دم لازم ہوگا اور اس کا حج صحیح ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ ہے نہ اس پر دم واجب ہے، البتہ دم دینا (قربانی کرنا) مستحب ہے، اور ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ وقوف عرفات کی طرح حج کا رکن ہے اور اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور سنت یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے تک مزدلفہ میں رہا جائے ماسوا کمزور لوگوں کے، ان کے لیے صبح کی نماز سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جانا سنت ہے۔[۱]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ راستہ میں مغرب کی نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ مزدلفہ میں آئے اور جب مزدلفہ پہنچے تو لوگوں کے ساتھ مزدلفہ میں اترے وہاں امام مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، اس کے بعد مزدلفہ میں رات گذارے اور جب فجر طلوع ہو تو منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ کے لیے کوئی چیز بچھائی گئی جس پر آپ نے رات گذاری اور جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت سے پہلے کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوائے فجر کی نماز کے جو آپ نے مزدلفہ کی صبح پڑھی کیونکہ آپ نے منہ اندھیرے یہ نماز پڑھی تھی، اور اس لیے بھی کہ ہر چند کہ صبح کی نماز کو تاخیر کے ساتھ پڑھنا ہر جگہ افضل ہے لیکن اس جگہ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اسفار (تاخیر) کی وجہ سے اس کے بعد والے وقوف میں تاخیر ہو جائے گی۔ اور جب بعد میں وقوف کی وجہ سے عرفات میں عصر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے تو وقوف کی وجہ سے اس کو اول وقت میں پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے۔[۲]

مزدلفہ میں رات گذارنے کے بارے میں شوافع کے تین قول ہیں اور احناف کے نزدیک مزدلفہ میں رات گذارنا سنت ہے۔ علامہ شرنبلالی نے اس کو حج کی سنتوں میں شمار کیا ہے۔[۳]

بَابٌ ۳۶۱ جَوَازِ تَعْلِيقِ الْاِحْرَامِ وَهُوَ اَنْ يُّحْرِمَ بِاِحْرَامٍ كَاِحْرَامِ فُلَانٍ

احرام کو معلق کرنے کا بیان

۲۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[۳] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۴۴۰، مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر، ۱۳۵۶ھ

بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰی رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنِيْخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ لِيْ حَجَجْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحِلَّ قَالَ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَبِالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِيْ ثُمَّ اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ قَالَ فَكُنْتُ اُفْتِيْ بِهِ النَّاسَ حَتّٰی كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا مُوْسٰی اَوْ يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ قَيْسٍ رُوَيْدَكَ بَعْضَ فُتْيَاكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي النُّسُكِ بَعْدَكَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا اَفْتَيْنَاهُ فُتْيَا فَلْيَتَّئِدْ فَاِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فَبِهِ فَاْتَمُّوْا قَالَ فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰی فَاِنَّ كِتَابَ اللهِ يَاْمُرُ بِالتَّمَامِ وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰی بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا. دراں حالیکہ آپ بطحائے مکہ میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے حج کی نیت کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی! آپ نے پوچھا تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے نیت کی تھی میں اس چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جاؤ، حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا، مروہ کی سعی کی. پھر میں بنو قیس کی ایک عورت کے پاس آیا جس نے میرے سر کی جوئیں دیکھیں، پھر میں نے حج کا احرام باندھا اور میں لوگوں کو یہی فتویٰ دیتا تھا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آگیا، مجھ سے ایک شخص نے کہا اے ابو موسیٰ یا اے عبد اللہ بن قیس! یہ فتویٰ دینا چھوڑ دو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد امیر المؤمنین نے حج میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں! پھر حضرت ابو موسیٰ نے جن لوگوں کو فتوے دیئے تھے ان سے کہا ٹھہر جاؤ، امیر المؤمنین آنے والے ہیں، ان کی پیروی کرنا، راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر ہم کتاب اللہ کی پیروی کریں تو کتاب اللہ ہمیں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک ہدی اپنے محل میں نہیں پہنچ گئی۔

۲۸۵۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

۲۸۵۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنِيخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَ أَهْلَلْتَ قَالَ قُلْتُ أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سُقْتَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي وَغَسَلَتْ رَأْسِي فَكُنْتُ أُفْتِي النَّاسَ بِذٰلِكَ فِي إِمَارَةِ أَبِي بَكْرٍ وَإِمَارَةِ عُمَرَ فَإِنِّي لَقَائِمٌ بِالْمَوْسِمِ إِذْ جَاءَنِي رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي شَأْنِ النُّسُكِ فَقُلْتُ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا أَفْتَيْنَاهُ بِشَيْءٍ فَلْيَتَّئِدْ فَهٰذَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فِيهِ فَأْتَمُّوا فَلَمَّا قَدِمَ قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا هٰذَا الَّذِي أَحْدَثْتَ فِي شَأْنِ النُّسُكِ قَالَ إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْيَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دراں حالیکہ آپ بطحاء مکہ میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے وہی میرا احرام ہے، آپ نے پوچھا کیا تم نے ہدی روانہ کی ہے؟ میں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف کرو، اور صفا، مروہ کی سعی کرو پھر حلال ہو جاؤ۔ پھر میں نے طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے میرے بالوں میں کنگھی کی اور میرا سر دھویا۔ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دورِ خلافت میں یہی فتویٰ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ حج کے ایام میں ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اس نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ امیر المومنین نے حج کے بارے میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں! پھر میں نے اعلان کیا کہ جن لوگوں کو میں نے حج کے بارے میں فتویٰ دیا ہے وہ اس پر عمل نہ کریں کیونکہ امیر المومنین آنے والے ہیں اس معاملے میں تم ان کے احکام پر عمل کرنا، جب امیر المومنین تشریف لائے تو میں نے عرض کیا آپ نے حج کے متعلق کیا حکم نافذ کیا ہے؟ انھوں نے کہا اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اتموا الحج والعمرۃ للہ" "حج اور عمرہ دونوں کو اللہ کے لیے پورا کرو" اور اگر ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کریں تو آپ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک آپ نے ہدی کو ذبح نہیں کر دیا۔

۲۸۵۶ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقٍ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تھا اور میں اس سال واپس آیا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي إِلَى الْيَمَنِ قَالَ فَوَافَقْتُهُ فِي الْعَامِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا مُوسٰى كَيْفَ قُلْتَ حِينَ أَحْرَمْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ إِهْلَالًا كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ سُقْتَ هَدْيًا فَقُلْتُ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ۔

کیا تھا، آپ نے پوچھا اے ابوموسیٰ! تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ میں نے عرض کیا میں نے نیت کی تھی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے وہی میرا احرام ہے آپ نے پوچھا کیا تم نے ہدی روانہ کی ہے؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا جاؤ! بیت اللہ کا طواف کرو، صفا اور مروہ کی سعی کرو، پھر حلال ہو جاؤ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۵۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مُوسٰى عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي بِالْمُتْعَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ رُوَيْدَكَ بِبَعْضِ فُتْيَاكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النُّسُكِ بَعْدُ حَتّٰى لَقِيَهُ بَعْدُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَهُ وَ أَصْحَابُهُ لٰكِنْ كَرِهْتُ أَنْ يَظَلُّوا مُعْرِسِينَ بِهِنَّ فِي الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرُوحُونَ فِي الْحَجِّ تَقْطُرُ رُءُوسُهُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ تمتع کا فتوی دیتے تھے، ایک شخص نے ان سے کہا آپ اپنے فتووں کو روک دیں کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ امیر المؤمنین نے تمہارے بعد حج میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں حضرت ابوموسیٰ اس کے بعد حضرت عمر سے ملے اور ان سے اس سلسلہ میں سوال کیا حضرت عمر نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ پیلو کے درختوں کے نیچے اپنی عورتوں سے عمل زوجیت کریں اور پھر اس حال میں حج کرنے کے لیے جائیں کہ ان کے سروں سے (غسل جنابت کے سبب) پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔!

احرام کو معلق کرنے کی وضاحت

اس باب کی احادیث سے ثابت ہوا کہ احرام کو معلق کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ تعلیق سے کوئی مانع نہ ہو، بایں طور کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں اپنے احرام کو زید کے احرام کی طرح باندھتا ہوں۔ اب اگر زید نے قران کا احرام باندھا ہے تو اس شخص کا احرام قران کا ہوگا اور اگر زید نے تمتع کا احرام باندھا ہے تو اس کا احرام تمتع کا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں نے اپنے اپنے احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھنے کی نیت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس احرام پر قائم رہنے کا

حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ کو حکم دیا کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کر دیں۔ اس فرق کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کے ساتھ ہدی تھی اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ ہدی نہیں تھی اور قران میں افضل یہ ہے کہ قران کرنے والے نے ہدی روانہ کر دی ہو اور تمتع میں یہ حکم نہیں ہے اس لیے آپ نے حضرت علی کو قران کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ کو تمتع کا۔

اس باب کی بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ کے احرام کھولنے کے بعد ان کے قبیلہ کی ایک عورت نے ان کے بالوں میں کنگھی کی اور جوئیں دیکھیں، یہ عورت حضرت ابوموسیٰ کی محرم تھی۔

اس باب کی حدیث نمبر ۲۸۵۷ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور صحابہ نے حج تمتع اور بعض نے حج قران کیا ہے، اس کے باوجود حضرت عمر جو تمتع اور قران سے منع کرتے تھے وہ تحریماً منع نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بعض وجوہ سے خلاف اولیٰ قرار دیتے تھے یہ ان کی اجتہادی خطا تھی ورنہ اولیٰ وہی کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور صحابہ کرام کو جس پر عمل کرنے کا حکم دیا، اس کی مکمل وضاحت ہم سابقہ ابواب میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔

بَابُ ۳۶۲ جَوَازِ التَّمَتُّعِ

حج تمتع کا جواز

۲۸۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ شَقِيقٍ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَأْمُرُ بِهَا فَقَالَ عُثْمَانُ لِعَلِيٍّ كَلِمَةً ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّا قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا كُنَّا خَائِفِيْنَ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تمتع کا حکم دیتے تھے، حضرت عثمان نے اس سلسلے میں حضرت علی سے کچھ فرمایا، حضرت علی نے کہا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا ہے حضرت عثمان نے کہا ہاں! لیکن ہم اس وقت خوف زدہ تھے۔

۲۸۵۹ - وَحَدَّثَنِيْهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۸۶۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اجْتَمَعَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِعُسْفَانَ فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عثمان دونوں مقام عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا (حج کے ایام میں) عمرہ سے منع کرتے تھے حضرت علی نے فرمایا کیا بات ہے آپ اس کام سے منع کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے؟

الْمُتْعَةِ اَوِ الْعُمْرَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا تُرِيْدُ اِلٰى اَمْرٍ قَدْ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْهٰى عَنْهُ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنَا مِنْكَ قَالَ اِنِّيْ لَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَدَعَكَ فَلَمَّا اَنْ رَاٰى عَلِيٌّ ذٰلِكَ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا۔

حضرت عثمان نے کہا ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو! حضرت علی نے فرمایا میں تم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام (ملا کر) باندھا۔

۲۸۶۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

۲۸۶۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَيَّاشٍ الْعَامِرِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لَنَا رُخْصَةً يَعْنِي الْمُتْعَةَ فِي الْحَجِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع کی ہمارے لیے رخصت تھی۔

۲۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَا تَصْلُحُ الْمُتْعَتَانِ اِلَّا لَنَا خَاصَّةً يَعْنِيْ مُتْعَةَ النِّسَاءِ وَمُتْعَةَ الْحَجِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو تمتع، ہمارے ساتھ خاص تھے تمتع بالحج اور تمتع بالنساء۔ (تمتع بالحج کی بحث گزر چکی ہے اور تمتع بالنساء کی بحث انشاء اللہ کتاب النکاح میں آئے گی)۔

۲۸۶۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ اَتَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيَّ وَاِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيَّ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَهُمُّ اَنْ اَجْمَعَ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ الْعَامَ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ لٰكِنْ اَبُوْكَ لَمْ يَكُنْ لِيَهُمَّ بِذٰلِكَ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا

عبدالرحمن بن ابی الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم نخعی اور ابراہیم تیمی کے پاس گیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اس سال حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ کر لوں۔ ابراہیم نخعی نے کہا لیکن تمہارے والد تو حج اور عمرہ کو ملا کر نہیں کرتے تھے، نیز ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا ربذہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا، انھوں نے ان سے

جَرِيرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِالرَّبَذَةِ فَذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَتْ لَنَا خَاصَّةً دُونَكُمْ.

اس کا ذکر کیا حضرت ابوذر نے کہا یہ (حج اور عمرہ کو ملا کر کرنا) ہمارے ساتھ خاص تھا یہ تمہارے لیے نہیں ہے۔

۲۸۶۵ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ فَعَلْنَاهَا وَهَذَا يَوْمَئِذٍ كَافِرٌ[1] بِالْعُرُشِ يَعْنِي بُيُوتَ مَكَّةَ.

غنیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تمتع کے بارے میں سوال کیا حضرت سعد نے کہا ہم نے تمتع کیا ہے اور یہ (حضرت معاویہ) اس وقت مکہ کے مکانوں میں حالت کفر میں تھے۔

۲۸۶۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ يَعْنِي مُعَاوِيَةَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۸۶۷ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِهِمَا وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ الْمُتْعَةَ فِي الْحَجِّ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں تمتع فی الحج کا ذکر ہے۔

۲۸۶۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ[2] عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنِّي لَأُحَدِّثُكَ بِالْحَدِيثِ الْيَوْمَ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ وَاعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْمَرَ طَائِفَةً مِنْ أَهْلِهِ فِي الْعَشْرِ فَلَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ ذَلِكَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتَّى

مطرف کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا آج میں تمہیں ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں آج کے بعد نفع دیگا جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ میں سے ایک جماعت کو عشرہ ذی الحج میں تمتع کرایا، پھر اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے اس حکم کو منسوخ کیا ہو، نہ (بعد میں) آپ نے ان ایام میں عمرہ کرنے سے منع فرمایا حتی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے،

مَضٰى لِوَجْهِهٖ ارْتَأَى كُلُّ امْرِئٍ بَعْدُ مَا شَاءَ اَنْ يَّرْتَأِىَ.

اس کے بعد (اس مسئلہ میں) جس شخص نے بھی (اس کے خلاف) کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

(یہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو تعریض ہے)

۲۸۶۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ فِىْ هٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِىْ رِوَايَتِهٖ ارْتَأَى رَجُلٌ بِرَأْيِهٖ مَا شَاءَ يَعْنِىْ عُمَرَ.

ایک اور سند سے ہے ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا یعنی حضرت عمر نے۔

۲۸۷۰ - وَحَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِىُّ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ لِىْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّنْفَعَكَ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتّٰى مَاتَ وَلَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهٗ وَقَدْ كَانَ يُسَلَّمُ عَلَىَّ حَتَّى اكْتَوَيْتُ فَتُرِكْتُ ثُمَّ تَرَكْتُ الْكَىَّ فَعَادَ.

مطرف کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے فائدہ پہنچائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور پھر اس سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، نہ قرآن مجید میں اس کی تحریم کا کوئی حکم نازل ہوا، اور مجھ پر اس وقت تک (فرشتے) سلام کرتے تھے جب تک میں نے (علاج کے لیے) داغ نہیں لگوایا تھا اور جب میں نے (مرض کی شدت کی وجہ سے) داغ لگوا لیا تو یہ سلام موقوف ہو گیا اور جب داغ لگوانے کو چھوڑ دیا تو یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا (یعنی فرشتوں کی طرف سے سلام اس وقت پڑھا جاتا ہے جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں اس لیے تمتع جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ تمتع اور قران کا اصطلاحی فرق بعد کی اصطلاح ہے، صحابہ ان میں فرق نہیں کرتے تھے)۔

۲۸۷۱ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا

ایک اور سند سے بھی حضرت عمران کی یہ حدیث مروی ہے۔

قَالَ قَالَ لِیْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مُعَاذٍ۔

۲۸۷۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ بَعَثَ اِلَیَّ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَقَالَ اِنِّیْ كُنْتُ مُحَدِّثُكَ بِاَحَادِیْثَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّنْفَعَكَ بِهَا بَعْدِیْ فَاِنْ عِشْتُ فَاكْتُمْ عَنِّیْ وَاِنْ مِتُّ فَحَدِّثْ بِهَا اِنْ شِئْتَ اِنَّهٗ قَدْ سُلِّمَ عَلَیَّ وَاعْلَمْ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعَ بَیْنَ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ فِیْهَا كِتَابُ اللّٰهِ وَلَمْ یَنْهَ عَنْهَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ فِیْهَا بِرَاْیِهٖ مَا شَآءَ۔

مطرف کہتے ہیں کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کا وصال ہو گیا تو انھوں نے مجھے بلایا اور فرمایا میں تمہیں چند احادیث بیان کروں گا شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے میرے بعد فائدہ پہنچائے اگر میں زندہ رہ گیا تو ان کو تم مجھ سے روایت نہ کرنا اور اگر میں مر گیا تو اگر تم چاہو تو بیان کر دینا مجھ پر (فرشتوں کا) سلام پڑھا گیا اور جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، پھر اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس میں اس سے منع کیا ہو، اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا، اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۳ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّیْرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ فِیْهَا كِتَابٌ وَلَمْ یَنْهَنَا عَنْهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْهَا رَجُلٌ بِرَاْیِهٖ مَا شَآءَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا پھر کتاب اللہ میں ایسا کوئی حکم نازل نہیں ہوا جس میں اس سے روکا ہو، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَنْزِلْ فِیْهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا اور اس کی ممانعت میں قرآن مجید میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

الْقُرْآنُ قَالَ رَجُلٌ فِيهَا بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

۲۸۷۵ - وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ تَمَتَّعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَتَّعْنَا مَعَهُ.

حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا۔

۲۸۷۶ - وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللهِ يَعْنِي مُتْعَةَ الْحَجِّ وَأَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ آيَةَ مُتْعَةِ الْحَجِّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ بَعْدُ مَا شَاءَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تمتع کی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا، پھر کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے حج تمتع کو منسوخ کر دیا ہو، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، اس کے بعد ایک شخص نے جو چاہا اپنی رائے سے (اس کے خلاف) کہہ دیا۔

۲۸۷۷ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَصِيرِ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ وَأَمَرَنَا بِهَا.

ایک اور سند سے یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ مروی ہے۔

تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل

حدیث نمبر ۲۸۵۸ میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے، اس کی تشریح میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا تمتع سے منع کرنا ان کے اجتہاد کی وجہ سے تھا اور وہ تنزیہاً منع کرتے تھے تحریماً منع نہیں کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک افراد، تمتع اور قران سے افضل تھا، حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اس مسئلہ میں بحث کی اور فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع (قران) کیا ہے، حضرت عثمان نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم اس وقت خوف زدہ تھے، شاید حضرت عثمان کی مراد سات ہجری کا عمرۃ القضاء تھا کیونکہ مسلمانوں کے خوف زدہ ہونے کا اس کے بعد کوئی تصور بھی نہیں تھا، دس ہجری میں حج تمتع ہوا ہے اور اس وقت مسلمانوں کے خوف زدہ ہونے کا کوئی تصور نہیں تھا چونکہ حضرت عثمان کے جواب سے حضرت علی کا سوال نہیں اٹھتا تھا اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے جواب کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور ان سے اس مسئلہ میں بحث کی حضرت عثمان نے کہا مجھے چھوڑ دو حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اور حضرت عثمان کے منع کرنے کے باوجود قران کا احرام باندھا اس سے معلوم ہوا کہ علمی مسائل میں مذاکرہ اور مناظرہ کرنا چاہیے۔ دینی مسائل میں تبلیغ کرنی چاہیے۔ حاکم وقت اگر اپنے اجتہاد سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی حکم دے تو حاکم کے منصب کی پرواہ کیے بغیر تمام لوگوں کو سنت رسول پر عمل کی دعوت دینی چاہیے، ان احادیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ پیغام حق سنانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور شیعہ حضرات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تقیہ کی نسبت کرنا بالکل باطل اور مردود ہے، اسی طرح یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی کے نزدیک قران افراد سے افضل تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور حضرت عثمان کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران ہی تھا کیونکہ حضرت عثمان نے قران کی تاویل کی انکار نہیں کیا (یاد رہے کہ صحابہ کرام قران پر بھی تمتع کا اطلاق کرتے تھے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور یہ قران ہے، قران اور تمتع میں اصطلاحی فرق بعد کی اصطلاح ہے)

حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت

حدیث نمبر ۲۸۶۱ سے ۲۸۶۳ تک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایات ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ تمتع بالحج صحابہ کے ساتھ خاص تھا: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی نظریہ ہے۔ امام احمد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے چند صفحات پہلے ہم اس موضوع پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ ان روایات میں تمتع بالنکاح کا بھی ذکر ہے۔ غزوہ خیبر سے پہلے متعہ مباح تھا غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام کر دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائمی طور پر متعہ کو حرام کر دیا۔ کتاب النکاح میں انشاء اللہ ہم اس مسئلہ پر مکمل بحث کریں گے۔

عمرے پر تمتع کا اطلاق

حدیث نمبر ۲۸۶۵ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تمتع کیا ہے اور یہ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ کے مکانوں میں حالت کفر میں تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے جو سات ہجری میں کیا گیا تھا اس وقت تک حضرت معاویہ اسلام نہیں لائے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور ایک روایت یہ ہے کہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے بعد اسلام لائے، عمرۃ القضاء کے

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر عمرے کیے ہیں اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو کہا ہے کہ ہم نے تمتع کیا اور اس وقت یہ کافر تھے ان کی تمتع سے مراد عمرۃ القضاء ہے اسی طرح حضرت عثمان نے بھی عمرے پر تمتع کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے۔

باب ۳۶۳ وُجُوبِ الدَّمِ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ وَاَنَّهُ اِذَا عَدِمَهُ لَزِمَهُ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ

تمتع کرنے والے پر قربانی یا دس روزوں کے واجب ہونے کا بیان

۲۸۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ وَاَهْدٰى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ اَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا، اور ہدی دی۔ آپ ہدی (قربانی کے جانور) کو ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ لے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا تلبیہ کیا اور اس کے بعد حج کا تلبیہ پڑھا۔ لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا بعض لوگوں کے پاس ہدی تھی اور انہوں نے ہدی روانہ کر دی تھی اور بعض لوگوں کے پاس ہدی نہیں تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جو شخص ہدی روانہ کر چکا ہے وہ اس وقت تک ان چیزوں سے حلال نہ ہو جو اس پر حج میں حرام ہو چکی ہیں جب تک کہ اپنے حج سے فارغ نہ ہو جائے اور تم میں سے جس شخص نے ہدی روانہ نہیں کی ہے اسے چاہیے کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کی سعی کرے اور بال کاٹ کر حلال ہو جائے اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے اور قربانی کرے اور جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے، اور سات روزے گھر لوٹنے کے بعد رکھے، جب

ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِّنَ السَّبْعِ وَمَشٰى اَرْبَعَةَ اَطْوَافٍ ثُمَّ رَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهٗ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے طواف کیا، آپ نے سب سے پہلے حجر اسود کو تعظیم دی پھر آپ نے طواف کے سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چکر معمول کے مطابق چل کر لگائے پھر جب آپ نے طواف کر لیا تو آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سلام پھیر کر فارغ ہو گئے اس کے بعد آپ صفا پر آئے اور آپ نے صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے اور حج میں جو چیزیں آپ پر حرام ہو گئی تھیں آپ ان میں سے کسی سے حلال نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے اپنا حج پورا کیا اور قربانی کے دن اپنی ہدی کو ذبح کیا پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف افاضہ کیا اور آپ ان تمام چیزوں کے لیے حلال ہو گئے جو حج میں آپ پر حرام تھیں، اور صحابہ میں سے جن لوگوں نے ہدی روانہ کی تھی انھوں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

۲۸۷۹ ۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَتُّعِهٖ بِالْحَجِّ اِلَى الْعُمْرَةِ وَتَمَتُّعِ النَّاسِ مَعَهٗ بِمِثْلِ الَّذِيْ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا لوگوں نے بھی تمتع کیا اس کے بعد اسی طرح روایت ہے جیسے حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق

حدیث نمبر ۲۸۷۸ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا، جبکہ اس سے پہلے بکثرت احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں تمتع سے مراد تمتع کا فقہی اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ تمتع کا لغوی معنی مراد ہے اور وہ قران کے اصطلاحی معنی کے خلاف نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ تمتع اور قران کی فقہی اصطلاحات بعد میں وضع کی گئی ہیں صحابہ

تمتع اور قران کا ایک دوسرے پر اطلاق کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں ہے بدأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاھل بالعمرۃ ثم اھل بالحج اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے دوران حج اور عمرہ کا تلبیہ پڑھا۔

تمتع کی ہدی کے لیے شرائط

تمتع کی ہدی پر بحث کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمتع کی ہدی کے لیے شوافع کے نزدیک چار شرائط ہیں جن میں سے تین اتفاقی ہیں، ایک شرط یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے دوسری شرط یہ ہے کہ اسی سال حج کرے تیسری شرط یہ ہے کہ تمتع کرنے والا مکہ کا رہنے والا نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شہر سے آیا ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے لیے وہ میقات پر نہ جائے۔

ہدی کی بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو ہدی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور گھر لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان قرآن مجید کے موافق ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں یہ تین روزے یوم نحر (قربانی کے دن) سے پہلے رکھنے واجب ہیں۔ عرفہ کے دن کا روزہ بھی ان تین روزوں میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ یہ تین روزے عرفہ کے دن سے پہلے رکھے جائیں نیز افضل یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہو کر اور حج کا احرام باندھ کر یہ روزے رکھے جائیں، اگر کسی شخص نے عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھنے سے پہلے یہ تین روزے رکھے تو شوافع کے صحیح مذہب کے مطابق پھر بھی کافی ہے اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے افعال کی فراغت سے پہلے یہ تین روزے رکھ لیے تو صحیح مذہب کے مطابق یہ کافی نہیں ہوں گے اور اگر اس نے یوم نحر سے پہلے یہ روزے نہیں رکھے اور ایام تشریق میں ان روزوں کے رکھنے کا ارادہ کیا تو اس بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب کی تفصیل ہے اور مالکیہ نے بھی اس بات میں ہماری موافقت کی ہے کہ عمرہ کی فراغت سے پہلے یہ تین روزے رکھنے جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اگر اس نے یہ تین روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ عید بھی گذر گئی اور ایام تشریق بھی گذر گئے تو ہمارے نزدیک ان کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اب وہ روزے نہیں رکھ سکتا اور جب بھی اس کو استطاعت حاصل ہو اس پر ہدی لازم ہے۔

یہ گفتگو ایام حج میں تین روزوں کے بارے میں تھی اور سات روزے جو واپس جانے کے بعد واجب ہیں ان کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک واپسی سے مراد یہ ہے کہ جب حج کرنے والا اپنے گھر لوٹ آئے جیسا کہ اس صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ لوٹ آئے، یہ دو قول امام شافعی اور امام مالک کے ہیں، امام ابوحنیفہ نے بھی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، اور اگر اس نے تین روزے رکھے نہ سات روزے رکھے تو گھر لوٹنے کے بعد اس پر دس روزے رکھنا لازم ہوں گے پھر ان دس روزوں میں تین اور سات کے فرق کرنے میں بھی اختلاف ہے بعض فقہاء نے کہا یہ تفریق کرنا واجب نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان میں چار روز کا وقفہ کرنا چاہیے۔[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں احناف کا موقف

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:
فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ (البقرہ: ۱۹۶)

”جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کرے اس پر وہ قربانی لازم ہے جو وہ آسانی سے کر سکے اور جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور حج سے لوٹنے کے بعد (افعال حج سے فراغت کے بعد) سات دن کے روزے رکھے یہ پورے دس روزے ہیں۔“

علماء احناف کے نزدیک جو شخص تمتع یا قران میں قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ پہلے تین روزے سات، آٹھ اور نو ذی الحج کی تاریخوں میں رکھے لیکن اگر ان دنوں میں روزے رکھنے سے قیام عرفہ اور وقوف مزدلفہ میں فرق واقع ہو تو ان ایام سے پہلے یہ روزے رکھنا مستحب ہے بلکہ یہ بھی ایک قول ہے کہ اگر ان دنوں میں روزے رکھنے سے افعال حج میں ضعف لاحق ہو تو ان دنوں میں روزے رکھنا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے، اور حج کے افعال یعنی طواف زیارت، رمی جمار، ذبح اور حلق سے فارغ ہونے کے بعد روزے رکھے یعنی ایام تشریق گذرنے کے بعد یہ روزے رکھے خواہ کسی جگہ رکھے کیونکہ احناف کے نزدیک اذا رجعتم کا معنی ہے اذا فرغتم عن افعال الحج ۔ ”جب تم افعال حج سے فارغ ہو جاؤ“ اور اگر حج کرنے والا یوم النحر یعنی دس ذوالحج سے پہلے یہ تین روزے نہیں رکھ سکا تو اب اس پر قربانی کرنا متعین ہو گیا کیونکہ یہ روزے اللہ تعالیٰ نے ایام حج میں مقرر فرمائے تھے۔[۱]

علامہ ابوبکر جصاص نے ان تین روزوں کو سات، آٹھ اور نو تاریخوں تک مؤخر کرنے کے استحباب کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح جب کسی شخص کو پانی نہ ملے تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ آخری وقت میں تیمم کرے اسی طرح جس شخص کو ہدی میسر نہیں ہے وہ حج کے آخری دن تک ان روزوں کو مؤخر کرے اس امید پر کہ شاید آخری وقت میں اس کو ہدی مل جائے۔

باب ۳۶۴ بَیَانِ اَنَّ الْقَارِنَ لَا یَتَحَلَّلُ اِلَّا فِیْ وَقْتِ تَحَلُّلِ الْحَآجِّ الْمُفْرِدِ

قارن کے احرام کھولنے کا وقت

۲۸۸۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحِلَّ اَنْتَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگ حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوئے آپ نے فرمایا میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا ہے۔ اس لیے میں ہدی

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، محصلہ رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ - ۲۶۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

[۲] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔

۲۸۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ لَمْ تَحِلَّ بِنَحْوِهِ۔

۲۸۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي قَلَّدْتُ هَدْيِي وَلَبَّدْتُ رَأْسِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ۔

۲۸۸۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔

۲۸۸۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيُّ وَعَبْدُ الْمَجِيدِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ حَفْصَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَحِلَّ فَقَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي۔

کو ذبح کرنے سے پہلے حلال نہیں ہوں گا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے احرام کیوں نہیں کھولا؟ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ تو اپنے عمرہ سے حلال ہو گئے ہیں اور آپ حلال نہیں ہوئے، آپ نے فرمایا میں نے اپنی ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہے اور اپنے سر کے بال چپکا لیے ہیں اس لیے میں حج سے فارغ ہونے سے پہلے حلال نہیں ہوں گا۔

ایک اور سند سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ حلال کیوں نہیں ہو رہے ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے بال چپکا لیے اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا ہے، میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک میں اپنی ہدی کو ذبح نہ کر لوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلیل

عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھولنا بلکہ حج کے افعال اور ہدی سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولنا حج قران میں ہوتا ہے اور ان احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے بعد احرام نہیں کھولا اور ہدی ذبح کرنے کے بعد آپ نے احرام کھولا ہے، اس لیے ان احادیث میں آپ کے قران پر صاف، صریح اور روشن دلیل ہے۔ علامہ نووی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے [1]۔

اور جب ثابت ہو گیا کہ آپ کا حج قران تھا تو حج میں یہی افضل ہے۔

بَابُ ٣٦٥ جَوَازِ التَّحَلُّلِ بِالْإِحْصَارِ وَجَوَازِ الْقِرَانِ وَاقْتِصَارِ الْقَارِنِ عَلَى طَوَافٍ وَّاحِدٍ وَّسَعْيٍ وَّاحِدٍ

٢٨٨٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا خَرَجَ فِي الْفِتْنَةِ مُعْتَمِرًا وَقَالَ إِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى إِذَا ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ الْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ فَخَرَجَ حَتّٰى إِذَا جَاءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهِ سَبْعًا وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَأَى أَنَّهُ مُجْزِئٌ عَنْهُ وَأَهْدَى۔

٢٨٨٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَا لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَّكُونَ بَيْنَ

احصار کے وقت احرام کھولنے کا جواز اور قران کا بیان

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لیے گئے اور فرمایا اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر حضرت ابن عمر عمرہ کا احرام باندھ کر گئے، جب مقام بیداء پر پہنچے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک جیسا ہے، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کے ساتھ عمرہ کی بھی نیت کر لی ہے، پھر بیت اللہ پہنچ کر انھوں نے سات چکر لگا کے طواف کیا، اور صفا و مروہ میں سات چکر لگائے اور ان پر زیادتی نہیں کی، ان کا خیال تھا کہ یہ چکر کافی ہیں، پھر انھوں نے ہدی کو ذبح کر دیا۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حجاج، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے گیا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ (حضرت ابن عمر کے صاحبزادے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو آپ کو کوئی حرج نہیں ہوگا، ہمیں خدشہ ہے کہ مسلمانوں میں جنگ ہوگی جو آپ کے اور حج بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ بن جائیگی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

النَّاسِ قِتَالٌ يُحَالُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ قَالَ إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ فَلَبَّى بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ قَالَ إِنْ خُلِّيَ سَبِيلِي قَضَيْتُ عُمْرَتِي وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ ثُمَّ تَلَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ثُمَّ سَارَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْعُمْرَةِ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْحَجِّ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَانْطَلَقَ حَتَّى ابْتَاعَ بِقُدَيْدٍ هَدْيًا ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى أَحَلَّ مِنْهُمَا بِحَجَّةٍ يَوْمَ النَّحْرِ۔

۲۸۸۷ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا الْحَجَّ حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَقَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَكَانَ يَقُولُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كَفَاهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَلَمْ يَحِلَّ

حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر میرے اور حج کے درمیان جنگ حائل ہو گئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ کے درمیان کفار قریش حائل ہو گئے تھے اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھا، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کی نیت کی ہے، حضرت ابن عمر چل دیئے حتیٰ کہ جب مقام ذو الحلیفہ پر پہنچے تو عمرہ کا تلبیہ کیا پھر کہا اگر میرا راستہ صاف رہا تو میں عمرہ پورا کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس وقت میں آپ کے ساتھ تھا، پھر یہ آیت تلاوت کی۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ "تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، پھر چلے گئے جب مقام ظہر البیداء میں پہنچے تو کہا حج اور عمرہ کا ایک حکم ہے، اگر میرے اور عمرہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہوئی تو میرے حج کے درمیان بھی رکاوٹ ہوگی میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی بھی نیت کر لی ہے پھر انہوں نے قدید جا کر ہدی خریدی پھر ان دونوں کے لیے بیت اللہ میں ایک طواف (قدوم) کیا، اور صفا و مروہ میں سعی کی پھر عمرہ سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ یوم نحر (قربانی کے دن) کو حج سے حلال نہیں ہو گئے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حجاج نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے جس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اسے ایک طواف (قدوم) کافی ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوتا جب تک کہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔

حَتّٰی یَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِیْعًا۔

۲۸۸۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَیْنَهُمْ قِتَالٌ وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ یَّصُدُّوْكَ قَالَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰی اِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَیْدَاءِ قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ اِشْهَدُوْا قَالَ ابْنُ رُمْحٍ اُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِیْ وَاَهْدٰی هَدْیًا اشْتَرَاهُ بِقُدَیْدٍ ثُمَّ انْطَلَقَ یُهِلُّ بِهِمَا جَمِیْعًا حَتّٰی قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ یَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ وَلَمْ یَنْحَرْ وَلَمْ یَحْلِقْ وَلَمْ یُقَصِّرْ وَلَمْ یَحْلِلْ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰی كَانَ یَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَاٰی اَنْ قَدْ قَضٰی طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس سال حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال کے حج کا ارادہ کیا، حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ لوگوں میں جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں یہ خدشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو حج سے روک دیں گے، حضرت ابن عمر نے کہا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے میں ایسا کروں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کی نیت کر لی ہے، پھر حضرت ابن عمر چلے گئے حتیٰ کہ جب مقام ظاہر البیداء پر پہنچے تو کہا حج اور عمرہ دونوں کا ایک حکم ہے ابن رمح کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کر لی ہے۔ حضرت ابن عمر نے مقام قدید میں ہدی خریدی پھر وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے پھر انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، انھوں نے اس پر کوئی زیادتی نہیں کی اور نہ قربانی کی، نہ سر منڈایا نہ بال کاٹے اور جو چیزیں ان پر (حج کے سبب) حرام ہوئی تھیں ان میں سے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئے حتیٰ کہ قربانی کا دن آگیا، پھر انھوں نے قربانی کی اور سر منڈایا اور ان کا خیال تھا کہ ان کے پہلے طواف سے حج اور عمرہ کا طواف (قدوم) پورا ہو گیا ہے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

۲۸۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِیْ اِسْمٰعِیْلُ كِلَاهُمَا عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَلَمْ یَذْكُرِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ الْحَدِیْثِ حِیْنَ قِیْلَ لَهٗ یَصُدُّوْكَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے یہ قصہ روایت کیا گیا ہے اس حدیث کے شروع میں ہے کہ جب حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ لوگ آپ کو روک دیں گے تو انھوں نے کہا میں اس وقت وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس حدیث کے آخر میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا۔

عَنِ الْبَيْتِ قَالَ إِذَنْ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَكَرَهُ اللَّيْثُ ۔

قیاس اور اجتہاد پر ایک دلیل

اس باب کی احادیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کے لیے جانا تھا اور جب انہیں بتایا گیا کہ اس سال حجاج اور حضرت ابن زبیر کے درمیان جنگ ہونے والی ہے تو انھوں نے کہا کہ جنگ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ سے روک دیا گیا تھا اگر مجھے حج سے روک دیا گیا تو میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ سے روکے جانے پر کیا تھا کیونکہ حج اور عمرہ کا حکم ایک ہے، حضرت ابن عمر نے یہاں حج سے رکاوٹ کو عمرہ سے رکاوٹ پر قیاس کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اجتہاد اور قیاس کرتے تھے۔

احصار (حج میں رکاوٹ) میں احناف کا موقف

فقہاء اسلام نے مرض کے سبب سے رکاوٹ کو جنگ کی وجہ سے رکاوٹ پر قیاس کیا ہے، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ جب محرم کو دشمن کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے رکاوٹ درپیش ہو تو اس کے لیے حلال ہونا جائز ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ "احصار (رکاوٹ) صرف دشمن کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے کیونکہ ہدی کے سبب سے حلال ہونا" دشمن سے محصر کی نجات کے لیے مشروع کیا گیا ہے اور حلال ہونے سے دشمن سے تو نجات مل جاتی ہے، مرض سے نجات نہیں ملتی، ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ احصار کی آیت، احصار بامرض کے بارے میں وارد ہے اور علماء لغت کہتے ہیں کہ احصار مرض اور دشمن دونوں کے سبب سے ہوتا ہے اور وقت سے پہلے حلال ہونا احرام کے طول اور اس کی پابندیوں کی بناء پر حرج کی وجہ سے ہے اور مرض میں احرام کی پابندی دشمن کے ساتھ احرام کی پابندی کے مقابلہ میں زیادہ دشوار ہے اور جب محصر کے لیے حلال ہونا جائز ہو گیا تو اس سے کہا جائیگا کہ حرم میں ذبح ہونے کے لیے ایک بکری بھیج دو اور جس شخص کے ہاتھ بکری بھیجو اس سے طے کر لو کہ فلاں دن حرم میں بکری ذبح کی جائے گی پھر وہ حلال ہو جائے۔[۱]

قران میں دو طوافوں پر اعتراض کا جواب

اس باب کی احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ کے لیے ایک طواف کیا۔ ان احادیث سے علماء شافعیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ قران میں ایک طواف ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف کرنے کے بعد حج میں طواف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے عمرہ میں جو طواف قدوم کیا تھا اس کے بعد حج میں طواف قدوم نہیں کیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ کے بعد حج میں کسی قسم کا کوئی طواف نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا طواف قدوم واحد تھا ورنہ ظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں عمرہ کے افعال کر لیے جائیں تو

---

[۱] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۵۳ - ۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

قران ہو جاتا ہے، کسی قسم کے طواف کی ضرورت ہے نہ صفا اور مروہ میں سعی کی، عمرہ کر کے احرام پر قائم رہے اور نو ذوالحج کو میدانِ عرفات میں وقوف کرے یوم النحر کو قربانی دے تو قران ہو جائے گا!

حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ کا ایک طواف کیا تھا وہ طواف قدوم تھا اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں: امام طحاوی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر نے یوم النحر سے پہلے اپنے حج کے لیے طواف نہیں کیا تھا کیونکہ یوم نحر سے پہلے حج میں طواف قدوم کیا جاتا ہے جو حج کے اجزاء میں سے نہیں ہے۔ اس طواف کے لیے حضرت ابن عمر نے عمرہ کے طواف قدوم کو کافی قرار دیا اور حج میں اس کا اعادہ نہیں کیا، اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں آتے تو بیت اللہ میں پہلے رمل کرتے اور پھر صفا اور مروہ میں سعی کرتے اور جب مکہ میں حج کا تلبیہ کہتے تو بیت اللہ میں رمل نہیں کرتے تھے، اور صفا اور مروہ میں سعی کو یوم النحر تک مؤخر کر دیتے اور یوم نحر کو رمل نہیں کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں حج کا احرام باندھتے تو یوم نحر تک حج کا طواف نہیں کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایت کی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ نے یوم نحر تک حج کا طواف نہیں کیا تھا، اس لیے حضرت ابن عمر کے فعل یا ان کی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قران میں طواف واحد ہے۔

بَابٌ ۳۶۶ فِی الْاِفْرَادِ وَالْقِرَانِ

افراد اور قران

۲۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي رِوَايَةِ يَحْيَى قَالَ أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَوْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج افراد کا احرام باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کا احرام باندھا۔

۲۸۹۱ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيْعًا قَالَ بَكْرٌ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَحْدَهٗ فَلَقِيْتُ أَنَسًا فَحَدَّثْتُهٗ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ أَنَسٌ مَا تَعُدُّوْنَا إِلَّا صِبْيَانًا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔ بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت بیان کی تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا تھا، بکر کہتے ہیں کہ میری حضرت انس سے پھر ملاقات ہوئی میں نے ان کو حضرت ابن عمر کا قول سنایا۔ حضرت انس نے کہا کیا تم ہمیں بچہ سمجھتے ہو، میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عُمْرَةً وَحَجًّا۔

فرمایا: لبیک عمرۃ وحجا یعنی آپ نے حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کیا۔

۲۸۹۲ - وَحَدَّثَنِیْ اُمَیَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الْعَیْشِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ یَعْنِیْ ابْنَ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا حَبِیْبُ بْنُ الشَّهِیْدِ عَنْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَهُمَا بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ فَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ فَرَجَعْتُ اِلٰی اَنَسٍ فَاَخْبَرْتُهٗ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ کَاَنَّمَا کُنَّا صِبْیَانًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ جمع کیا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ہم نے حج کا احرام باندھا تھا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت انس کو بتایا کہ حضرت ابن عمر نے کیا کہا ہے حضرت انس نے فرمایا گویا اس وقت ہم بچے تھے۔

افراد اور قران کی متعارض روایات کے جوابات

بظاہر حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایات میں تعارض ہے اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ میں مختلف کلمات کہے تھے اللّٰھم لبیک بحجۃ بھی فرمایا تھا اور اللّٰھم لبیک بحجۃ وعمرۃ بھی فرمایا تھا حضرت ابن عمر نے اللّٰھم لبیک بحجۃ سنا تو اس کو روایت کیا اور حضرت انس نے اللّٰھم لبیک بحجۃ وعمرۃ سنا تو اس کو روایت کر دیا اس جواب سے دونوں روایتوں میں تطبیق ہوگئی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت چونکہ اکثر ین کے مطابق ہے اس لیے اس کو حضرت ابن عمر کی روایت پر ترجیح ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بکر نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کیا ہے یعنی افراد، اور حضرت ابن عمر کے صاحبزادے سالم بن عبداللہ بن عمر نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے اور ظاہر ہے کہ سالم کی روایت بکر کی روایت سے قوی ہے، سالم کی روایت یہ ہے:

عن ابن شھاب ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع رجلا من اھل الشام وھو یسأل عبد اللہ بن عمر عن التمتع بالعمرۃ الی الحج فقال عبد اللہ بن عمر ھی حلال فقال الشامی ان اباک قد نھی عنھا فقال عبد اللہ بن عمر ارایت ان کان ابی نھی عنھا وصنعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل بل امر رسول اللہ صلی

سالم کہتے ہیں کہ شام کے ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا آیا عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا جائز ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہاں جائز ہے! اس نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ ایک کام سے میرے والد نے منع کیا اور اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو تو کیا میرے باپ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے گی حضرت

الله علیه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا حديث حسن صحيح ؎

ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ ۳۶: اِسْتِحْبَابِ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لِلْحَاجِّ وَالسَّعْيِ بَعْدَهٗ

طواف قدوم اور اس کے بعد سعی کا استحباب

۲۸۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَجَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَيَصْلُحُ لِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الْمَوْقِفَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَا تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَاْتِيَ الْمَوْقِفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَ الْمَوْقِفَ فَبِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ تَاْخُذَ اَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔

وبرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر پوچھا کیا وقوف عرفات سے پہلے میرا طواف کرنا صحیح ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں! اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو کہتے ہیں کہ عرفات جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف مت کرو، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور عرفات جانے سے پہلے آپ نے طواف کیا، اب بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کرنا صحیح ہے یا ابن عباس کے قول پر؟ بشرطیکہ تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو!

۲۸۹۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ اَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَقَدْ اَحْرَمْتُ بِالْحَجِّ فَقَالَ وَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ ابْنَ فُلَانٍ يَكْرَهُهٗ وَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْهُ رَاَيْنَاهُ قَدْ فَتَنَتْهُ الدُّنْيَا فَقَالَ وَاَيُّنَا اَوْ اَيُّكُمْ لَمْ تَفْتِنْهُ ثُمَّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَطَافَ

وبرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے کیا میں طواف کر سکتا ہوں؟ آپ نے کہا تمہیں اس میں کیا چیز مانع ہے اس نے کہا میں نے ابن فلاں کو دیکھا ہے وہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور آپ ہمیں ان سے زیادہ عزیز ہیں ہم نے دیکھا کہ دنیا کی محبت نے ان کو غافل کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم میں اور تم میں کون ایسا ہے جس کو دنیا نے غافل نہ کر دیا ہو! پھر فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

؎ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَسُنَّةُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ اَحَقُّ اَنْ تُتَّبَعَ مِنْ سُنَّةِ فُلَانٍ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔

نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور اللہ اور رسول کی سنت پیروی کرنے کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس ابن فلاں کے جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ بشرطیکہ تم اپنے اسلام کے دعویٰ میں سچے ہو۔

طواف قدوم میں مذاہب تمام فقہاء اسلام کے نزدیک طواف قدوم سنت ہے البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا انکار کرتے ہیں، اور بعض شافعیہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، طواف قدوم کو طواف الورود بھی کہتے ہیں اسے طواف القادم اور طواف الوارد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس پر بعض تابعین کے اعتراضات کی وجہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کر کے وبرہ نے کہا کہ ان کو دنیا کی محبت نے غافل کر دیا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کی ولایت کو قبول کر لیا تھا اس کے برخلاف حضرت ابن عمر نے کسی منصب اور عہدہ کو قبول نہیں کیا تھا۔

بَابُ ۳۶۸ بَيَانِ اَنَّ الْمُحْرِمَ بِعُمْرَةٍ لَا يَتَحَلَّلُ بِالطَّوَافِ قَبْلَ السَّعْيِ وَاَنَّ الْمُحْرِمَ بِحَجٍّ لَا يَتَحَلَّلُ بِطَوَافِ الْقُدُوْمِ وَكَذٰلِكَ الْقَارِنُ

عمرہ کرنے والا سعی سے اور حج کرنے والا طواف قدوم سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا

۲۸۹۵ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ قَدِمَ بِعُمْرَةٍ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَيَاْتِي امْرَاَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَّصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ میں سعی نہیں کی آیا وہ اپنی بیوی کے قریب جا سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا، مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز پڑھی اور صفا اور مروہ میں سات مرتبہ سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۲۸۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

عبد بن حميد أخبرنا محمد بن بكر أخبرنا ابن جريج جميعا عن عمرو بن دينار عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو حديث ابن عيينة.

۲۸۹۷ - حدثني هارون بن سعيد الأيلي حدثنا ابن وهب أخبرني عمرو وهو ابن الحارث عن محمد بن عبد الرحمن أن رجلا من أهل العراق قال له: سل لي عروة بن الزبير رضي الله تعالى عنهما عن رجل يهل بالحج فإذا طاف بالبيت أيحل أم لا فإن قال لك لا يحل فقل له إن رجلا يقول ذلك قال فسألته فقال لا يحل من أهل بالحج إلا بالحج قلت فإن رجلا كان يقول ذلك قال بئس ما قال فتصداني الرجل فسألني فحدثته فقال فقل له فإن رجلا كان يخبر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد فعل ذلك وما شأن أسماء والزبير فعلا ذلك قال فجئته فذكرت له ذلك فقال من هذا فقلت لا أدري قال فما باله لا يأتيني بنفسه يسألني أظنه عراقيا قلت لا أدري قال فإنه قد كذب قد حج رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرتني عائشة رضي الله تعالى عنها أنه أول شيء بدأ به حين قدم مكة أنه توضأ ثم طاف بالبيت ثم حج أبو بكر رضي الله تعالى عنه فكان أول شيء بدأ به الطواف بالبيت ثم لم يكن غيره ثم عمر

محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ایک عراقی نے ان سے کہا کہ عروہ بن زبیر سے پوچھو جس شخص نے حج کا احرام باندھا آیا وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وہ حلال نہیں ہو سکتا تو ان سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ حلال ہو سکتا ہے۔ محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں میں نے عروہ سے سوال کیا عروہ نے کہا جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے وہ حج پورا کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا، میں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ حلال ہو سکتا ہے! عروہ نے کہا اس نے بُری بات کہی، پھر وہ عراقی مجھ سے ملا اور مجھ سے پوچھا میں نے اس کو عروہ کا فتویٰ سنایا، اس نے کہا عروہ سے کہو ایک شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور حضرت اسماء اور زبیر نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ محمد بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہ کے پاس گیا اور ان سے یہ بیان کیا، انھوں نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا! انھوں نے کہا کیا بات ہے، وہ خود میرے پاس آکر کیوں نہیں سوال کرتا؟ میرا خیال ہے وہ عراقی ہوگا! میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ عروہ نے کہا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ مکہ پہنچ کر آپ نے سب سے پہلے وضو کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر حج کے سوا کچھ نہیں کیا پھر حضرت عمر نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر حضرت عثمان نے حج کیا میں نے دیکھا کہ انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا پھر حضرت معاویہ اور حضرت

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ اٰخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا بِعُمْرَةٍ وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ أَفَلَا يَسْأَلُوْنَهُ، وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضٰى مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ حِيْنَ يَضَعُوْنَ أَقْدَامَهُمْ أَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يُحِلُّوْنَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدَآنِ لِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوْفَانِ بِهِ ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَقْبَلَتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ بِعُمْرَةٍ فَقَطْ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا وَقَدْ كَذَبَ فِيْمَا ذَكَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حج کیا پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا اور میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا، وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے۔ اور سب سے آخر میں میں نے جس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے انھوں نے بھی عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا، اور حضرت ابن عمر ان کے پاس موجود ہیں وہ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح جو صحابہ بھی گذر چکے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ جاتے تھے تو سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر وہ حلال نہیں ہوتے تھے اور میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے وہ مکہ جا کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں اور حلال نہیں ہوتی تھیں۔ اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن اور حضرت زبیر اور فلاں فلاں شخص نے فقط عمرہ کیا جب انھوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو حلال ہو گئے اور عراقی نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔

۲۸۹۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُحْرِمِيْنَ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم رہے اور جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے، میرے پاس ہدی نہیں تھی میں حلال ہو گئی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی تھی وہ حلال نہیں ہوئے، حضرت اسماء کہتی ہیں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ ھَدْیٌ فَلْیَقُمْ عَلٰی اِحْرَامِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَکُنْ مَّعَہٗ ھَدْیٌ فَلْیَحْلِلْ فَلَمْ یَکُنْ مَّعِیَ ھَدْیٌ فَحَلَلْتُ وَکَانَ مَعَ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ھَدْیٌ فَلَمْ یَحْلِلْ قَالَتْ فَلَبِسْتُ ثِیَابِیْ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَلَسْتُ اِلَی الزُّبَیْرِ فَقَالَ قُوْمِیْ عَنِّیْ فَقُلْتُ اَتَخْشٰی اَنْ اَثِبَ عَلَیْکَ۔

میں اپنے کپڑے پہن کر گئی اور حضرت زبیر کے پاس جا بیٹھی، حضرت زبیر نے کہا میرے پاس سے اٹھو! میں نے کہا کیا تم کو یہ خدشہ ہے کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی۔!

۲۸۹۹ - وَحَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِیْمِ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ ھِشَامٍ الْمُغِیْرَۃُ ابْنُ سَلَمَۃَ الْمَخْزُوْمِیُّ حَدَّثَنَا وُھَیْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّہٖ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَتْ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُھِلِّیْنَ بِالْحَجِّ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ جُرَیْجٍ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَقَالَ اسْتَرْخِیْ عَنِّیْ اسْتَرْخِیْ عَنِّیْ فَقُلْتُ اَتَخْشٰی اَنْ اَثِبَ عَلَیْکَ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں ہے کہ حضرت زبیر نے ان سے کہا مجھ سے دور ہو، مجھ سے دور رہو۔ حضرت اسماء نے کہا کیا تم کو یہ خدشہ ہے کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی۔

۲۹۰۰ - وَحَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ مَوْلٰی اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ کَانَ یَسْمَعُ اَسْمَآءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ تَقُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَہٗ ھٰھُنَا وَنَحْنُ یَوْمَئِذٍ خِفَافُ الْحَقَائِبِ قَلِیْلٌ ظَھْرُنَا قَلِیْلَۃٌ اَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِیْ عَآئِشَۃُ وَالزُّبَیْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب بھی مقام حجون سے گذرتیں تو فرماتیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر صلوٰۃ نازل فرمائے، ہم آپ کے ساتھ یہاں ٹھہرے تھے ان دنوں ہمارے پاس سامان کم تھا اور سواریاں بھی کم تھیں، اور زاد راہ بھی کم تھا۔ میں، میری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں، فلاں شخص نے عمرہ کیا، ہم بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو کر حلال ہو گئے، پھر شام کو ہم نے حج کا احرام باندھا۔

عنهم فلما مسحنا البيت أحللنا ثم أهللنا من العشي بالحج قال هارون في روايته إن مولى أسماء ولم يسم عبد الله۔

۲۹۰۱ - حدثني محمد بن حاتم حدثنا روح بن عبادة حدثنا شعبة عن مسلم القري قال سألت ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن متعة الحج فرخص فيها وكان ابن الزبير رضي الله تعالى عنه ينهى عنها فقال هذه أم ابن الزبير رضي الله تعالى عنها تحدث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص فيها فادخلوا عليها فاسألوها قال فدخلنا عليها فإذا امرأة ضخمة عمياء فقالت قد رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها۔

مسلم قری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا آیا حج میں تمتع کرنا جائز ہے؟ انہوں نے اس کی اجازت دیدی، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا یہ حضرت ابن الزبیر کی والدہ ہیں جو یہ حدیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی اجازت دی، ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو، لوگوں نے جاکر حضرت ابن الزبیر کی والدہ سے یہ سوال کیا وہ ایک بھاری جسم کی نابینا عورت تھیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی اجازت دی ہے۔

۲۹۰۲ - وحدثناه ابن مثنى حدثنا عبد الرحمن ح وحدثناه ابن بشار حدثنا محمد يعني ابن جعفر جميعا عن شعبة بهذا الإسناد فأما عبد الرحمن ففي حديثه المتعة ولم يقل متعة الحج وأما ابن جعفر فقال قال شعبة قال مسلم لا أدري متعة الحج أو متعة النساء۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے بعض راویوں نے متعہ کا لفظ استعمال کیا ہے، متعۃ الحج کا لفظ نہیں اور امام مسلم نے کہا پتہ نہیں اس سے متعۃ الحج مراد ہے یا متعۃ النساء۔

۲۹۰۳ - وحدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي حدثنا شعبة حدثنا مسلم القري سمع ابن عباس رضي الله تعالى عنهما يقول أهل النبي صلى الله عليه وسلم بعمرة وأهل أصحابه بحج فلم يحل

مسلم قری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا، پھر (عمرہ کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہوئے نہ وہ صحابہ جو ہدی لائے تھے، اور باقی صحابہ حلال ہو گئے، اور طلحہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَحَلَّ بَقِيَّتُهُمْ فَكَانَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ مِمَّنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمْ يَحِلَّ۔

بن عبید اللہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے ساتھ ہدی تھی اور وہ حلال نہیں ہوئے۔

۲۹۰۴- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَحَلَّا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ اور ایک اور شخص کے پاس ہدی نہیں تھی اور وہ دونوں حلال ہو گئے۔

بَابُ ۳۶۹ جَوَازِ الْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز

۲۹۰۵- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (زمانہ جاہلیت میں) لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کے مہینہ کو صفر قرار دیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ جب اونٹنیوں کی پیٹھیں اچھی ہو جائیں اور راستہ سے حاجیوں کے نشان قدم مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ جب ذوالحج کی چار تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ احرام باندھے ہوئے مکہ میں آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اس احرام کو عمرے کا احرام کر ڈالو، صحابہ کرام پر یہ بات گراں گذری۔ انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ہم کس طرح حلال ہوں فرمایا پورے حلال ہو جاؤ۔

۲۹۰۶- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چار ذوالحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کا احرام باندھے ہوئے آئے، آپ نے صبح کی نماز پڑھی، صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص اس احرام کو عمرے کا احرام قرار دینا چاہے وہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَقَدِمَ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَقَالَ لَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً.

اس کو عمرے کا احرام قرار دے دے۔

۲۹۰۷- وَحَدَّثَنَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْمُبَارَكِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رَوْحٌ وَيَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ فَقَالَا كَمَا قَالَ نَصْرٌ أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَمَّا أَبُو شِهَابٍ فَفِي رِوَايَتِهِ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُهِلُّ بِالْحَجِّ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا فَصَلَّى الصُّبْحَ بِالْبَطْحَاءِ خَلَا الْجَهْضَمِيِّ فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ.

ایک اور سند سے یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، روح اور یحییٰ بن کثیر نے نصر کی طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ابو شہاب کی روایت میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم سب حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور جہضمی کی روایت کے علاوہ باقی سب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بطحا میں صبح کی نماز پڑھی۔

۲۹۰۸- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّدُوسِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِأَرْبَعٍ خَلَوْنَ مِنَ الْعَشْرِ وَهُمْ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔

۲۹۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِذِي طُوًى وَقَدِمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز مقام ذوطوی میں پڑھی، اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، اور صحابہ کو حکم دیا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔

لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُحَوِّلُوا إِحْرَامَهُمْ بِعُمْرَةٍ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔

۲۹۱۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ فَإِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرہ ہے جس سے ہم نے نفع حاصل کیا ہے، پس جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ پوری طرح حلال ہو جائے کیونکہ قیامت تک کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

۲۹۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ الضُّبَعِيَّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ عَنْ ذٰلِكَ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَنِي بِهَا قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَنِمْتُ فَأَتَانِي آتٍ فِي مَنَامِي فَقَالَ عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ قَالَ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے تمتع کیا، لوگوں نے مجھ کو اس سے منع کیا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر ان سے تمتع کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا۔ میں جا کر بیت اللہ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کسی آنے والے نے میرے پاس آکر کہا عمرہ قبول کیا گیا اور حج کو نیک قرار دیا گیا ہے۔ میں نے حضرت ابن عباس کے پاس آکر انھیں اپنا خواب سنایا، انھوں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

کفّار کے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۹۰۵ میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین پر سب سے بڑا گناہ خیال کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بری رسم کو مٹایا اور حج کے مہینوں میں اپنے اصحاب سے عمرہ کرایا، مشرکین جاہلیت محرم کو صفر قرار دیتے تھے، اور محرم کو مؤخر کر دیتے تھے اور اس ماہ کو اپنے لیے حلال کر لیتے تھے، اور اس سے ان کی

غرض بدبختی کہ مسلسل تین حرمت والے مہینوں کی وجہ سے ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت کے تسلسل میں فرق پڑتا تھا اس لیے وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو گمراہی قرار دیا اور فرمایا انما النسیٓء زیادۃ فی الکفر "مہینوں کو مؤخر کرنا کفر میں زیادتی ہے۔"

باب ۳۷ اِشْعَارِ الْبُدْنِ وَ تَقْلِیْدِہٖ عِنْدَ الْاِحْرَامِ

احرام کے وقت قربانی میں اشعار کرنا اور قلادہ ڈالنا

۲۹۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ اَبِیْ عَدِیٍّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِہٖ فَاَشْعَرَھَا فِیْ صَفْحَۃِ سَنَامِھَا الْاَیْمَنِ وَ سَلَتَ الدَّمَ وَقَلَّدَھَا نَعْلَیْنِ ثُمَّ رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِہٖ عَلَی الْبَیْدَآءِ اَھَلَّ بِالْحَجِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے کوہان کے اوپر داہنی طرف اشعار کیا (چیر دیا۔) جس سے خون بہا، پھر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، جب مقام بیداء پر اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے حج کا احرام باندھا۔

۲۹۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ھِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ فِیْ ھٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ شُعْبَۃَ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتٰی ذَا الْحُلَیْفَۃِ وَلَمْ یَقُلْ صَلّٰی بِھَا الظُّھْرَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ آئے اس میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

مسئلہ اشعار میں شوافع کا احناف پر اعتراض

اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب کو چھری یا کسی اور دھار دار آلہ سے زخمی کرنا اور اس کا خون بہانا اشعار کہلاتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں اشعار کرنا مستحب ہے جمہور متقدمین اور متاخرین کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار بدعت ہے کیونکہ یہ جانور کو مثلہ کرنا ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ اشعار کے بارے میں احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے، اور یہ مثلہ کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ فصد، ختان اور داغ لگانے کی مثل ہے[1]

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ ھ

مسئلہ اشعار میں احناف کا جواب

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مستحسن ہے اور اگر اشعار کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اشعار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نشتر یا دھار دار چیز سے اونٹ کے کوہان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک جانب کی کھال کو کاٹا جائے حتیٰ کہ اس سے خون نکلے پھر اس خون میں اس کے کوہان کو لتھیڑا جائے اس عمل کو اشعار کہتے ہیں کیونکہ اس سے ہدی کی علامت قائم ہو جاتی ہے اور اشعار کا معنی اعلام ہے۔ ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ کوہان کی بائیں جانب اشعار کیا جاتا ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اونٹوں میں اشعار کیا اور صحابہ سے بھی اشعار مروی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں قرار دیا اور امام ابوحنیفہ اشعار کو کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ بکثرت احادیث سے اشعار کا ثبوت ہے۔ امام ابوحنیفہ نے صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ بہت گہرائی میں نشتر کو گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا تھا۔ خاص طور پر حجاز کی گرمیوں میں، لہٰذا انھوں نے عام لوگوں کو اس سے روکنے کے لیے یہ کہا کہ اشعار مکروہ ہے کیونکہ وہ اشعار کو صحیح طریقہ سے نہیں کرتے تھے، لیکن جو لوگ اشعار کرنا جانتے ہوں بایں طور کہ اونٹ کی کھال کاٹیں اور اس کا گوشت نہ کاٹیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

باب ۳۷ قَوْلِهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا هٰذَا الْفُتْيَا الَّتِي قَدْ تَشَغَّفَتْ أَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ

حضرت ابن عباس سے لوگوں کا کہنا کہ آپ کے فتویٰ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَسَّانَ الْأَعْرَجَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي الْهُجَيْمِ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هٰذَا الْفُتْيَا الَّتِي قَدْ تَشَغَّفَتْ أَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ أَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقَالَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ رَغِمْتُمْ

اعرج کہتے ہیں کہ بنو ہجیم کے ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا اس فتویٰ سے لوگوں میں شور مچ گیا ہے کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا وہ حلال ہو گیا، حضرت ابن عباس نے کہا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، خواہ تم کو ناگوار ہو۔

۲۹۱۵ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ

ابو حسان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ لوگوں میں اس مسئلہ سے بہت شور مچ گیا ہے کہ جس

---

[1] - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ،

يَحْيٰى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ قَدْ تَفَشَّغَ بِهِ النَّاسُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ الطَّوَافُ عُمْرَةٌ فَقَالَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ رَغِمْتُمْ۔

نے بیت اللہ کا طواف کر لیا وہ حلال ہو گیا اور وہ اس کو عمرہ کر لے، حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، خواہ تم کو ناگوار ہو۔

۲۹۱۶۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ حَاجٌّ وَلَا غَيْرُ حَاجٍّ اِلَّا حَلَّ قُلْتُ لِعَطَاءٍ مِنْ اَيْنَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ فَقَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ هُوَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ وَقَبْلَهُ كَانَ يَاْخُذُ ذٰلِكَ مِنْ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَحِلُّوْا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے حلال ہو جاتا ہے خواہ وہ شخص حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا ہو۔ راوی نے عطا سے پوچھا کہ ابن عباس نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا، انھوں نے کہا قرآن مجید کی اس آیت سے ثم محلها الی البیت العتیق ۔ ”قربانی کے ذبح ہونے کی جگہ بیت اللہ ہے۔“ راوی نے کہا قربانی تو عرفات سے آنے کے بعد ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا حضرت ابن عباس یہی کہتے ہیں خواہ وہ عرفات سے پہلے ہو یا بعد، اور اس کا استنباط وہ اس حدیث سے کرتے تھے جب حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن عباس کی رائے کے تفرد کا بیان

اس باب کی احادیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا طواف قدوم کے بعد حلال ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس اپنے اس فتویٰ میں منفرد تھے، جمہور صحابہ اور تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے کسی نے حضرت ابن عباس کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا، حضرت ابن عباس کے علاوہ باقی تمام فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف طواف قدوم سے حلال نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عرفات میں قیام کرے، مزدلفہ میں رات گذارے، جمرہ عقبہ کی رمی کرے، سر منڈائے اور طواف زیارت کرے۔ حضرت ابن عباس نے قرآن مجید کی آیت ثم محلها الی البیت العتیق سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ طواف قدوم کے بعد حج کرنے والا حلال ہو جاتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہدی صرف حرم میں ذبح کی جاتی ہے اور اگر ”محل“ کا مطلب احرام سے حلال ہونا ہو تو محض ہدی کے حرم پہنچنے سے حلال ہو جانا چاہیے خواہ طواف قدوم بھی نہ کیا ہو، حضرت ابن عباس کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جن صحابہ کے پاس

ہوئی نہیں تھی انھیں حلال ہونے کا حکم دیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کر لیں اور یہ حکم صرف اس سال کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ ہم دلائل سے بیان کر چکے ہیں، اس لیے یہ حدیث اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ صرف طواف قدوم کر کے حلال ہو سکتا ہے۔

بَابُ ۳۷۲ جَوَازِ تَقْصِيْرِ الْمُعْتَمِرِ مِنْ شَعْرِهٖ وَاَنَّهٗ لَا يَجِبُ حَلْقُهٗ وَاَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ كَوْنُ حَلْقِهٖ اَوْ تَقْصِيْرِهٖ عِنْدَ الْمَرْوَةِ.

عمرہ کرنے والے کے سر منڈانے اور بال کٹانے کا بیان

۲۹۱۷- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِيْ مُعَاوِيَةُ عَلِمْتَ اَنِّيْ قَدْ قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ فَقُلْتُ لَهٗ لَا اَعْلَمُ هٰذِهٖ اِلَّا حُجَّةً عَلَيْكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم جانتے ہو کہ میں نے مروہ کے قریب تیر کے پیکان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال کاٹے تھے! میں نے ان سے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ اس کے آپ ذمہ دار ہیں۔

۲۹۱۸- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ مُعَاوِيَةَ ابْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ وَّهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ اَوْ رَاَيْتُهٗ يُقَصَّرُ بِمِشْقَصٍ وَّهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے مروہ پر تیر کے پیکان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاٹے یا کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ مروہ پر تیر کے پیکان سے بال کٹوا رہے ہیں۔

حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق

حج اور عمرہ کرنے والا حرم میں جس جگہ بھی بال کٹائے یا سر منڈائے جائز ہے لیکن عمرہ کرنے والے کے لیے مروہ کے پاس اور حج کرنے والے کے لیے منیٰ میں بال کٹانا یا سر منڈانا افضل اور مستحب ہے، اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ عمرہ جعرانہ کا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں حلق کرایا تھا، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال بطور تبرک تقسیم کیے تھے، اس لیے حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کے واقعہ کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس واقعہ کو سات ہجری کے عمرۃ القضاء پر محمول کرنا صحیح ہے کیونکہ حضرت معاویہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ حضرت معاویہ آٹھ ہجری فتح مکہ کے سال میں اسلام

لائے تھے اور آٹھ ہجری میں عمرۃ الجعرانہ واقع ہوا اس لیے یہ واقعہ بھی عمرۃ الجعرانہ کا ہے۔

بَابُ ۲۷۳ جَوَازِ التَّمَتُّعِ فِي الْحَجِّ وَالْقِرَانِ

تمتع اور قران کا جواز

۲۹۱۹ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَرُحْنَا إِلَى مِنًى أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم بلند آواز سے حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے ہدی روانہ کی ہے ان کے سوا باقی لوگ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں پھر جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی تو ہم منیٰ گئے اور ہم نے حج کا احرام باندھا۔

۲۹۲۰ - وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم باآواز بلند حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔

۲۹۲۱ - حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا۔

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما متعول میں اختلاف کر رہے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دو متعہ کیے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ان سے منع کر دیا، پھر ہم نے ان کو نہیں کیا۔

۲۹۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ قَالَ أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے، حضرت علی نے کہا میں نے وہی نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے، آپ نے فرمایا اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔

۲۹۲۳- وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ بَهْزٍ لَحَلَلْتُ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی روایت ہے۔

۲۹۲۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ صُهَيْبٍ وَحُمَيْدٍ أَنَّهُمْ سَمِعُوا أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔

۲۹۲۵- وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي إِسْحَاقَ وَحُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ يَحْيَى سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا وَقَالَ حُمَيْدٌ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔ ایک اور روایت ہے حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ۔ کہتے ہوئے سنا۔

۲۹۲۶- وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَمْرٌو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

النَّاقِدُ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بلاشبہ حضرت ابن مریم فج الروحاء میں حج یا عمرہ یا دونوں کا تلبیہ کہیں گے۔

۲۹۲۷- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، اس میں ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔

۲۹۲۸- وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

باآواز بلند تلبیہ کہنے کے احکام

حدیث نمبر ۲۹۱۹ میں بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا ذکر ہے، اس میں سب کا اتفاق ہے بشرطیکہ اتنے زور سے آواز بلند نہ کرے جس سے اس کو تکلیف ہو، عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے بلکہ دل ہی دل میں تلبیہ کہے کیونکہ اس کی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور مرد کے لیے آواز بلند کرنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے، البتہ غیر مقلدین نے واجب کہا ہے۔ بیت اللہ، مسجد منیٰ اور مسجد عرفات کے علاوہ باقی مساجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عام مساجد میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے، جیسا کہ ان تین مساجد میں جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ باقی مساجد میں بلند آواز سے ذکر نہ کرے تاکہ لوگوں کی عبادت میں خلل نہ ہو، ان تین مساجد میں چونکہ حج کی عبادات انجام دی جاتی ہیں اس لیے ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ذکر بالجہر خیال رہے کہ جب لوگوں کی عبادات میں خلل کا اندیشہ نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر متوسط جہر کیا جائے تو لوگوں کی عبادات میں خلل نہیں پڑتا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے تھے [1] اور یہ اس کو

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ،

مستلزم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بلند آواز سے ذکر کیا جس کو حضرت ابن الزبیر نے سنا غالباً اسی وجہ سے شیخ ولی الدین عراقی نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر کی اس روایت کو اس طرح ذکر کیا ہے: وعن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الٰہ الا اللہ - الحدیث "حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد باآواز بلند فرماتے تھے" لا الٰہ الا اللہ"

صاحب مشکوٰۃ کا مسلم کے حوالے سے بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کے الفاظ نقل کرنے کا بیان۔

شیخ ولی الدین عراقی نے حضرت ابن الزبیر کی اس روایت کو مسلم کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور صحیح مسلم میں "بصوتہ الاعلیٰ" کے الفاظ نہیں ہیں لیکن حضرت ابن الزبیر کی روایت میں ان الفاظ کا معنی موجود ہے کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے حضرت ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ" کا ذکر کرتے تھے اور حضرت ابن الزبیر کا یہ بیان کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ حضرت ابن الزبیر اس ذکر کو سنتے تھے اور ذکر کو سننا اس بات کو مستلزم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ذکر بلند آواز سے کرتے تھے، شیخ ولی الدین عراقی نے اس معنی پر نظر کرتے ہوئے بصوتہ الاعلیٰ کے الفاظ ذکر کر دیے جو اگرچہ صراحۃً تو ابن الزبیر نے نہیں کہے لیکن ان کی روایت میں یہ معنی موجود ہے اس لیے اس روایت پر نظر کرتے ہوئے انھوں نے ابن الزبیر سے اس طرح روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہتے تھے "لا الٰہ الا اللہ" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بَابُ ۳۷ بَيَانِ عَدَدِ عُمَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَمَانِهِنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد

۲۹۲۹ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِيْ مَعَ حَجَّتِهٖ عُمْرَةً مِّنَ الْحُدَيْبِيَةِ اَوْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنْ جِعْرَانَةَ حَيْثُ قَسَمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور یہ سب ذوالقعدہ میں کیے ہیں، سوا اس ایک عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا، ایک عمرہ حدیبیہ تھا جو (صلح) حدیبیہ کے زمانہ میں ذوالقعدہ میں کیا، دوسرا اس کے بعد والے سال ذوالقعدہ میں کیا، تیسرا عمرہ جعرانہ جب آپ نے غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا، یہ بھی ذوالقعدہ میں کیا، اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

لہ شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۸۸، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

غَنَائِمِ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ۔

۲۹۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَمْ حَجَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَجَّةً وَاحِدَةً وَاعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَدَّابٍ۔

قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے۔ انھوں نے کہا کہ (فرضیت حج کے بعد) آپ نے ایک حج کیا ہے اور چار عمرے کیے ہیں۔

۲۹۳۱ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ ابْنَ أَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ وَبِمَكَّةَ أُخْرٰى۔

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات میں شرکت کی ہے؟ انھوں نے کہا سترہ میں۔ اور حضرت زید بن ارقم نے مجھے بتلایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس غزوات میں شرکت کی ہے۔ اور، ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے جو حجۃ الوداع ہے۔ ابواسحٰق نے کہا کہ مکہ میں رہتے ہوئے آپ نے ایک اور حج بھی کیا۔

۲۹۳۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ مُسْتَنِدَيْنِ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا وَإِنَّا لَنَسْمَعُ ضَرْبَهَا بِالسِّوَاكِ تَسْتَنُّ قَالَ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَيْ أُمَّتَاهُ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ وَمَا يَقُولُ قُلْتُ يَقُولُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسواک کر رہی تھیں اور ہم ان کی مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے، میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے میری ماں! کیا آپ نہیں سن رہی جو ابوعبدالرحمٰن کہہ رہے ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے! حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَجَبٍ فَقَالَتْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِأَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَعَمْرِيْ مَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ وَّمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ وَّمَا اعْتَمَرَ مِنْ عُمْرَةٍ إِلَّا وَإِنَّهُ لَمَعَهُ قَالَ وَابْنُ عُمَرَ يَسْمَعُ فَمَا قَالَ لَا وَلَا نَعَمْ سَكَتَ۔

ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے مجھے اپنی زندگی کی قسم آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا، آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا اور آپ نے جب بھی عمرہ کیا تو ابن عمر آپ کے ساتھ تھے، عروہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر یہ سب سن رہے تھے انھوں نے نہ کہا نہ ہاں کہا وہ خاموش رہے۔

۲۹۳۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلٰوتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ فَكَرِهْنَا أَنْ نُكَذِّبَهُ وَنَرُدَّ عَلَيْهِ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ أَلَا تَسْمَعِيْنَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى مَا يَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَتْ وَمَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهُوَ مَعَهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ قَطُّ۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں اور عروہ مسجد نبوی میں گئے وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے حضرت ابن عمر سے اس نماز کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عمر نے فرمایا بدعت ہے، پھر عروہ نے ان سے دریافت کیا اے ابوعبدالرحمٰن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے ہیں؟ انھوں نے کہا چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے، ہم نے ان کی بات کا رد کرنا یا جھٹلانا ناپسند کیا، پھر ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے کہا اے ام المومنین! کیا آپ سن رہی ہیں ابوعبدالرحمٰن کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا وہ کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا ابوعبدالرحمٰن ان کے ساتھ تھے اور آپ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق

حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رجب میں عمرے کا انکار کیا، پہلا عمرہ چھ ہجری میں حدیبیہ کے سال ذوالقعدہ میں کیا جس میں آپ کو اور صحابہ کو روک دیا گیا اور آپ اور صحابہ حلال ہو گئے اس کو بھی عمرہ شمار کیا گیا، دوسرا اگلے سال ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں، یہ سات ہجری میں کیا تھا، تیسرا عمرہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے سال کیا اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے سال کیا، اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور اس کے افعال ذوالحج میں کیے، جب حضرت عائشہ نے حضرت ابن عمر کے قول کا انکار کیا تو حضرت ابن عمر خاموش رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عمر کو یاد نہیں رہا تھا یا شبہ پڑ گیا تھا اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے بحث کی نہ ان کی بات کا انکار کیا۔

قاضی عیاض نے یہاں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا اس لیے کل تین عمرے ہوئے علامہ نووی نے اس کا شدید رد کیا ہے اور کہا کہ روایات کثیرہ صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا اور قاضی عیاض نے جو کچھ لکھا ہے وہ باطل ہے۔

نمازِ چاشت کے بدعت ہونے کی توضیح

حضرت ابن عمر نے اس حدیث میں چاشت کی نماز کو بدعت کہا ہے حالانکہ چاشت کی نماز سنت سے ثابت ہے، علامہ نووی نے اس کی توضیح میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہونا اور اس کا اظہار کرنا بدعت ہے اور اس کی اصل سنت ہے، تاہم چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہونا حضرت ابن عمر کے نزدیک بدعت سیئہ نہیں تھی ورنہ لوگوں کو اس سے منع کرتے۔ [1]

جلد اول کتاب الصلوۃ میں ہم نے اس مسئلہ کی مکمل بحث لکھ دی ہے۔

بَابُ ۳۷۵ فَضْلِ الْعُمْرَةِ فِي رَمَضَانَ

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی فضیلت

۲۹۳۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُنَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَنَسِيتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَّا نَاضِحَانِ فَحَجَّ أَبُو وَلَدِهَا وَابْنُهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے کہا (راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس عورت کا نام بھی لیا تھا لیکن میں بھول گیا) تم ہمارے ساتھ حج کرنے کیوں نہیں جاتیں، اس نے کہا ہمارے پانی لانے کے دو ہی اونٹ تھے ایک پر میرا شوہر اور بیٹا حج کرنے کے لیے گیا ہوا ہے اور دوسرا اونٹ ہمارا پانی لانے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

عَلٰی نَاضِحٍ وَّتَرَكَ لَنَا نَاضِحًا نَنْضِحُ عَلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِيْ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ تَعْدِلُ حَجَّةً.

عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

۲۹۳۵- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا اُمُّ سِنَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا مَنَعَكِ اَنْ تَكُوْنِيْ حَجَجْتِ مَعَنَا قَالَتْ نَاضِحَانِ كَانَا لِاَبِيْ فُلَانٍ زَوْجِهَا حَجَّ هُوَ وَابْنُهُ عَلٰى اَحَدِهِمَا وَكَانَ الْاٰخَرُ يَسْقِيْ عَلَيْهِ غُلَامُنَا قَالَ فَعُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَّعِيْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت جسے ام سنان کہا جاتا تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس نے کہا میرے شوہر کے دو اونٹ تھے ایک پر وہ اور اس کا بیٹا حج کے لیے گیا ہے اور دوسرے پر ہمارا غلام پانی لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

بَابُ ۳۷۶ اِسْتِحْبَابِ دُخُوْلِ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَالْخُرُوْجِ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى

مکہ مکرمہ میں بالائی حصہ سے داخل ہونے اور نچلے حصہ سے نکلنے کا استحباب

۲۹۳۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت والے راستہ سے نکلتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو بالائی گھاٹی سے داخل ہوتے اور جب وہاں سے نکلتے تو نچلی گھاٹی سے نکلتے۔

۲۹۳۷- وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

وَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ زُهَيْرٌ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ۔

۲۹۳۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا وَ خَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لاتے تو بالائی جانب سے داخل ہوتے اور جب لوٹتے تو نیچے کی جانب سے لوٹتے۔

۲۹۳۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ فَكَانَ أَبِي يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ أَبِي أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء کی جانب سے داخل ہوئے جو مکہ کا بالائی حصہ ہے، ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ان دونوں جانبوں سے داخل ہوتے رہتے اور اکثر کداء کی جانب سے داخل ہوتے تھے۔

مکہ میں آتے جاتے وقت راستہ تبدیل کرنے کی حکمت

مکہ میں آنے اور جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستوں کو تبدیل کرنا نیک شگون کے لیے تھا، تاکہ راستہ کا تغیر حالات کے خوشگوار تغیر پر دلالت کرے، اور تاکہ دونوں راستے عبادت کی گواہی دیں، اور دونوں طرف کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی برکات سے نوازیں جیسا کہ عید میں کیا جاتا تھا۔

بَابُ ۳۷ اِسْتِحْبَابِ الْمَبِيتِ بِذِي طُوًى عِنْدَ إِرَادَةِ دُخُولِ مَكَّةَ وَالْاِغْتِسَالِ لِدُخُولِهَا وَدُخُولِهَا نَهَارًا

مکہ میں داخل ہوتے وقت ذی طوی میں رات گذارنے کا استحباب

۲۹۴۰- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے تک ذی طوی میں رات گذاری پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، ابن سعید کی روایت

وَسَلَّمَ بَاتَ بِذِی طُوًی حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَکَّۃَ قَالَ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَفْعَلُ ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ سَعِیْدٍ حَتّٰی صَلَّی الصُّبْحَ قَالَ یَحْیٰی اَوْ قَالَ حَتّٰی اَصْبَحَ۔

میں ہے حتی کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ یا کہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

۲۹۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَ لَا یَقْدَمُ مَکَّۃَ اِلَّا بَاتَ بِذِی طُوًی حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَغْتَسِلَ ثُمَّ یَدْخُلُ مَکَّۃَ نَھَارًا وَیَذْکُرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ فَعَلَہٗ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب بھی مکہ آتے تھے، ذی طوی میں رات گذارتے تھے حتی کہ صبح کرتے اور غسل کرتے پھر دن میں مکہ داخل ہوتے تھے، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

۲۹۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْمُسَیَّبِیُّ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ یَعْنِی ابْنَ عِیَاضٍ عَنْ مُوْسَی ابْنِ عُقْبَۃَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْزِلُ بِذِی طُوًی وَیَبِیْتُ بِہٖ حَتّٰی یُصَلِّیَ الصُّبْحَ حِیْنَ یَقْدَمُ مَکَّۃَ وَمُصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ عَلٰی اَکَمَۃٍ غَلِیْظَۃٍ لَیْسَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ وَلٰکِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ عَلٰی اَکَمَۃٍ غَلِیْظَۃٍ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مکہ تشریف لاتے تو ذی طوی میں اترتے اور رات وہیں گذارتے حتی کہ صبح کی نماز پڑھتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ ایک بڑے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں ہے جو بعد میں بنائی گئی، لیکن اس کے نیچے ایک بڑے ٹیلے پر ہے۔

۲۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْمُسَیَّبِیُّ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ یَعْنِی ابْنَ عِیَاضٍ عَنْ مُوْسَی ابْنِ عُقْبَۃَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَیِ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجَبَلِ الطَّوِیْلِ نَحْوَ الْکَعْبَۃِ یَجْعَلُ الْمَسْجِدَ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِطَرَفِ الْاَکَمَۃِ وَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طویل پہاڑ کے دونوں چوٹیوں کے درمیان قبلہ کی طرف منہ کرتے اور جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اس کو ٹیلے کے بائیں طرف کر دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ اس کالے ٹیلے سے نیچے ہے۔ اس کالے ٹیلے سے دس ہاتھ چھوڑ کر یا کم و بیش، اور پھر اس لمبے پہاڑ کے دونوں ٹیلوں کی طرف منہ کر کے جو تمہارے اور

مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْاَكَمَةِ السَّوْدَاءِ يَدَعُ مِنَ الْاَكَمَةِ عَشْرَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ يُصَلِّيْ مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

بیت اللہ شریف کے درمیان سے نماز ادا فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

ف:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ جاتے وقت ذی طویٰ میں رات گذارنا چاہیے اور صبح تک وہیں رہے اور صبح کی نماز پڑھ کر، غسل کر کے مکہ میں دن کے وقت داخل ہو۔

باب ۳۷۸ اِسْتِحْبَابِ الرَّمَلِ فِي الطَّوَافِ وَالْعُمْرَةِ فِي الطَّوَافِ الْاَوَّلِ فِي الْحَجِّ

حج اور عمرے کے پہلے طواف میں رمل کا استحباب

۲۹۴۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَّمَشٰى اَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعٰى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو پہلے تین چکروں میں تیز تیز دوڑ کر طواف کرتے اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلتے، اور جب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تو دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۲۹۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدَمُ فَاِنَّهٗ يَسْعٰى ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَمْشِيْ اَرْبَعَةً ثُمَّ يُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) آنے کے بعد جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین مرتبہ دوڑ کر طواف کرتے اور چار مرتبہ معمول کے مطابق چل کر طواف کرتے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے (دوڑ لگاتے)

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۲۹۴۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى قَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ حِينَ يَقْدَمُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لاتے تو حجر اسود کو بوسہ دیتے اور آنے کے بعد پہلے طواف کے سات میں سے تین چکروں میں دوڑتے۔

۲۹۴۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَمَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں رمل فرمایا اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔

۲۹۴۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

۲۹۴۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حَتَّى انْتَهَى

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل فرمایا یہاں تک کہ اس تک تین چکر پورے ہو گئے۔

إِلَيْهِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ۔

۲۹۵۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ وَّابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ الثَّلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں رمل فرمایا۔

۲۹۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ابْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَرَأَيْتَ هَذَا الرَّمَلَ بِالْبَيْتِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَّمَشْيَ أَرْبَعَةِ أَطْوَافٍ أَسُنَّةٌ هُوَ فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ قَالَ فَقَالَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ قُلْتُ مَا قَوْلُكَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا وَّأَصْحَابَهُ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ مِنَ الْهُزَالِ قَالَ وَكَانُوا يَحْسُدُونَهُ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثًا وَّيَمْشُوا أَرْبَعًا قَالَ قُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الطَّوَافِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاكِبًا أَسُنَّةٌ هُوَ فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ قَالَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ قُلْتُ وَمَا قَوْلُكَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثُرَ عَلَيْهِ النَّاسُ يَقُولُونَ هَذَا مُحَمَّدٌ

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ مجھے بیت اللہ کے طواف اور اس میں تین مرتبہ رمل کرنے اور چار مرتبہ معمول کے مطابق چلنے کے بارے میں بتلاؤ، کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم اس کو سنت سمجھنے لگی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو کفار مکہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دُبلے ہونے کی وجہ سے طواف نہیں کر سکتے، انھوں نے کہا کہ مشرکین آپ سے حسد کرتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا ہلا کر تیز تیز چلیں (دوڑیں) اور باقی تین چکروں میں معمول کے مطابق چلیں۔ ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا مجھے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کے بارے میں بھی بتلائیے۔ کیا سوار ہو کر طواف کرنا سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

هٰذَا مُحَمَّدٌ حَتّٰى خَرَجَ الْعَوَاتِقُ مِنَ الْبُيُوْتِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُضْرَبُ النَّاسُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا كَثُرَ عَلَيْهِ رَكِبَ وَالْمَشْيُ وَالسَّعْيُ اَفْضَلُ۔

علیہ وسلم کے پاس بہت ہجوم اکٹھا ہوگیا لوگ کہتے تھے کہ یہ محمد ہیں، یہ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) حتیٰ کہ جوان عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے سے لوگوں کو نہیں ہٹاتے تھے، غرضیکہ جب بھیڑ بہت زیادہ ہوگئی تو آپ سوار ہوگئے اور پیدل چلنا اور دوڑنا افضل ہے۔

۲۹۵۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهِيَ سُنَّةٌ قَالَ صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا۔

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا تھا، اور صفا اور مروہ میں سعی کی تھی اور یہ سنت ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔

۲۹۵۳ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْاَبْجَرِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَانِيْ قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصِفْهُ لِيْ قَالَ قُلْتُ رَاَيْتُهٗ عِنْدَ الْمَرْوَةِ عَلٰى نَاقَةٍ وَقَدْ كَثُرَ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يُدَعُّوْنَ عَنْهُ وَلَا يُكْهَرُوْنَ۔

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس نے کہا مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہا میں نے آپ کو مروہ کے پاس ایک اونٹنی پر دیکھا، آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، کیونکہ صحابہ کی عادت تھی کہ وہ آپ کو چھوڑتے تھے نہ دور ہوتے تھے۔

۲۹۵۴ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ مَكَّةَ وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ غَدًا قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمّٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ تشریف لائے درآں حالیکہ انہیں مدینہ کے بخار نے کمزور کیا ہوا تھا، مشرکین نے کہا تھا کہ کل تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جنہیں بخار نے دبلا کر دیا ہے اور انہیں اس سے تکلیف پہنچی ہے، مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَلَقُوْا مِنْهَا شِدَّةً فَجَلَسُوْا مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الثَّلَاثَةَ اَشْوَاطٍ وَّيَمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ لِيَرَى الْمُشْرِكُوْنَ جَلَدَهُمْ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ هٰؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّ الْحُمّٰى قَدْ وَهَنَتْهُمْ هٰؤُلَاۤءِ اَجْلَدُ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاۤءُ عَلَيْهِمْ۔

اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تین چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا کر دوڑیں) اور دو رکنوں کے درمیان معمول کے مطابق چلیں تاکہ آپ مشرکین کو صحابہ کی توانائی دکھائیں، مشرکین نے دیکھ کر کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ ان کو بخار نے کمزور کر دیا ہے یہ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان کی تھکاوٹ کے خیال سے نہیں دیا تھا۔

۲۹۵۵ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاۤءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا سَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَمَلَ بِالْبَيْتِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں اس لیے رمل کیا تھا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

۲۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ اَهْلُ مَكَّةَ قَوْمًا حُسَّدًا وَّلَمْ يَقُلْ يَحْسُدُوْنَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے اہل مکہ حاسد تھے۔

رمل کی تعریف

علامہ نووی رمل کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ رمل کا معنی ہے دوڑنا یعنی چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیز چلنا [۱]، علامہ ابوالحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ کندھے ہلا ہلا کر اکڑ اکڑ کر چلنا جیسے وہ شخص چلتا ہے جس نے کسی کو للکارا ہو [۲]، رمل صرف طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں سنت ہے، طواف زیارت اور طواف وداع میں رمل نہیں ہے، حضرت ابن عباس کے نزدیک رمل اب سنت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضاء کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو مشرکین نے کہا کہ ان لوگوں کو یثرب کے بخار نے دبلا کر دیا ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار قوت کے لیے خود بھی رمل کیا اور صحابہ کو بھی رمل کا حکم دیا۔

[۱] - علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

[۲] - علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے اور اب مشرکین کو قوت دکھانے کا کوئی معنی نہیں ہے اس لیے اب رمل نہیں ہے، لیکن تمام علماء صحابہ اور تابعین نے حضرت ابن عباس سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو طواف قدوم کیا تھا اس میں بھی رمل کیا تھا حالانکہ فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کر دیا تھا، اس لیے تمام صحابہ تابعین اور بعد کے فقہاء کے اتفاق سے طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل سنت ہے۔[1]

رمل کے احکام

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رمل عورتوں کے لیے مشروع نہیں ہے، جیسے عورتوں کے لیے صفا اور مروہ میں دوڑنا مشروع نہیں ہے اور اگر مرد رمل شروع کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دے تو وہ سنت کا تارک ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، اصحاب مالک کا اس میں اختلاف ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک اس پر دم ہے، اور بعض کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے۔[2]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے رمل کو ترک کیا تو اس نے برا کام کیا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، اسی طرح صفا اور مروہ میں سعی کے ترک سے کچھ واجب نہیں ہے اور طواف میں اس نے اگر حجر اسود کی تعظیم یا کسی اور ادب اور سنت کو ترک کر دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔[3]

تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۲۹۶۱ میں ہے جب ابو الطفیل نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ رمل کو سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، سنت سمجھنے میں سچے ہیں اور اس کو سنت مقصودہ سمجھنے میں جھوٹے ہیں، لیکن حضرت ابن عباس کی اس رائے سے فقہاء صحابہ اور تابعین نے اتفاق نہیں کیا جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے، اسی طرح اس حدیث میں ہے کہ ابو الطفیل نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ صفا اور مروہ میں سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، سچے اس لیے ہیں کہ یہ عذر کی بناء پر سنت ہے اور جھوٹے اس لیے ہیں کہ یہ بالعموم سنت نہیں ہے۔

بَابُ ۳۷۹ اِسْتِحْبَابِ اِسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ فِي الطَّوَافِ

طواف میں یمانی رکنوں کی تعظیم کا استحباب

۲۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے صرف دو ارکان یمانیہ کی تعظیم کرتے تھے۔

---

[1] علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ ھ، عنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۴ ص ۴۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ ھ۔
[3] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ ھ۔

أَنَّهُ قَالَ لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ -

۲۹۵۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنْ أَرْكَانِ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ وَالَّذِي يَلِيهِ مِنْ نَحْوِ دُورِ الْجُمَحِيِّينَ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ارکان میں سے صرف حجر اسود اور اس کے ساتھ والے رکن کی تعظیم کرتے تھے جو بنو جمح کے مکانوں کی سمت ہے۔

۲۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَسْتَلِمُ إِلَّا الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے تھے۔

۲۹۶۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَ وَالْحَجَرَ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم کرتے دیکھا ہے تب سے میں نے ان دو رکنوں کی تعظیم کو کبھی نہیں چھوڑا، شدت میں نہ آسانی میں۔

۲۹۶۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا پھر ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے

عَنْ نَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِیَدِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ یَدَهٗ وَ قَالَ مَا تَرَکْتُهٗ مُنْذُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُهٗ۔

ہوئے دیکھا ہے میں نے کبھی اس کو ترک نہیں کیا۔

۲۹۶۲ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا الطُّفَیْلِ الْبَکْرِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُ غَیْرَ الرُّکْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو یمانی رکنوں کے علاوہ اور کسی رکن کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ارکان بیت اللہ کی تفصیل

بیت اللہ کے چار ارکان ہیں، رکن اسود اور رکن یمانی ان دونوں کو یمانیان کہتے ہیں اور دوسرے دو رکنوں کو شامیان کہتے ہیں۔ رکن اسود میں دو فضیلتیں ہیں ایک تو یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر ہے، دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس میں حجر اسود ہے، اور دوسرے رکن میں صرف یہ فضیلت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر ہے، اور باقی دو رکنوں میں ان میں سے کوئی فضیلت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حجر اسود کی تعظیم بھی کی جاتی ہے اور اس کو بوسہ بھی دیا جاتا ہے اور رکن یمانی کی صرف تعظیم کی جاتی ہے، اس کو بوسہ نہیں دیا جاتا، اور جو دوسرے رکن شامی ہیں ان کی تعظیم کی جاتی ہے نہ ان کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

حجر اسود کی تعظیم

حدیث نمبر ۲۹۶۱ میں ہے حضرت ابن عمر نے حجر اسود کو ہاتھ لگا کر اپنے ہاتھ کو چوم لیا، اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لینا مستحب ہے، یہ اس وقت ہے جب بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے سے عاجز ہو ورنہ جو حجر اسود کے چومنے پر قادر ہو وہ ہاتھ لگانے پر اقتصار نہ کرے۔

باب ۳۸۰ اِسْتِحْبَابِ تَقْبِیْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فِی الطَّوَافِ

طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا بیان

۲۹۶۳ - وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ وَعَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا بخدا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے

شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ اَنَّ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قَبَّلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْحَجَرَ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَّلَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ زَادَ هَارُوْنُ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ عَمْرٌو وَّحَدَّثَنِيْ بِمِثْلِهَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَسْلَمَ۔

دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ اِنِّيْ لَاُقَبِّلُكَ وَاِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَّلٰكِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں! حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

۲۹۶۵ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَّالْمُقَدَّمِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ قَالَ رَاَيْتُ الْاَصْلَعَ يَعْنِيْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُقَبِّلُكَ وَاِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ وَفِيْ رِوَايَةِ الْمُقَدَّمِيِّ وَاَبِيْ كَامِلٍ رَاَيْتُ الْاُصَيْلِعَ۔

عبداللہ بن سرجس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے، اور کہہ رہے تھے بخدا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں، حالانکہ

أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ لَا قَبِّلُكَ وَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ لَمْ أُقَبِّلْكَ۔

میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَالْتَزَمَهُ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ حَفِيًّا۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اس سے چمٹ گئے اور کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بہت چاہتے تھے۔

۲۹۶۸- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ وَلٰكِنِّي رَأَيْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفِيًّا وَلَمْ يَقُلْ وَالْتَزَمَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بہت چاہتے تھے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر حجر اسود سے چمٹ گئے۔

حجر اسود کے فضائل

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں حجر اسود کعبہ کے اس رکن کو کہتے ہیں جو مشرقی دروازے کے قریب ہے اور اب وہ زمین سے دوڑھائی ہاتھ کی بلندی پر ہے، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اٹھائیس ہاتھ کا فاصلہ ہے جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب جنت سے حجر اسود کو اتارا گیا تو یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن بنو آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا، اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند میں عطاء بن سائب ایک راوی ہے جس میں کچھ ضعف ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت ہے جس سے یہ قوی ہو جاتی ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے گناہوں سے ڈرنا چاہیے کیونکہ جب گناہ پتھر میں اثر کر کے اس کو سیاہ کر دیتے ہیں تو گناہوں کے اثر سے دل کا کیا حال ہوتا ہو گا! اور اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اس پتھر کو انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک ہاتھ مس کرتے رہے پھر بھی اس کا رنگ سیاہ ہی رہا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں کے مس کرنے کا تقاضا یہ تھا کہ اس پتھر کی سیاہی دور ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبرت دلانے کے لیے اس کی سیاہی کو برقرار رکھا، تاکہ ہم اس سے عبرت پکڑ کر نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے گناہوں سے بچیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجر اسود اور مقام، جنت کے

یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو سلب کر لیا اور اگر سلب نہ کرتا تو ان کے نور سے مشرق اور مغرب روشن ہو جاتے، یہ حدیث مسند احمد، جامع ترمذی اور صحیح ابن حبان میں ہے اور اس کی سند میں ابو یحییٰ نام کا ایک ضعیف راوی ہے لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہو گئی۔ علامہ قسطلانی نور سلب کرنے کی یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نور اس لیے سلب کر لیا تاکہ اس پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہو جائے جو باعث اجر وثواب ہے اور اگر اس کا نور سلب نہ فرماتا تو اس پر ایمان لانا ایمان بالمشاہدہ ہوتا، اور اجر وثواب ایمان بالغیب میں ہے ایمان بالمشاہدہ میں نہیں ہے۔ [1]

آثارِ صالحین کو بوسہ دینے کے جواز میں فقہاءِ اسلام کی تصریحات

حجر اسود کو بوسہ دینے کی مشروعیت سے فقہاء اسلام نے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور صالحین کے آثار کو بوسہ دینے پر استدلال کیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ زین الدین فرماتے ہیں کہ مقامات شریفہ اور صالحین کے ہاتھوں اور پیروں کو برکت حاصل کرنے کی نیت سے بوسہ دینا مستحسن ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ اپنے جسم میں وہ جگہ دکھائیں جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا، اور وہ حضرت حسن کی ناف تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس جگہ کو بوسہ دیا۔ حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک اس کو بوسہ نہ دے لیتے اور کہتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو چھوا ہے ....۔ اور شیخ زین الدین نے فرمایا کہ مجھ سے حافظ ابوسعید ابن علائی نے کہا کہ میں نے ایک پرانی کتاب میں ابن ناصر اور دیگر محدثین کے ہاتھوں سے لکھا ہوا دیکھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر کو چومنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام احمد نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن العلائی نے کہا کہ ہم نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ کو یہ مقام دکھایا تو وہ بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ تعجب ہے امام احمد میرے نزدیک بہت بزرگ تھے اور ان کا یہ کلام ہے! ابن العلائی نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ہم نے امام احمد سے روایت کیا ہے انھوں نے امام شافعی کی قمیص کو دھو کر اس کا غسالہ (دھوون) پیا اور جب وہ اہل علم کی اس قدر تعظیم کرتے تھے تو صحابہ کے تبرکات کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی تعظیم کے لیے امام احمد کی عقیدت کا کیا حال ہوگا!

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ محب طبری نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی صیف سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف (قرآن مجید کے نسخے) کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے

[1] علامہ احمد بن قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ۔

تو انھیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے [۱]

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی اصل

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھنا مصافحہ کے قائم مقام ہے اس لیے یہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے لیے اصل ہے، نیز لکھتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل نے روضۂ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے [۲]

صالحین اور بزرگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے کے بارے میں احادیث۔

عن وازع بن عامر قال قدمنا. فقيل ذالك رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فاخذنا بيديه ورجليه نقبلها. [۳]

وازع بن عامر کہتے ہیں کہ ہم آئے اور کہا گیا کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو ہم آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے لگے۔

عن صهيب قال رايت عليا يقبل يد العباس و رجليه [۴]

صہیب کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر چومتے ہوئے دیکھا۔

عن ابن عمر انه قبل يد النبى صلى الله عليه وسلم. [۵]

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

عن يحيى بن الحارث الزماری قال لقيت واثلة بن الاسقع فقلت بايعت بيدك هذه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال نعم قلت اعطنى يدك اقبلها فاعطانيها فقبلتها. [۶]

یحیی بن حارث زماری کہتے ہیں کہ میری واثلہ بن الاسقع سے ملاقات ہوئی میں نے کہا آپ نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے، انھوں نے کہا ہاں میں نے کہا اپنا ہاتھ بڑھائیے میں اس کو بوسہ دوں گا انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کو بوسہ دیا۔

عن صفوان بن عسال ان قوما من اليهود

صفوان بن عسال کہتے ہیں کہ یہود کی ایک قوم

۱۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
۲۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۹۶، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ۔
۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۳، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان۔
۴۔ 〃 〃 〃 الادب المفرد، ص ۲۵۴
۵۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۴۲، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ۔
۶۔ 〃 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۴۲،

قبلوا یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رجلیہ [1]

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔

علامہ علی متقی، مصنف عبدالرزاق، بیہقی، اور ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

عن تمیم بن سلمۃ قال قدم عمر الشام استقبلہ ابو عبیدۃ بن الجراح فصافحہ و قبل یدہ ثم خلوا یبکیان فکان تمیم یقول تقبیل الید سنۃ۔ [2]

تمیم بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر شام میں آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کر کے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، پھر وہ دونوں خلوت میں رونے لگے۔ اور تمیم کہتے تھے کہ ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔

حجر اسود کی تعظیم کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۹۶۳ میں ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا، اس کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں حجر اسود کی تعظیم کے بعد اس کو بوسہ دینا مستحب ہے، اسی طرح حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے بایں طور کہ حجر اسود پر پیشانی رکھ دے، پس مستحب یہ ہے کہ پہلے حجر اسود کو تعظیم دے پھر اس کو بوسہ دے، پھر اس پر پیشانی رکھ دے، ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ ابن منذر نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن عباس، طاؤس، امام شافعی اور امام احمد سے اس کو روایت کیا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے ہم نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حدیث روایت کی ہے۔ امام مالک اس مسئلہ میں علماء سے منفرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ حجر اسود پر سجدہ کرنا بدعت ہے اور قاضی عیاض مالکی نے اعتراف کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کی رائے شاذ اور منفرد ہے۔

رکن یمانی کی تعظیم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو بوسہ نہ دے، بلکہ اس کی تعظیم کرنے کے بعد ہاتھ کو چوم لے یہ ہمارا مذہب ہے، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعظیم نہ کرے اور امام مالک اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعظیم کرے اور اس کے بعد ہاتھ نہ چومے اور امام مالک سے ایک روایت ہے کہ وہ اس کو بوسہ دیتے تھے امام احمد سے بھی ایک ایسی روایت ہے۔

حضرت عمر نے حجر اسود سے کہا "تو نفع دیتا ہے نہ نقصان" اس کی تشریح میں فقہاء اسلام کی عبارات

حدیث نمبر ۲۹۶۵ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۵۶۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

[2] علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۹ ص ۲۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قول سے مراد یہ تھی کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء پر برانگیختہ کیا جائے کیونکہ حضرت عمر کے بوسہ دینے کی وجہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تھی، حضرت عمر نے جو یہ کہا تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان، اس سے ان کی غرض نو مسلموں کو توحید پر مستقیم رکھنا تھی، کیونکہ یہ لوگ پتھروں سے محبت کرتے آئے تھے اور ان کی تعظیم کرتے رہے تھے۔ اور ان کی تعظیم سے نفع کی امید اور تعظیم میں کوتاہی سے ضرر کا خوف رکھتے تھے اور بت پرستی کا یہ زمانہ ابھی زیادہ نہیں گذرا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہ انھیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر کہیں کوئی شخص دھوکا کھا جائے اور اس پر حق اور باطل میں التباس اور اشتباہ ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ یہ کام تو ہم اسلام لانے سے پہلے بھی کرتے تھے، اسلام میں بھی یہی چیزیں ہیں، اس لیے انھوں نے ظاہر کیا کہ یہ پتھر بذاتہٖ نفع دیتا ہے نہ نقصان، ہر چند کہ حجر اسود میں شریعت کی اتباع کرنے سے اجر و ثواب کا نفع ہوگا۔ اس لیے ان کے اس کے قول کا معنی یہ ہے کہ اس پتھر کو نفع دینے یا ضرر پہنچانے پر قدرت نہیں ہے، اور یہ پتھر بھی ایک مخلوق ہے جیسی اور مخلوقات ہیں، حضرت عمر نے حج کے ایام میں یہ کلمات کہے تاکہ ہر جگہ کے لوگ یہ کلمات سن لیں اور تمام شہروں میں یہ بات پہنچ جائے۔[1]

علامہ باجی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت حجر اسود کی تعظیم اس طرح کرتے ہیں جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ان کو بالذات نفع پہنچانے والا اعتقاد کرتے تھے تو اس کے اعتقاد کی نفی کی جائے، اس لیے حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو یہ بتلائیں کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اور یہ تعظیم ایسی ہے جیسے بیت اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے یا جیسے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا نہ اس وجہ سے کہ حضرت آدم معبود تھے اور نفع اور ضرر کے مالک تھے، اس لیے انھوں نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا یعنی تیری ذات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے تجھے بوسہ دیا جائے بلکہ تجھے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے بوسہ دیا جاتا ہے۔[2]

علامہ زرقانی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حاکم نے ابو ہارون عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا، جب حضرت عمر نے طواف کیا تو حجر اسود سے متوجہ ہو کر کہا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا یہ کہہ کر حضرت عمر نے بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے! حضرت عمر نے پوچھا اس کا ثبوت کس سے ہے؟ حضرت علی نے کہا قرآن مجید سے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذ اخذ ربك من بنی اٰدم ظهورهم ذريتهم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی شرح المؤطا ج ۲ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۳۳۲ھ

واشہدھم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی ۔ ”اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں!“ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے اقرار کرایا اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں اور ان سے اس کا عہد و پیمان لیا اور اس کو ایک کاغذ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا منہ کھول، اس نے منہ کھولا، اللہ تعالیٰ نے وہ کاغذ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا جو تجھ سے وفا کرے قیامت کے دن اس کی گواہی دینا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور جو شخص اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، پس اے امیر المومنین یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے، حضرت عمر نے کہا میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اس قوم میں رہوں جس میں اے ابوالحسن تم نہ ہو، حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ ان دونوں نے ابو ہارون عمارہ بن جوین عبدی کی احادیث روایت نہیں کیں، اور دوسرے محدثین نے کہا ہے کہ ابو ہارون کو تمام لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور ائمہ کی ایک جماعت نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے، الغرض یہ حدیث ضعیف ہے، علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے جواز سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بھی تعظیم کا مستحق ہو اس کو بوسہ دینا چاہیے خواہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز، امام احمد سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور آپ کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے، بعض حنبلیوں نے اس نقل کی صحت کو مستبعد قرار دیا ہے اور ابن ابی صیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ مصحف (قرآن مجید) اور صالحین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح میں حاکم کی ذکر کردہ اس روایت کو ذکر کیا ہے اور ابو ہارون عمارۃ بن جوین کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ازرقی نے اس روایت کو تاریخ مکہ میں ذکر کیا ہے نیز لکھا ہے کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ جنت کے پتھروں میں سے ہے اس لیے اس کو بوسہ دینا جنت کے آثار کو دیکھ کر خوشی کا اظہار ہے اور ابو عبید نے غریب الحدیث میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے، محب طبری نے بیان کیا ہے کہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اس کی دست بوسی کرتا ہے اور حج اور عمرہ کرنے والے جب بیت اللہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کے لیے اس چیز کے بوسہ دینے کو مشروع کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع خیریہ مصر۔

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی (شرح المؤطا) ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۳۳۲ھ

[3] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

علامہ عسقلانی نے بھی اس حدیث کی تشریح میں حاکم کی اس روایت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو ہارون عبدی بہت ضعیف راوی ہے اور محب طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جو یہ فرمایا کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان یہ اس خدشہ سے فرمایا تھا کہ کہیں بعض جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اسلام میں بھی پتھروں کی اسی طرح تعظیم کی جاتی ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں پتھروں اور بتوں کی تعظیم کی جاتی تھی اور مہلب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے [۱]۔ میری رائے یہ ہے کہ مہلب کا یہ رد صحیح نہیں ہے کیونکہ جن روایات میں حجر اسود کے لیے یمین (دایاں ہاتھ) کا لفظ آیا ہے ان میں یمین سے مراد حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ مثال اور کنایہ کے قبیل سے ہے۔

علامہ قسطلانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہٖ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن جو چیز اس میں مشروع ہے اس پر عمل کرنے سے نفع اور ثواب ہوگا اس کے بعد علامہ قسطلانی نے حاکم سے ابو ہارون عبدی کی وہ روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت علی کا یہ قول ہے کہ یہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے پھر لکھا ہے کہ ہارون عبدی ضعیف راوی ہے نیز لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مسند ابی بکر رضی اللہ عنہ کے آخر میں ایک روایت درج کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرمار ہے تھے میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان پھر آپ نے اس کو بوسہ دیا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ اس اسناد کی تحقیق کرنی چاہیے اگر اس حدیث کی سند صحیح ہے تو حاکم کی روایت قطعاً باطل قرار پائے گی۔ کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ نفع اور ضرر نہیں دیتا تو پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے معارضہ کر کے کہیں کہ نہیں یہ نفع اور ضرر دیتا ہے اور عبدی کو علامہ ذہبی نے بھی ساقط قرار دیا ہے [۲]۔

فقہاء اسلام اور علماء دیوبند کی عبارات کی روشنی میں ذاتی اور عطائی قدرت کی بحث۔

شیخ عثمانی نے بھی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح میں لکھا ہے کہ حجر اسود بذاتہٖ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے بعد مختلف شارحین کے اقوال نقل کیے ہیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تو عبادت کا اصلاً مستحق نہیں ہے جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ جو چیز نفع اور ضرر کی مالک نہ ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہے پس ہمارا حجر اسود کی تعظیم کرنا اور اس کو بوسہ دینا اس پتھر کی ہرگز عبادت نہیں ہے نہ یہ مشرکین کا طریقہ ہے بلکہ یہ محض شعائر اللہ کی تعظیم اور محبت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور آپ کے حکم کی تعمیل ہے [۳]۔

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،
[۲] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ،
[۳] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۳، ۳۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

شیخ انبیٹھوی نے بھی لا لان الحجر ینفع ویضر بذاتہ [1] ۔ لکھ کر یہ واضح کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا [1]

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بغیر اذن الہٰی کے نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (عمدہ ج ۹ ص ۲۴۰)۔ علامہ باجی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (منتقی ج ۲ ص ۲۸۷) علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶) ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مرقات ج ۵ ص ۳۲۵) اور علماء دیوبند میں سے شیخ عثمانی نے (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۲) اور شیخ انبیٹھوی نے (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۰) میں لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ حضرت عمر نے جو حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا تو ایک پتھر ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ تو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد بیان کرتے ہوئے متقدمین علماء اسلام اور خصوصاً علماء دیوبند سب ہی نے بالذات کی قید لگائی ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو نفع رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حق میں حج کی گواہی دے گا وہ یہ نفع ضرور پہنچائے گا۔ اسی اسلوب پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ (اعراف: ۱۸۸) "آپ کہیے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے" علماء اہل سنت یہاں بھی بالذات کی قید لگاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ نفع اور ضرر نہیں پہنچاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ میں نفع رکھا ہے وہ نفع آپ پہنچاتے ہیں کہ آپ کا کلمہ پڑھنے، آپ کی تبلیغ اور آپ کی شفاعت سے اربوں انسانوں کو نفع پہنچے گا اور وہ سب آپ کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ کوئی کم نفع ہے؟ لیکن علماء نجد اور علماء دیوبند اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بالذات کی قید لگانا اور ذاتی اور عطائی اختیارات کی تقسیم خالص مشرکانہ عقیدہ ہے اور یہ قید خانہ زاد اور سینہ زاد ہے قرآن مجید نے آپ کی ذات سے مطلقاً نفع رسانی کی نفی کر دی ہے اور ذاتی اور عطائی کی تقسیم اہل بدعت کی ایجاد اور اختراع ہے وغیرہ وغیرہ، ہم کہتے ہیں کہ آپ ایک پتھر (حجر اسود) کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول لا تنفع میں بالذات کی قید لگائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے لا املك لنفسی میں بالذات کی قید لگائیں تو مجرم قرار پائیں! یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان محمد رسول اللہ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے بلکہ اس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہو گا جب تک وہ محمد رسول اللہ نہیں کہے گا اللہ اکبر! جن کے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے ان کی ذات کی نفع رسانی کا کیا عالم ہو گا! اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے اور ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!۔

---

[1] شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

باب ۳۸۱ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّغَيْرِهٖ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بِمِحْجَنٍ وَنَحْوِهٖ لِلرَّاكِبِ

اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے کا جواز

۲۹۶۹- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر (سوار ہو کر) طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کی تعظیم کی۔

۲۹۷۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهٖ لِاَنْ يَّرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْاَلُوْهُ فَاِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر بیٹھ کر کیا، اور اپنی چھڑی سے حجر اسود کی تعظیم کی، تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوالات کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔

۲۹۷۱- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ بَكْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْاَلُوْهُ فَاِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوالات کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیر رکھا تھا۔

لَمْ يَذْكُرُوا ابْنَ خَشْرَمٍ وَ لَيْسَا لَوْهُ فَقَطْ۔

۲۹۷۲ - وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى الْقَنْطَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلَى بَعِيرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کعبہ کے گرد اپنے اونٹ پر طواف کیا، آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی، آپ نے لوگوں کے ہٹائے جانے کو ناپسند کرنے کے سبب سے سوار ہو کر طواف کیا تھا۔

۲۹۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنَا مَعْرُوفُ ابْنُ خَرَّبُوذَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهُ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ اپنی چھڑی سے حجر اسود کو چھو کر پھر اس چھڑی کو بوسہ دیتے تھے۔

۲۹۷۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ قَالَتْ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا، سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں جس وقت میں نے طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جس میں آپ سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت

حدیث نمبر ۲۹۶۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا، اونٹ پر بیٹھنے کی وجہ یا تو یہ تھی کہ آپ بیمار تھے اور اس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ عذر کی وجہ سے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا جا سکتا ہے جیسا کہ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر بیٹھ کر طواف کی اجازت دی کیونکہ ان کو مرض لاحق تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی آپ کے گرد بہت بھیڑ تھی جس کی وجہ سے آپ لوگوں میں چھپ گئے تھے اور دور کے لوگ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس وجہ سے آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا تاکہ سب لوگ آپ کو دیکھ سکیں، اس باب کی احادیث میں یہی وجہ بیان کی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم دین کا مسجد میں کسی بلند چیز مثلاً کرسی یا تخت پر بیٹھنا جائز ہے۔ امام مالک تخت پر بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے۔

حلال جانوروں کے بول و براز کی طہارت میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے امام مالک اور امام احمد کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے کیونکہ اونٹ کو جب مسجد میں داخل کیا جائے گا تو اس کا پیشاب اور اس کی لید مسجد میں گرے گی اگر یہ چیزیں ناپاک ہوتیں تو اونٹ کو مسجد میں نہ داخل کیا جاتا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک پیشاب اور لید مطلقاً ناپاک ہے خواہ حلال جانوروں کا ہو یا حرام جانوروں کا اور ان کی طرف سے یہ کہا جائے گا کہ اونٹ کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ کب لازم ہے کہ وہ مسجد میں پیشاب یا لید بھی کرے اور اگر وہ پیشاب یا لید بھی کرے تو یہ کب لازم ہے کہ اس کو دھویا نہ جائے حتیٰ کہ اس کے پیشاب اور لید کی طہارت ثابت ہو، آخر عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں لایا جاتا تھا اور آپ نے ان کے لانے کو مقرر رکھا تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ کو گود میں لے کر نماز پڑھی تو کیا اس قسم کی احادیث کو دیکھ کر یہ کہا جائے گا کہ بچوں اور بچیوں کا پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے، اور اگر بچوں کو مسجد میں محض لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مسجد میں پیشاب وغیرہ کریں تاکہ ان کی طہارت کا مسئلہ اٹھے تو اونٹ کو مسجد میں محض لانے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کا پیشاب اور لید پاک ہو۔

بَابُ ۳۸۲ بَيَانِ اَنَّ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رُكْنٌ لَا يَصِحُّ الْحَجُّ اِلَّا بِهٖ

صفا اور مروہ کی سعی حج کا رکن ہے

۲۹۷۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ قُلْتُ لَهَا اِنِّيْ لَاَظُنُّ رَجُلًا لَوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَا ضَرَّهٗ ذٰلِكَ قَالَتْ لِمَ قُلْتُ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَتْ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهٗ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَهَلْ تَدْرِيْ فِيْمَا كَانَ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَنْصَارَ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لِصَنَمَيْنِ عَلٰى

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: تم کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا قرآن مجید میں ہے (ترجمہ:) "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج اور عمرہ کرے اور ان کا طواف کرے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔ (حرج کی نفی سے عروہ نے اباحت کا گمان کیا) حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج یا عمرہ قبول نہیں کریگا جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے اور جس طرح تم نے سمجھا ہے اگر اس طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا جو صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

شَطِّ الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُمَا اِسَافٌ وَّنَائِلَةُ ثُمَّ يَجِيئُونَ فَيَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحْلِقُونَ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ كَرِهُوا اَنْ يَّطُوفُوا بَيْنَهُمَا لِلَّذِي كَانُوا يَصْنَعُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ اِلٰى اٰخِرِهَا قَالَتْ فَطَافُوا۔

اور تم جانتے ہو کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اس کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ساحل سمندر پر دو بت رکھے ہوئے تھے اساف اور نائلہ اور انصار ان کے نام کا احرام باندھتے تھے پھر جا کر صفا اور مروہ میں سعی کرتے (دوڑتے) اور اس کے بعد سر منڈاتے، جب اسلام آیا تو انصار نے زمانہ جاہلیت میں اپنی سعی کے خیال سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو مکروہ جانا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا نفی حرج کا ذکر اباحت بتلانے کے لیے نہیں بلکہ انصار کے دل میں جو کراہت تھی اس کو دور کرنے کے لیے ہے۔)

۲۹۷۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِي اَبِي قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا اَرٰى عَلَيَّ جُنَاحًا اَنْ لَّا اَتَطَوَّفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ لِمَ قُلْتُ لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْاٰيَةَ فَقَالَتْ لَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اِنَّمَا اُنْزِلَ هٰذَا فِيْ اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانُوْا اِذَا اَهَلُّوْا اَهَلُّوْا لِمَنَاةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَا يَحِلُّ لَهُمْ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا قَدِمُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَّ ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَلَعَمْرِيْ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ مَنْ لَّمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کروں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ:) "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج اور عمرہ کرے اور ان کا طواف کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جس طرح تم کہہ رہے ہو اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اگر وہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے! درحقیقت یہ آیت انصار کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو زمانہ جاہلیت میں مناۃ کا احرام باندھتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کو حلال نہیں سمجھتے تھے، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو گئے تو انھوں نے آپ سے اس چیز کا ذکر کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس مجھے اپنی جان کی قسم جو شخص صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہیں کرے گا اس کا حج اللہ پورا نہیں کرے گا۔

۲۹۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرٰى عَلٰى اَحَدٍ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ شَيْئًا وَمَا اُبَالِىْ اَنْ لَّا اَطُوْفَ بَيْنَهُمَا قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ اُخْتِىْ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَافَ الْمُسْلِمُوْنَ فَكَانَتْ سُنَّةً وَاِنَّمَا كَانَ مَنْ اَهَلَّ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِىْ بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوْفُوْنَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ سَاَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَلَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَاَعْجَبَهُ ذٰلِكَ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا كَانَ مَنْ لَّا يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ طَوَافَنَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَجَرَيْنِ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ اِنَّمَا اُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ نُؤْمَرْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَاُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ فِىْ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ۔

تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ جو شخص صفا اور مروہ میں طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور میں اس میں طواف نہ کروں تو کوئی پروا نہیں کرتا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اے بھانجے تم نے یہ غلط کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے صفا اور مروہ میں سعی کی ہے تو یہ سنت ہے (سنت کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے)۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ مشلل میں منات کے لیے احرام باندھتے تھے وہ صفا اور مروہ میں سعی نہیں کرتے تھے، جب اسلام آیا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا جیسا تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ ان کے طواف نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زہری کہتے ہیں میں نے اس کا ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے ذکر کیا تو وہ حضرت عائشہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور کہا یہی تحقیقت علم ہے اور میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ عرب صفا اور مروہ میں طواف نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان دو پتھروں میں ہمارا طواف کرنا افعال جاہلیت میں سے تھا، اور دوسرے انصار یہ کہتے تھے کہ ہمیں بیت اللہ میں طواف کا حکم دیا گیا ہے اور صفا اور مروہ میں طواف کا حکم نہیں دیا گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ابوبکر بن عبدالرحمان نے کہا میرا خیال ہے کہ ان دونوں گروہوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

۲۹۷۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَدْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بِهِمَا۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا .... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرے اس پر صفا اور مروہ کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کو مسنون فرمایا ہے، اب کسی شخص کے لیے ان کے طواف کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

۲۹۷۹ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا هُمْ وَغَسَّانُ يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ فَتَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ذٰلِكَ سُنَّةً فِي آبَائِهِمْ مَنْ أَحْرَمَ لِمَنَاةَ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّهُمْ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ حِينَ أَسْلَمُوا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ انصار اور غسان اسلام قبول کرنے سے پہلے مناۃ کا احرام باندھتے تھے اس لیے وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے اور یہ ان کا آبائی طریقہ تھا کہ جو شخص منات کا احرام باندھتا تھا وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص زائد نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا اور علم والا ہے۔

۲۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار صفا اور مروہ میں سعی کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے حتیٰ کہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَتِ الْاَنْصَارُ یَکْرَھُوْنَ اَنْ یَّطُوْفُوْا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا۔

یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسعت علمی

علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کی وسعت عظیم ذکاوت، وسیع معرفت، ژرف نگاہی اور دقت نظری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس آیت کریمہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے گناہ ساقط کر دیا اور اس آیت میں صفا اور مروہ کی سعی کے وجوب یا عدم وجوب پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس چیز کو بیان کیا اور اس کا شان نزول بیان کیا، اور یہ بتلایا کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے کے بعد صفا اور مروہ میں دوڑنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اگر یہ آیت اس سعی کی اباحت بیان کرنے کے لیے ہوتی جیسا کہ عروہ نے سمجھا تھا اور یہ آیت اس طرح ہوتی فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما "صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فعل واجب ہوتا ہے لیکن انسان سمجھتا ہے کہ وہ ناجائز ہے جیسا کہ کسی شخص نے قضاء ظہر پڑھنی ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا ناجائز ہے یا فجر کی نماز کے بعد قضاء پڑھنا ناجائز ہے تو آپ اسے مسئلہ بتلائیں کہ فجر یا عصر کے بعد نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو آپ کا یہ کہنا قضا کے وجوب کے منافی نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ صفا اور مروہ کی دوڑ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی کے وجوب کے خلاف نہیں ہے۔

صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور بعد کے اکثر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ صفا اور مروہ میں سعی حج کے ارکان میں سے ہے، جس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا اور اس کے ترک کرنے سے جو حج میں کمی ہوتی ہے وہ دم (قربانی) سے پوری نہیں ہو سکتی، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے، بعض متقدمین نے اس کو نفل کہا ہے، اور امام ابوحنیفہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک حج کرنے والا اس کے ترک سے گناہ گار ہو گا اور دم (قربانی) دینے سے اس کی کمی پوری ہو جائے گی اور اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں[1]

صفا اور مروہ کی سعی میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

احناف کے نزدیک صفا اور مروہ میں سعی (دوڑنا) حج میں فرض اور رکن نہیں ہے، بلکہ واجب ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں، اگر کسی شخص نے حج یا عمرہ میں صفا اور مروہ میں سعی (دوڑنے) بالکل چھوڑ دیا تو ہمارے نزدیک اس پر دم واجب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سعی واجب ہے، رکن نہیں ہے اس میں حج اور عمرہ برابر ہیں اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ ھ

واجب کا ترک کرنا دم کو واجب کرتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سعی رکن ہے اور کسی شخص کا حج یا عمرہ سعی کے بغیر پورا نہیں ہوتا، انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ میں سعی کی اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سعی کو لکھ دیا ہے پس سعی کیا کرو اور "لکھا ہوا" رکن ہوتا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صفا اور مروہ میں سعی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا حج اور عمرہ پورا نہیں کرتا، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما "جس شخص نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا، اس کے لیے صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی حرج نہیں ہے، اس قسم کے الفاظ اباحت کے لیے آتے ہیں وجوب کے لیے نہیں آتے، پس اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ سعی واجب نہ ہو لیکن چونکہ اس پر اجماع ہے کہ سعی مباح نہیں ہے اس لیے ہم نے اس ظاہر کو ترک کر دیا اور قرآن مجید میں یہ لفظ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ اساف اور نائلہ (دو بتوں) کی وجہ سے صفا اور مروہ میں سعی سے احتراز کرتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ صفا اور مروہ میں سعی حج کے تابع ہے اور تابع کا حکم اصل سے کم ہوتا ہے اس لیے جب حج فرض ہے تو سعی واجب ہو گی اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے، اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اگر بعینہٖ سعی (دوڑنا) مکتوب (لکھے ہوتے) ہونے کی وجہ سے فرض ہوتا تو صفا مروہ میں چل کر طواف کرنا جائز نہ ہوتا جبکہ حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ میں چل کر طواف کرنا بھی جائز ہے، نیز ایک اور چیز ہے جو طواف کے وجوب پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے تمام کو سعی پر معلق کیا ہے اگر سعی رکن یا فرض ہوتی تو اس پر اصل ادا موقوف ہوتی تمام ہونے کی صفت واجب سے حاصل ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ صفا اور مروہ میں سعی کرنا واجب ہے۔ [1]

باب ۳۸۳ بَيَانِ اَنَّ السَّعْيَ لَا يُكَرَّرُ

سعی کی تکرار نہیں ہوتی

۲۹۸۱ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَصْحَابُهٗ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اِلَّا طَوَافًا وَّاحِدًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے صفا اور مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سعی کی ہے

۲۹۸۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ اِلَّا طَوَافًا وَّاحِدًا طَوَافَهُ الْاَوَّلَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ وہی پہلا طواف کیا تھا

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۵۱-۵۰، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ۔

بَابُ ۳۸۴ اِسْتِحْبَابِ إِدَامَةِ الْحَاجِّ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَشْرَعَ فِي رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم نحر میں جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہنا

۲۹۸۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَدِفْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا ثُمَّ قُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ قَالَ كُرَيْبٌ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں عرفات سے سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ کے بائیں جانب گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے اپنا اونٹ بٹھا کر پیشاب کیا، پھر آپ تشریف لائے اور میں نے آپ کو وضو کرایا، آپ نے خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کا وقت آ گیا ہے، آپ نے فرمایا نماز آگے ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر مزدلفہ تشریف لائے آپ نے وہاں نماز پڑھی اور مزدلفہ کی صبح کو پھر حضرت فضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا' حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

۲۹۸۴ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيسَى ابْنِ يُونُسَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنْ جَمْعٍ قَالَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ میں کنکریاں مارنے تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

عَنْهُمَا اَنَّ الْفَضْلَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

۲۹۸۵ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَكَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعُوْا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتّٰى دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى قَالَ عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِيْ تُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ وَقَالَ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح لوگوں سے کہتے تھے کہ آرام سے چلو، آپ اپنی اونٹنی کو روکتے ہوئے جاتے حتیٰ کہ آپ وادی محسر میں داخل ہوئے۔ محسر منیٰ میں ہے، وہاں آپ نے فرمایا کہ کنکریاں مارنے کے لیے کنکریاں چن لو، حضرت فضل نے کہا کہ جمرہ کی رمی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

۲۹۸۶ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِهِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِيَدِهِ كَمَا يَخْذِفُ الْاِنْسَانُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور اس میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے، جیسے چٹکی سے پکڑ کر آدمی کنکری مارتا ہے۔

۲۹۸۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَنَحْنُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ يَقُوْلُ فِيْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مزدلفہ میں تھے جب میں نے اس ذات سے سنا جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے، وہ اس جگہ فرمارہے تھے: لبیک اللھم لبیک

هٰذَا الْمَقَامِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ.

۲۹۸۸ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ لَبّٰى حِينَ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ فَقِيلَ أَعْرَابِيٌّ هٰذَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَسِيَ النَّاسُ أَمْ ضَلُّوا سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ يَقُولُ فِي هٰذَا الْمَكَانِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ.

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ سے لوٹے تو انھوں نے تلبیہ کہا، لوگوں نے سمجھا کہ شاید کوئی دیہاتی آدمی ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا لوگ بھول گئے ہیں یا گمراہ ہو چکے ہیں، میں نے اس جگہ اس ذات کو لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو نازل فرمایا ہے۔

۲۹۸۹ - وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۹۹۰ - وَحَدَّثَنِيهِ يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي الْبَكَّائِيَّ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ وَالْأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَا سَمِعْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ هٰهُنَا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ثُمَّ لَبّٰى وَلَبَّيْنَا مَعَهُ.

عبدالرحمٰن بن یزید اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں کہہ رہے تھے میں نے اس جگہ اس ذات کو لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی ہے پھر حضرت ابن مسعود نے تلبیہ کہا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تلبیہ کہا۔

مزدلفہ میں نماز مغرب پڑھنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۹۸۳ میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا وقت یاد دلایا، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑوں کو عبادت یاد دلا سکتے ہیں اور بڑوں کو اس پر برا نہیں منانا چاہیے اور یہ چیز خلاف ادب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز آگے ہے" یعنی اس رات مغرب کی نماز کو مزدلفہ میں پڑھنا مشروع کیا گیا ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس رات مغرب کی نماز کو عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا سنت ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اگر کسی شخص نے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لی یا ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی پھر بھی جائز ہے، بعض مالکیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی تو اس کا اعادہ لازم ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، اس کی تحقیق باب (۳۸۶) میں آئے گی۔

احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کا طریقہ

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جب امام حج مزدلفہ میں پہنچے تو لوگوں کے ساتھ مزدلفہ میں

اترے، راستہ کے دائیں یا بائیں جانب اترے، بیچ راستہ میں نہ اترے تاکہ گزرنے والوں کو تنگی یا تکلیف نہ ہو؛ اور امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے۔ امام زفر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں ہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں بھی یہی مراد ہے لیکن انھوں نے اذان پر اقامت کا اطلاق کیا ہے اور اذان اور اقامت میں سے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق آتا ہے[1]

تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو یوم نحر کی صبح کو جمرہ عقبہ میں کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، فقہاء مدینہ اور امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ یوم عرفہ کو زوال شمس تک تلبیہ کہنے اور وقوف عرفہ شروع کرنے کے بعد تلبیہ کہنا مشروع نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہونے تک تلبیہ کہتا رہے[2]

بَابُ ۳۸۵ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيْرِ فِي الذَّهَابِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کو منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کہنا

۲۹۹۱ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَدَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى إِلٰى عَرَفَاتٍ مِنَّا الْمُلَبِّيْ وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے وقت منیٰ سے عرفات گئے ہم میں سے کوئی تلبیہ کہتا تھا اور کوئی تکبیر کہتا تھا۔

۲۹۹۲ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَّهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَيَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم عرفہ کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بعض تکبیر کہہ رہے تھے بعض لا الٰہ الا اللہ پڑھ رہے

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ،

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةِ عَرَفَةَ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ فَأَمَّا نَحْنُ فَنُكَبِّرُ قَالَ قُلْتُ وَاللَّهِ لَعَجَبًا مِنْكُمْ كَيْفَ لَمْ تَقُولُوا لَهُ مَاذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ۔

تھے، البتہ ہم الله اكبر کہہ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عبداللہ سے کہا بڑے تعجب کی بات ہے تم نے حضرت ابن عمر سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھ رہے تھے۔

۲۹۹۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ۔

محمد بن ابی بکر ثقفی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا درآں حالیکہ وہ دونوں منیٰ سے عرفات جا رہے تھے، تم آج کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا کرتے تھے۔ حضرت انس نے کہا ہم میں سے کوئی لا الٰہ الا اللہ پڑھتا تھا اور اسے کوئی منع نہیں کرتا تھا اور کوئی اللہ اکبر کہتا تھا اسے بھی کوئی منع نہیں کرتا تھا۔

۲۹۹۴ - وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ غَدَاةَ عَرَفَةَ مَا تَقُولُ فِي التَّلْبِيَةِ هَذَا الْيَوْمَ قَالَ سِرْتُ هَذَا الْمَسِيرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ وَلَا يَعِيبُ أَحَدُنَا عَلَى صَاحِبِهِ۔

محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی صبح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا آج کے تلبیہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں اور دوسرے صحابہ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم میں سے بعض تکبیر کہہ رہے تھے، بعض لا الٰہ الا اللہ کہہ رہے تھے اور کوئی شخص دوسرے کو منع نہیں کر رہا تھا۔

بَابُ ۳۸۶ الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ وَاسْتِحْبَابِ صَلَاتَيِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمْعًا بِالْمُزْدَلِفَةِ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا

۲۹۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

عَلٰی مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ قَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس لوٹے ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خفیف وضو کیا، میں نے عرض کیا "نماز" آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے پھر سوار ہوئے، جب مزدلفہ میں آئے تو آپ اترے، آپ نے وضو کیا اور مکمل وضو کیا، پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس کی جگہ بٹھا دیا، پھر عشاء کی اقامت کہی گئی، پھر عشاء کی اقامت کہی گئی، آپ نے نماز عشاء پڑھی اور آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان نوافل نہیں پڑھے۔

۲۹۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الدَّفْعَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلٰى بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ لِحَاجَتِهِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ فَقُلْتُ أَتُصَلِّيْ فَقَالَ الْمُصَلّٰى أَمَامَكَ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپسی کے موقع پر قضاء حاجت کے لیے بعض گھاٹیوں میں گئے۔ میں نے آپ کو وضو کرایا، پھر عرض کیا، کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) آگے ہے۔

۲۹۹۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا انْتَهٰى إِلَى الشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی پر ایک گھاٹی میں پیشاب کیا (اس روایت میں حضرت اسامہ نے وضو کر لینے کا ذکر نہیں کیا) پھر آپ نے پانی منگا کر خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! نماز کا وقت ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے، پھر آپ گئے حتی کہ مزدلفہ پہنچے اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

أُسَامَةُ أَرَاقَ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الصَّلٰوةَ قَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى بَلَغَ جَمْعًا فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ۔

۲۹۹۸- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَيْفَ صَنَعْتُمْ حِينَ رَدِفْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فَقَالَ جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمَغْرِبِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ وَبَالَ وَمَا قَالَ أَهْرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الصَّلٰوةَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ حَتّٰى جِئْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوا حَتّٰى أَقَامَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَصَلّٰى ثُمَّ حَلُّوا قُلْتُ كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ قَالَ رَدِفَهُ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَّاقِ قُرَيْشٍ عَلٰى رِجْلَيَّ۔

کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے پوچھا کہ جب عرفہ کی شام کو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوئے تھے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم اس گھاٹی تک آئے جہاں مغرب کی نماز کے لیے لوگ اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور پیشاب کیا (حضرت اسامہ نے اپنے وضو کرانے کا تذکرہ نہیں کیا) پھر آپ نے پانی منگوایا اور خفیف وضو کیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) آگے ہے۔ پھر ہم سوار ہوئے حتّٰی کہ مزدلفہ آگئے، پھر مغرب کی اقامت ہوئی اور لوگوں نے اپنے ٹھکانوں پر اونٹ بٹھا دیئے اور انھیں کھولا نہیں، حتّٰی کہ عشاء کی اقامت ہوئی اور آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر لوگوں نے اونٹ کھول دیئے، میں نے پوچھا تم نے صبح کے وقت کیا کیا تھا، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے فضل بن عباس کو بٹھایا اور میں قریش کے پہلے جانے والوں کے ساتھ پیدل تھا

۲۹۹۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَتَى النَّقْبَ الَّذِي يَنْزِلُهُ الْأُمَرَاءُ نَزَلَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس گھاٹی پر آئے جہاں امراء اترتے ہیں تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا (اس میں وضو کرانے کا ذکر نہیں ہے) پھر آپ نے وضو کے لیے پانی منگایا اور خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ

فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ أَهْرَاقَ ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةَ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ۔

"نماز"؟ فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے۔

۳۰۰۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى سِبَاعٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الشِّعْبَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا رَجَعَ صَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات سے واپس لوٹے تو میں سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا، جب آپ گھاٹی پر آئے تو آپ نے سواری بٹھائی اور قضاء حاجت کے لیے نیچے اتر گئے، جب آپ واپس لوٹے تو میں نے برتن سے پانی لیکر آپ کو وضو کرایا پھر آپ سوار ہو کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔

۳۰۰۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ وَأُسَامَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رِدْفُهُ قَالَ أُسَامَةُ فَمَا زَالَ يَسِيرُ عَلَى هَيْئَتِهِ حَتَّى أَتَى جَمْعًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے لوٹے تو حضرت اسامہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے حتیٰ کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔

۳۰۰۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَنَا شَاهِدٌ أَوْ قَالَ سَأَلْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَهُ مِنْ عَرَفَاتٍ كَيْفَ كَانَ يَسِيرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہشام کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب عرفات سے واپسی پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ کی طرف کیسے جا رہے تھے؟ حضرت اسامہ نے کہا آپ آہستہ آہستہ جا رہے تھے جب ذرا کشادگی ہوتی تو سواری کو تیز کرتے۔

حِيْنَ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ۔

۳۰۰۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِیْ حَدِيْثِ حُمَيْدٍ قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْخَطْمِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ملاکر پڑھی۔

۳۰۰۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِیْ رِوَايَتِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِیِّ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْكُوْفَةِ عَلٰی عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔ ابن رمح نے عبداللہ بن یزید خطمی کی روایت میں یہ بیان کیا کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے دور میں کوفہ کے امیر تھے۔

۳۰۰۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيْعًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ملاکر پڑھی۔

۳۰۰۷۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سَجْدَةٌ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ وَصَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي بِجَمْعٍ كَذٰلِكَ حَتّٰى لَحِقَ اللهَ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر ایک ساتھ پڑھی اور ان کے ساتھ نوافل بالکل نہیں پڑھے، مغرب تین رکعات پڑھیں اور عشاء دو رکعت پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی مزدلفہ میں ایسے ہی نماز پڑھتے رہے حتی کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

۳۰۰۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِجَمْعٍ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ صَلَّى مِثْلَ ذٰلِكَ وَحَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھی، پھر انھوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

۳۰۰۹ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ صَلَّاهُمَا بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۱۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی، آپ نے مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں۔

۳۰۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَفَضْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَتّٰى أَتَيْنَا

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر کے ساتھ گئے حتی کہ مزدلفہ پہنچے وہاں انھوں نے ہمیں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں پھر واپس لوٹے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

جَمْعًا فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِاِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ هٰكَذَا صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ۔

جگہ اسی طرح ہمیں نماز پڑھائی تھی۔

مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کے حکم میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنا واجب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مستحب ہے ان مذاہب کی تفصیل یہ ہے:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا مستحب ہے، اگر ان دونوں نمازوں کو مغرب کے وقت میں پڑھ لیا (؟ ——— عشاء کو مغرب کے وقت میں قبل از وقت بغیر کسی دلیل کے پڑھنا کیسے جائز ہوگا ؟ ——— سعیدی) یا راستہ میں پڑھ لیا یا ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا تو جائز ہے لیکن فضیلت نہیں ہے [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی تو اس نے سنت کی مخالفت کی لیکن اس کی نماز صحیح ہے. امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کا پہلے نماز پڑھنا کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں نمازوں کو جمع کیا اور یہ حج کا فعل ہو گیا، اور آپ نے فرمایا ہے مجھ سے حج کے افعال سیکھو۔[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں جس شخص نے یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھ لیں اس کے بارے میں ہمارے ہاں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب کی نماز دہرائے یہ قول حضرت اسامہ کی روایت کی بنا پر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نہ دہرائے کیونکہ ان نمازوں کو جمع کرنا سنت ہے اور ترک سنت اعادہ کو واجب نہیں کرتا اور یہ اختلاف عرفات کی ظہر اور عصر کے جمع کرنے میں نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ کی رات کو جب مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی گئی تو وہ اپنے وقت سے پہلے پڑھی گئی اس لیے دہرائی جائے گی، اور یوم عرفہ کو جب عصر اپنے معروف وقت میں پڑھی گئی تو اس دن کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھی گئی اس لیے قضاء ہو گئی اب اس کے دہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے مزدلفہ کے راستہ میں مغرب پڑھ لی تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور طلوع فجر سے پہلے اس پر اعادہ لازم ہے۔ اور امام ابویوسف کہتے ہیں کہ یہ نماز اس کے لیے کافی ہے لیکن اس نے برا کیا۔ اور اگر اس نے مغرب کی نماز عرفات میں پڑھ لی پھر بھی یہی اختلاف ہے۔ امام ابویوسف

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ، ۱۴۰۵ھ۔

[3] ۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے مغرب کی نماز اپنے معروف وقت میں پڑھ لی تو اس پر اعادہ نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ طلوع فجر کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب مزدلفہ کے راستہ میں حضرت اسامہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز یاد دلائی تو آپ نے فرمایا الصلوٰۃ امامک یعنی نماز کا وقت آگے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ تاخیر واجب ہے اور یہ تاخیر اس لیے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکے اس لیے جب طلوع فجر نہ ہو اس پر اعادہ واجب ہے تاکہ دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں اور فجر کے طلوع ہونے کے بعد اب چونکہ جمع کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس سے اعادہ ساقط ہو گیا[1]

مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں بالکل نوافل نہیں پڑھے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سنت مؤکدہ پڑھنا یہاں بھی مستحب ہے لیکن ان نمازوں کے درمیان نہ پڑھے بلکہ بعد میں پڑھ لے اور عرفات میں ظہر کی سنتیں ظہر کی نماز سے پہلے پڑھ لے[2]

احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کے لیے جماعت کی شرط نہیں ہے اور ان دو نمازوں کے درمیان نوافل پڑھنا جائز نہیں ہے اگر کسی نے نفل پڑھ لیے تو وہ اقامت کو دہرائے گا[3]۔

بَابُ ۳۸۷ اِسْتِحْبَابِ زِيَادَةِ التَّغْلِيْسِ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

یوم نحر کو مزدلفہ میں صبح کی نماز جلدی پڑھنا

۳۰۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيَى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا لِمِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے دیکھا ہے، ماسوا مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے، آپ نے ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور ماسوا مزدلفہ میں صبح کی نماز کے، آپ نے یہ نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے پڑھی۔

۳۰۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ نے صبح

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ۔

کی نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے منہ اندھیرے پڑھی۔

مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز، عشاء کے وقت میں پڑھی، اور اس دن فجر کی نماز معروف وقت سے پہلے پڑھی، لیکن طلوع فجر کے تحقق کے بعد اور حضرت ابن مسعود کے قول "وقت سے پہلے" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے معروف وقت سے پہلے نہ کہ طلوع فجر سے پہلے، کیونکہ اس وقت نماز کے عدم جواز پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر کے وقت مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی اور پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز اس وقت میں پڑھی ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب فجر طلوع ہو گئی تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس دن، اس جگہ پر، اس ساعت میں، اس نماز کو پڑھتے تھے۔

احناف کی تائید

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تمام روایات سے امام ابوحنیفہ کی تائید ہوتی ہے کہ صبح کی نماز کو اس دن کے علاوہ مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔[1] ظاہر ہے کہ علامہ نووی کی تصریح کے مطابق ان حضرات کا نظریہ اس حدیث اور اسفار پر دلالت کرنے والی دوسری احادیث کے خلاف ہے، اور صرف احناف کا مذہب ہی احادیث کے مطابق ہے۔

دوسری چیز جو اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا سوائے مزدلفہ اور عرفات کے اور کہیں جائز نہیں ہے کیونکہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس اس حدیث کا منطوق صریح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی کا تسامح

سخت حیرت ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے جو احناف کے ہاں معتبر نہیں اور ہر چند کہ مفہوم مخالف ہمارے ہاں معتبر ہوتا ہے لیکن اس کا اگر منطوق ظاہری سے تعارض آجائے تو پھر نہیں ہوتا اور چونکہ احادیث صحیحہ صریحہ کا منطوق صریح جمع بین الصلوٰتین ہے اس لیے یہ حدیث معتبر نہیں ہے۔ علامہ نووی نے یہ بہت حیرت انگیز بات لکھی ہے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلوٰتین کی نفی اس حدیث کا منطوق صریح ہے اور مفہوم مخالف نہیں جیسا کہ علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ اور جن احادیث سے علامہ نووی نے اس حدیث کا تعارض بیان کیا ہے ان میں جمع صوری کا ذکر ہے اس لیے یہاں تعارض ہے نہ دفع تعارض کی ضرورت ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج اص ۴۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

بَابُ ۳۸۸ اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ دَفْعِ الضَّعَفَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَغَيْرِهِنَّ مِنْ مُزْدَلِفَةَ اِلٰى مِنًى فِيْ اَوَاخِرِ اللَّيْلِ قَبْلَ زَحْمَةِ النَّاسِ

۳۰۱۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ يَعْنِيْ ابْنَ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ تَدْفَعُ قَبْلَهُ وَقَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَاَةً ثَبِطَةً يَقُوْلُ الْقَاسِمُ وَالثَّبِطَةُ الثَّقِيْلَةُ قَالَ فَاَذِنَ لَهَا فَخَرَجَتْ قَبْلَ دَفْعِهِ وَحُبِسْنَا حَتّٰى اَصْبَحْنَا فَدَفَعْنَا بِدَفْعِهِ وَلَاَنْ اَكُوْنَ اِسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَاَكُوْنُ اَدْفَعُ بِاِذْنِهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مَفْرُوْحٍ بِهِ۔

۳۰۱۵ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ سَوْدَةُ امْرَاَةً ضَخْمَةً ثَبِطَةً فَاسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُفِيْضَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ فَاَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَيْتَنِيْ كُنْتُ اسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْهُ

ضعیفوں اور عورتوں کو رات کے آخری حصہ میں منیٰ روانہ کرنے کا استحباب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مزدلفہ کی شب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی کہ وہ آپ سے پہلے منیٰ چلی جائیں، تاکہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے نکل جائیں، وہ بھاری جسم کی عورت تھیں، آپ نے انھیں اجازت دیدی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹنے سے قبل روانہ ہوگئیں، ہم صبح تک رُکے رہے اور آپ کے ساتھ لوٹے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اگر میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیتی اور آپ کی اجازت سے چلی جاتی تو یہ میرے لیے اس سے بہتر تھا جس سے میں خوش ہو رہی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ بھاری بدن کی عورت تھیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات ہی کو مزدلفہ سے واپس چلے جانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کاش میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزدلفہ سے امام کے ساتھ ہی واپس جایا کرتی تھیں۔

سَوْدَةُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تُفِيضُ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ۔

٣٠١٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَأُصَلِّي الصُّبْحَ بِمِنًى فَأَرْمِي الْجَمْرَةَ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ النَّاسُ فَقِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ اسْتَأْذَنَتْهُ قَالَتْ نَعَمْ إِنَّهَا كَانَتِ امْرَأَةً ثَقِيلَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ لَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیتی اور صبح کی نماز منیٰ میں پڑھتی اور لوگوں کے آنے سے پہلے جمرہ میں کنکریاں مار لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا، کیا حضرت سودہ نے اجازت لے لی تھی، انھوں نے کہا ہاں وہ ایک بھاری بدن کی عورت تھیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اور آپ نے اجازت دے دی۔

٣٠١٧ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

٣٠١٨ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ مَوْلٰى أَسْمَاءَ قَالَ قَالَتْ لِي أَسْمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَهِيَ عِنْدَ دَارِ الْمُزْدَلِفَةِ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتِ ارْحَلْ بِي فَارْتَحَلْنَا حَتّٰى رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ صَلَّتْ فِي مَنْزِلِهَا فَقُلْتُ لَهَا أَيْ هَنْتَاهُ لَقَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ كَلَّا أَيْ بُنَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ۔

حضرت اسماء کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا درآں حالیکہ وہ دار مزدلفہ کے نزدیک تھیں، کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا نہیں! انھوں نے کچھ دیر نماز پڑھی پھر دریافت کیا بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا جی! انھوں نے کہا میرے ساتھ چلو! پھر ہم ان کے ساتھ گئے حتیٰ کہ اسماء نے جمرہ کی رمی کی، پھر اپنی جائے قیام پر نماز پڑھی۔ میں نے کہا بیگم صاحبہ! ہم بہت جلد روانہ ہو گئے ہیں؛ انھوں نے کہا اے بیٹے کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جلد روانہ ہونے کی اجازت دی ہے۔

۳۰۱۹ - حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَتِهِ قَالَتْ لَا أَيْ بُنَيَّ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِظُعُنِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت اسماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کو سفر کی اجازت دی تھی۔

۳۰۲۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ شَوَّالٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِهَا مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

ابن شوال کہتے ہیں کہ وہ حضرت ام حبیبہ کے پاس گئے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔

۳۰۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ شَوَّالٍ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُغَلِّسُ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى وَفِي رِوَايَةِ النَّاقِدِ نُغَلِّسُ مِنْ مُزْدَلِفَةَ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ہمیشہ منہ اندھیرے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو جاتے تھے۔

۳۰۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ أَوْ قَالَ فِي الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ضعیف لوگوں کو رات میں مزدلفہ سے پہلے روانہ کر دیا تھا ان میں میں بھی تھا۔

۳۰۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے روانہ کر دیا تھا میں بھی ان میں تھا۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ضَعَفَةِ أَهْلِهِ۔

۳۰۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ضَعَفَةِ أَهْلِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے بھیجا تھا میں بھی ان میں تھا۔

۳۰۲۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ بِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَحَرٍ مِّنْ جَمْعٍ فِيْ ثَقَلِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَبَلَغَكَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ بِيْ بِلَيْلٍ طَوِيْلٍ قَالَ لَا إِلَّا كَذٰلِكَ بِسَحَرٍ قُلْتُ لَهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ وَأَيْنَ صَلَّى الْفَجْرَ قَالَ لَا إِلَّا كَذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت مزدلفہ سے مجھے اپنے سامان کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ ابن جریج نے عطا سے کہا کیا حضرت ابن عباس نے یہ کہا تھا کہ مجھے رات کو بہت پہلے روانہ کر دیا تھا۔ عطا نے کہا نہیں بلکہ یہ کہا تھا کہ صبح کے وقت بھیج دیا۔ ابن جریج کہتے ہیں پھر میں نے کہا کہ کیا حضرت ابن عباس نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم نے فجر سے پہلے جمرہ کو کنکریاں ماریں تو فجر کی نماز کہاں پڑھی؟ انھوں نے کہا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔

۳۰۲۶ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهٗ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَدْفَعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے ضعیف لوگوں کو پہلے روانہ کر دیا کرتے تھے اور وہ مزدلفہ میں رات ہی کو مشعر حرام پر وقوف کرتے تھے اور جتنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے وقوف اور اس کی روانگی سے پہلے روانہ ہو جاتے تھے، ان میں سے بعض لوگ صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب وہ پہنچ جاتے تو اس وقت جمرہ کو کنکریاں مارتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ان ضعیفوں کو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰٓئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔

مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں ائمہ کا حج کرنے والے کے لیے مزدلفہ میں یوم نحر کی صبح تک رات گذارنے کے حکم میں اختلاف ہے، امام شافعی کا مذہب صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کے ترک سے دم (قربانی) لازم ہے لیکن اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ فقہاء کوفہ اور محدثین کا بھی یہی نظریہ ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے ترک کرنے سے فضیلت جاتی رہے گی لیکن اس کو گناہ ہوگا نہ اس پر دم لازم آئیگا، یہ بھی امام شافعی کا ایک قول ہے اور ایک جماعت کا نظریہ ہے، ابراہیم نخعی، ابو عبدالرحمن اور امام ابو بکر بن خزیمہ شافعی کے نزدیک یہ فرض ہے اس کے ترک سے حج نہیں ہوتا اور عطاء اور اوزاعی کا نظریہ یہ ہے کہ اس رات مزدلفہ میں ٹھہرنا، رکن ہے، نہ واجب، سنت ہے نہ فضیلت بلکہ وہ ایک ٹھہرنے کی جگہ اور قیام گاہ ہے اس میں چاہے ٹھہرے چاہے نہ ٹھہرے اور یہ قول بالکل باطل ہے۔

اس میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے کہ مزدلفہ میں کتنی دیر ٹھہرنا واجب ہے، امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ رات کے نصف اخیر حصہ میں ایک ساعت (ایک گھنٹہ) ٹھہرنا واجب ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے قریب ایک ساعت قیام واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ مزدلفہ میں گذارنا واجب ہے، امام مالک سے اس میں تین روایات ہیں، ایک یہ ہے کہ ساری رات قیام واجب ہے دوسرا یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ گذارنا واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے معمولی سا وقت گذارنا واجب ہے [1]

مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مزدلفہ میں رات گذارنا واجب ہے جس نے اس کو ترک کیا اس پر دم لازم آئے گا امام شافعی اور اصحاب الرائے کا بھی یہ نظریہ ہے اور علقمہ، نخعی اور شعبی یہ کہتے ہیں کہ یہ قیام فرض ہے جس سے یہ رہ گیا اس کا حج فوت ہو گیا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔ "جب تم عرفات سے روانہ ہو جاؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔" (مشعر حرام مزدلفہ میں ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں آیا اور ہمارے روانہ ہونے تک (مزدلفہ میں) ٹھہرا جبکہ وہ اس سے پہلے رات یا دن میں وقوف عرفہ کر چکا ہو تو اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس کی مشقت تمام ہو گئی [2]

علامہ ابن قدامہ مزدلفہ میں رات گذارنے کے وجوب پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحج عرفة فمن جاء قبل ليلة فقد تم حجه "حج عرفہ (کا قیام) ہے جو (میدان عرفات میں) رات سے پہلے آگیا اس کا حج پورا ہو گیا۔" علقمہ اور نخعی نے جو قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی پیش کی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ آیت اور حدیث میں جس کا ذکر ہے وہ فرض نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے مزدلفہ میں رات گذاری اور مشعر حرام کے پاس ذکر نہیں کیا اور (صبح کی) نماز میں حاضر نہیں ہوا اس کا حج بالاتفاق ہو جائے گا اور اس لیے بھی کہ رات گذارنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مشعر حرام کے پاس ذکر کرے اور صبح کی نماز میں حاضر ہو کیونکہ اگر وہ میدان عرفات سے اس رات کے آخر میں بھی مزدلفہ پہنچ جائے، تو اس کا حج ہو جائے گا اس لیے مشعر حرام پر ذکر کرنا اور صبح کی نماز میں حاضر ہونا حج کے ارکان اور فرائض میں سے نہیں ہیں، ان کو وجوب، استحباب یا محض فضیلت پر محمول کرنا چاہیے۔

قیام مزدلفہ کی مدت میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

مزدلفہ میں کتنی دیر ٹھہرنا چاہیے اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جو شخص مزدلفہ میں رات گذارے اس کے لیے آدھی رات سے پہلے روانہ ہونا جائز نہیں ہے اور اگر آدھی رات کے بعد گیا تو کوئی حرج نہیں، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مزدلفہ سے گزرا اور وہاں نہیں ٹھہرا تو اس پر دم (قربانی) ہے اور اگر ٹھہر گیا تو اس پر قربانی نہیں ہے خواہ جس وقت بھی روانہ ہو، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذوا عنی مناسککم "مجھ سے افعال حج کو سیکھو۔" اور آدھی رات کے بعد روانگی ان لوگوں کے لیے جائز کی گئی تھی جن کے لیے رخصت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو روانہ کیا تھا میں ان میں تھا، پس جو شخص آدھی رات سے پہلے مزدلفہ سے گیا اور رات میں واپس نہیں لوٹا اس پر دم ہے اور لوٹ آیا تو اس پر دم نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں رات گذارنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے بایں طور کہ رات سے صبح تک ٹھہرے پھر سفیدی پھیلنے تک رہے، البتہ کمزور لوگوں اور عورتوں کو پہلے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی نے افعال مزدلفہ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس میں اوزاعی، امام شافعی اور جمہور کا نظریہ ذکر کیا ہے بالخصوص امام مالک کا نظریہ بیان نہیں کیا، علامہ وشتانی مالکی نے قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے وہی نقل کیا ہے جس کو ہم پہلے علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں یعنی اس میں امام مالک کے تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ساری رات قیام واجب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رات کے ایک بڑے حصہ میں قیام واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ رات کے ایک معمولی حصہ میں قیام واجب ہے۔[2]

قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے، فرض نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر اس کو بغیر عذر کے ترک کر دیا تو اس پر دم لازم آئے گا، اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام "مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو" اور اس سے فرضیت ثابت ہوتی ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ضعیف افراد کو رات میں روانہ کر دیا تھا اور اگر یہ رکن ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے اور اس آیت میں جن چیزوں کا ذکر ہے وہ بالاجماع فرض نہیں ہیں اور ہماری وجوب پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ہمارے ساتھ اس موقف میں ٹھہرا اور وہ اس سے پہلے عرفات میں قیام کر چکا ہو اس کا حج مکمل ہو گیا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کی تکمیل کو مزدلفہ میں ٹھہرنے پر موقوف کیا ہے اور یہ وجوب کی علامت ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اس کو کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا بایں طور کہ اس کو ضعف یا کوئی بیماری لاحق تھی یا اس کے ساتھ کوئی عورت تھی جو بھیڑ سے گھبراتی تھی تو اس کو پہلے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح

علامہ ابوالحسن نے امام شافعی کی طرف منسوب کر کے یہ کہا ہے کہ ان کے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا رکن (فرض) ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم نے علامہ نووی شافعی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔

فرضیت کا قول، علقمہ، نخعی اور شعبی نے کیا ہے جس کا علامہ ابن قدامہ نے تفصیل سے جواب لکھا ہے، نیز قاضی ابن رشد علامہ ابن قدامہ، علامہ نووی، قاضی عیاض، علامہ وشتانی جن لوگوں نے بھی مذاہب اربعہ کا ذکر کیا ہے، سب نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مزدلفہ کا وقوف واجب ہے رکن نہیں ہے اور کتب شافعیہ، مہذب، شرح المہذب، وجیز، فتح العزیز، اور مغنی المحتاج وغیرہ میں یہی لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک حج میں وقوف مزدلفہ واجب ہے رکن نہیں ہے۔

اور یہ امام شافعی کی اپنی تحریر ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا ان کے نزدیک فرض نہیں ہے واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے، لکھتے ہیں:

وان ترك المزدلفة فلم ينزلها ولم يدخلها فيما بين نصف الليل الاول الى صلوة الصبح افتدى وان دخلها فى ساعة من هذا الوقت فلا فدية عليه۔[2]

اگر اس نے مزدلفہ میں ٹھہرنے کو بالکل چھوڑ دیا اور رات کے نصف اول سے لے کر صبح کی نماز کے وقت تک اس میں بالکل داخل نہیں ہوا تو وہ فدیہ دے اور اگر اس وقت کی ایک ساعت میں بھی مزدلفہ میں داخل ہو گیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔

علامہ محمود بابرتی نے بھی اس تسامح کی تصریح کی ہے، لکھتے ہیں:

قال فى النهاية ونسبة هذا القول اليه سهو وقع من الكاتب لما انه ذكر فى كتبهم ان الوقوف بالمزدلفة سنة۔[3]

صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ اس قول کی امام شافعی کی طرف نسبت سہو ہے جو کاتب کی غلطی ہے کیونکہ شوافع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا سنت ہے۔

۱۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

۲۔ امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۳ھ،

۳۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ھامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب نہایہ کو بھی تسامح ہوا ہے کیونکہ کتب شافعیہ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ سنت ہے بلکہ اس کو واجب لکھا ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

هذا سهو فان كتبهم ناطقة بانه سنة۔[1]

صاحب ہدایہ کا وقوف مزدلفہ کو رکن (فرض) لکھنا ان کا سہو ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ یہ سنت ہے۔

لگتا ہے کہ علامہ ابن ہمام نے بھی شوافع کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی اور نہایہ میں یہ دیکھا کہ انھوں نے شوافع کے نزدیک وقوف مزدلفہ کو سنت لکھا ہے تو اسی لکھے ہوئے کو نقل کر دیا جب اس مسئلہ میں صاحب ہدایہ سے امام شافعی کا مذہب نقل کرنے میں سہو ظاہر ہو گیا تھا کم از کم اس وقت انھیں شوافع کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا، علامہ ابن ہمام ایسی شخصیت سے اس قسم کا تساہل بہت بعید ہے۔ خیال یہ ہے کہ قیام مزدلفہ کو سنت قرار دینا شوافع کا ایک قول ہے ان کا مذہب نہیں ہے اور امام شافعی سے یہی تصریح ہے کہ یہ واجب ہے۔

بَابُ ۳۸۹ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَتَكُونُ مَكَّةُ عَنْ يَسَارِهِ وَ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

بطن وادی سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا

۳۰۲۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اُنَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هٰذَا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ مَقَامُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطن وادی سے سات بار جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں وہ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، ان سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ عقبہ کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں یہ اس کا مقام ہے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

۳۰۲۸ - وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ

اعمش کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف منبر پر خطبہ دیتے

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

أَخْبَرَنِي ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوسُفَ يَقُولُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ أَلِّفُوا الْقُرْآنَ كَمَا أَلَّفَهُ جِبْرِيلُ السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ قَالَ فَلَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِهِ فَسَبَّهُ وَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَأَتٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ فَاسْتَعْرَضَهَا فَرَمَاهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ النَّاسَ يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ هٰذَا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔

۳۰۲۹ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ لَا تَقُولُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ۔

۳۰۳۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِي

ہوئے کہہ رہا تھا کہ قرآن کو اس طرح جمع کرو جس طرح جبرائیل نے جمع کیا ہے وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ سورت جس میں نساء کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ پھر میری ملاقات ابراہیم سے ہوئی، میں نے ان کو حجاج کے قول کی خبر دی، انھوں نے حجاج کو برا بھلا کہا اور کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ جمرہ عقبہ پر گئے اور جمرہ عقبہ کے سامنے جمرہ عقبہ پر بطن وادی سے سات کنکریاں ماریں ہر کنکری پر اللہ اکبر پڑھتے تھے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن لوگ اس کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، یہی ان کے کنکریاں مارنے کی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

اعمش کہتے ہیں کہ حجاج نے کہا کہ سورہ بقرہ نہ کہو، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انھوں نے سات کنکریوں کے ساتھ جمرہ کی رمی کی، بیت اللہ کے دائیں جانب اور منیٰ کی بائیں جانب کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

۳۰۳۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا أَتٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۳۰۳۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُحَيَّاةِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى أَبُو الْمُحَيَّاةِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ قِيْلَ لِعَبْدِ اللهِ إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ مِنْ فَوْقِ الْعَقَبَةِ قَالَ فَرَمَاهَا عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهٗ رَمَاهَا الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ عقبہ کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے بطن وادی سے کنکریاں ماریں اور کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اس جگہ سے انھوں نے کنکریاں ماری ہیں جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

کنکریاں مارنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ میں یوم نحر کو کنکریاں ماری جاتی ہیں اور یہ امر اتفاقی ہے اور یہ واجب ہے اگر کسی شخص نے جمرہ عقبہ میں کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ ایام تشریق گزر گئے تو اس کا حج صحیح ہے اور اس پر دم لازم ہوگا، یہ امام شافعی اور جمہور کا قول ہے (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے) بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ رمی رکن (فرض) ہے، اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریاں مارنی چاہئیں اور یہ امر بھی اتفاقی ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وادی کے بطن (درمیان) سے کنکریاں مارنی چاہئیں۔ مستحب یہ ہے کہ کنکریاں مارنے والا نیچے وادی کے درمیان کھڑا ہو درآں حالیکہ مکہ اس کی دائیں جانب ہو اور منیٰ بائیں جانب ہو، اور اس کا منہ عقبہ کی جانب ہو، پھر سات کنکریاں مارے، ہمارے مذہب میں یہی صحیح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ وہ جس طرح بھی کنکریاں مار دے اس کا مارنا صحیح ہے خواہ جمرہ عقبہ کی طرف منہ ہو یا وہ اس کی دائیں جانب ہو یا بائیں جانب اور خواہ وادی کے اوپر سے کنکریاں مارے یا نیچے سے، جمرہ عقبہ کے علاوہ باقی کنکریوں کو اوپر سے مارنا مستحب ہے[1]

قرآن مجید میں سورتوں اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے

حدیث نمبر ۳۰۲۸ میں ہے: حجاج بن یوسف نے کہا کہ قرآن مجید کی اس طرح تالیف کرو جس طرح

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

حضرت جبرائیل نے تالیف کی ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر حجاج نے اس سے آیات کی تالیف کا ارادہ کیا ہے تو مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیات کی وہی تالیف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اور ہر سورت میں اسی ترتیب کے ساتھ آیات جمع کی گئی ہیں اور اس وقت ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن مجید کے نسخے ہیں ان میں اسی ترتیب پر تالیف ہے اور اگر حجاج کی مراد سورتوں کی تالیف ہے کہ فلاں سورت مقدم ہے اور فلاں مؤخر ہے تو یہ قراء اور فقہاء کے اقوال سے ثابت ہے اور محققین نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ یہ ترتیب امت کے اجتہاد سے ہے اس میں توقیف نہیں ہے۔[1]

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس طرح آیات کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کرنے سے ہے اور آپ کی ہدایات کے مطابق آیات کو مرتب اور جمع کیا گیا ہے، اسی طرح سورتوں کی ترتیب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے ہے۔ اور دونوں کی ترتیب توقیفی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں، علامہ مکی وغیرہ نے کہا ہے کہ سورتوں میں آیات وغیرہ کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے چونکہ آپ نے سورہ توبہ کے اول میں بسم اللہ کو لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لیے اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ قاضی ابوبکر نے انتصار میں کہا ہے کہ آیات کی ترتیب واجب اور لازم ہے۔ حضرت جبرائیل بتاتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھو، نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے برہان میں کہا ہے کہ سورتوں کی ترتیب اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب پر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال جبرائیل کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا آپ نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ امام بیہقی نے مدخل میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی یہی ترتیب تھی سوائے سورہ انفال اور سورہ توبہ کے۔ اور علامہ ابن الحصار کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب اور ان میں آیات کو رکھنا وحی سے ہوا ہے۔[2]

علامہ زرکشی کے نزدیک سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے۔[3]

بَابُ ۳۹۰ اِسْتِحْبَابِ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا وَبَيَانِ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَأْخُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ

یوم نحر کو سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرنا۔

۳۰۳۳ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيْعًا عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سے جمرہ عقبہ کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان ج ۱ ص ۶۳-۶۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ۔

[3] علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۱ھ

قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُولُ لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هٰذِهِ۔

کنکریاں پھینک رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو، کیونکہ میں از خود نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہوگا۔

۳۰۳۴۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ سَمِعْتُهَا تَقُولُ حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُهُ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَانْصَرَفَ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَأُسَامَةُ أَحَدُهُمَا يَقُودُ بِهِ رَاحِلَتَهُ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الشَّمْسِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا كَثِيرًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ حَسِبْتُهَا قَالَتْ أَسْوَدُ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا۔

حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں درآں حالیکہ آپ سواری پر سوار تھے، آپ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت اسامہ تھے، ان میں سے ایک سواری کی مہار پکڑ کر چل رہا تھا، اور دوسرے نے اپنے کپڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ سایہ کیا ہوا تھا تاکہ آپ دھوپ سے محفوظ رہیں، حضرت ام حصین کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی باتیں فرمائیں، پھر میں نے سنا آپ فرما رہے تھے اگر ایک نکٹا حبشی غلام بھی کتاب اللہ سے تمہاری راہنمائی کرے تو اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۳۰۳۵۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَيْسَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا رَضِيَ

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کیا، میں نے حضرت اسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا، ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرا اپنے کپڑے کو اوپر اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا تاکہ آپ گرمی سے محفوظ رہیں حتیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَاَحَدُهُمَا اٰخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ یَسْتُرُهٗ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَالَ مُسْلِمٌ وَ اِسْمُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحِیْمِ خَالِدُ بْنُ اَبِیْ یَزِیْدَ وَهُوَ خَالُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ رَوٰی عَنْهُ وَکِیْعٌ وَالْحَجَّاجُ الْاَعْوَرُ۔

کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

سوار ہو کر رمی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جو شخص سوار ہو کر منیٰ پہنچے وہ جمرہ عقبہ پر سوار ہو کر کنکریاں مارے اور اگر اس نے پیادہ چل کر کنکریاں ماریں تو پھر بھی جائز ہے اور جو شخص یوم نحر کو پیدل چل کر منیٰ پہنچے وہ پیدل کنکریاں مارے، یہ حکم یوم نحر کا ہے۔ اور ایام تشریق کے پہلے دو دنوں کا حکم یہ ہے کہ تمام کنکریاں پیدل چل کر ماری جائیں، اور تیسرے دن سوار ہو کر کنکریاں مارے، اور اگر تمام کنکریاں پیدل چل کر ماریں پھر بھی جائز ہے، امام مالک اور امام شافعی وغیرہ کا یہی مسلک ہے امام احمد بن حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ یوم نحر کو پیدل کنکریاں مارے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ جس حالت میں بھی کنکریاں مارے جائز ہے بشرطیکہ کنکریاں اپنی جگہ پر ماری ہوں۔[1]

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر حج کرنے والے نے رمی (کنکریاں پھینکنا) سوار ہو کر کی پھر بھی جائز ہے، اور ہر ایسی رمی جس کے بعد رمی ہو اس میں افضل یہ ہے کہ پیدل رمی کرے ورنہ سوار ہو کر رمی کرے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کی وجہ

حدیث نمبر ۳۰۳۳ میں ہے کہ میں از خود نہیں جانتا، شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہوگا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں الوداع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ خبر دی ہے کہ اب آپ کی وفات قریب آگئی ہے۔ اور اس میں صحابہ کرام کو احکام سیکھنے پر برانگیختہ کیا ہے تاکہ صحابہ آپ کی رفاقت اور مصاحبت سے جس قدر زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہوں اٹھالیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے مطلع کر دیا تھا کہ اس سال آپ کی وفات ہونے والی ہے اور "لا ادری" سے آپ نے یہی واضح کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہے میرا ذاتی علم نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اور عطائی تھا اور آپ کا کوئی وصف ذاتی نہیں تھا اس کے باوجود آپ نے خصوصیت کے ساتھ علم کے بارے میں فرمایا "لا ادری" میں اپنے آپ یا از خود نہیں جانتا اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ علم اور قدرت دو ایسی صفتیں ہیں جن پر الوہیت کا مدار ہے تو آپ نے اپنی ذات سے علم کی اس لیے نفی کی، کہ کوئی شخص آپ کی وسعت علم کو دیکھ کر اس سے الوہیت کا دھوکا نہ کھائے۔ اس کی مکمل تفصیل اور بحث ہم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ،

[2] علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر،

توضیح البیان میں لکھ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اکثری حکم ہے

حدیث نمبر ۳۰۳۴ اور ۳۰۳۵ میں ہے کہ منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت اسامہ یا حضرت بلال میں سے کسی نے ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا تاکہ آپ کو دھوپ اور گرمی نہ لگے۔ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی ہے کہ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر چادر تان کر دھوپ کی وجہ سے آپ پر سایہ کیا[1] ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے خصائص وفضائل میں جو یہ مشہور ہے کہ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا یہ اکثری حکم ہے دائمی اور کلی حکم نہیں ہے۔

آپ کے اوپر کپڑے سے سایہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ محرم کے اوپر کپڑے وغیرہ سے سایہ کرنا جائز ہے خواہ وہ سوار ہو یا پیادہ، احناف اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی محرم نے اپنے سر پر دھوپ کی وجہ سے کپڑے سے سایہ کیا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا، امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ فدیہ نہیں ہے، نیز تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ چھت یا خیمہ کے سائے میں محرم کا بیٹھنا جائز ہے۔

سیاہ فام نکٹے غلام کی اطاعت کی بحث

حدیث نمبر ۳۰۳۶ میں ہے کہ اگر ناک کٹا سیاہ فام غلام بھی کتاب اللہ سے تمہاری رہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ناک کٹے اور سیاہ غلام کو ذکر کرنے سے اس کی خساست پر تنبیہ کرنا مقصود ہے، کیونکہ عرف میں غلام کو خسیس سمجھا جاتا ہے، اور سیاہی اور نکٹے ہونے کی وجہ سے اس کی خساست اور بڑھ جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ خواہ اس کا سر انگور جتنا ہو اور یہ انتہائی خست ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ خواہ وہ کتنا ہی خسیس ہو جب تک وہ کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دے اس کی اطاعت لازم ہے، اور جماعت سے خروج نہیں کرنا چاہیے البتہ اگر ان میں کوئی شرعی برائی پائی جائے تو اس کی اصلاح کے لیے نصیحت کرنی چاہیے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خلیفہ کے لیے قرشی ہونے کی شرط ہے تو پھر غلام شخص کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے، اس کے تین جواب ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد سلطان ہے خلیفہ نہیں ہے، خلیفہ اور سلطان میں فرق یہ ہے کہ خلیفہ تمام عالم اسلام کا حکمران ہوتا ہے اور سلطان کسی ایک ملک کا حکمران ہوتا ہے اور قرشی وغیرہ کی شرط خلیفہ کے لیے ہے سلطان کے لیے نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد خلیفہ نہیں ہے بلکہ خلیفہ یا سلطان کے مقرر کیے ہوئے حکام ہیں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلبہ سے حکومت پر قبضہ کرے تو اس کے احکام نافذ ہو جائیں گے اور اس کی اطاعت واجب ہوگی اور مسلمانوں کی جماعت اور وحدت کو نہیں توڑا جائے گا۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ مطبوعہ اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ،

باب ۳۹۱ اِسْتِحْبَابِ کَوْنِ حَصَی الْجِمَارِ بِقَدْرِ حَصَی الْخَذْفِ

ٹھیکری کے برابر کنکریاں مارنے کا استحباب

۳۰۳۶ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَمَی الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَی الْخَذْفِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیکری کے برابر جمرہ پر کنکریاں ماریں۔

باب ۳۹۲ بَیَانِ وَقْتِ اِسْتِحْبَابِ الرَّمْیِ

کنکریاں مارنے کا مستحب وقت

۳۰۳۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ وَابْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَمٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ یَوْمَ النَّحْرِ ضُحًی وَاَمَّا بَعْدُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماریں اور بعد کے دنوں میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

۳۰۳۸ - وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح (رمی کرتے) تھے۔

ف: کنکریاں مارنے کے بارے میں جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ یوم النحر کو دن چڑھے کنکریاں ماری جائیں، ایام تشریق میں زوال کے بعد اور اگر تیسرے دن زوال سے پہلے کنکریاں ماریں، تب بھی تمام ائمہ کے نزدیک درست ہے۔ اور اگر ایام تشریق گزر گئے اور غروب آفتاب تک کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے بعد کنکریاں نہیں مار سکتا اور اس کی تلافی دم (قربانی) کے ذریعہ کی جائے گی۔

باب ۳۹۳ بَیَانِ اَنَّ حَصَی الْجِمَارِ سَبْعٌ

سات کنکریاں مارنے کا بیان

۳۰۳۹ - وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْجَزَرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الِاسْتِجْمَارُ تَوٌّ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌّ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌّ وَالطَّوَافُ تَوٌّ وَإِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍّ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈھیلے سے استنجا طاق مرتبہ کرنا چاہیے اور جمرات کی کنکریاں بھی طاق مرتبہ ہیں اور صفا اور مروہ میں سعی بھی طاق مرتبہ ہے اور طواف بھی طاق مرتبہ ہے اور جو شخص استنجا کرے تو وہ طاق مرتبہ کرے۔

بَابُ ۳۹۴ تَفْضِيلِ الْحَلْقِ عَلَى التَّقْصِيرِ وَجَوَازِ التَّقْصِيرِ

سر منڈانا، بال کٹانے سے افضل ہے

۳۰۴۰- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ حَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَلَقَ طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی سر منڈوایا اور آپ کے بعض اصحاب نے بال کٹوائے، حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار فرمایا اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے، پھر فرمایا اور بال کٹوانے والوں پر۔

۳۰۴۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کٹوانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کٹوانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا اور بال کٹوانے والوں پر۔

۳۰۴۲- أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحٰقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔

اور بال کٹوانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کٹوانے والوں پر آپ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور بال کٹوانے والوں پر، آپ نے فرمایا: اور بال کٹوانے والوں پر۔

۳۰۴۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں آپ نے چوتھی بار فرمایا اور بال کٹوانے والوں پر بھی۔

۳۰۴۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا، اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا، اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا اور بال کٹانے والوں کے لیے۔

۳۰۴۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ جَدَّتِهٖ اَنَّهَا سَمِعَتِ

یحیی بن حصین کی دادی بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تین بار سر منڈانے والوں کے لیے دعا کی، اور ایک بار بال کٹانے والوں کے لیے دعا کی۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثًا وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً وَاحِدَةً وَلَمْ يَقُلْ وَكِيعٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

۳۰۴۷ ۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مبارک منڈایا۔

حج میں سر منڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج میں سر منڈانا، بال کٹانے سے افضل ہے اور بال کٹانا بھی جائز ہے امام شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا حج اور عمرہ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس کے بغیر حج یا عمرہ ادا نہیں ہوتا، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ سر منڈانا، خوشبو اور لباس کی طرح حلال ہونے کا ایک طریقہ ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حج کی عبادات میں سے ایک عبادت ہے[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا سر منڈانا یا بال کٹوانا حج کی ایک ایسی عبادت ہے جو واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک کہتے ہیں کہ سر منڈانا حج اور عمرہ کرنے والے کی عبادت ہے اور یہ بال کٹوانے سے افضل ہے، اور جس شخص سے حج فوت ہو جائے یا وہ دشمن، مرض یا کسی اور وجہ سے حج نہ کر سکے تو اس پر سر منڈانا واجب ہے۔ لیکن فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مُحْصَرْ (جو کسی عذر لاحق ہونے کی وجہ سے حج نہ کر سکے) پر سر منڈانا واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اس پر نہ سر منڈانا واجب ہے نہ بال کٹانا، خلاصہ یہ ہے کہ جو سر منڈانے یا بال کٹانے کو واجب قرار دیتا ہے وہ اس کے ترک کی وجہ سے دم (قربانی) لازم کرتا ہے۔ اور جو اس کو حج میں واجب نہیں کہتا وہ دم بھی لازم نہیں کرتا[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ سر منڈانا اور بال کٹانا امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج اور عمرہ کی ایک عبادت ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ حج کی عبادت نہیں ہے بلکہ یہ ان چیزوں سے حلال ہونے کا ایک طریقہ ہے جو احرام کی وجہ سے حرام ہو گئی تھیں۔ پس یہ لباس اور خوشبو کی مانند ہے اور اس روایت کی بناء پر جو شخص سر منڈانے یا بال کٹانے کا تارک ہو اس پر کوئی فدیہ یا تاوان نہیں ہے اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،
[2] قاضی ابوالولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ا ص ۲۶۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

"حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم آؤ تو جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لی وہ حلال ہو گیا ماسوا اس شخص کے جس کے پاس ہدی ہو" امام احمد بن حنبل کا پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے کا حکم دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، اور بال کٹائے اور حلال ہو جائے" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اپنے احرام کو بیت اللہ کے طواف سے حلال کرو اور بال کٹاؤ" ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال کٹانے کا حکم دیا ہے اور حکم وجوب کا مقتضی ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کے وصف میں سر منڈانا اور بال کٹوانا بیان کیا ہے۔ محلقین رءوسکم و مقصرین (الفتح: ۲۷) دراں حالیکہ وہ سر منڈانے والے ہیں اور بال کٹانے والے ہیں" اور اگر یہ حج کرنے والوں کا وصف نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کی یہ صفت بیان نہ کرتا۔ جیسے سلے ہوئے کپڑوں اور شکار کرنے کے ساتھ حج کرنے والوں کی صفت بیان نہیں کی اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے تین بار رحمت کی دعا کی اور بال کٹوانے والوں کے لیے ایک بار رحمت کی دعا کی، اور اگر یہ حج کی عبادات میں شامل نہ ہوتا تو دوسرے مباح کاموں (مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا خوشبو لگانا شکار کرنا وغیرہ) کی طرح اس کی بھی کوئی فضیلت نہ ہوتی اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اصحاب نے اپنے تمام حج اور عمروں میں سر منڈایا یا بال کٹائے ہیں اور ان کا کوئی حج اور عمرہ اس سے خالی نہیں ہے اگر یہ حج کی عبادت نہ ہوتا تو وہ اس پر کبھی دوام نہ کرتے بلکہ کرتے ہی نہیں، کیونکہ یہ ان کی عادت اور معمول تھا نہ اس میں فی نفسہ کوئی فضیلت تھی کہ یہ کہا جاتا کہ یہ فعل انھوں نے اپنی عادت اور معمول کے مطابق کیا تھا یا کسی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے کیا تھا اور آپ نے حلال ہونے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اہل عرب میں مشہور تھا کہ سر منڈانے یا بال کٹانے سے حج کرنے والا حلال ہو جاتا ہے [۱]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ حج میں سر منڈانا یا بال کٹانا ہمارے نزدیک واجب ہے جب اس کے سر پر بال ہوں تو وہ سر منڈائے یا بال کٹائے بغیر حلال نہیں ہو سکتا اور امام شافعی کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور ان کے نزدیک حج کرنے والا کنکریاں مارنے سے اور عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی سعی سے حلال ہو جاتا ہے، انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرفات میں خطبہ دیا اور افعال حج کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تم منیٰ میں آؤ تو جس شخص نے جمرہ کی رمی کر لی تو عورتوں اور خوشبو کے سوا اس پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج میں حرام ہوئی تھی اور بیت اللہ کے طواف (زیارت) کے بعد وہ بھی حلال ہو جائے گی، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ثم لیقضوا تفثھم (حج: ۲۹) "پھر وہ اپنا میل کچیل دور کر لیں"، اور حضرت ابن عمر اور اہل تاویل کا قول یہ ہے کہ سر منڈانا، ناخن کٹانا اور مونچھیں تراشنا، میل کو دور کرنا ہے، کیونکہ لغت میں تفث میل کو کہتے ہیں۔ میلی کچیلی عورت کو امراۃ تفثۃ کہتے ہیں نیز قرآن مجید میں ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اٰمنین محلقین رءوسکم و مقصرین۔ (فتح: ۲۷) "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دیا تم انشاء اللہ ضرور امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے دراں حالیکہ تم سر منڈانے والے ہو گے

---

[۱] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۲۴، ۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

یا بال کٹانے والے"، اس آیت میں لتدخلن - صورۃً . خبر کا صیغہ ہے اور امر کے معنی میں ہے یعنی مسجد حرام میں انشاء اللہ امن کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے اور بال کٹاتے ہوئے داخل ہو، پس اس آیت میں سر منڈانے یا بال کٹانے کی صفت کے ساتھ داخل ہونے کا حکم ہے اور مطلق امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے پس سر منڈانے یا بال کٹانے کی صفت واجب قرار پائی، ہر چند کہ یہ آیت خبر اور وعدہ الٰہی کی صورت میں نازل ہوئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی خبر دی ہے اور جس کا وعدہ فرمایا ہے اس کا وقوع یقینی ہے اس لیے انشاء اللہ کا کلمہ بر سبیل تبرک ہے اور سر منڈانے اور بال کٹانے میں سے ایک چیز واجب ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں واجب نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے تین بار رحمت کی دعا کی ہے اس لیے سر منڈانا افضل ہے اور اس لیے بھی کہ آپ نے سر منڈایا ہے اور اس میں زیادہ تذلل ہے اور بال کاٹنے کا معنی مکمل طور پر سر منڈانے میں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو قول شافعیہ نے نقل کیا ہے اس میں سر منڈانے یا بال کٹانے کا معنی تقدیراً مراد ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے جمرہ میں کنکریاں ماریں اور سر منڈایا یا بال کٹائے تو وہ حلال ہو گیا حضرت عمر کے اس قول کی یہ تاویل اس لیے واجب ہے تاکہ وہ کتاب اللہ کے موافق ہو جائے۔

یہ تمام بحث اس صورت میں ہے جب اس کے سر پر بال ہوں اور اگر اس کے سر پر بال نہ ہوں تو اس کے سر پر استرا پھیر دیا جائے گا کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص یوم نحر کو آئے اور اس کے سر پر بال نہ ہوں تو اس کے سر پر استرا پھیر دیا جائے گا اس کے ثبوت میں حدیث مرفوع (فرمان رسالت مآب) بھی ہے اور اس لیے بھی کہ اگر چہ وہ سر منڈانے سے عاجز ہے لیکن سر منڈانے والوں کے ساتھ تشبہ سے تو عاجز نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا اسی قوم میں شمار ہوتا ہے اور جس شخص نے سر منڈانے یا بال کٹانے کو ترک کر دیا اس پر دم (قربانی) واجب ہوگا۔

عورتوں کے سر منڈانے کا حکم

عورت کے لیے سر منڈانے کا حکم نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر حلق (سر منڈانا) نہیں ہے ان پر صرف تقصیر (بال کٹانا) ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ عورتوں کے حق میں سر منڈانا مثلہ ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی نے سر نہیں منڈایا، البتہ انھوں نے بال کٹائے ہیں۔ عورتیں اپنے بالوں میں سے ایک پور کے برابر بال کاٹ دیں، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عورتیں کس قدر بال کٹوائیں؟ حضرت عمر نے پور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کے برابر۔[1]

علامہ کاسانی نے اس بحث میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ البتہ شوافع کا مذہب بیان کرنے میں علامہ کاسانی کو تسامح لاحق ہوا ہے امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا حج کے ارکان میں سے ہے۔ اس کو احرام کی ممنوعہ چیزوں سے باہر ہونے کا ذریعہ اور مباح قرار دینا ان کا مذہب نہیں ہے بلکہ ان سے ایک شاذ روایت ہے۔

سر منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ

سر منڈانے یا بال کٹانے کی کم سے کم مقدار امام شافعی کے نزدیک تین بال ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک نصف سر ہے۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک سر کا اکثر حصہ ہے اور امام مالک سے ایک روایت پورے سر کی ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پورے

[1] - علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ۱۴۰۰ ھ

سر کو منڈانا یا پورے سر کے بال کٹوانا افضل ہے نیز بال کٹوانے میں افضل یہ ہے کہ ایک پورے کے برابر بال کٹوائے جائیں اگر اس سے بھی کم بال کٹوائے پھر بھی جائز ہے، نیز عورتوں کے حق میں بال کٹوانے کا حکم ہے ان کے حق میں سر کے بال منڈوانا مکروہ ہے اور کسی طریقہ سے بھی بالوں کو زائل کر دیا جائے تو وہ کٹوانے کے قائم مقام ہو جاتا ہے [1]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ تمام سر کے بالوں کو منڈوانا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محلقین رؤسکم اور راس تمام سر کو کہتے ہیں، اسی طرح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے سر کو منڈوایا۔ کیونکہ روایت ہے کہ آپ نے کنکریاں ماریں، پھر ذبح کیا، پھر آپ نے حجام کو بلایا اور دائیں جانب اشارہ کیا اس نے دائیں جانب مونڈ دی، اور آپ نے ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا پھر آپ نے بائیں جانب اشارہ کیا اس نے بائیں جانب مونڈ دی۔ آپ نے وہ بال ام سلیم کو دے دیئے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس دن ہمارا پہلا کام کنکریاں مارنا ہے پھر ذبح کرنا ہے اور پھر حلق (سر منڈانا) ہے اور مطلق حلق کا اطلاق تمام سر پر ہوگا اور اگر اس نے پورا سر نہیں منڈایا تو اگر چوتھائی سر سے کم منڈایا ہے تو جائز نہیں اور اگر چوتھائی سر منڈایا ہے تو جائز ہوگا لیکن مکروہ ہے۔ جواز کی وجہ یہ ہے کہ سر سے متعلق عبادات میں چوتھائی سر پورے سر کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے وضو میں سر کے مسح کا حکم ہے اور مکروہ اس لیے ہے کہ سنت یہ ہے کہ پورے سر کو مونڈا جائے اور سنت کا ترک کراہت ہے اور بال کٹوانے کی مقدار ایک پورا ہے جیسا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، لیکن ہمارے اصحاب (حنفیہ) یہ کہتے ہیں ایک پورے سے زیادہ بال کٹوانے واجب ہیں، کیونکہ تمام بالوں سے ایک پور کاٹنا واجب ہے اور تمام بالوں کے سرے برابر نہیں ہیں اور جب بعض بال ایک پور کاٹے جائیں گے تو چھوٹے بال ایک پورے سے کم کٹیں گے یا رہ جائیں گے اس لیے ایک پورے سے زیادہ بال کاٹے جائیں تاکہ وہ یقینی طور واجب کے ذمہ سے عہدہ برآ ہو جائے [2]

بَابُ ۳۹۵ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ يَوْمَ النَّحْرِ اَنْ يَّرْمِيَ ثُمَّ يَنْحَرَ ثُمَّ يَحْلِقَ وَالْاِبْتِدَاءِ فِي الْحَلْقِ بِالْجَانِبِ الْاَيْمَنِ مِنْ رَّاْسِ الْمَحْلُوْقِ

دائیں طرف سے سر منڈانے کو شروع کرنے کا بیان

۳۰۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مِنًى فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهٗ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَاَشَارَ اِلٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منیٰ آئے تو پہلے جمرہ عقبہ پر گئے اور وہاں کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے وہاں قربانی کی اور حجام سے سر مونڈنے کو کہا اور اس کو دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا، پھر بائیں جانب اشارہ کیا، پھر اپنے بال لوگوں کو عطا فرمائے۔

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] - علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ

جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ.

۳۰۴۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ لِلْحَلَّاقِ هَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ هَكَذَا فَقَسَمَ شَعَرَهُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ قَالَ ثُمَّ أَشَارَ إِلَى الْحَلَّاقِ إِلَى الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا وَأَمَّا فِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ قَالَ فَبَدَأَ بِالشِّقِّ الْأَيْمَنِ فَوَزَّعَهُ الشَّعَرَةَ وَالشَّعَرَتَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ ثُمَّ قَالَ بِالْأَيْسَرِ فَصَنَعَ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ هَا هُنَا أَبُو طَلْحَةَ فَدَفَعَهُ إِلَى أَبِي طَلْحَةَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے دائیں جانب اشارہ کر کے حجام سے کہا یہاں سے پھر جو لوگ آپ کے قریب تھے آپ نے ان میں بال مبارک تقسیم کر دیے، پھر آپ نے حجام کو بائیں جانب اشارہ کیا اس نے مونڈا اور وہ بال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیے، ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ نے دائیں جانب سے شروع کیا اور لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم کیے، پھر بائیں جانب اشارہ کیا اور اس طرف بھی ایسا کیا (یعنی سر منڈایا) پھر فرمایا یہاں ابو طلحہ ہیں؟ اور وہ بال ابو طلحہ کو دے دیے۔

۳۰۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْبُدْنِ فَنَحَرَهَا وَالْحَجَّامُ جَالِسٌ وَقَالَ بِيَدِهِ عَنْ رَأْسِهِ فَحَلَقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَقَسَمَهُ فِيمَنْ يَلِيهِ ثُمَّ قَالَ احْلِقِ الشِّقَّ الْآخَرَ فَقَالَ أَيْنَ أَبُو طَلْحَةَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماریں، پھر اونٹوں کی طرف گئے اور ان کو نحر کیا، حجام بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اس نے دائیں جانب مونڈ دی، جو لوگ قریب بیٹھے تھے آپ نے ان میں وہ بال تقسیم کر دیے، پھر آپ نے فرمایا "دوسری جانب مونڈ دو" اور کہا ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ اور وہ بال ان کو دے دیے۔

۳۰۵۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَسَّانٍ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَمَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ کی کنکریاں ماریں اور اونٹوں کو نحر کیا پھر حجام کے سامنے دائیں جانب کی اور اس نے (وہ جانب) مونڈ دی، پھر آپ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ بال دیئے

حَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔

پھر آپ نے (اس کے سامنے) بائیں جانب کی اور فرمایا مونڈ دو اس نے (وہ جانب) مونڈ دی، پھر آپ نے وہ بال حضرت ابو طلحہ کو دیے اور فرمایا ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ مزدلفہ سے واپسی پر یوم نحر کو سنت یہ ہے کہ چار کام کیے جائیں پہلے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماری جائیں، پھر قربانی کو ذبح کیا جائے پھر سر منڈایا جائے یا بال کٹوائے جائیں، پھر مکہ جا کر طواف افاضہ کیا جائے اور اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی تھی تو پھر سعی کی جائے اور اگر پہلے سعی کر لی تھی تو دوبارہ سعی کرنا مکروہ ہے، ان چاروں کاموں کو ترتیب سے کرنا سنت ہے۔ اگر یہ کام ترتیب کے خلاف کر لیے تو مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا تب بھی جائز ہے جیسا کہ اس کے بعد احادیث میں آ رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افعل ولا حرج "کرو اور کوئی حرج نہیں ہے"؛ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ منیٰ آنے کے بعد جمرہ کی رمی کرنے سے پہلے کوئی کام نہ کرے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدی کو نحر کرنا مستحب ہے اور یہ نحر منیٰ میں ہونا چاہیے اگرچہ تمام ارض حرم میں ذبح کرنا جائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سر منڈانا عبادت ہے اور وہ بال کٹانے سے افضل ہے اور یہ کہ سر منڈانے والے کے سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا افضل ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ سر منڈانے والے کے سر کی بائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے، اور یہ ثابت ہوا کہ آدمی کے سر کے بال پاک ہیں ہمارے مذہب میں یہی صحیح اور یہی جمہور علماء کا نظریہ ہے؛ نیز یہ ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا اور بطور برکت انہیں حفاظت سے رکھنا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور بزرگ شخص کو اپنے متبعین اور مریدین میں ہدایا اور تبرکات کو تقسیم کرنا چاہیے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک مونڈے تھے اس کے نام میں اختلاف ہے، مشہور یہ ہے کہ اس کا نام معمر بن عبد اللہ عدوی ہے اور صحیح بخاری میں ہے اس کا نام معمر بن عبد اللہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام خراش بن امیہ بن ربیعہ کلیبی ہے[1]

علماء احناف کی موافقت حدیث

علامہ نووی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ کنکریاں مارنے، ذبح، سر منڈانے اور طواف افاضہ میں یہ ترتیب سنت ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور اگر کسی شخص نے سہواً یا خطأً ترتیب بدل دی تو آخرت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن دنیا میں اس پر دم (قربانی) لازم ہے اور افعل ولا حرج کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اس کی تفصیل اور تحقیق اس سے متعلق باب میں آئے گی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر منڈانے والے کے سر کی دائیں جانب سے سر مونڈنے کی ابتداء

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

کی جائے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ بائیں جانب سے ابتداء کی جائے، اس سلسلہ میں بھی صحیح بات یہ ہے کہ احناف کا نظریہ بھی حدیث کے مطابق ہے اور امام اعظم نے حدیث کی طرف رجوع کر لیا ہے اس لیے علامہ نووی کا مرجوع عنہ قول کو امام اعظم کا مذہب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اس بحث میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ سر مونڈنے والے کی دائیں جانب کا لحاظ کیا جائے نہ کہ سر منڈانے والے کی جانب کا، مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والے سے دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا "مونڈو" پھر بائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا، پھر لوگوں کو بال تقسیم کیے، علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح بات یہی ہے اگرچہ احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام کی موافقت میں ملتقط میں امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے: میں نے سر منڈایا تو سر مونڈنے والے نے میری تین غلطیاں نکالیں، جب میں بیٹھا تو اس نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرو۔ میں نے اس کی طرف بائیں جانب بڑھائی تو اس نے کہا دائیں جانب سے شروع کراؤ اور جب میں جانے لگا تو اس نے کہا اپنے بالوں کو دفن کر دو، پس میں نے لوٹ کر بال دفن کر دیے، اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم نے حجام کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا، (اور یہ امام اعظم کی انتہائی بے نفسی اور خدا خوفی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اس لیے صاحب لباب نے کہا ہے کہ یہی مختار ہے، شارح لباب نے کہا ہے کہ منسک ابن العجمی اور بحر میں بھی ایسا ہی ہے، اور صاحب نخبہ نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے، اور اصحاب حنفیہ سے امام ابوحنیفہ کا رجوع منقول ہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تکریم کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملا تھا، عبیدہ نے کہا اگر میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہوتا تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔[2] علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال رکھا ہوا تھا، وہ جب بھی کسی جنگ میں جاتے تو اس موئے مبارک کی برکت سے فتح اور نصرت حاصل کرتے۔ جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو وہ فوراً اس کی طرف جھپٹے، ان کے ساتھیوں نے تعجب کیا کہ ایک ٹوپی کے لیے اتنا خطرہ مول لیا، حضرت خالد نے کہا میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا لیکن مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھ لگ جائے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہو۔[3]

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۰۔ ۲۴۹، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ،

[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے [۱]۔

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک بال اپنے اصحاب میں اس لیے تقسیم کیے تاکہ آپ کے بعد صحابہ میں آپ کی برکت باقی رہے اور انھیں آپ کی یاد آتی رہے، اور اس سے آپ نے اپنی وفات کے قرب اور اپنی رفاقت کے زمانہ کے اختتام کی طرف اشارہ کیا، اور ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ انصاری کو آپ نے اسی لیے بال تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ کی قبر مبارک انھوں نے ہی کھود کر لحد بنائی تھی [۲]۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے اور حفاظت سے رکھنے کا ثبوت ہے، اور یہ مسئلہ ہے کہ اپنے اصحاب اور متعلقین کو ہدایا اور عطیات دے کر ان سے رابطہ اور حسن سلوک رکھنا چاہیے اور یہ کہ اس میں مساوات ضروری نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے کہا کہ آپ نے ان کو بال اس لیے تقسیم فرمائے تاکہ ان میں آپ کی برکت باقی رہے اور اس میں آپ کی وفات کے قرب کی طرف اشارہ ہے اور شاید اس لیے آپ نے حضرت ابو طلحہ کو بال تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ کی لحد انھوں نے ہی تیار کی تھی [۳]۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی اور شارح المنتقی کے حوالوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں یہی لکھا ہے [۴]۔

موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہے اور اگر وہ بال پانی میں گر جائے تو پانی بھی نجس ہو جاتا ہے، اور علامہ مزنی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے انسان کے بال کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے اور ربیع جیزی نے لکھا ہے کہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ بال کھال کے تابع ہے اگر کھال پاک ہے تو بال پاک ہے اور اگر کھال ناپاک ہے تو بال ناپاک ہے، اور ماوردی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، عطاء نے کہا ہے کہ انسان کے بال کی طہارت میں کلام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک مکرم اور معظم ہے اور اس بحث سے خارج ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ماوردی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، اس طرف

---

[۱]۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۲]۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۳، " "

[۳]۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[۴]۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، الطبعۃ الاولی ۱۳۰۲ھ

اشارہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں ان کا کوئی اور قول بھی ہے۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں اور بعض شافعی علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی طہارت کے بارے میں دو صورتیں ہیں ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خدشہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا رتبہ اس سے بہت بلند ہے اور آپ کے موئے اقدس کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے جبکہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے تو بالوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ماوردی نے کہا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال تبرک کے لیے تقسیم کیے اور تبرک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے" میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے سے بھی بدتر بات ہے اور اکثر شافعیہ نے ایسا کہا ہے پھر انھوں نے کہا کہ جنھوں نے بال لیے وہ تھوڑی مقدار میں تھے اور تھوڑی مقدار معاف ہوتی ہے اور یہ سب سے بدترین بات ہے۔ ان لوگوں کی اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے اس نظریہ کو تقویت پہنچائیں کہ بنو آدم کے بال جسم سے الگ ہونے کے بعد ناپاک ہوجاتے ہیں اور جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تقسیم کرنے سے معارضہ کیا گیا تو انھوں نے یہ فاسد تاویلات کیں، صحیح بخاری کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون میں دو صورتیں ہیں اور زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ طاہر ہیں بعض علماء نے امام غزالی پر رد کیا ہے کیونکہ انھوں نے آپ کے فضلات کے نجس ہونے کا قول ذکر کیا ہے اور یہ غزالی کی بیہودہ گوئی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں بہت احادیث ہیں، صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابوطیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، اور ابونعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے آپ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، اور حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا، اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ ابورافع کی بیوی سلمٰی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے گرے ہوئے پانی کو پی لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام کر دیا ہے، اور بعض علماء (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان چیزوں کے جن میں دلیل سے آپ کی خصوصیت ثابت ہے، میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہوجائیں اور یہ بات کوئی جاہل غبی ہی کہہ سکتا ہے کہاں آپ کا مرتبہ اور کہاں لوگوں کے مراتب، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ خصوصیت کی دلیل ہمیشہ نقل سے ثابت ہو کیونکہ اس قسم کی چیزوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے عقل کا بھی دخل ہے اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ لوگ اس کے سوا کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں [1]۔

غالباً علامہ عینی کا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں دو رائیں قائم کیں اور اسے عام لوگوں کے بالوں پر قیاس کر کے العیاذ باللہ نجس قرار دیا، یا ان لوگوں کی طرف ہے

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات (پیشاب، خون، منی وغیرہ) کو عام لوگوں کے فضلات پر قیاس کر کے نجس قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جمیع مکلفین کی مثل ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت نقل سے ثابت ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت کو نقل سے ثابت مانتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مصنف (امام بخاری) نے بال کی طہارت پر اس حدیث مرفوع (صحابہ میں آپ کا بالوں کو تقسیم فرمانا) سے استدلال کیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مکرم ہے اس پر دوسرے بالوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوتی اور اصل عدم خصوصیت ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منی کو کپڑے سے کھرچ دیتی تھیں اس سے منی کی طہارت پر استدلال نہ کیا جائے کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور دوسروں کی منی کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم تمام مکلفین کی مانند ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہت زیادہ دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے، اس لیے اس چیز کی طرف التفات نہ کیا جائے جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی ہوئی ہے کیونکہ تمام ائمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی کی ان عبارات پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ تبصرہ کیا ہے:

میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی وقعت ابتداءً امام بدرالدین محمود عینی شارح صحیح بخاری سے زیادہ تھی۔ فضلات شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔ امام ابن حجر نے ابحاث محدثانہ لکھی ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے اخیر میں لکھا ہے کہ فضلات شریفہ کی طہارت ان کے نزدیک ثابت نہیں، امام عینی نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ابحاث ہیں جو شخص طہارت کا قائل ہو اس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں میں سنتا نہیں یہ لفظ ان کی کمال محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وقعت بہت ہو گئی۔[2] (اعلیٰ حضرت کو اس تبصرے میں تسامح ہوا ہے یا اس تبصرے کو لکھنے میں ملفوظ کے مرتب سے سہو ہوا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

شیخ انور شاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے لیکن میرے پاس اس کی ائمہ سے کوئی نقل نہیں ہے الا یہ کہ المواہب اللدنیہ میں عینی کے حوالہ سے یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۴ ص ۱۳، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۷۷ھ

کے فضلات طاہر ہیں لیکن مجھے یہ بات عینی میں نہیں ملی [1]

شیخ انور شاہ کشمیری اگر بغور عمدۃ القاری کا مطالعہ کرتے تو انہیں اس میں علامہ عینی کا یہ قول مل جاتا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں، علامہ عینی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے مل کر جو وضو کا پانی گرتا ہے اس کو امام ابوحنیفہ نجس نہیں کہتے وہ اس کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بعض شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے یہ المواہب اللدنیہ میں بھی عینی کے حوالہ سے ہے اور علامہ بیری نے بھی اس کی شرح اشباہ میں تصریح کی ہے [3] (غالباً شیخ کاشمیری نے المواہب کا حوالہ یہیں سے دیا ہے۔ سعیدی)۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں ہمارے بہت سارے اصحاب حنفیہ کا یہ نظریہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات طاہر ہیں [4]

شیخ اشرف علی تھانوی نے پہلے نشر الطیب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں روایات ذکر کیں لیکن اپنی آخری تصنیف بوادر نوادر میں آپ کے فضلات کی طہارت کا رد کر دیا، لکھتے ہیں:

شرح الشفاء ملا علی قاری میں یہ بحث نظر سے گذری انھوں نے فصل نظافت جسم نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض روایات کا تو ثبوت متقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارحین کا یہ قول مذکور ہے شربت دانا لا اعلم، لا اشعر اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق یہ نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے روی ابن البران سالم بن ابی الحجاج حجمہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ازدرای ابتلع فقال اما علمت ان الدم کلہ حرام و فی روایۃ لا تعد فان الدم کلہ حرام۔ پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعوی بلا دلیل ہے [5] ۸/ ربیع ۱۳۵۰ھ

شیخ اشرف علی تھانوی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون نگل لیا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمام خون حرام ہیں اور ایک روایت میں ہے، دوبارہ نہ پینا کیونکہ تمام خون حرام ہیں پس ثابت ہو گیا کہ آپ کے فضلات کی طہارت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حرمت طہارت کے خلاف یا نجاست کو مستلزم نہیں ہے، دیکھئے انسان کو کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ انسان کی حرمت کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ،

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ،

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[4] ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر نوادر ص ۴۴۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

نہیں ہے اسی طرح بلا اجازت دوسرے کا مال کھانا حرام ہے نجس نہیں ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ آپ کا اپنے خون کو حرام کہنا کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر نہیں ہے۔

فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے فضلات نگل لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، امام محمد بن سعد نے اس باب میں سند متصل کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ بیت الخلاء جاتے ہیں اور میں وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھتی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء (علیہم السلام) سے جو چیز نکلتی ہے اس کو زمین نگل لیتی ہے اور اس کی کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ یہ حدیث ہر چند کہ مشہور نہیں ہے لیکن اس حدیث کی بناء پر اہل علم نے آپ کے فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے (علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نفی نہیں کی اور ابن دحیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں قوی حدیث ہے)۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام ابو نصر بن صباغ نے شامل میں کہا ہے کہ بعض علماء شافعیہ کا یہی قول ہے اور ابو بکر بن سابق مالکی نے کتاب البدیع میں اس مسئلہ میں علماء مالکیہ کے دو قول لکھے ہیں، اور اس کی تائید یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ناپسندیدہ چیز یا بغیر خوشبو کے کوئی چیز نہیں نکلتی تھی، اس کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم سے کیا چیز نکلتی ہے تو میں نے اس میں کوئی چیز نہیں پائی، میں نے کہا کہ آپ کی زندگی اور موت پاکیزگی کے ساتھ ہے، اور آپ سے بہت اچھی خوشبو ظاہر ہوئی اس کی مثل ہم نے کبھی محسوس نہیں کی (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مراسیل ابوداؤد میں ہے) اس کی مثل حضرت ابو بکر کا قول ہے جب انھوں نے وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ روایت مسند بزار میں ہے) اور اسی سلسلے میں جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان کا آپ کا خون چوسنا اور آپ کا انھیں منع نہ کرنا ہے اور آپ کا انھیں یہ فرمانا کہ تمہیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیہقی اور طبرانی نے روایت کی ہے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا۔ (اس میں حضرت ابن زبیر کی شہادت کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) اور ان کے پینے پر انکار نہیں فرمایا، اسی طرح روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی بیماری نہیں ہوگی (یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور دارقطنی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا ہے) جن لوگوں نے خون یا پیشاب پیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو منہ دھونے کا حکم دیا نہ دوبارہ پینے سے منع کیا، (غالباً منع کرنے کی روایت قاضی عیاض کی نظر سے نہیں گذری یا ان کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ سعیدی) اور یہ حدیث جس میں ایک عورت کے پیشاب پینے کا ذکر ہے، حدیث صحیح ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کے راوی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں اور اس عورت کا نام برکہ ہے۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ام ایمن ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کی چارپائی کے نیچے رکھا رہتا تھا، آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ نے دیکھا کہ وہ خالی تھا، آپ نے برکہ سے پوچھا، انھوں نے کہا میں

رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس کو لاعلمی میں پی لیا (اس حدیث کو ابن جریج، ابن حبان اور حاکم نے اُمیمہ سے روایت کیا ہے اور دارقطنی نے ام ایمن سے روایت کیا ہے۔ علی قاری[۱]

بَابُ[۳۹۶] جَوَازِ تَقْدِيْمِ الذَّبْحِ عَلَى الرَّمْيِ وَالْحَلْقِ عَلَى الذَّبْحِ وَعَلَى الرَّمْيِ وَتَقْدِيْمِ الطَّوَافِ عَلَيْهَا كُلِّهَا

کنکریاں مارنے، ذبح کرنے، سر منڈانے اور طواف کرنے کی ترتیب کا بیان

۳۰۵۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں وقوف کیا تاکہ لوگ آکر آپ سے مسائل دریافت کریں، ایک شخص نے آکر کہا: یارسول اللہ! میں نے لاعلمی میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا اب ذبح کرلو کوئی حرج نہیں ہے، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ! میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کرلی، آپ نے فرمایا اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں ہے۔ غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کی بھی تقدیم یا تاخیر کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کرلو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۵۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عِيسَى ابْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ سے سوالات کرنے شروع کیے، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یارسول اللہ مجھے پتا نہ

[۱] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔
ایضاً۔ علامہ شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۵۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت
ایضاً۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ھامش النسیم ج ۱ ص ۳۶۳ - ۳۵۳ 〃

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَطَفِقَ نَاسٌ يَسْأَلُونَهُ فَيَقُولُ الْقَائِلُ مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ أَشْعُرُ أَنَّ الرَّمْيَ قَبْلَ النَّحْرِ فَنَحَرْتُ قَبْلَ الرَّمْيِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ وَطَفِقَ آخَرُ يَقُولُ إِنِّي لَمْ أَشْعُرْ أَنَّ النَّحْرَ قَبْلَ الْحَلْقِ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ فَيَقُولُ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سَمِعْتُهُ سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ أَمْرٍ مِمَّا يَنْسَى الْمَرْءُ وَيَجْهَلُ مِنْ تَقْدِيمِ بَعْضِ الْأُمُورِ قَبْلَ بَعْضٍ وَأَشْبَاهِهَا إِلَّا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلُوا ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ۔

تھا کہ کنکریاں قربانی سے پہلے ماری جاتی ہیں میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو، حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے پتا نہ تھا کہ قربانی سر منڈانے سے پہلے کی جاتی ہے میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے اب قربانی کر لو، لاعلمی یا نسیان کی بناء پر مقدم یا مؤخر کیے جانے والے جس کام کے بارے میں بھی آپ سے سوال کیا گیا ان سب کے بارے میں آپ نے یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے اب کر لو۔

۳۰۵۴۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِلَى آخِرِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۵۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَحْسِبُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّ كَذَا وَكَذَا قَبْلَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا لِهٰؤُلَاءِ الثَّلَاثِ قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ فلاں فلاں چیز، فلاں فلاں کام سے پہلے ہے، ایک اور شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ فلاں چیز فلاں چیز سے پہلے ہونی چاہیے آپ نے ان تینوں کے بارے میں فرمایا کر لو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۵۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى

ایک اور سند سے یہ روایت ہے مگر اس میں تین آدمیوں کا ذکر نہیں ہے یحییٰ اموی کی روایت میں یہ ہے

الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رِوَايَةُ ابْنِ بَكْرٍ فَكَرِوَايَةِ عِيسَى إِلَّا قَوْلَهُ لِهَؤُلَاءِ الثَّلَاثِ فَإِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ وَأَمَّا يَحْيَى الْأُمَوِيُّ فَفِي رِوَايَتِهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ وَأَشْبَاهُ ذَلِكَ۔

کر میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔

۳۰۵۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ فَاذْبَحْ وَلَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب ذبح کر لو، ایک اور شخص نے کہا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو۔

۳۰۵۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَةٍ بِمِنًى فَجَاءَهُ رَجُلٌ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہیں، آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۰۵۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَاهُ رَجُلٌ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم نحر کو جمرہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں، دوسرے شخص نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کنکریاں مار لو، تیسرے شخص نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف افاضہ کر لیا، آپ

حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اِنِّیْ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اِنِّیْ اَفَضْتُ اِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا رَاَيْتُهٗ سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا قَالَ افْعَلُوْا وَلَا حَرَجَ۔

نے فرمایا اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کیا گیا آپ نے یہی فرمایا اب کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۶۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ فِی الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْیِ وَالتَّقْدِيْمِ وَالتَّاْخِيْرِ فَقَالَ لَا حَرَجَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح، سر منڈانے اور کنکریاں مارنے کے بارے میں تقدیم وتاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یوم نحر کے افعال یعنی کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈانے اور طواف افاضہ کی ترتیب سنت ہے، اگر اس نے ترتیب کے خلاف کر کے بعض افعال کو بعض پر مقدم کر دیا تو اس باب کی احادیث کی بناء پر جائز ہے امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اگر سر منڈانے کو کنکریاں مارنے اور طواف پر مقدم کر دیا تو اس پر دم (قربانی) لازم آئے گا، امام ابو حنیفہ، امام مالک، سعید بن جبیر، حسن بصری، نخعی اور قتادہ کا بھی یہی نظریہ ہے اور حدیث شریف میں جو ہے افعل ولا حرج "اب کرلو کوئی حرج نہیں ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں گناہ نہیں ہوگا۔ دنیا میں لزوم دم کی نفی نہیں ہے، ہم اس تاویل کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لاحرج کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ موخر کو مقدم یا بالعکس کر دینے میں مطلقاً کوئی حرج نہیں ہے[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ قربانی کے دن سنت یہ ہے کہ پہلے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماری جائیں پھر قربانی کی جائے پھر سر منڈایا جائے پھر طواف افاضہ کیا جائے، اگر اس نے ان چاروں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم کر دیا تو پہلے تین کی تقدیم اور تاخیر میں امام مالک کے نزدیک کوئی فدیہ واجب نہیں ہے، البتہ اگر اس نے سر منڈانے کو کنکریاں مارنے پر مقدم کر دیا تو اس پر فدیہ واجب ہے اور ابن ماجشون نے کہا ہے کہ اگر سر منڈانے کو قربانی پر مقدم کر دیا تب بھی فدیہ واجب ہے اور ہمارے نزدیک لاحرج کا معنی یہ ہے کہ تقدیم اور تاخیر میں گناہ نہیں ہے[2]

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے لاعلمی سے جمرہ کی کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا وہ فدیہ دے۔ علامہ باجی کہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جس نے لاعلمی سے جمرہ کی کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا تو اس پر فدیہ ہے، کیونکہ اس نے اپنے احرام سے حلال ہونے سے پہلے سر منڈا لیا، اور حلال ہونے کے لیے سب سے پہلے جمرہ میں کنکریاں ماری جاتی ہیں اور جب اس نے کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے لیے سر منڈانا جائز نہیں ہے۔[1]

احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ افعال حج کو ایک دوسرے پر مقدم کرنے کے حکم میں اختلاف ہے، جیسے سر منڈانے کو کنکریاں مارنے سے پہلے یا قربانی کو کنکریاں مارنے سے پہلے یا سر منڈانے کو قربانی سے پہلے کیا جائے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہو گئی ہے اس کی تلافی قضا سے ہو جاتی ہے اور قضا کے ساتھ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب کے خلاف کرنے سے دم لازم آتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا من قدم نسکا علی نسک فعلیہ دم، جس شخص نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کر دیا اس پر دم لازم ہے۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام ابویوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ میں نے لاعلمی میں قربانی سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، اب ذبح کر لو، ایک اور شخص نے کہا میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو۔ اور اس دن جس چیز کے بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے، اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حرج نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس سے گناہ نہیں ہو گا اور حج فاسد نہیں ہو گا، یہ معنی نہیں ہے کہ اس پر کوئی جزاء اور فدیہ نہیں ہے کیونکہ کہنے والے نے یہ کہا ہے کہ میں نے لاعلمی سے یہ کام کیا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کام کرنے کے بعد اس پر منکشف ہوا کہ یہ تقدیم یا تاخیر ممنوع تھی اسی وجہ سے اس نے سوال کرنے سے پہلے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے لاعلمی سے اس کو مقدم یا مؤخر کیا ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سائل نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مخالف ہے اور اس نے یہ گمان کیا کہ یہ ترتیب معین ہے تو اس نے عذر پیش کر کے یہ سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں حرج کی نفی کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ ترتیب کرنا اس پر معین نہیں ہے بلکہ یہ ترتیب مسنون ہے نہ کہ واجب، حق یہ ہے کہ جس طرح یہ احتمال ہے اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ترتیب واجب ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا ہو۔ آپ نے صحابہ کو افعال حج سیکھنے کا حکم دیا اور جہل کی وجہ سے ان کو معذور قرار دیا، کیونکہ یہ فرضیت حج کا ابتدائی دور تھا، اور جب اس معاملے میں یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو

---

[1] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۱۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۳۳۲ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

احتیاطاً ترتیب کے وجوب کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور اس سے امام ابوحنیفہ کی دلیل مضبوط ہوتی ہے اور ان کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے: من قدم نسکا علی نسک فعلیہ دم۔ "جس نے حج کی ایک عبادت کو دوسری عبادت پر مقدم کر دیا اس پر دم ہے۔" بلکہ یہ ایک مستقل دلیل ہے، ہدایہ کے بعض نسخوں میں حضرت ابن مسعود کی جگہ حضرت ابن عباس کا ذکر ہے اور یہ زیادہ معروف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی ہے ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: من قدم شیئا من حجہ او اخرہ فلیھرق دما۔ "جو شخص اپنے حج میں کسی عبادت کو مقدم یا مؤخر کر دے وہ ایک قربانی دے۔" اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن مہاجر ہے جس کو ضعیف کہا گیا ہے۔ امام طحاوی نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کی ہے جس میں یہ ضعیف راوی نہیں ہے وہ سند یہ ہے: حدثنا ابن مرزوق حدثنا الخصیب حدثنا وھیب عن ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس مثلہ۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان راویوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ "کوئی حرج نہیں ہے اب کر لو" اور یہ حدیث ان کے نزدیک اجازت اور اباحت پر محمول نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ انھوں نے جہل اور لاعلمی کی وجہ سے بعض عبادات کو مقدم یا مؤخر کر دیا تھا، آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور حج کی عبادات سیکھنے کا حکم دیا، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر اس آیت سے بھی استدلال ہے: فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ۔ "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص بیماری کے عذر کی بناء پر اپنے وقت سے پہلے سر منڈا دے تو وہ فدیہ دے تو جب باوجود عذر کے وقت سے پہلے سر منڈانے پر فدیہ لازم آتا ہے تو وقت سے پہلے بلا عذر سر منڈانے پر تو بطریق اولیٰ فدیہ لازم آئے گا۔[۱]

بَابُ[۳۹۷] اسْتِحْبَابِ طَوَافِ الْإِفَاضَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

قربانی کے دن طواف افاضہ کرنا

۳۰۶۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى قَالَ نَافِعٌ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفِيضُ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ بِمِنًى وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن طواف افاضہ کیا، پھر لوٹ کر منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی قربانی کے دن طواف افاضہ کرتے تھے اور پھر منیٰ میں جا کر ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۴۷۰، ۴۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

طواف زیارت کے احکام

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ طواف افاضہ (طواف زیارت) حج کے فرائض میں سے ہے اور اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قربانی کے دن کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنا مستحب ہے، اور اگر قربانی کے دن سے مؤخر کر کے اس کو ایام تشریق میں کیا جائے پھر بھی جائز ہے اور اس پر بالاجماع دم نہیں ہے، اور اگر ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کیا تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک زیادہ مؤخر کرنے سے دم لازم آتا ہے۔[1]

علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ مقدمہ میں ہے ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم لازم آتا ہے۔[2]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی نے بھی لکھا ہے کہ ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم لازم آتا ہے۔[3]

بَابُ ۳۹۸ اِسْتِحْبَابِ نُزُوْلِ الْمُحَصَّبِ يَوْمَ النَّفْرِ

وادی محصب میں اترنے کا استحباب

۳۰۶۲ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ مَا يَفْعَلُ أُمَرَاءُكَ۔

عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ اس سلسلے میں آپ کو جو احادیث یاد ہوں وہ سنائیے، حضرت انس نے کہا منیٰ میں، میں نے پوچھا آپ نے روانگی کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا وادی ابطح میں، پھر کہا تم وہی کرو جو تمہارے امراء کرتے ہیں۔

۳۰۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوْا يَنْزِلُوْنَ الْأَبْطَحَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وادی ابطح میں اترا کرتے تھے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۶ - ۴۰۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۳۰۶۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ ابْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْحَصْبَةِ قَالَ نَافِعٌ قَدْ حَصَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محصب میں جانے کو سنت خیال کرتے تھے، وہ قربانی کے دن ظہر کی نماز وادی محصب میں پڑھتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفاء وادی محصب میں جاتے تھے۔

۳۰۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نُزُولُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وادی محصب میں جانا سنت (موکدہ) نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صرف اس لیے گئے تھے کہ مکہ جاتے وقت آپ کے لیے وہاں سے نکلنا آسان تھا۔

۳۰۶۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۳۰۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ كَانُوا يَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُ ذَلِكَ وَقَالَتْ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ كَانَ مَنْزِلًا أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ۔

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم وادی محصب میں اترتے تھے۔ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ محصب میں نہیں جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صرف اس لیے ٹھہرے تھے کہ یہ مقام آپ کی واپسی کے وقت روانہ ہونے کے لیے زیادہ مناسب تھا۔

۳۰۶۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وادی محصب میں جانا کوئی حج کی مقررہ عبادت نہیں ہے، یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ٹھہرے تھے۔

۳۰۶۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَمْ يَأْمُرْنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْزِلَ الْأَبْطَحَ حِينَ خَرَجَ مِنْ مِنًى وَلٰكِنِّي جِئْتُ فَضَرَبْتُ فِيهِ قُبَّتَهُ فَجَاءَ فَنَزَلَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَةِ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ وَكَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے گئے تو آپ نے مجھے وادی محصب میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا، لیکن میں آیا اور میں نے وہاں خیمہ لگا دیا، آپ وہاں آکر ٹھہر گئے، ایک روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر مقرر تھے۔

۳۰۷۰ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نَنْزِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے، جہاں کفار نے آپس میں کفر پر قسمیں کھائیں تھیں۔

ف: محصب، ابطح، بطحاء اور خیف بنی کنانہ سب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

۳۰۷۱ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا درآں حالیکہ ہم منیٰ میں تھے کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں کافروں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں، قریش اور بنو کنانہ نے قسم کھائی کہ ہم بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ

بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ وَذٰلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَبَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتّٰى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ۔

اس وقت تک نکاح نہیں کریں گے، نہ خرید و فروخت کریں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں، اس جگہ سے آپ کی مراد وادی محصب تھی۔

۳۰۷۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ إِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالٰی نے فتح دی تو انشاء اللہ ہم خیف میں ٹھہریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

بَابُ ۳۹۹ وُجُوبِ الْمَبِيتِ بِمِنًى لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَالتَّرْخِيصِ فِي تَرْكِهِ لِأَهْلِ السِّقَايَةِ

ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گزارنے کا حکم

۳۰۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں آب زمزم پلانے کے لیے مکہ میں قیام کی اجازت طلب کی، تو آپ نے اجازت دے دی۔

۳۰۷۴ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِيهِ

ایک اور سند سے حضرت ابن عمر سے یہ روایت منقول ہے۔

مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گزارنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گزارنے کا حکم ہے اور یہ چیز فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم واجب ہے یا سنت، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، حضرت ابن عباس، امام ابوحنیفہ اور حسن بصری کا بھی یہی نظریہ ہے جو فقہاء اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ اس کے ترک سے دم لازم کرتے ہیں اور جو فقہاء اس کو سنت کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کے ترک سے دم لازم نہیں ہے، البتہ منیٰ میں رات گزارنا مستحب ہے اور اگر یہ واجب ہو تو کتنی دیر قیام کرنا چاہیے؟ اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ گزارنا چاہیے دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت گزارنا بھی کافی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آب زمزم پلانے والوں کے لیے اجازت ہے کہ وہ رات منیٰ میں نہ رہیں اور مکہ چلے جائیں تاکہ رات میں لوگوں کو پانی پلائیں، امام شافعی کے نزدیک یہ اجازت آل عباس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جن لوگوں کے پاس بھی آب زمزم پلانے کا منصب ہو اس کو یہ اجازت حاصل ہے۔[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آب زمزم پلانا بنو عباس کا منصب ہے، ان کے پاس یہ منصب زمانہ جاہلیت سے تھا اور اسلام نے اس کو برقرار رکھا۔[2]

بَابُ فَضْلِ الْقِيَامِ بِالسِّقَايَةِ وَالثَّنَاءِ عَلٰى أَهْلِهَا وَاسْتِحْبَابِ الشُّرْبِ مِنْهَا

موسم حج میں مشروب پلانے کا استحباب۔

۳۰۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَأَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَالِيْ

عبداللہ مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک دیہاتی نے آ کر حضرت ابن عباس سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے چچازاد تو دودھ اور شہد پلاتے ہیں اور آپ نبیذ (کھجوروں کا پانی) پلاتے ہیں؟ اس کی وجہ غربت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،
[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

آبَائِیْ بَنِیْ عَمِّکُمْ یَسْقُوْنَ الْعَسَلَ وَاللَّبَنَ وَاَنْتُمْ تَسْقُوْنَ النَّبِیْذَ اَمِنْ حَاجَۃٍ بِکُمْ اَوْ مِنْ بُخْلٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا بِنَا حَاجَۃٌ وَلَا بُخْلٌ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ وَخَلْفَہٗ اُسَامَۃُ فَاسْتَسْقٰی فَاَتَیْنَاہُ بِاِنَاۤءٍ مِّنْ نَّبِیْذٍ فَشَرِبَ وَسَقٰی فَضْلَہٗ اُسَامَۃَ وَقَالَ اَحْسَنْتُمْ وَاَجْمَلْتُمْ کَذَا فَاصْنَعُوْا فَلَا نُرِیْدُ نُغَیِّرُ مَا اَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ہے یا بخل؛ حضرت ابن عباس نے فرمایا الحمد للہ ہم غریب ہیں نہ بخیل، اصل وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر آئے، درآں حالیکہ حضرت اسامہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا تو ہم نے آپ کو ایک برتن میں نبیذ پیش کیا، آپ نے نبیذ پیا اور جو بچا وہ حضرت اسامہ کو دے دیا، حضرت اسامہ نے آپ کا تبرک پیا۔ آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا اور خوب کام کیا ہے، ایسا ہی کیا کرو، حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو حکم دیا تھا اس میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔

نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم

کھجوروں یا منقی کو پانی میں ڈال کر پانی کو جوش دیا جائے جس سے پانی میں کھجوروں یا منقی کا ذائقہ پیدا ہو جائے اور مٹھاس آجائے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں اس کا پینا جائز ہے اور کھجوریں یا منقی چند دن پانی میں پڑی رہیں اور پانی میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ پانی نشہ آور ہو جائے تو اس کا پینا حرام اور ناجائز ہے، اس کی پوری تفصیل، تحقیق اور بیان مذاہب کو انشاء اللہ کتاب الاشربہ میں ذکر کیا جائیگا

بَابُ الصَّدَقَۃِ بِلُحُوْمِ الْھَدَایَا وَجُلُوْدِھَا وَجِلَالِھَا وَلَا یُعْطَی الْجَزَّارُ مِنْھَا شَیْئًا وَجَوَازِ الْاِسْتِنَابَۃِ فِی الْقِیَامِ عَلَیْھَا

قربانی کے گوشت، کھال اور جھول کو صدقہ کرنے کا حکم

۳۰۷۶- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَیْثَمَۃَ عَنْ عَبْدِ الْکَرِیْمِ بْنِ مُجَاھِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰی بُدْنِہٖ وَاَنْ اَتَصَدَّقَ بِلُحُوْمِھَا وَجُلُوْدِھَا وَاَجِلَّتِھَا وَاَنْ لَّا اُعْطِیَ الْجَزَّارَ مِنْھَا قَالَ نَحْنُ نُعْطِیْہِ مِنْ عِنْدِنَا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں پر کھڑا رہوں اور ان کے گوشت اور کھالوں اور جھولوں کو صدقہ کر دوں اور قصاب کی اجرت اس میں سے نہ دوں۔ حضرت علی نے فرمایا قصاب کی اجرت ہم اپنے پاس سے دیں گے۔

۳۰۷۷- وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۳۰۷۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ أَبُو هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا أَجْرُ الْجَازِرِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے لیکن اس میں قصاب کی اجرت کا ذکر نہیں ہے۔

۳۰۷۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِينِ وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ قربانی کے اونٹوں پر کھڑے رہیں، اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے اونٹوں کے گوشت، کھالوں اور جھولوں کو مساکین میں تقسیم کر دیں اور اس میں سے قسائی کی اجرت نہ دیں۔

۳۰۸۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ مَالِكٍ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایسا حکم دیا۔

قربانی کرنے کے بعد ہدی کی کھال اور جھول وغیرہ کے حکم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں ہدی اور قربانی کی کھال اور اس کی کسی چیز کو بیچنا جائز نہیں ہے، نہ اس سے گھر میں کوئی نفع حاصل کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ قربانی نفلی ہو یا واجب، البتہ اگر قربانی نفلی ہو تو اس کی کھال کو پہننے وغیرہ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور قصاب کو اس کی اجرت میں کھال دینا جائز نہیں ہے، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہدی کی کھال کو بیچنا جائز ہے اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے گا۔[۱]

احناف کا نظریہ

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جس قربانی کا قربانی کرنے والے کے لیے کھانا جائز ہے اس کا ذبح کے بعد صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایک تہائی کا صدقہ کر دے اور جس قربانی کا اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے اس پر اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے نفلی قربانی، تمتع اور قران کی قربانی سے کچھ کھانا مستحب ہے اور وہ اس میں سے غنی کو بھی کھلا سکتا ہے، اور جو قربانی اس پر کفارے یا نذر کی وجہ سے واجب ہوتی ہے اس میں سے اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے ـــــ قربانی کی جھول اور رسی کو صدقہ کر دے اور اس میں سے قصائی کو اجرت نہ دے۔[۲]

نیز فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس سے ڈول یا جراب بنا لے، قربانی کی کھال کے عوض ایسی چیز کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو بنفسہٖ استعمال ہو سکے جیسے ڈول یا جراب وغیرہ اور اس سے کوئی ایسی چیز نہ خریدے جس سے بنفسہٖ نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ اسے ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہے، جیسے گوشت اور غلہ وغیرہ، اگر کھال کو دراہم کے عوض بیچا تاکہ ان دراہم کو اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے تو یہ ناجائز ہے اور گوشت بھی کھال کے حکم میں ہے۔[۳]

قربانی کی کھال یا گوشت کو بیچنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

بَابُ جَوَازِ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ
اونٹ اور گائے کی قربانی میں اشتراک کا جواز

۳۰۸۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ کو سات آدمیوں کی طرف سے نحر کیا، اور گائے کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے دی۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،
۲۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۵ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۱۰ھ
۳۔ عالم گیری ج ۵، ص ۳۰۱ 〃 〃 〃 〃

عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

۳۰۸۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

۳۰۸۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحَرْنَا الْبَعِيرَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کو نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔

۳۰۸۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَيُشْتَرَكُ فِي الْبَدَنَةِ مَا يُشْتَرَكُ فِي الْجَزُورِ قَالَ مَا هِيَ إِلَّا مِنَ الْبُدْنِ وَحَضَرَ جَابِرٌ الْحُدَيْبِيَةَ قَالَ نَحَرْنَا يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ بَدَنَةً اشْتَرَكْنَا كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شریک ہو گئے تھے ایک شخص نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں، کیا اسی طرح بعد کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شرکت جائز ہے، انھوں نے کہا کہ پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے، حضرت جابر حدیبیہ میں موجود تھے۔ حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے ستر اونٹ ذبح کیے اور ہر اونٹ میں سات آدمی شریک تھے۔

۳۰۸۵ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں احرام کھولنے

اَبُوالزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنْ حِجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمَرَنَا اِذَا اَحْلَلْنَا اَنْ نُّهْدِيَ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ مِنَّا فِي الْهَدِيَّةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّحِلُّوْا مِنْ حَجِّهِمْ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

کے وقت قربانی کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا چند آدمیوں کی ایک جماعت ایک اونٹ یا ایک گائے میں شریک ہو جائے آپ نے یہ حکم اس وقت دیا تھا جب آپ نے انھیں حج کا احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

۳۰۸۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَمَتَّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ فَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيْهَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا کرتے تھے اور ایک گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوتے تھے۔

۳۰۸۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا ابْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

۳۰۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوالزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهٖ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً فِيْ حَجَّتِهٖ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی جانب سے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ کی طرف سے اپنے حج میں ایک گائے ذبح کی۔

قربانی کے جانوروں کے اشتراک میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قربانی کے جانوروں کے اشتراک کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں میں اشتراک جائز ہے خواہ قربانی نفلی ہو یا واجب، خواہ سب نے عبادت کی نیت کی ہو۔

یا بعض کی نیت عبادت ہو اور بعض کی نیت گوشت کھانا ہو، امام احمد اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے اور داؤد بن علی ظاہری اور بعض مالکیہ کا یہ نظریہ ہے کہ نفلی قربانی میں اشتراک جائز ہے اور واجب میں اشتراک ناجائز ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اشتراک مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر سب عبادت کی نیت کریں تو اشتراک جائز ہے ورنہ نہیں [1]۔

علامہ ابو الولید باجی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جو قربانی کسی فدیہ کی وجہ سے واجب ہو یا عام قربانی ہو، امام مالک کے نزدیک اس میں اشتراک جائز نہیں ہے، اور نفلی قربانی کے بارے میں بھی امام مالک کا مشہور قول یہی ہے کہ جائز نہیں ہے، البتہ قاضی ابو الحسن سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ جائز ہے، امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک شخص کی ایک قربانی ہو وہ اس کو اپنی طرف سے ذبح کرے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے بھی ذبح کرے خواہ ان کی تعداد سات سے زیادہ ہو، لیکن ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ سات آدمی مل کر ایک قربانی خریدیں اور پھر اس کو ذبح کریں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سات آدمی ہدی (جو قربانی فدیہ یا تمتع وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو) یا قربانی کی قیمت میں شریک ہو سکتے ہیں، جبکہ ان میں سے ہر ایک کی نیت عبادت ہو، خواہ ان میں سے ہر ایک کی نیت مختلف ہو مثلاً ایک کی نیت کسی شکار کی جزا ہو، دوسرے کی نیت کسی مرض کی وجہ سے جنایت کا فدیہ ہو تیسرے کی نیت نفل ہو، اور اگر ان میں سے کسی ایک کی نیت عبادت نہ ہو صرف گوشت کھانا ہو تو پھر اشتراک جائز نہیں ہے، امام زفر یہ کہتے ہیں کہ اس وقت تک اشتراک جائز نہیں ہے جب تک کہ جہت عبادت ایک نہ ہو، امام شافعی کہتے ہیں کہ ہر طرح اشتراک جائز ہے۔ اور اس پر ان سب کا اتفاق ہے کہ سات سے زیادہ میں اشتراک جائز نہیں ہے۔

اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کی شرکت کے عدم جواز پر مالکیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں کہ ہمارا ان ائمہ کے ساتھ دو چیزوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہ ان کے نزدیک ایک جانور میں سات آدمیوں کا اشتراک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک ایک جانور سات آدمیوں سے زیادہ کی طرف سے نہیں ذبح کیا جا سکتا اور ہمارے نزدیک کیا جا سکتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة۔ "جو جانور قتل کیا گیا اس کی مثل جزاء ہے دو متقی آدمی اس مثل کا فیصلہ کریں درآں حالیکہ وہ ہدی کعبہ میں پہنچنے والی ہو"۔ اب اگر ہدی میں سات آدمی شریک ہوں تو اس ہدی کا ساتواں حصہ (۱/۷) اس جانور کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جس کو اس نے قتل کیا تھا جس کی جزاء میں یہ اس ہدی کی قربانی کر رہا ہے کیونکہ وہ ایک مکمل جانور تھا اور ۱/۷ جانور مکمل جانور کی مثل نہیں ہے اور قرآن مجید نے قتل ہونے والے جانور کی مثل کو واجب کیا ہے ساتویں حصہ کو واجب نہیں کیا [2] اس کا جواب یہ ہے کہ مثل سے مثل صوری مراد نہیں ہے بلکہ مثل معنوی مراد ہے اور اونٹ اور گائے کی قیمت کا ساتواں حصہ بکری کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت،

قیمت کے برابر ہے۔ اور بکری ایک مکمل جانور ہے۔ شریعت نے آسانی اور سہولت کے لیے مختلف نصاب مقرر کر دیئے ایک بکری بھی ہدی ہو سکتی ہے اور اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ بھی، اور یہ چیز بکثرت احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے اور مالکیہ کا مسلک ان تمام احادیث کے خلاف ہے۔ اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں مثل صوری مراد نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے گورخر (جنگلی گدھے) یا بارہ سنگھے کا شکار کیا تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کی جزاء میں وہ گورخر یا بارہ سنگھے کو ذبح نہیں کرے گا، بلکہ بکری گائے یا اونٹ ہی کو ذبح کریگا اور ان میں سے کسی ایک کی قربانی دے گا پس واضح ہو گیا کہ مثل صوری مراد نہیں ہے۔

بَابُ ۴۰۳ اِسْتِحْبَابِ نَحْرِ الْاِبِلِ قِيَامًا مَعْقُولَةً

اونٹ کے پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کرنے کا ثبوت

۳۰۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ بَارِكَةً فَقَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے اور اسے دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا ہے، آپ نے فرمایا اس کو اٹھا کر کھڑا کر کے پیر باندھ کر نحر کرو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

بَابُ ۴۰۴ اِسْتِحْبَابِ بَعْثِ الْهَدْيِ اِلَى الْحَرَمِ لِمَنْ لَّا يُرِيدُ الذَّهَابَ بِنَفْسِهِ وَاسْتِحْبَابِ تَقْلِيدِهِ وَفَتْلِ الْقَلَائِدِ وَاَنَّ بَاعِثَهُ لَا يَصِيرُ مُحْرِمًا وَّلَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ شَيْءٌ بِسَبَبِ ذٰلِكَ

خود حرم میں نہ جانے والے کے لیے تقلید ہدی کا استحباب

۳۰۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَاَفْتِلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قربانی کے جانور روانہ کر دیا کرتے تھے، اور میں ان جانوروں کے ہار خود بناتی تھی، (جانور بھیجنے کے بعد) آپ ان چیزوں سے نہیں پرہیز کرتے تھے جن سے محرم پرہیز کرتا ہے (یعنی اپنے آپ کو محرم نہیں قرار دیتے تھے۔)

قَلَائِدَ هَدْيِهٖ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔

۳۰۹۱ - وَحَدَّثَنِيْهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيَّ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بناتی تھی۔

۳۰۹۳ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ ثُمَّ لَا يَعْتَزِلُ شَيْئًا وَلَا يَتْرُكُهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار بناتی تھی پھر آپ کسی چیز سے پرہیز کرتے تھے نہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے۔

۳۰۹۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهٗ حِلًّا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار بناتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوہان کو چیر کر اور گلے میں ہار ڈال کر ان کو بیت اللہ روانہ کر دیا اور خود مدینہ میں رہے اور آپ پر ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی جو پہلے حلال تھی۔

۳۰۹۵ - وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَيَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ ابْنُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے اونٹ روانہ کر دیا کرتے

حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ وَأَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ أَفْتِلُ قَلَائِدَهَا بِيَدَيَّ ثُمَّ لَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ لَا يُمْسِكُ عَنْهُ الْحَلَالُ۔

تھے اور میں ان کے ہار خود اپنے ہاتھوں سے بناتی تھی، پھر آپ کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے تھے جس کو حلال نہیں چھوڑتا۔

۳۰۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَنَا فَتَلْتُ تِلْكَ الْقَلَائِدَ مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا فَأَصْبَحَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَالًا يَأْتِي مَا يَأْتِي الْحَلَالُ مِنْ أَهْلِهِ أَوْ يَأْتِي مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے یہ ہار اس اُون سے بنائے تھے، جو ہمارے پاس تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو حلال ہی تھے، جس طرح حلال شخص اپنی اہلیہ سے متمتع ہوتا ہے آپ بھی متمتع ہوتے تھے۔

۳۰۹۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَنَمِ فَيَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ فِينَا حَلَالًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بکری کی اون سے بٹتی تھی اور آپ انھیں روانہ کر دینے کے بعد بھی حلال ہی رہتے تھے۔

۳۰۹۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ رُبَّمَا فَتَلْتُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ هَدْيَهُ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے جانوروں کے ہار اکثر میں بناتی تھی، پھر آپ انھیں اپنی قربانیوں کے گلے میں ڈال کر روانہ کر دیا کرتے تھے اور اس کے بعد آپ ٹھہرے رہتے اور ان چیزوں سے نہیں بچتے تھے جن سے محرم بچتا ہے۔

۳۰۹۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْكُرَیْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَهْدٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً اِلَی الْبَیْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا۔

بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں قربانی کے لیے بکریاں بھیجیں اور آپ نے ان کی گردنوں میں ہار ڈال دیے تھے۔

۳۱۰۰ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُقَلِّدُ الشَّاةَ فَنُرْسِلُ بِهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَلَالٌ لَمْ یَحْرُمْ عَلَیْهِ مِنْهُ شَیْءٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم بکریوں کی گردنوں میں ہار ڈال کر ان کو (مکہ مکرمہ) روانہ کر دیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہی رہتے تھے۔ اور کسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کرتے تھے

۳۱۰۱ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ ابْنَ زِیَادٍ كَتَبَ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ مَنْ اَهْدٰی هَدْیًا حَرُمَ عَلَیْهِ مَا یَحْرُمُ عَلَی الْحَاجِّ حَتّٰی یُنْحَرَ الْهَدْیُ وَقَدْ بَعَثْتُ بِهَدْیِیْ فَاكْتُبِیْ اِلَیَّ بِاَمْرِكِ قَالَتْ عَمْرَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا لَیْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْیِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدَیَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِیْ فَلَمْ یَحْرُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهٗ حَتّٰی نُحِرَ الْهَدْیُ۔

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ ابن زیاد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قربانی کا جانور (مکہ مکرمہ) روانہ کر دیا تو جب تک قربانی ذبح نہ ہو جائے اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہیں جو حاجیوں پر حالت احرام میں حرام ہوتی ہیں۔ میں نے بھی قربانی کا جانور بھیجا ہوا ہے، آپ اس مسئلہ میں مجھے اپنی رائے لکھ کر بھیجیں، عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا، ابن عباس کا قول صحیح نہیں ہے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے تھے، اور آپ نے ان کو میرے والد کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا تھا۔ اور جانور بھیجنے کے بعد قربانی کے وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ان چیزوں میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی تھیں۔

ف: اس حدیث کی سند میں ابن زیاد مذکور ہے اور صحیح زیاد بن ابی سفیان ہے، صحیح بخاری، مؤطا امام مالک اور

سنن ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ہے، ابن زیاد نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

۳۱۰۲ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ تُصَفِّقُ وَتَقُولُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَا وَمَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ مِمَّا يُمْسِكُ عَنْهُ الْمُحْرِمُ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ۔

مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے خود سنا ہے وہ پردہ کی اوٹ سے دستک دیتے ہوئے فرمارہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے ہار میں خود اپنے ہاتھوں سے بنایا کرتی تھی اور پھر آپ انہیں روانہ کر دیا کرتے تھے اور قربانی کے ذبح ہونے تک کسی ایسے کام کو نہیں چھوڑتے تھے جس کو محرم چھوڑ دیتا ہے۔

۳۱۰۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا كِلَاهُمَا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت ہے۔

مسئلہ اشعار میں مخالفین کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

حدیث نمبر ۳۰۹۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوہان کو چیرا اور ان کے گلے میں ہار ڈال کر انہیں بیت اللہ روانہ کر دیا، اس حدیث میں کوہان کو چیرنے کا ذکر ہے اس کو اشعار کہتے ہیں، مشہور غیر مقلد عالم شیخ ابن حزم اشعار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اشعار میں لوگوں کا اختلاف ہے، ابوحنیفہ کہتے ہیں میں اشعار کو مکروہ قرار دیتا ہوں کیونکہ یہ مثلہ ہے (اعضاء کو کاٹ کر ان کی ہیئت کو بگاڑ دینا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ سعیدی)۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ دنیا کی قیامتوں میں سے یہ سب سے بڑی قیامت ہے کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اس کو مثلہ کہا جائے، افسوس ہے ہر اس عقل پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا تعاقب کرتی ہے، اس سے لازم آئے گا کہ فصد لگوانا بھی مثلہ ہو اور قصاص میں ناک کاٹنا، دانت اکھاڑنا، اور کان کاٹنا بھی مثلہ ہو، چور اور ڈاکو کے ہاتھ کاٹنا مثلہ ہو، شادی شدہ زانی کو رجم کرنا مثلہ ہو، ڈاکو کو سولی پر چڑھانا مثلہ ہو، آپ نے حجۃ الوداع میں اشعار کیا ہے اور اس سے کئی سال پہلے آپ نے مثلہ سے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ یہ مثلہ نہیں ہے اور یہ ایک ایسا قول ہے کہ ابوحنیفہ سے پہلے سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اور نہ ان کے معاصرین فقہاء میں سے کسی نے یہ بات کہی سوا ان لوگوں کے

جن کو اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کی تقلید میں مبتلا کر دیا، ہم اس بلا سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور ابو یوسف، محمد بن حسن اور مالک نے کہا ہے کہ بائیں جانب سے اشعار کیا جائے۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی ابن حزم کے جواب میں لکھتے ہیں: ابن حزم کا یہ قول جہالت اور قلت حیاء کی بناء پر ہے کیونکہ امام طحاوی مذاہب فقہاء کو عموماً اور خصوصاً امام ابوحنیفہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہتے اور نہ اس کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ اگر اونٹ کے کوہان میں اس طرح چیرا (شگاف) لگایا جائے جس سے اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو وہ اس فعل کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ اگر اناڑی لوگ کوہان کو نیزے سے چیریں تو اس کا زخم خراب ہو جائے گا اس لیے انہوں نے عام لوگوں کو روکنے کے لیے یہ کہا، البتہ جو لوگ شگاف ڈالنے کے طریقہ اور اس کی حد سے واقف ہوں اور صرف کھال کو کاٹتے ہوں تو ان کے اشعار کو امام ابوحنیفہ مکروہ نہیں کہتے اور کرمانی نے امام ابوحنیفہ سے اشعار کے مستحسن ہونے کی روایت کی ہے اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ باقی رہا ابن حزم کا یہ کہنا کہ ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اشعار کو مثلہ کہا اور مکروہ قرار دیا تو ان کا یہ قول بھی فاسد ہے کیونکہ علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی اشعار کو ناجائز کہتے تھے۔[2]

امام ترمذی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالا اور ذوالحلیفہ میں اس کی دائیں جانب اشعار کیا اور اس سے خون صاف کیا۔ امام ترمذی نے کہا میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ وکیع نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا اس مسئلہ میں اہل رائے کا قول مت سنو کیونکہ اشعار سنت ہے، اور ان کا قول بدعت ہے، امام ترمذی نے کہا ابوالسائب بیان کرتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے ایک ایسے شخص سے جو مسائل میں رائے سے کام لیتا تھا یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے۔ اس شخص نے کہا وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے اس پر وکیع بہت ناراض ہوئے اور کہا میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یہ کہا ہے، تم اس کے مستحق ہو کہ تم کو قید کر دیا جائے اور تم کو اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک کہ تم اپنے قول سے رجوع نہ کر لو۔[3]

علامہ بدرالدین عینی حنفی امام ترمذی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: خطابی نے یہ لکھا ہے کہ میں ابوحنیفہ کے سوا اور کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے اشعار کو مکروہ کہا ہو اور ان کے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) نے ان کی مخالفت کی ہے اور عام اہل علم کی طرح اشعار کو سنت کہا ہے۔

---

[1] ابو محمد علی بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ ھ، المحلی ج ۷ ص ۱۱۲-۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ ھ،

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ۔

[3] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے جو روایت وکیع سے نقل کی ہے اور جو خطابی نے کہا ہے اور ہر وہ شخص جو اشعار کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ پر تعاقب کرتا ہے اس کے جواب کے لیے وہ بات کافی ہے جو امام طحاوی نے بیان کی ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھی مسئلہ اشعار کا ذکر کیا ہے میں نے اس کی تحریر میں تعصب کی بُو دیکھی ہے اور ان معترضین نے اس شخص کا مرتبہ کم کرنے کی کوشش کی ہے جس کا مرتبہ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اہل انصاف سے بہت بعید ہے کہ وہ ائمہ اجلہ کے بارے میں ایسی باتیں کریں جو ان کی شان کے لائق نہیں ہیں خصوصاً جبکہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ میں صرف اس وقت رائے اور قیاس سے کام لیتا ہوں جب مجھے کتاب و سنت اور اقوال صحابہ میں کوئی حکم نہیں ملتا، اور حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہدی والے کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ اشعار کرے یا نہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کے نزدیک اشعار سنت ہے نہ مستحب۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے جن روایات کا ذکر کیا وہ یہ ہیں:

عن الاسود عن عائشة انها ارسل اليها اتشعر يعنى البدنة فقالت ان شئت انما تشعر لتعلم انها بدنة۔[2]

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا اونٹ میں اشعار کیا جا سکتا ہے؟۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو! کیونکہ اشعار صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہ پتا چل جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

عن عطاء عن ابن عباس قال ان شئت فاشعر الهدى و ان شئت فلا تشعر۔[3]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور چاہو تو اشعار نہ کرو۔

عن عطاء و طاوس و مجاهد قالوا اشعر الهدى ان شئت و ان شئت فلا تشعر۔[4]

عطاء، طاؤس اور مجاہد کہتے ہیں، اگر تم چاہو تو ہدی میں اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو۔

جامع ترمذی اور مصنف ابن ابی شیبہ کے ان حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی، عطاء، طاؤس اور مجاہد ان سب کے نزدیک ہدی کے جانور میں اشعار کرنا مباح ہے، جی چاہے تو کریں اور جی چاہے تو نہ کریں، سنت یا مستحب نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ جو چیز کبار صحابہ اور تابعین کے نزدیک سنت نہیں ہے، صرف مباح ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس چیز

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

[2] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/ص ۶۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ،

[3] " " " ، المصنف ج ۴/ ص ۶۲ "

[4] " " ، المصنف ج ۱/ ۴ ص ۱۶۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

کے اصل میں سنت ہونے کا بھی انکار نہیں کیا بلکہ اناڑیوں کے اشعار کرنے کو مکروہ کہا ہے کہ مبادا، ان کے اشعار کرنے سے اونٹ ہلاک ہو جائے، اس وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ پر انکار سنت اور سنت کو مکروہ اور سنت اشعار کو مثلہ کہنے کے اتہامات اور بے بنیاد الزامات قائم کرنا، نہ صرف علم اور تحقیق سے دور ہے بلکہ متانت اور شرافت سے بھی بعید ہے، ہم نے اس مسئلہ پر (باب نمبر ۲۶۰) میں بھی گفتگو کی ہے۔

صرف ہدی روانہ کرنے والے پر احکام احرام میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے ہدی میں قلادہ (ہار) ڈالنا اور اس میں اشعار کرنا جائز ہے اور قلادہ ڈالنے اور اشعار کرنے کی مشروعیت پر یہ حدیث دلیل ہے، علامہ ابن بطال فرماتے ہیں جس شخص نے حج اور عمرہ کے احرام کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ ہدی لے گیا وہ صرف میقات سے اس کے گلے میں قلادہ ڈالے، اسی طرح اس کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے، اسی طرح جس شخص نے بیت اللہ میں ہدی بھیجنے کا ارادہ کیا اور حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں کیا، اور وہ اپنے شہر میں ٹھہرا اس کے لیے جائز ہے کہ ہدی میں قلادہ ڈالے اور اپنے شہر میں اس میں اشعار کرے پھر اس کو روانہ کر دے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نو ہجری میں روانہ کیا تھا، اور اس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو، نہ کسی اور چیز کو، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دیگر ائمہ اہل فتویٰ کا یہی مسلک ہے اور ان سب نے حضرت ابن عباس کے اس قول کا رد کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں ہدی روانہ کرے تو جس وقت وہ ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالے گا اسی وقت سے اس پر احرام لازم ہو جائیگا، اور جب تک بیت اللہ میں اس کی ہدی ذبح نہیں ہو جائے گی اس پر ان تمام چیزوں سے اجتناب لازم ہو جائے گا جس سے محرم مجتنب ہوتا ہے۔ تابعین میں شعبی، نخعی، ابوالشعثاء، مجاہد، حسن بن ابی الحسن اور ابن سیرین نے حضرت ابن عباس کی متابعت کی ہے۔[1]

بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۱۰۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بکریوں کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر ان کو روانہ کر دیا کرتے تھے، الحدیث۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بکری کے گلے میں بھی قلادہ ڈالنا جائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنا غیر مستحب ہے، ان کے نزدیک قلادہ ڈالنا اونٹ اور گائے کے ساتھ خاص ہے اور جمہور کے نظریہ پر یہ حدیث صریح دلیل ہے[2] اسی طرح حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ اصل میں بکری ہدی نہیں ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے[3]

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۵۴۷، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ یہ حنفیہ پر افتراء ہے، احناف نے کس جگہ یہ لکھا ہے؟ کہ بکری ہدی نہیں ہے جب کہ احناف کی کتابیں اس عبارت سے بھری پڑی ہیں کہ جس جانور کو برائے تقرب حرم لے جایا جاتا ہے اس کو ہدی کہتے ہیں، اس میں ادنیٰ درجہ بکری ہے، نیز فقہاء حنفیہ نے کہا ہے کہ ہدی میں اونٹ، گائے اور بکری ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث، حتیٰ کہ فقہاء حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ چیز اجماعی ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ قلادہ بدنہ (اونٹوں) میں ڈالا جاتا ہے اور بکری بدنہ میں سے نہیں ہے اس لیے اس کو قلادہ نہیں ڈالا جائے گا۔ نیز اگر بکری میں قلادہ ڈالنا سنت ہوتا تو لوگ اس کو ترک نہ کرتے، اور اس حدیث کے جواب میں احناف یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں اسود منفرد ہے اس کے علاوہ کسی نے بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنے کی روایت ذکر نہیں کی اور صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس، حضرت ابوجعفر، عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر کی روایات ہیں کہ بکریوں کے گلے میں قلادہ ڈالا جاتا تھا اور عطاء سے روایت ہے کہ میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا ہے جو بکریوں کے گلے میں قلادہ ڈالتے تھے، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر یہ سنت ہوتا تو لوگ بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنا ترک نہ کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات میں قلادہ ڈالنے کا ذکر ہے یہ ذکر نہیں ہے کہ ان بکریوں کو بیت اللہ روانہ کیا جاتا تھا اور کلام اس میں ہے ثانیاً احناف نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے جواز کی نفی نہیں کی ہے[1]

بَابُ جَوَازِ رُكُوبِ الْبَدَنَةِ الْمُهْدَاةِ لِمَنِ احْتَاجَ إِلَيْهَا

مجبوری کے وقت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا جواز

۳۱۰۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص قربانی کے اونٹ کو ہنکاتا ہوا لے جارہا تھا، آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ اور دوسری یا تیسری بار فرمایا تمہیں خرابی ہو۔

۳۱۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس اونٹ کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً ۔

۳۱۰۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا فَقَالَ بَدَنَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ ارْكَبْهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایسے اونٹ کو ہنکاتا ہوا لے جا رہا تھا جس کی گردن میں قلادہ پڑا ہوا تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ، تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ۔

(تمہیں خرابی ہو یا تمہارا ستیاناس ہو جائے، یہ پیار آمیز غصہ کے کلمات ہیں عرب ایسے موقع پر ویلک کہتے ہیں۔)

۳۱۰۷ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ وَأَظُنُّنِي قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اپنے اونٹ کو ہنکا رہا تھا آپ نے فرمایا سوار ہو جاؤ اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے پھر فرمایا سوار ہو جاؤ اس نے پھر کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے دو یا تین بار فرمایا سوار ہو جاؤ۔

۳۱۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدَنَةٍ أَوْ هَدِيَّةٍ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ أَوْ هَدِيَّةٌ فَقَالَ وَإِنْ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص قربانی کا اونٹ لیے ہوئے گذرا، آپ نے اس سے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

۳۱۰۹ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدَنَةٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

۳۱۱۰ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُئِلَ عَنْ رُكُوْبِ الْهَدْيِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شدید مجبوری ہو تو اس پر بقدر ضرورت سواری کر سکتے ہو۔

۳۱۱۱ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رُكُوْبِ الْهَدْيِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دوسری سواری نہ ملے اس پر بقدر ضرورت سواری کر سکتے ہو۔

قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں حسب ذیل چھ مذاہب ہیں:

(۱)۔ امام احمد بن حنبل اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

(۲)۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا یہ بھی ایک قول ہے۔

(۳)۔ امام مالک اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر بغیر ضرورت کے سوار ہونا مکروہ ہے۔

(۴)۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ اونٹ پر بقدر ضرورت سوار ہو، جب ضرورت پوری ہو جائے تو اتر جائے۔

(۵)۔ ابن عربی نے کہا ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز نہیں ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے صحیح وہی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے امام طحاوی اور صاحب ہدایہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۶)۔ بعض ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا واجب ہے۔ ان لوگوں نے حضرت انس کی روایت میں بظاہر امر کو دیکھ کر یہ قول کیا ہے۔[1]

---

[1]۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹-۳۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قربانی کی اونٹنی کا دودھ پینے میں مذاہب

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اسنذکار میں ہے کہ قربانی کی اونٹنی کا بچہ سیر ہو جائے پھر بھی، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کا دودھ پینا مکروہ ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر سواری سے یا دودھ پینے سے اونٹنی کی قیمت میں کمی ہو جائے تو قربانی کرنے والا اس کا ضامن ہوگا اور اگر ضرورت کی بنار پر سوار ہوا ہے تو پھر ضامن نہیں ہوگا۔

جو فقہاء اونٹ پر سواری کی اجازت دیتے ہیں، ان کا اونٹ پر سامان لادنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے منع کیا ہے اور جمہور ائمہ نے اجازت دی ہے، اونٹ پر دوسرے شخص کو سوار کرنے کے بارے میں بھی مذاہب کی یہی تفصیل ہے۔

قربانی کے لیے اونٹ اور اونٹنی دونوں جائز ہیں البتہ امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف اونٹنیاں ہی جائز ہیں [1]

بَابُ ۴۰۶ مَا يَفْعَلُ بِالْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ فِي الطَّرِيقِ

راستہ میں تھک جانے والے جانور کا حکم

۳۱۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ سَلَمَةَ الْهُذَلِيُّ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَسِنَانُ ابْنُ سَلَمَةَ مُعْتَمِرَيْنِ قَالَ وَانْطَلَقَ سِنَانٌ مَعَهُ بِبَدَنَةٍ يَسُوقُهَا فَأَزْحَفَتْ عَلَيْهِ بِالطَّرِيقِ فَعَيِيَ بِشَأْنِهَا إِنْ هِيَ أُبْدِعَتْ كَيْفَ يَأْتِي بِهَا فَقَالَ لَئِنْ قَدِمْتُ الْبَلَدَ لَأَسْتَحْفِيَنَّ عَنْ ذَلِكَ قَالَ فَأَضْحَيْتُ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْبَطْحَاءَ قَالَ انْطَلِقْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَتَحَدَّثْ إِلَيْهِ قَالَ فَذَكَرَ لَهُ شَأْنَ بَدَنَتِهِ فَقَالَ عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّ عَشْرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ وَأَمَّرَهُ فِيهَا قَالَ فَمَضَى ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا أُبْدِعَ عَلَيَّ مِنْهَا قَالَ

ہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں اور سنان بن سلمہ عمرہ کرنے گئے سنان اپنے ساتھ قربانی کا اونٹ بھی لے گئے تھے راستہ میں اونٹ تھک کر ٹھہر گیا، سنان پریشان ہو گئے کہ اگر یہ تھک کر چلنے سے رک گیا تو وہ کیا کریں گے، انھوں نے سوچا کہ وہ شہر جا کر اس کے بارے میں مسئلہ معلوم کریں گے۔ دوپہر کو جب ہم بطحا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر صورت حال بیان کرتے ہیں، پھر ان کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تم نے ایک ایسے شخص سے سوال کیا ہے جو اس مسئلہ کو جاننے والا ہے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہمراہ قربانی کے سولہ اونٹ روانہ کیے تھے، وہ شخص گیا اور پھر لوٹ آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس اونٹ کو ذبح کر دو اور اس کے گلے میں پڑی ہوئی دو جوتیوں

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

اُنْحَرْهَا ثُمَّ اصْبغْ نَعْلَيهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلٰى صَفْحَتِهَا وَلَا تَاْكُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ.

کو اس کے خون میں رنگ کر اس کے کوہان پر مار دو اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا گوشت نہ کھائے۔

۳۱۱۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِثَمَانَ عَشَرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ ثُمَّ ذَكَرَهُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ الْحَدِيْثِ.

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت منقول ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ اٹھارہ اونٹوں کو روانہ فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۱۱۴ - حَدَّثَنِي اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ ذُؤَيْبًا اَبَا قَبِيْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهُ بِالْبُدْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِيْتَ عَلَيْهِ مَوْتًا فَانْحَرْهَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ بِهِ صَفْحَتَهَا وَلَا تَطْعَمْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ذویب ابو قبیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ قربانی کے اونٹ روانہ کرتے تھے اور آپ یہ حکم دیتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک جائے اور تمہیں اس کے مرنے کا اندیشہ ہو تو اس کو ذبح کر دینا اور اس کے گلے میں پڑی ہوئی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو کر کوہان پر مارنا، اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص اس کا گوشت نہ کھائے۔

جو ہدی چلنے سے معذور ہو اس کے حکم میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قربانی کا جانور چل نہ سکے تو اس کو ذبح کرنا اور مساکین کے لیے چھوڑنا واجب ہے، اور قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کے لیے اس میں سے کھانا حرام ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب قربانی کا جانور چلنے سے معذور ہو جائے تو اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر نفلی قربانی ہے تو اس جانور کے مالک کو اختیار ہے، چاہے اس کو بیچ دیں، یا ذبح کریں، خود کھائیں یا کسی کو کھلا دیں، اور اگر اس کو یونہی چھوڑ دیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ان کی ملک ہے، اور اگر وہ قربانی نذر کی ہے تو جانور کے مالک پر اس کو ذبح کرنا لازم ہے۔ اور اگر اس نے جانور کو یونہی چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ

جانور مرگیا تو اس شخص پر اس جانور کی ضمانت لازم ہے، جیسے کوئی شخص امانت کی حفاظت میں کوتاہی کرے تو اس پر ضمان لازم آتی ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے قلادہ والی جوتی کو خون میں رنگ کر اس کے کوہان کی ایک جانب مارے اور پھر اس کو اسی جگہ چھوڑ دے، تاکہ وہاں سے گذرنے والے جان لیں کہ یہ ہدی کا جانور ہے اور اس کو کھالیں، قربانی بھیجنے والے اور اس کو لے جانے والے کے لیے اس کو کھانا جائز نہیں ہے اسی طرح اغنیاء کے لیے بھی اس کو کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہدی مساکین کے لیے ہوتی ہے اور غیر مساکین کے لیے اس کا کھانا مطلقاً جائز نہیں ہے، قربانی لے جانے والے کے ساتھیوں کے علاوہ جو فقراء ہوں وہ اس کو کھا سکتے ہیں۔ ساتھیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ سفر کے دوران کھانے پینے میں شریک رہتے ہوں اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھیوں سے مراد قافلہ کے تمام شرکاء ہیں، اگر یہ شبہ ہو کہ اگر قربانی کرنے والا اور اس کے ساتھی نہ کھائیں اور چھوڑ کر چلے جائیں تو پھر اس کو جنگلی جانور کھا جائیں گے، اور اس سے مال ضائع ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مال ضائع نہیں ہوگا کیونکہ عام طور پر جنگلوں میں رہنے والے خانہ بدوش اور دیہاتی لوگ منازل حج میں سفر کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں کھا لیتے ہیں۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ جب قربانی کا جانور راستہ میں چلنے سے عاجز آجائے تو اگر وہ قربانی نفلی ہو تو اس کو ذبح کر دے اور اس کے ہار والے جوتے کو اس کے خون سے رنگ کر اس کے کوہان کے ایک پہلو پر مارے اور خود اس میں سے کھائے نہ اس کے علاوہ کوئی اور غنی کیونکہ حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا تھا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس علامت سے لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ یہ ہدی ہے اور فقراء اس میں سے گوشت لے کر کھالیں گے، اور اغنیاء نہ کھائیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو کھانے کی اجازت اس بات پر موقوف ہے کہ ہدی حرم میں پہنچ جائے اس لیے وہاں پہنچنے سے پہلے ہدی حلال نہیں ہوتی الا یہ کہ فقراء پر صدقہ کرنا اس کو جنگلی جانوروں کے لیے راستہ میں چھوڑ جانے سے افضل ہے جبکہ صدقہ کرنے میں عبادت کا پہلو بھی ہے، اور اگر قربانی واجب ہو تو دوسرے جانور کو اس کے بدلہ میں خریدے اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے کیونکہ اب یہ اس کی باقی املاک کی طرح ایک ملکیت ہے۔[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے والے کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں وہ کھانے کے شوق میں بلاعذر قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دے اس لیے آپ نے اس دروازے کو بند کرنے کے لیے قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کو ذبح شدہ جانور کے کھانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔

علامہ وشتانی قاضی عیاض کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر واجب ہدی قربانی سے پہلے چلنے سے معذور ہو جائے تو امام مالک اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اور اغنیاء اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ قربانی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کرنے والا اس کی جگہ دوسری قربانی کرے گا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک منع کرتے ہیں اور جمہور اجازت دیتے ہیں [۱]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کا جو جانور راستہ میں تھک گیا ہے اگر واجب ہے تو اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے گا اور اگر وہ جانور اس کی ملکیت ہے تو جو چاہے کرے اور اگر نفل ہے تو اس کو ذبح کر دے اور وہ اور اغنیاء اس جانور کو نہیں کھا سکتے [۲]۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس مسئلہ میں تینوں کا نظریہ ایک ہے البتہ امام شافعی کا نظریہ ان ائمہ کے برعکس ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَ سُقُوْطِهٖ عَنِ الْحَائِضِ

طواف وداع کا وجوب اور حائضہ عورت سے اس کی رخصت

۳۱۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ قَالَ زُهَيْرٌ يَنْصَرِفُوْنَ كُلَّ وَجْهٍ وَّلَمْ يَقُلْ فِيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حج کے بعد) لوگ ہر طور واپس چلے جاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ لوٹے۔

۳۱۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِسَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّاسُ اَنْ يَّكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ اِلَّا اَنَّهٗ خُفِّفَ عَنِ الْمَرْاَةِ الْحَائِضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں البتہ حائضہ عورت کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔

۳۱۱۷ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ

طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۲] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۰۶ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۸۵، ۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تُفْتِيْ أَنْ تَصْدُرَ الْحَائِضُ قَبْلَ أَنْ يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِمَّا لَا فَسَلْ فُلَانَةَ الْأَنْصَارِيَّةَ هَلْ أَمَرَهَا بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَعَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَضْحَكُ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ صَدَقْتَ۔

عنہ نے ان سے پوچھا: کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے مکہ سے جا سکتی ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا اگر آپ کو میرے فتویٰ پر یقین نہیں ہے تو فلاں انصاری عورت سے پوچھ لیجیے کہ آیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عباس کے پاس سے ہنستے ہوئے لوٹے اور فرمایا مجھے یقین ہے کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔

۳۱۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ وَعُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرْتُ حِيْضَتَهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا كَانَتْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (ام المومنین) کو طواف افاضہ کے بعد حیض آگیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے حیض آنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روک لیں گی؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں، اس کے بعد حائضہ ہوئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو پھر چلیں۔

۳۱۱۹۔ حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیی کو حجۃ الوداع میں طواف افاضہ کے بعد حیض آگیا، اس کے بعد روایت حسب سابق ہے۔

طَمِثَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ طَاهِرًا بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔

۳۱۲۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ حَاضَتْ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آگیا ہے۔

۳۱۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نَتَخَوَّفُ أَنْ تَحِيضَ صَفِيَّةُ قَبْلَ أَنْ تُفِيضَ قَالَتْ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَابِسَتُنَا صَفِيَّةُ قُلْنَا قَدْ أَفَاضَتْ قَالَ فَلَا إِذًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں خدشہ تھا کہ حضرت صفیہ طواف سے پہلے حائضہ ہو جائیں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا صفیہ ہم کو روک لیں گی؟ ہم نے عرض کیا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۱۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ حَاضَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ بِالْبَيْتِ قَالُوا بَلَى قَالَ فَاخْرُجْنَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! صفیہ حیض میں مبتلا ہو گئی ہیں، آپ نے فرمایا شاید وہ ہم کو روک لیں گی! کیا انھوں نے تمہارے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر چلو۔

۳۱۲۳ - وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ مِنْ صَفِيَّةَ بَعْضَ مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا حَائِضٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّهَا لَحَابِسَتُنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا قَدْ زَارَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ فَلْتَنْفِرْ مَعَكُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے وہ ارادہ کیا جو مرد اپنی زوجہ سے کرتا ہے، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حائضہ ہیں آپ نے فرمایا کیا وہ ہم کو روک لیں گی؟ گھر والوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انھوں نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا، آپ نے فرمایا: پھر وہ بھی تمہارے ساتھ چلیں گی۔

۳۱۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً فَقَالَ عَقْرَى حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا ثُمَّ قَالَ لَهَا أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِي۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے روانہ ہونا چاہا تو حضرت صفیہ اپنے خیمے کے دروازے پر غمگین ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا زخمی سر منڈی! تم ہم کو روکنے والی ہو؟۔ پھر فرمایا کیا تم نے قربانی کے دن طواف افاضہ کر لیا تھا؟۔ انھوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا پھر چلو!۔

۳۱۲۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ الْحَكَمِ غَيْرَ أَنَّهُمَا لَا يَذْكُرَانِ كَئِيبَةً حَزِينَةً۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔